ماہنامہ آنچل کراچی

خواتین کے لیے صاف ستھرا تفریحی ادب

FEBRUARY 2018

نہایت اہم التماس

قارئین انتظار کے لیے معذرت خواہ ہیں لیکن آپ بخوبی واقف ہیں کے دُنیا میں ہر کوئی اپنے کاروبار کے لیے محنت کرتا ہے تا کہ منافع حاصل کر سکے لیکن اگر ہماری وجہ سے کسی کے کاروبار کو نقصان کا اندیشہ ہو تو ہمیں جان بوجھ کر ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ دیکھیں ہر ڈائجسٹ کے پبلشر بہت محنت کے ساتھ ہر مہینے ڈائجسٹ شائع کرتے ہیں تا کہ وہ مارکیٹ میں فروخت ہو سکے اور اُن کو منافع حاصل ہو سکے لیکن آج کے اس انٹرنیٹ دور میں جب وہی ڈائجسٹ یا رسالہ مارکیٹ میں پوری طرح آنے سے قبل ہی آن لائن پی ڈی ایف میں مل جائے تو مارکیٹ سے خریداری بہت کم رہ جاتی ہے جس کی وجہ سے پبلشر کا بہت نقصان ہوتا۔ لہذا اس سارے معاملے کو خاطر میں رکھتے ہوئے urdusoftbooks.com کی انتظامیہ نے یہ فیصلہ کیا ہے کے آئندہ ماہ سے کوئی بھی ڈائجسٹ رواں مہینہ کی 30 تاریخ سے پہلے Upload نہیں کیا جائے گا تا کہ پبلشرز کا نقصان نہ ہو۔

خوشخبری

انشاءاللہ آئندہ urdusoftbooks.com پر تمام ڈائجسٹ بغیر واٹر مارک کے Upload ہوا کریں گے تا کہ قارعین کو پڑھنے میں دکت کا سامنا نہ کرنا پڑے

قارئین سے مزید درخواست ہے کہ urdusoftbooks.com کے لیے اپنے ویب براؤزر سے Adblocker ڈس ایبل کر دیں تا کہ ویب سائٹ پر سپانسر اشتہارات نظر آسکیں اور ویب سائٹ کو تھوڑی سی آمدن ہو سکے انہی سپانسر اشتہارات کی آمدن سے ویب سائٹ کے ماہانہ اخراجات پورے کیے جاتے ہیں لہذا آپ کا تھوڑا سا تعاون urdusoftbooks.com کو مستقل آن لائن رکھنے میں بہت مددگار ثابت ہوگا۔ شُکریہ

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
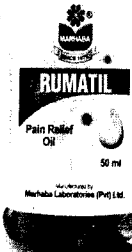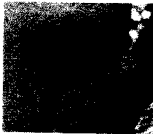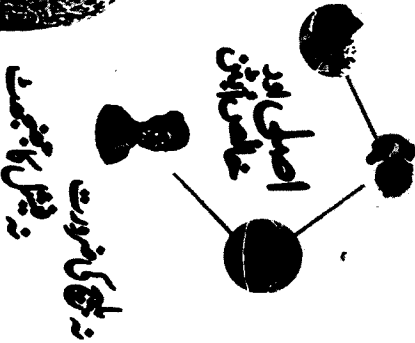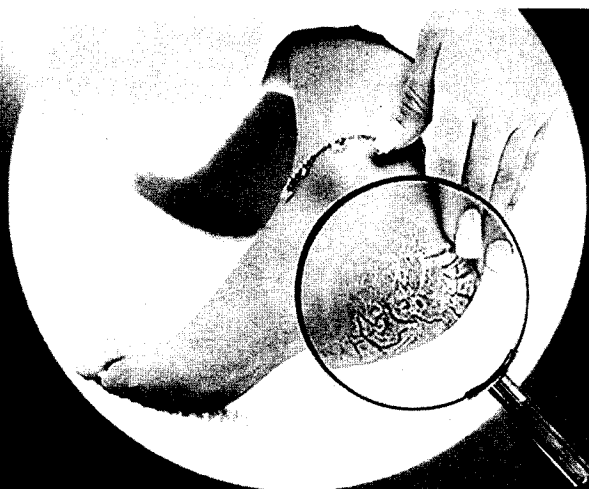
MEDICAM
Whiteness
in 14 days
*No Side Effects
MEDICAM
BLEACH CREAM
MEDICAM
Bleach Cream
MEDICAM
BLEACH CREAM
Skin Whitening Cream

MEDICAM
Pro-Tech
Dental Cream
MEDICAM
Sensitivity
Bleeding Gums
DOUBLE
ACTION
MEDICAM
Pro-Tech
MEDICAM
Pro-Tech
Dental Cream
ہمارا
Personal Dentist!
مسوڑھوں سے خون اور Sensitivity سے مکمل نجات!

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

ابتدائیہ

دانش کدہ

ہمارا آنچل

سروے سال نو

سلسلہ وار ناول

مکمل ناول

ناولٹ

افسانے

پبلشر: مشتاق احمد قریشی پرنٹر، جمیل حسن، ابن حسن پرنٹنگ پریس
ہاکی اسٹیڈیم کراچی، دفتر کا پتا: 7 فرید چیمبرز، عبداللہ ہارون روڈ کراچی۔ 74400
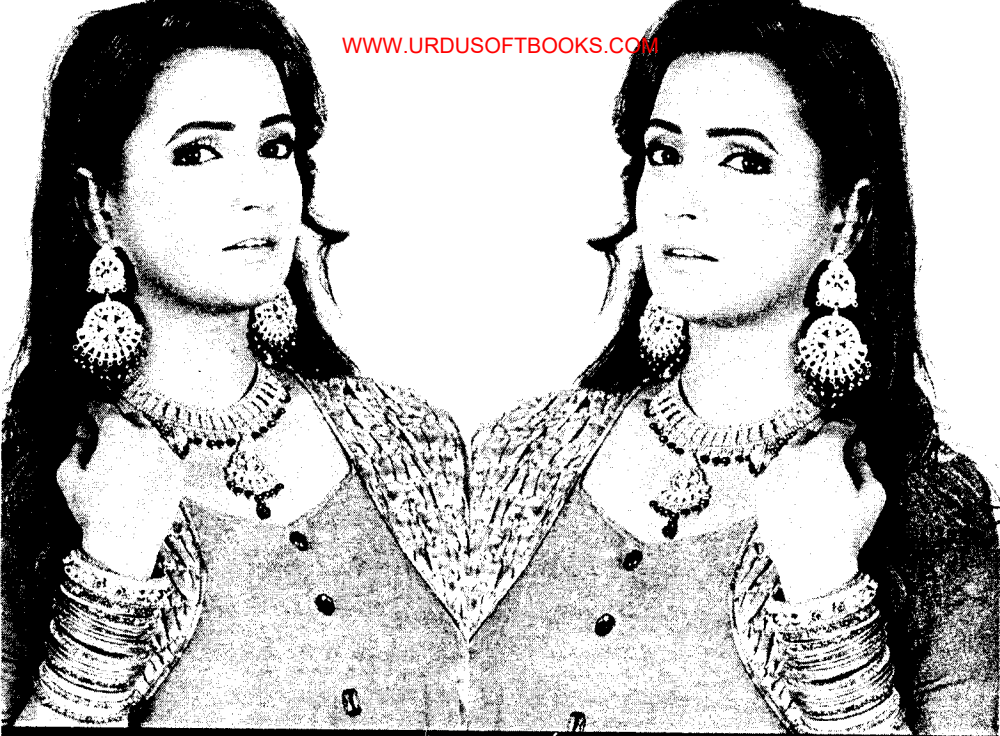
سرورق: تانیہ فرید ..... آرائش: روز بیوٹی پارلر..... عکاسی: موسیٰ رضا

مستقل سلسلے

خط و کتابت کا پتہ: "آنچل" پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون: 021-35620771/2

فیکس: 021-35620773 یکے از مطبوعات نئے اُفق پبلی کیشنز۔ ای میل info@aanchal.com.pk

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اُم کلثوم بنت عقبہؓ نے انہیں خبر دی اور انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا تھا کہ ''جھوٹا وہ نہیں ہے جو لوگوں میں باہم صلح کرانے کی کوشش کرے اور اس کے لیے کسی اچھی بات کی چغلی کھائے یا اسی سلسلہ کی اور کوئی اچھی بات کہہ دے۔(بخاری، جلد: 3، کتاب الصلح: 49، حدیث: 857)

سرگوشیاں

مدیرہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

فروری ۲۰۱۸ء کا آنچل حاضرِ مطالعہ ہے۔

الحمدللہ آئندہ ماہ مارچ کے شمارے کی اشاعت کے بعد آنچل ماشاء اللہ چالیس برس کا ہوجائے گا یہ سب آپ بہنوں کی محبت اور تعاون ہی ہے کہ آنچل مسلسل بغیر کسی ناغہ یا چھٹی کے تقریباً چالیس برسوں سے آپ کی تفریح وطبع اور دل جوئی کا فریضہ سرانجام دے رہا ہے کم ازکم میرے لیے یہ بڑے اعزاز کی بات ہے کہ بہنوں نے جس طرح اس تمام عرصہ میں ادارے کی حوصلہ افزائی کی ہے وہ ہمارے لیے ناصرف قابل فخر ہے بلکہ میں اور میری تمام ساتھی کارکن اور ادارے کے جملہ افراد آپ تمام بہنوں کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں آنچل آج جس مقام پر ہے یہ سب اللہ رب العزت کا فضل وکرم ہے اس نے ہمارے آنچل کو یہ عزت عطا فرمائی ہے ہم امید کرتے ہیں کہ آپ کا تعاون آئندہ بھی اسی طرح برقرار رہے گا اور آپ سب ہماری رہنمائی اور حوصلہ افزائی کرتی رہیں گی آپ کے مشورے آپ کی رائے ہماری رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں امید ہے آپ سب اسی طرح آنچل کو سجانے سنوارنے میں ہماری معاونت کرتی رہیں گی۔

ایک ضروری بات آپ کے گوش گزار کرتی چلوں ان شاء اللہ اپریل 2018ء کا شمارہ سالگرہ نمبر ہوگا آپ کا آنچل اکتالیسویں برس میں قدم رکھے گا آپ بہنوں سے گزارش ہے کہ اپنی آرا اپنی محبتوں سے آگاہ کیجیے کہ ہم اس سفر میں کہاں تک کامیاب ٹھہرے اور خصوصاً لکھاری بہنوں سے سالگرہ نمبر کے لیے خوب صورت دلکش تحریروں کی درخواست ہے۔ بے شک لکھاری بہنوں کے تعاون سے ہی آنچل کا سالگرہ نمبر اپنی سج دھج مکمل کرلے گا۔

وطن عزیز آج کل شدید ہیجانی کیفیت کا شکار ہے سیاسی طور پر اور معاشرتی طور پر بڑی بے چینی اور انتشار کا شکار ہے ابھی امریکی دھمکی کی گونج ختم نہیں ہوئی کہ وطن عزیز میں معصوم اور نوخیز کلیوں کو درندگی کی بھینٹ چڑھائے جانے کی خبر نے ہر ذی ہوش کو ایک کرب ایک عجیب خوف میں مبتلا کردیا ہے اللہ سبحان وتعالیٰ وطن عزیز کی حفاظت فرمائے اور ہمیں ہر آفت سے محفوظ رکھے اور حکمرانوں کو ہدایت عطا کرے آمین۔

اس ماہ کے ستارے

صباء ایشل، عمارہ خان، نزہت جبین ضیاء، ریحانہ آفتاب، شبانہ شوکت، کشور سلطانہ، فریدہ فرید۔

اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

دعا گو

قیصر آرا

حمد

کعبے پہ پڑی جب پہلی نظر کیا چیز ہے دنیا بھول گیا

یوں ہوش وخرد مفلوج ہوئے دل ءجنوں بیدار ہوا

تلوؤں کا تقاضا یاد رہا نظروں کا تقاضا بھول گیا

احساس کے پردے لہرائے ایماں کی حرارت تیز ہوئی

سجدوں کی تڑپ اللہ اللہ سر اپنا سودا بھول گیا

جس وقت دعا کو ہاتھ اٹھے یاد آ نہ سکا جو سوچا تھا

اظہار عقیدت کی دھن میں اظہار ذوق تماشا بھول گیا

پھر روح کو اذنِ رقص ملا خوابیدہ تمنا بھول گیا

پہنچا جو حرم کی چوکھٹ پر اک ابرِ کرم نے گھیر لیا

باقی نہ رہا یہ ہوش مجھے کیا مانگ لیا کیا بھول گیا

ہر وقت برستی ہے رحمت کعبے میں جمی اللہ اللہ

ہادی ہوں میں کتنا بھول گیا عامی ہوں میں کتنا بھول گیا

عبدالستار نیازی

نعت

چھا گئے ابرِ کرم ہو گئے ختم ستم
آگئے شاہِ امم ہو گئی چشمِ کرم
اللہ اب کر دو کرم اللہ اب کر دو کرم

آیا سدرہ کا مقام بولا آقا سے غلام
میری منزل ہے یہی تیرے قدموں کی قسم
اللہ اب کر دو کرم اللہ اب کر دو کرم

ہم بُرے ہیں یا بھلے جو بھی ہیں آپ کے ہیں
صدقہ حسنین کا دو ورنہ مر جائیں گے ہم
اللہ اب کر دو کرم اللہ اب کر دو کرم

ہوگا جب حشر بپا انبیاء دیں گے صدا
مصطفیٰ چشمِ کرم مصطفیٰ چشمِ کرم
اللہ اب کر دو کرم اللہ اب کر دو کرم

اے مرے سرور دیں آپ سا کوئی حسیں
دونوں عالم میں نہیں حُسنِ یوسفؑ کی قسم
اللہ اب کر دو کرم اللہ اب کر دو کرم

خواب میں آگے شہا اتنا فرما دو ذرا
تو کوئی فکر نہ کر تیرے غم خوار ہیں ہم
اللہ اب کر دو کرم اللہ اب کر دو کرم

چھوڑ کر آپ کا در جائیں جائیں سرکار ﷺ کدھر
صدقہ حسنین کا دو ورنہ مر جائیں گے ہم
اللہ اب کر دو کرم اللہ اب کر دو کرم

آئے دن پھر سے بھلے قافلے طیبہ چلے
سب گئے رہ گئے ہم جانے کب ہوگا کرم
اللہ اب کر دو کرم اللہ اب کر دو کرم

محمد یامین وارثی

editor_aa@aanchal.com.pk
www.facebook.com/EDITORAANCHAL

ریحانہ آفتاب...... کراچی

پیاری بہن ریحانہ! سدا سہاگن رہو آپ کی جانب سے کتابی صورت میں ناول "بیری پیا" موصول ہوئی، بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو ایسی بہت سی کامیابیاں نصیب فرمائے، آمین۔ حجاب کے صفحات پر بھی آپ کا سلسلہ وار ناول شروع کیا جاچکا ہے امید ہے آپ کی دیگر تحریروں کی طرح یہ بھی قارئین میں جلد ہی مقبولیت حاصل کرلے گا۔

نزہت جبین ضیاء...... کراچی

پیاری بہن نزہت! سدا سہاگن رہو آپ کے شوہر اور والدہ کی علالت کا جان کر دعا گو ہیں کہ اللہ سبحان وتعالیٰ انہیں صحت کاملہ عطا فرمائے آمین، قاری بہنوں سے بھی دعا کی درخواست ہے۔

ماورا طلحہ...... گجرات

ڈیئر ماورا! خوش رہو آپ کو پیش آنے والے حادثہ کا علم ہوا جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے بے حد شدید تھا۔ اللہ سبحان وتعالیٰ کا بے شک آپ بہن بھائی پر خاص کرم تھا جو معجزاتی طور پر جانیں محفوظ رہیں، پندرہ فٹ کی بلندی سے گرنا کوئی عام بات نہیں سوچ کر ہی خوف محسوس ہوتا ہے جس پر بیتے اس کا عالم ہی کیا ہوگا۔ اللہ سبحان و تعالیٰ آپ کے اس خوف کو جلد دور کرے اور دونوں بہن بھائی کو جلد صحت یاب فرمائے، آمین۔ قارئین سے بھی آپ کے لیے دعائے صحت کی اپیل ہے۔

انعم زہرہ...... ملتان

عزیزی انعم! شاد وآباد رہو یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ آپ نے مایوسی کے اندھیروں کو شکست دے کر اپنے دل میں امید کا دیا فروزاں کرلیا۔ لوگوں کی باتوں پر توجہ دینی بھی چھوڑ دیں، بے شک یہ دنیا کسی حال میں جینے نہیں دیتی نہ خوشی میں خوش ہوتی ہے اور نہ غموں میں ساتھ دیتی ہے۔ کوشش کریں کہ اس رشتے سے جو تلخ یادیں وابستہ ہیں انہیں بھول جائیں شاید وہ شخص آپ کے لائق تھا ہی نہیں تب ہی اللہ سبحان وتعالیٰ نے آپ دونوں کے درمیان جدائی پیدا کردی۔ ہوسکتا ہے کہ اس نے آپ کے لیے کچھ بہت اچھا منتخب کررکھا ہو اور بے شک اس کا فیصلہ بہترین ہوتا ہے۔

سائرہ انصاری...... میلسی

ڈیئر سائرہ! سدا خوش رہو علم وادب سے آپ کی دلچسپی کا جان کر اچھا لگا "بچوں کا اسلام" میں یقیناً آپ کی کہانیاں شائع کی گئی ہوں گی لیکن دونوں پرچوں کا مزاج کافی مختلف ہے آپ لکھنا چاہتی ہیں اچھی بات ہے لیکن ابتداً میں ناول ارسال کرنے کے بجائے اپنا افسانہ بھیج دیں تاکہ ہمیں انداز تحریر اور آپ کے موضوعات کا اندازہ ہوسکے۔ آپ کی تحریر آنچل کے معیار کے مطابق ہوئی تو ضرور حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

سحرش مصطفی...... میانوالی

ڈیئر سحرش! سدا شاد رہو خط پڑھ کر آپ کی مشکلات کا بخوبی اندازہ ہوا اور ہماری دور دراز گاؤں میں رہنے والی بہنیں اکثر اس بات کی شکایت کرتی ہیں کہ ڈاک ارسال کرنے میں بے حد مشکلات پیش آتی ہیں۔ بہرحال آپ اپنے شوق کی خاطر ہر ماہ ہمارا ساتھ دیتی ہیں، یہ بات بہت خوش آئند ہے آپ کی شاعری متعلقہ شعبے میں ارسال کردی ہے اگر پرچہ کے معیار کے مطابق ہوئی تو ضرور شامل ہوجائے گی۔ آپ کی وہ شاعری جو آپ کی ذاتی کاوش ہوتی ہے وہ ہم صرف آنچل میں ہی شائع کرتے ہیں اور جو دیگر شعراء کا منتخب شدہ کلام ہوتا ہے اسے حجاب میں شامل کیا جاتا ہے۔ امید ہے اس تفصیلی جواب کے بعد کوئی ابہام نہیں رہے گا۔

آمنہ ظفر...... کھاریاں

ڈیئر آمنہ! جگ جگ جیو آنچل کی پسندیدگی آپ کے تعریفی کلمات سے بخوبی واضح ہورہی ہے۔ یہ جان کر بھی بے حد خوشی ہوئی کہ طویل عرصے کی خاموشی توڑ کر آج آپ نے قلم اٹھا ہی لیا۔ آپ کو یہ خدشہ کیونکر ہے کہ آپ لکھیں گی اور ہم نظر انداز کردیں گے خطوط بے شک سب کے شامل کرنا اور جواب دینا مشکل ہے لیکن آپ تسلی رکھیں کہ پڑھے سب کے خطوط جاتے ہیں لیکن صفحات کی کمیابی کے باعث سب کے جوابات دینے ممکن نہیں ہوتے۔ امید ہے اب یہ خدشہ دور ہوجائے گا کہانی بھی پڑھ کر جلد اپنی رائے سے آگاہ کردیں گے اگر آنچل کے معیار کے مطابق ہوئی تو ضرور حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

سیدہ فائزہ شاہ...... خان پور

ڈیئر فائزہ! خوش رہو شاعری متعلقہ شعبے میں ارسال کردی ہے اگر پہلے آنچل کی زینت بن چکی ہے تو امید ہے اس بار بھی وہاں سے قبولیت کا درجہ حاصل کرلے گی۔ تعارف بھی جلد لگانے کی کوشش کریں گے، کہانی کے لیے معذرت خواہ ہیں موضوع کا چناؤ ٹھیک نہیں۔

ماہم نور انصاری...... حیدر آباد

ڈیئر ماہم! شاد وآباد رہو اگر آپ آنچل کے سلسلوں میں شرکت کے بغیر بھی ہم سے رابطے میں رہتی ہیں تو ہم بھی ہر ماہ آپ جیسے باذوق قارئین کے طلب گار اور منتظر رہتے ہیں۔ صحیح کہا ہے آپ نے خاموش قارئین میں شامل ہونے کے بجائے نصف

ملاقات کے ذریعے رابطے بحال رکھنے چاہئیں' بے شک لفظوں کے سہارے ہی سہی لیکن ایک قلبی لگاؤ ہوجاتا ہے اور ہم ہر ماہ آپ کی کمی محسوس کرتے ہیں۔ آپ نے اس بات کا تو اقرار کیا کہ انتظار میں بھی مزہ ہے ورنہ یہاں تو ہر کوئی اس مزے کو بدمزہ قرار دینے پر تلا رہتا ہے۔ شعر بہت پسند آیا موقع ومحل کی مناسبت سے......

اسے دیکھنے کی جو لگی تو دیکھ ہی لیں گے ہم ان کو
وہ ہزار آنکھ سے دور ہو وہ ہزار پردہ نشیں سہی

ویسے بیا آپ نے اپنی کہانی کے لیے تو نہیں کہا ناں؟ تحریر کی اشاعت پر اعزازی پرچہ موصول ہوجائے گا بے فکر رہیے جلد یہ خوشی آپ کو بھی مل جائے گی خوش رہیں۔

اقرأ جٹ...... منچن آباد

عزیزی اقرأ! سدا آباد رہو آپ کی تحریریں پڑھ لی لیکن کچھ خاص تاثر قائم نہ کرسکیں وجہ انداز تحریر کی کمزوری' جملوں کی بے ربطگی اور موضوع کی انفرادیت مفقود تھی۔ ''مرغے میاں'' مزاحیہ انداز میں لکھی تحریر' کافی حد تک مشتاق احمد یوسفی کی کہانی کی جھلک نظر آئی لیکن انداز بیان کی کمزوریوں نے کہانی کو نا قابل اشاعت ہی ٹھہرایا ان باتوں کو مدنظر رکھ کر دیگر لکھاریوں کی تحریروں کا بغور مطالعہ کریں کیونکہ لکھنے کے لیے گہرا مشاہدہ اور وسیع علم کا ہونا ضروری ہے' اس کے بعد قلم اٹھائیں گی تو بہتری آئے گی۔ آپ دیگر سلسلوں کے لیے الگ صفحات کا استعمال کریں اب بھی آپ نے دو سلسلے ایک ہی صفحے پر لکھ دیئے اس طرح ڈاک ضائع ہوجاتی ہے آئندہ خیال رکھیں۔

شازیہ مصطفی عمران...... کراچی

عزیزی شازیہ! سدا سہاگن رہو' یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ آپ آنچل وحجاب سے وابستہ رہنا چاہتی ہیں' آپ کے قارئین کے لیے بھی یہ ایک خوب صورت اضافہ ثابت ہوگا۔ بے شک آپ کا کہنا بجا ہے کہ چھوٹے بچوں کے ساتھ دیگر مشاغل کے لیے وقت نکالنا دشوار امر ہے اور چھوٹی بیٹی نے کہانی کے صفحات ہی پھاڑ دیئے تو آپ کو از سر نو محنت کرنا پڑی' بہرحال اب دوائیوں کی طرح اپنی کہانیوں کو بھی بچوں کی پہنچ سے دور رکھا کریں آپ کا افسانہ جلد شامل کرنے کی کوشش کریں گے۔

گل مینا خان...... مانسہرہ

ڈیئر گل! اسم بامسمّٰی بن کر مہکتی رہو آپ کا تعارف متعلقہ شعبے میں بھیج دیا ہے باری آنے پر شامل کرلیا جائے گا۔ آپ کی بہن کا پیغام بھی شامل ہے اس لیے تمام خدشات کو دل سے نکال دیں۔ آنچل کا سالانہ خریدار بننے کے لیے آپ آفس کے نمبر پر رابطہ کرلیں' تمام معلومات آپ کو فراہم کردی جائیں گی اور یوں ہر ماہ گھر بیٹھے آپ کو پرچہ موصول ہوجائے گا۔

جیا بنت زیب...... مانسہرہ

عزیزی جیا! آباد رہو بزم آنچل میں پہلی بار شرکت پر خوش آمدید۔ آپ کا آنچل سے دیرینہ تعلق ہے پھر بھی قلمی رابطہ بحال کرنے میں آپ نے کافی وقت لگادیا' بہرحال اب آنچل فیملی کا حصہ بن گئی ہیں تو دیگر سلسلوں میں بھی شرکت کرسکتی ہیں۔ اُم مریم' نازیہ کنول نازی اور عشناء کوثر تک آپ کی تعریف ان سطور کے ذریعے پہنچ جائے گی۔ نظم وغزل کے متعلق متعلقہ شعبے والے ہی بتائیں گے بہرحال اگر معیاری ہوئی تو جلد یا بدیر ضرور آنچل کی زینب بن جائے گی۔

شمع شیریں شاز...... مرید کے

ڈیئر شمع! مہکتی رہو آپ کی تحریر نے قبولیت کا درجہ حاصل کرلیا ہے تو اصلاح کے عمل سے گزرنے کے بعد جلد صفحات کی زینت بھی بن جائے گی۔ آپ مزید موضوعات پر طبع آزمائی جاری رکھیں صرف ایک تحریر کی اشاعت کے انتظار میں اپنا قلمی سلسلہ ہرگز مت روکیں' شاعری اگر پرچے کے معیار کے مطابق ہوئی تو ضرور شائع کردی جائے گی۔ آرٹیکل کے لیے معذرت۔

سمیہ کنول...... بھیر کنڈ

ڈیئر سمیہ! سدا شاد رہو' خفگی و ناراضگی سے بھرپور خط موصول ہوا' بے شک آپ کو شکوہ کرنے کا حق حاصل ہے اور ساتھ ہی جواب شکوہ بھی درج ہے۔ بعض اوقات تاخیر کی بناء پر ڈاک شامل ہونے سے رہ جاتی ہے یا پھر حجاب کی زینت بن جاتی ہے' آپ کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا بہرحال اس مرتبہ تمام سلسلوں میں آپ کی شرکت باعث مسرت ہوگی' اب تو کہہ سکتی ہیں ناں کہ آنچل آپ کا اپنا ہے جو آپ کو خود میں سموئے ہوئے ہے۔

ارم صبا...... نامعلوم

عزیزی ارم! سدا ہنستی رہو آپ آنچل کی سالانہ خریدار بن چکی ہیں اس لیے پرچہ تو بروقت ملتا رہے گا' شکریہ کی ضرورت نہیں لیکن اپنے شہر کا نام ہر سلسلے پر لکھیں۔ آنچل کی پسندیدگی کا بے حد شکریہ' آپ کی اس اپنائیت وخلوص کے ہم قدر دان ہیں اور بے شک ہمارا اصل مقصد کہانی کے پیرائے میں نازک کیسوں اور دیگر لوگوں کی رہنمائی اور اصلاح ہی ہے' جب آپ جیسے لوگ ہمارے اصل غرض وغایت کو پا جاتے ہیں تو بے حد خوشی محسوس ہوتی ہے اور اس بات کا ادراک بھی کہ ہمارے قارئین نہایت زیرک اور گہرا مشاہدہ رکھتے ہیں آنچل کو پسند کرنے کا بے حد شکریہ۔ شہر کا نام ضرور لکھا کریں۔

ثانیہ انصاری...... ڈسکہ

پیاری ثانیہ! جگ جگ جیو آپ کا نامہ موصول ہوا اور آپ کی فرمائش بھی فوراً پوری کردی گئی' البتہ شاعری تو متعلقہ شعبے میں بھیج دی گئی ہے اگر قابل اشاعت ہوئی تو جگہ ضرور بنالے گی جب تک انتظار کی گھڑیاں تھام کر رکھیں' دوست کا پیغام آئے میں آپ کا پیغام شامل ہے۔

مریم اعجاز...... لاہور

ڈیئر مریم! سدا مسکراتی رہو آپ کی تحریر ''آس کے دھندلکے'' موصول ہوئی اور پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ میں لکھنے کی صلاحیت موجود ہے لیکن یہ تحریر موضوع کی کمزوری کی وجہ سے اپنی جگہ نہیں بنا پائی۔ مطالعہ کے ساتھ مشاہدہ بھی وسیع کریں' جہاں کا ماحول آپ بتارہی ہیں وہاں عورت پر مار پیٹ نہیں کی جاتی۔ دوسرے بہت سے طریقوں سے تشدد کیا جاتا ہے' ہمارے آس پاس بے شمار کہانیاں موجود ہیں ان کو قلم بند کرنے کی کوشش کریں امید ہے تشفی ہوپائے گی۔

مبشرہ ناز...... کراچی

ڈیئر مبشرہ! سدا شادر ہو' آپ کے والد کی رحلت کا جان کر بے حد افسوس ہوا' بے شک باپ جیسے شفیق سایے سے محروم ہونے کے بعد زندگی کی کڑی دھوپ میں جلنا ایک تلخ تجربہ رہا ہوگا اور لوگوں کے اصل اور پردوں میں چھپے چہروں کی حقیقت جان کر بے حد دکھ ہوا ہوگا لیکن ایسے ہی حالات میں اپنے پرائے کی پہچان ہوجاتی ہے۔ آپ لکھنا چاہتی ہیں ضرور لکھیں اور آپ کی تحریر ''نگاہ'' قبولیت کا درجہ بھی حاصل کرچکی ہے بس اس انتظار میں مت رہیں کہ تحریر لگے گی تو ہی مزید لکھیں گی یہ سوچ آپ کی صلاحیتوں کو ہی زنگ آلود کرتی ہے لکھیں اور مسلسل لکھیں' اس سے آپ کے لکھنے کے فن کو مزید جلا ملے گی۔ فاخرہ گل کی تحریر پسند کرنے کا شکریہ' عفت سحر اور نازیہ تک آپ کی تعریف ان سطور کے ذریعے پہنچارہے ہیں۔

آمنہ ظفر...... کھاریاں

ڈیئر آمنہ! سدا مسکراتی رہو' ''نیو ائیر نائٹ' آشیانہ'' اور ''ڈیتھ اینڈ لائف'' کے عنوان سے آپ کے تین افسانے موصول ہوئے۔ اول الذکر دونوں افسانے موضوع کی یکسانیت اور انداز تحریر کی کمزوریوں کے سبب خاص تاثر قائم کرنے میں ناکام رہے البتہ ''موخر الذکر'' افسانہ موجود حالات کے پیش نظر لکھا گیا اور موضوع کی انفرادیت نے اس کو قبولیت کا درجہ بھی دیا البتہ انداز تحریر یہاں بھی جگہ جگہ کمزور اور بے ربط ہے بہرحال کانٹ چھانٹ اور اصلاح کے بعد آپ کا یہ افسانہ شامل کرلیا جائے گا۔ اسی طرح کے موضوعات پر قلم آزمائی جاری رکھیں تاکہ لکھنے میں مزید بہتری آسکے۔ موضوع کا چناؤ کرتے وقت دلچسپی اور انفرادیت کو ملحوظ خاطر رکھیں۔

شبنم حنیف...... گاؤں شہزادہ

عزیزی شبنم! شادو آباد رہو' آپ کے مفصل خط کے توسط آپ کی مشکلات کا بخوبی اندازہ ہوا۔ کوشش کریں گے کہ آئندہ دوست کا پیغام میں آپ کو ضرور شامل کرلیں اور آپ کی سب ڈاک بھی آنچل تک ہی محدود رکھیں گے لیکن بعض اوقات بھول چوک ہوجاتی ہے۔ بہرحال اب یہ مایوسی ترک کردیں کیونکہ آپ کے خط کا

جواب حاضر ہے کہانی ابھی پڑھی نہیں جاسکی جلد پڑھ کر اپنی رائے سے آگاہ کردیں گے۔

شازیہ اسلم طور...... خانیوال

ڈیئر شازیہ! مسکراتی رہو' پچھلے سات سالوں سے آپ آنچل کے ساتھ ہیں یہ وابستگی اچھی لگی اور آپ کے تعریفی کلمات ہمارے لیے بے حد اہمیت کے حامل ہیں کیونکہ انہی کے توسط ہم آپ کے لیے خوب سے خوب تر کی تلاش میں رہتے ہیں اور اسی طرح آنچل کو بھی بہتر سے بہترین بنا کر پیش کرتے ہیں۔ آپ کا افسانہ ناقابل اشاعت ٹھہرا وجہ انداز تحریر کی ناپختگی ٹھہری۔

ام یوسف...... لاہور

ڈیئر سسٹر' جگ جگ جیو' آپ کی تحریر ''بلاعنوان'' کے نام سے موصول ہوئی' پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو مطالعہ کے ساتھ مشاہدہ بھی وسیع کرنا چاہیے تاکہ تحریر پر آپ کی گرفت مضبوط ہوسکے اور موضوع بھی کچھ خاص نہیں اس لیے پہلے مختصر موضوع کو مزاج کا حصہ بنا کر قلم بند کریں تاکہ تحریر سنبھالنے میں بھی آسانی ہو' امید ہے تشفی ہوجائے گی۔

کوثر ناز...... حیدرآباد

گڑیا کوثر! خوش ہو آپ کی تحریر ''پارسائی'' موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ تحریر سے انصاف نہیں کرپائیں۔ کچھ جگہ پر آپ نے وضاحت نہیں دی لڑکی کے والد نے کس مجبوری کے تحت دوسری شادی کی۔ آپ نے لکھتے ہوئے شاید لڑکی کی محبت کو ہی ذہن میں رکھا باقی کسی کو خاص نہیں جانا' یہی باتیں تحریر کو کمزور کر گئیں' بہتر ہے کہ ان باتوں کو مدنظر رکھ کر طبع آزمائی کریں۔

مہوش آرائیں...... فیروزہ

گڑیا مہوش! سدا آباد رہو آپ کی نعت تاجدار حرم متعلقہ شعبے سے موصول ہوئی معذرت کے ساتھ' ابھی مزید محنت کی ضرورت ہے اشعار میں ربط نہیں ہے جس کی بناء پر اپنی جگہ نہیں بناپائی' مشہور نعت خواں کے کلام کو پڑھیں اس سے آپ کو بہتر لکھنے میں مدد ملے گی۔

عذرا فردوس...... کراچی

ڈیئر عذرا! جیتی رہو' ''گمراہ اور پرکھ'' کے عنوان سے آپ کی دو تحریریں موصول ہوئیں' پرکھ میں آپ نے جس موضوع پر قلم اٹھایا وہ تو ٹھیک ہے البتہ بعض جگہ انداز تحریر کمزور ہے لیکن یہ تحریر کانٹ چھانٹ کے بعد جگہ بنالے گی جبکہ دوسری تحریر کے لیے معذرت۔ کہانی کے اختتام سے مثبت پہلو واضح نہیں ہورہا بلکہ وہ لڑکی اسی گمراہی اور ذلت کی زندگی گزارتی ہے جو اس کا خاصہ ہے اگرچہ یہ تلخ حقیقت ہے لیکن ہم اپنے قلم سے اچھائی کا درس تو دے سکتے ہیں' بہرحال محنت اور کوشش جاری رکھیں۔

ثمینہ فیاض...... کراچی

عزیزی ثمینہ! سدا سہاگن رہو' "خوش فہمی" کے عنوان سے آپ کی تحریر موصول ہوئی' پڑھنے کے بعد قبولیت کا درجہ حاصل کرچکی ہے اب جلد ہی اشاعت کا مرحلہ بھی طے کرلے گی' یہ کامیابی مبارک ہو' آئندہ بھی کوشش جاری رکھیں۔

عائشہ جمیل...... کراچی

ڈیئر عائش! سدا مسکراؤ' "زندگی انمول ہے" کے عنوان سے آپ کا ناول موصول ہوا پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ میں لکھنے کی صلاحیت موجود ہے' موضوع کے اصلاحی ہونے کے سبب یہ تحریر قابل قبول ٹھہری۔ امید ہے آئندہ بھی اسی طرح قلمی تعاون برقرار رکھیں گی' آپ کی یہ تحریر اصلاحی عمل سے گزر کر جلد اشاعت کے مراحل طے کرلے گی۔

رابعہ آفرین...... لاہور

عزیزی رابعہ! جیتی رہو' طویل عرصے بعد آپ کی آمد اچھی لگی' آپ کا آنچل سے دیرینہ تعلق ہے یہ پڑھ کر اچھا لگا اور آپ نے ماضی کا بخوبی تذکرہ بھی کیا ہے' آپ آنچل سے وابستہ ہونا چاہتی ہیں تو آج سے ہی خوش آمدید۔ اب آپ آنچل فیملی کا حصہ ہیں اور دیگر سلسلوں میں شرکت کرسکتی ہیں' امید ہے آئندہ بھی شریک محفل رہیں گی۔

عالیہ توصیف...... آسٹریلیا

ڈیئر عالیہ! سدا خوش رہو' آپ کے افسانے موصول ہوئے پڑھ کر سب ہی قبولیت کا درجہ بھی حاصل کرگئے اور جلد لگ بھی جائیں گے البتہ ایک تحریر "ہار" کے لیے معذرت خواہ ہیں اس میں اگرچہ ایک تلخ حقیقت پوشیدہ ہے کہ ہمارے پاس اپنی فضول خرچیوں کے لیے تو پیسے ہوتے ہیں لیکن کسی فلاحی ادارے کی مدد کرنا ہمیں مشکل لگتا ہے لیکن آخر میں نتائج کچھ حوصلہ افزا نہیں ایسے انجام سے مثبت پہلو اجاگر نہیں ہوگا' اسی بنا پر یہ تحریر جگہ نہ بنا سکی۔

ارم عزیز...... فیصل آباد

پیاری ارم! سدا شاد رہو' آپ کی جانب سے آرٹیکل "میرا وطن" موصول ہوا' پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ میں لکھنے کی صلاحیت موجود ہے لیکن آرٹیکل میں انفرادیت نہیں تھی' ہمارے وطن پاکستان میں اور بھی بہت سی باتیں ہیں جہاں برائیاں ہیں وہاں اچھائیاں بھی ہیں' انہیں بھی سامنے لائیں' خرابی تو ہر لمحے سامنے کرنے میں الیکٹرونک میڈیا پیش پیش ہے' مثبت پہلو بھی سامنے رکھیں امید ہے ان باتوں کو سامنے رکھیں گی۔

نوٹ:۔

رافعہ ملک...... سرگودھا' سمیرا محمد رفیق...... کراچی' شہباز راجپوت...... گوجرانوالہ' شائستہ جٹ...... ساہیوال' حمیرا شعیب...... کراچی آپ تمام بہنوں سے گزارش ہے کہ دفتر کے نمبر پر فوراً رابطہ کریں۔ آپ کے مکمل پتے ادارے میں نہ ہونے کی صورت میں پریشانی کا سامنا ہے' جلد از جلد رابطہ کرکے اپنا مکمل پتا لکھوادیں تاکہ قلمی رابطہ بحال ہوسکے۔

ناقابل اشاعت:۔

بس ایک ذرا سی جھلک' حقیقی خوشی' فراشتہ' تپتی دھوپ کے مسافر' نئے سال کا جشن' بدلتی محبت' محبت ایسی ہوتی ہے' مرغا میاں' آس کے دھندلکے' حوازادیاں' بے قدری' آگہی بھی عذاب ہے' آگہی تک' کوئی سائباں نہیں' ڈاٹ کام' میرا وطن جل رہا ہے' آشیانہ' نیو ائیر نائٹ' اداس آنکھیں' چھوٹی سی بات' دشت احساس' وہ عشق و حب من محبگ' پہلی بارش' محبت آنچل' اک گھر کی کہانی' گمراہ کہیں بھی کبھی بھی۔

قابل اشاعت:۔

پرکھ' خوش فہمی' اک دن کی دعوت' پھر یوں ہوا کہ' نگاہ' طوفان' مل گیا نجن' کالے پنے' فریب نگاہ' برف کا شہزادہ' نقصان' گڑیا' ریحانہ کی ام کلثوم' قاصد' بابل کے آنگن کا سکون' میری چھیاں' بے چارا مرد' زندگی انمول ہے' ادھورا قصہ' خوابوں کی کرچی' جواب' درد تیرے سنگ پیا' داستان ملکہ تاج وحب۔

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ حاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔

☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔

☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔

☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔ ادارہ نے ناقابل اشاعت تحریروں کی واپسی کا سلسلہ بند کردیا ہے۔

☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔

☆ مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔

☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجیے۔ 7، فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ۔ کراچی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک سے کہا۔ ”اے مالک دوزخ کی حقیقت بیان کر دتا کہ میں اس کے حال سے واقف ہو جاؤں۔“
مالک نے فوراً کہا۔ ”یارسول اللہ! دوزخ کے حالات سننے کی نہ آپ میں طاقت ہے اور نہ اسے دیکھنے کی آپ میں ہمت ہے۔“
اسی وقت حکم الٰہی ہوا کہ ”اے مالک میرا محبوب جو کچھ دریافت کرے تو اسے تفصیل سے بیان کر۔“ تب دوزخ کے مالک نے بیان کرنا شروع کیا۔ ”یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے اپنے غضب سے سات دوزخ تیار کیے ہیں۔ ان میں سے ہر دوزخ کی لمبائی چوڑائی زمین و آسمان کے مانند ہے اور ان میں اللہ نے طرح طرح کی آگ پیدا کی ہے۔ ایک دوزخ میں ستر ہزار میدان آگ کے ہیں۔ ہر میدان میں ستر ہزار پہاڑ آگ کے ہیں۔ ہر پہاڑ کے ستر ہزار دروازے ہیں اور یہ دروازے ستر ہزار آگ کے شہروں کے دروازے ہیں۔ اسی طرح ہر شہر میں ستر ہزار محل آگ کے ہیں اور ہر محل کے اندر ستر ہزار مکانات آگ کے ہیں۔ ہر مکان میں ستر ہزار آگ کی کوٹھریاں ہیں اور ہر کوٹھری میں ستر ہزار آگ کے صندوق ہیں اور ہر صندوق میں ستر ہزار آگ کے سانپ اور بچھو ہیں اور وہ آگ بھی ایسی ہے کہ اگر اس کی ایک چنگاری روئے زمین پر آ جائے تو اس کی گرمی سے دنیا کے تمام آدمی اور درخت جل کر خاکستر ہو جائیں۔“
مالک نے پھر بتایا کہ ”یارسول اللہ! ایک دوزخ اللہ تعالیٰ نے برف کی پیدا کی ہے۔ یہ دوزخ سال میں دو مرتبہ سانس لیتی ہے۔ اس سے چھ ماہ گرمی اور چھ ماہ سردی ہوتی ہے۔“
رسول اللہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دوزخ کے یہ حالات سن کر بہت غمگین ہوئے۔

ساتواں آسمان

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چھٹے آسمان کی سیر کے بعد ہم ساتویں آسمان پر گئے۔ وہاں یہ دیکھ کر دل بہت خوش ہوا کہ بہت سے فرشتے عبادت الٰہی میں مصروف ہیں۔ وہاں سے کچھ آگے بڑھے تو حضرت ابراہیم خلیل اللہ ملاقات کے لیے تشریف لائے۔

پھر ہم وہاں سے اور آگے بڑھے تو دیکھا ایک بڑی عظیم الشان کرسی پر ایک فرشتہ بیٹھا ہے۔ اس کی شکل صورت سے نیکی اور خوش خلقی ٹپکتی تھی۔ اس کے دائیں بائیں بھی بہت سے فرشتے تھے۔ وہ بھی نیک صورت اور خوش سیرت نظر آئے تھے۔
دریافت کرنے پر جبرائیل علیہ السلام نے بتایا۔ ”یارسول اللہ! اس فرشتے کا نام رضوان ہے اور یہ بہشت کا داروغہ ہے۔“
رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس فرشتے کے سامنے گیا اور میں نے کہا۔ ”السلام علیکم یارضوان الجنت۔“
رضوان نے مجھے فوراً جواب دیا اور اٹھ کر مجھ سے بغل گیر ہوا اور بولا۔ ”مرحبا یارسول اللہ“ اسی وقت رضوان کے پاس حکم الٰہی پہنچا کہ اے رضوان میرے محبوب کو مالک دوزخ نے دوزخ کی باتیں سنا کر غمگین کر دیا ہے اب تو انہیں جنت کا حال سنا کر خوش کر۔“
حکم الٰہی موصول ہوتے ہی رضوان نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ ”یارسول اللہ! آپ کی صفت اور شان تو خود اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں بیان فرمائی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت تمام امتوں سے اعلیٰ اور افضل ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی امت سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگی۔“ یہ کہتے ہوئے جنت کا داروغہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر جنت کی سیر کرانے لے گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت الفردوس میں رکھی ہوئی طرح طرح کی نعمتیں ملاحظہ فرمائیں۔ اسی وقت ندائے

ربی آئی۔ ”اے میرے محبوب بہشت کی یہ تمام نعمتیں تیری امّت کے لیے رکھی گئی ہیں۔ تیری امّت جنت میں ہمیشہ عزت واحترام اور محفوظ طریقے سے رہے گی۔“

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشادِ ربی سنا تو فوراً سجدے میں گئے اور اللہ کا شکر بجالائے۔

جنت الفردوس کی سیر کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیت الاقصیٰ میں پہنچے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس مکان کو یاقوت، موتی اور سبز زمرد سے بنوایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ فرشتوں کے ساتھ دو رکعت نماز ادا کی۔ نماز سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تین پیالے بھیجے گئے۔ ان میں سے ایک میں شہد، دوسرے میں شراب اور تیسرے میں دودھ بھرا تھا۔

ایک اور روایت میں کہا گیا ہے کہ ایک اور چوتھا پیالہ بھی تھا جس میں پانی بھرا ہوا تھا۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا۔ ”یارسول اللہ! اس میں سے آپ جس پیالے کو چاہیں قبول فرمالیں۔“ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرشتے کے ہاتھ سے دودھ کا پیالہ لے کر پی لیا۔ فرشتوں نے آفرین کہا۔ پھر بولے۔ ”یارسول اللہ! اگر آپ پانی کا پیالہ پسند فرماتے تو ساری امّت آپ کی پانی میں غرق ہوتی اگر شراب پسند کرتے تو امّت نشے میں مصروف رہتی اگر شہد پسند کرتے تو ساری امّت لذت دنیا میں مشغول رہتی (دنیا سے محبت کرتی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھا کیا کہ دودھ کا پیالہ لے کر پیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت دنیا میں ہر بلا اور آفت سے نجات پائے گی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالے میں چند قطرے جو دودھ کے چھوڑے ہیں اس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امّت میں تھوڑا سا گناہ بھی باقی رہے گا۔“

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ پیالے میں جو دودھ باقی رہ گیا ہے اسے بھی پی لیں تاکہ امّت میں گناہ باقی نہ رہ جائے۔ اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا۔ ”یارسول اللہ! اب وقت گزر چکا ہے۔ جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ حکم الٰہی رد نہیں ہوا کرتا اگر آپ باقی دودھ کو پی بھی گئے تو بھی کوئی فائدہ نہ ہوگا۔“ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم جبرائیل علیہ السلام کی یہ بات سن کر بہت غمگین ہوئے۔ (مسند احمد، مسلم، بخاری، ابن ابی حاتم، متفق علیہ)

سدرۃ المنتہیٰ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ساتوں آسمانوں کی سیر کے بعد ہم سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے۔ یہ مقام جبرائیل علیہ السلام ہے۔ اس سے آگے جانے کی نہ ان میں ہمت وطاقت اور نہ حکم الٰہی ہے اگر اس سے آگے قدم بڑھائیں تو ان کے پر جل جائیں۔

جبرائیل علیہ السلام نے کہا۔ ”یارسول اللہ! یہ مقام میری آخری حد ہے۔ یہاں سے میں آگے نہیں بڑھ سکتا۔“

سدرۃ المنتہیٰ دراصل پیش گاہِ رب العزت اور عالم خلق کے درمیان حد فاصل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس مقام پر تمام خلائق کا علم ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے ماورا جو کچھ ہے وہ غیب ہے، جس کا علم نہ کسی نبی کو ہے نہ کسی مقرب فرشتے کو سوائے ان کے جسے اللہ تبارک وتعالیٰ اس میں سے کوئی علم عطا فرمائے۔ یہ وہ حد ہے جہاں نیچے سے جو کچھ جاتا ہے یہاں لے لیا جاتا ہے اور جو کچھ اوپر سے آتا ہے یہاں دے دیا جاتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت کا مشاہدہ کرایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک صالح بندوں کے لیے کیا کچھ یہاں مہیا کر رکھا ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی ذہن کے تصور میں اس کا گزر ہو سکا۔ سدرۃ المنتہیٰ پر حضرت جبرائیل علیہ السلام رک گئے اور کہا۔ ”آپ آگے تشریف لے جایئے۔“

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ”اے جبرائیل، کیا تم یہاں مجھے تنہا چھوڑ دو گے؟“

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا۔ ”یا حبیب اللہ! آپ بالکل فکر مند نہ ہوں۔ یہاں سے دوسرے فرشتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آگے لے جائیں گے۔ ہاں آپ سے میری ایک درخواست ہے وہ یہ کہ جب آپ دربارِ ربی میں پہنچیں اور ذاتِ باری تعالیٰ سے ہم کلام ہوں تو میری ایک آرزو وہاں بیان فرمایئے گا۔“

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ”کہو جبرائیل کون سی آرزو تم دربارِ الٰہی میں پیش کرنا چاہتے ہو؟“

جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا۔ ”اے حبیب اللہ! میری یہ آرزو ہے کہ قیامت کے روز مجھے اجازت دی جائے کہ میں پل

صراط پر اپنے پر بچھاؤں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو پار اتاروں۔"

اللہ اللہ! امت محمدی کی کیا شان ہے کہ جبرائیل امین علیہ السلام بھی اسے پل صراط پار کرانے کی آرزو رکھتے ہیں لیکن ہمارا کیا حال ہے؟ ہم یہ نہیں دیکھتے کہ ہم کدھر جا رہے ہیں۔

اسی وقت اسرافیل فرشتہ حکم الٰہی کے تحت ایک تخت نورانی لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس تخت نورانی کو رف رف کہتے ہیں۔ اس سے آگے یکے بعد دیگرے ستر ہزار پردے جواہرات کے تھے اور ایک پردے سے دوسرے پردے تک کی درمیانی مسافت پانچ سو برس تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہ راہ طے کر کے مقام رف رف میں پہنچے۔ یہ جگہ اسرافیل فرشتے کی ہے اور پھر مقام رف رف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش نے اٹھا لیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بلند اور ہموار سطح پر پہنچے تو بارگاہ جلال سامنے تھی، ہم کلامی کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شرف بخشا گیا۔ (بخاری، مسلم، بروایت ابوذرؓ نسائی، ترمذی، بیہقی بروایت عبداللہ بن مسعودؓ ابن ابی حاتم)

سدرۃ المنتہیٰ کے بارے میں قرآن حکیم میں سورۃ النجم میں ارشاد ربانی ہے۔

ترجمہ۔ اسے تو ایک مرتبہ اور بھی دیکھا تھا۔ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔ اسی کے پاس جنت الماویٰ ہے۔ جب کہ سدرہ کو چھپائے لیتی تھی وہ چیز جو اس پر چھا رہی تھی۔ نہ تو نگاہ بہکی نہ حد سے بڑھی۔ یقیناً اس نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیوں میں سے بعض نشانیاں دیکھ لیں۔ (سورۃ النجم۔ ۱۳ تا ۱۸)

تفسیر۔ ان آیات مبارکہ میں شب معراج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچنے کی تصدیق کی گئی ہے اور اس مقام اعلیٰ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دوبارہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ان کی اصل شکل میں ظاہر کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ اُن کے چھ سو پر ہیں ایک پر مشرق ب مغرب کے درمیانی فاصلے جتنا تھا اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل نے جھٹلایا نہیں بلکہ اللہ کی اس عظیم قدرت کو تسلیم کر لیا بات کو ہی آیت مبارکہ میں "اسے تو ایک مرتبہ اور بھی دیکھا تھا" کہہ کر واضح کیا گیا ہے اس ملاقات کا مقام سدرۃ المنتہیٰ بتایا گیا ہے جو ساتویں آسمان کی آخری حدود پر واقعہ ہے اس سے اوپر کوئی بھی فرشتہ نہیں جا سکتا فرشتے احکام الٰہی یہیں سے وصول کرتے ہیں اور ساتھ ہی یہ فرمایا گیا ہے کہ اُس کے قریب جنت الماویٰ واقع ہے سدرہ عربی زبان میں بیری کے درخت کو کہتے ہیں اور منتہی کے معنی آخری سرا کے ہیں اس طرح سدرہ المنتہی کے لغوی معنی ہوں گے "وہ بیری کا درخت انتہائی جو سرے پر واقع ہے" علامہ آلوسی نے اپنی کتاب روح المانی میں اس کی تشریح میں لکھا ہے کہ "اس پر ہر عالم کا علم ختم ہو جاتا ہے آگے جو کچھ ہے اُسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اس سے ملتی جلتی تشریح ابن جریر نے اپنی تفسیر میں اور ابن اثیر نے "النہایہ فی غریب الحدیث والاثر" میں کی ہے۔ ہمارے لیے یہ جاننا بہت مشکل ہے کہ اس عالم مادی کی آخری سرحد پر وہ بیری کا درخت کیسا ہے اور اُس کی حقیقی نوعیت و کیفیت کیا ہے یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے وہ اسرار ہیں جن تک ہماری فہم کی رسائی نہیں ہے۔

یہ بات اپنی جگہ اٹل ہے کہ وہ کوئی ایسی چیز یا جگہ ہے جس کے لیے انسانی زبان کے الفاظ میں "سدرہ" سے زیادہ موزوں اور بہتر اللہ تعالیٰ کی نزدیک کوئی اور نہیں۔

آیت مبارکہ میں جنت الماویٰ کا لفظ استعمال ہوا ہے اس کے لغوی معنی ہیں "وہ جنت جو قیام گاہ بنے" اسی جنت الماویٰ اس لیے کہتے ہیں کہ حضرت آدم السلام کا ماویٰ و مسکن یہی تھا بعض کے نزدیک روحیں یہاں آ کر جمع ہوتی ہیں۔ (فتح القدیر) حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ یہ وہی جنت ہے جو آخرت میں اہل ایمان و تقویٰ کو ملنے والی ہے۔ قتادہؒ کے مطابق یہ وہ جنت ہے جس میں شہداء کو رکھا جاتا ہے۔

(جاری ہے)

مون قریشی عبد الحکیم

السلام علیکم! ناظرین وحاضرین تشریف لارہی ہے مون قریشی نہایت بے ادب' اونہیں باادب طریقے سے اور جلد از جلد ہمارے لیے ہماری فیورٹ نمکو اور پیپسی حاضر کی جائے ورنہ تو...... (ہی ہی ہی)۔ اب ہم آپ کو اپنا قیمتی انٹرویو پیش کرتے ہیں' ہماری پیدائش دوپہر تین بجے ہوئی اور ہماری اماں جان بے خبر' ہائے ری بے خبری اتنا بڑا حادثہ ہوگیا یہ تو ہمارے ابا جان نے عقل مندی کی اور کاپی پر لکھ ڈالی تاریخ پیدائش ورنہ تو ہم گم ٹائم ہوتے' ہاہاہا۔ 29 مارچ 1995ء میں انٹری ماری۔ مون قریشی چھ عدد بھائی بہن رکھتی ہے اور خود تیسرے نمبر پر براجمان ہے۔ تمام ہی گھر والے مون کو تین میں نا تیرہ میں سمجھتے ہیں' دہائی ہے بھئی۔ الیف اے کرنے کے بعد کھیاں اور ڈینگی مچھر مارنے میں لگی ہوئی ہوں' بھئی مون کو آرمی جوائین کرنے کا بہت شوق ہے لیکن تمام گھر والے مذاق اڑاتے ہیں بس یہ بھی جائے گی آرمی میں تیلی نا ہوتو' ہمارے دبلے پتلے جسم سے جلتے جو ہیں (ہوہوہو)۔ مون کو ڈھیر سارے طوطے' بلیاں اور چوزے پالنے کا شوق ہے' طوطے دغا دے کر اڑ گئے اور بلیاں گھر والے تھیلے میں ڈال کر دنیا کے آخری کونے میں پھینک آئے۔ چوزے نیلے پیلے ہوکر مرمرا گئے' ایک دفعہ چڑیاں پالی تھیں' ان کے ممی پاپا نے پنکھے میں رسی ڈال کر خودکشی کرلی تھی جب ہی تو ہم آگئے ہیں اور ان کو گود لیا جب ہی ان کی ٹانگ وغیرہ ٹوٹ گئی اور ایک کو تو حبا قریشی نے باجرہ زیادہ کھلایا وہ تو مرنے والی ہوگئی بڑی مشکل سے فرسٹ ایڈ دی تب جاکر چڑیا کی جان میں جان آئی' میں بہت زیادہ شرارتی ہوں۔ اپنی حرکتوں کی وجہ سے لوگوں کو فلک شگاف قہقہوں پر مجبور کردیتی ہوں' میرے بہت سے نام ہیں جو کہ گھر والوں کی طرف سے عنایت ہوئے بتاؤں آپ کو پہلا نام ایس ایم ایس بطور انعام (حبا کی طرف سے) باندری' چوہی' ڈانگ اور بھی بہت سے ہیں پر بتا نہیں سکتی' شرمندہ ہوں اپنے ناموں سے واہ ری قسمت اپنے پیارے نام کا کیا حلیہ بگاڑا ہے۔ میری خواہشوں میں سے ایک خواہش سعودی عرب کا نام پاکستان ہوتا یا پاکستان کا نام سعودی عرب ہوتا یا پھر سعودی عرب پاکستان میں ہوتا' دوسری خواہش کشمیر کو آزاد کروانا۔ کشمیر کی آزادی کا خواب میرے دادا دل میں لے کر چلے گئے' خیر آنے والی نسلیں ضرور کشمیر کو آزاد ہوتا دیکھیں گی' آمین۔ کھانے میں سب کچھ کھا لیتی ہوں مگر صرف زندہ رہنے کے لیے ہی کھاتی ہوں جب ہی تو نظر نمبر تین کا چشمہ ہمیں لگا ہوا ہے۔ پچھلے سال تو ہم مرتے مرتے بچے لیکن اب دھیان دینا شروع کردیا ہے' ارے ارے جارہی ہوں پلیز میری باجیوں' آپیوں' نانیوں' دادیوں' آنٹیوں' چاچیوں اور بھی نجانے کیا کیا پلیز کچھ دیر اور برداشت کرو۔ رائٹرز میں سمیرا شریف طور اور نازیہ آپا کی تو کیا ہی بات ہے' اقرا آپی' نسیم حجازی بہت بہت پسندیدہ رائٹر ہیں اور شخصیت میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل اولاد ہیں' اپنا سب کچھ ان پر قربان کردیں تو بھی کم ہوگا۔ اس کے بعد قائد اعظم' علامہ اقبال بہت زیادہ پسند ہیں' شکریہ آپ دونوں کا ورنہ آج ہم ہندوؤں کے غلام ہوتے' اچھا اچھا بھاگتے ہوئے بائے بائے' انٹرویو کیسا لگا بتانا ضرور اچھا۔

عائشہ سلیم

مسکرانا عادت ہے میری مسکراہٹیں بانٹتی ہوں
بس اتنا تعارف ہے یہی پہچان ہے میری

السلام علیکم! آپ کی آنچل کی ساتھی عائشہ آپ کے ساتھ حاضر ہے تو جناب میں آنچل کی بڑے عرصے سے خاموش قاری ہوں اور آنچل کے لیے کچھ کہنا چاہتی تھی تو ابتدا انٹرویو سے کررہی ہوں پھر آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا۔ 4 اپریل 1992ء کی شب اس دنیا میں روشنی بکھیرنے آئی پر افسوس یہاں روشنی نہیں شاید میرے آنے سے اندھیرا ہوگیا' وجہ کہ مجھ سے بڑی چار بہنیں ہیں اور سب بھائی کے خواہش مند تھے۔ فیصل آباد کے قصبے ڈجکوٹ میں رہتی ہوں' نام تو پہلے بتا چکی ہوں نک نیم عاشی ہے' ہم سات بہنیں اور ایک چھوٹا بھائی ہے کیوٹ سا۔ عرصہ ہوا گھر بیٹھے خاک چھانتے ہوئے' وہ اس لیے کہ تین سال پہلے میٹرک کیا تھا اور تب سے لے کر اب تک دن رات رائٹر بننے کے خواب دیکھ رہی ہوں جو بقول میری سسٹرز کے کبھی پورا نہیں ہوگا۔ میرا تعلق ہی ایک ایسے گھرانے سے ہے جو لڑکیوں کو گھر بٹھا کر خوش ہوتے ہیں' ارے آپ تو ابھی سے بور ہونا شروع ہوگئے۔

میں سٹریل بالکل نہیں ہوں' اعتبار جلد کرلیتی ہوں جس کی وجہ سے اکثر دکھ اٹھاتی ہوں۔ میں سوچتی ہوں اب اعتبار نہیں کروں گی جب تک آزمانہ لوں مگر پھر عمل نہیں کرتی۔ دوغلی بالکل نہیں ہوں کسی کی آنکھ میں آنسو نہیں دیکھ سکتی چاہے وہ کوئی بھی ہو۔ کسی سے ناراض نہیں ہوتی اگر کوئی خوامخواہ ناراض ہوجائے تو اسے بھی منالیتی ہوں کہ اللہ ایسے بندوں کو پسند کرتا ہے۔ میرے والدین میرا قیمتی اثاثہ ہیں' بہن بھائی میری جان' رشتہ داروں کے بغیر ادھوری ہوں۔ غصہ بالکل نہیں آتا جب آتا ہے رُو کر اتار دیتی ہوں لیکن جب فرش پر جھاڑو لگارہی ہوتی ہوں کوئی پاؤں رکھ دے پھر برداشت نہیں ہوتا دل چاہتا ہے سر پھاڑدوں۔ رائٹرز سب ہی اچھا لکھتی ہیں لیکن سمیرا شریف تو ''یہ چاہتیں یہ شدتیں'' کے بعد دل میں اتر گئی ہیں۔ پسندیدہ لباس شلوار قمیص بڑا سا دوپٹہ' پسندیدہ موسم' سردیوں کی بارش اور لحاف تان کر سونا پھر ماں جی کی تقریر سننا۔ میک اپ پسند نہیں کبھی کیا بھی نہیں' نماز روزے کی پابند ہوں جو لوگ نماز نہیں پڑھتے' ان سے سخت نفرت' پسندیدہ شخصیت میرے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم' کوکنگ کا بڑا شوق ہے' دل چاہتا ہے روز کچھ نئی ڈش پکائی جائے۔ خامیاں تو نہ ہی پوچھیں کوئی ایک ہو تو بتاؤں (ھمیں جی ہون میں آئیں وی بڑی ئیں) میں حد سے زیادہ حساس ہوں کوئی بات بری لگے تو ہفتوں ذہن سے نہیں نکلتی۔ کھانے کی زیادہ شوقین نہیں پکانے کی زیادہ ہوں' بس جارہے ہیں دھکے مت دیں' جانے سے پہلے یہ کہ انٹرویو کیسا لگا آپ ضرور بتانا۔

عالیہ امین

السلام علیکم! تمام پڑھنے والوں پر سلامتی ہو اور نہ پڑھنے والے بھی خوش رہیں' نام تو آپ میرا پڑھ چکے ہیں۔ نئے سال کی پہلی صبح کو اس ظالم دنیا میں آنکھیں کھول کر اس کی روشنی سے رشتہ جوڑا تو میری ماں نے اندھیروں کو گلے لگا کر اس دنیا سے ناطہ توڑا بقول میری خالہ کے تو گلہ پھاڑ کر رو رہی تھی خدا جانے اپنی ماں کے لیے رو رہی تھی یا قسمت پر یا پھر نئے سال کی آمد کو ویلکم کررہی تھی بس اتنا پتا ہے کہ میری عمر سولہ سال ہے اور یکم جنوری سے سترہ سال کی بستی میں قدم رکھوں گی مڈل پاس ہوں جی۔ اپنے اسکول کے دور میں بہت ہونہار لائق فائق اسٹوڈنٹ تھی' ابتدائی دنوں میں نانی کے ہاں پرورش پائی اور ابو کی دوسری شادی کے بعد پھر سے اپنے گھر آگئی مجھ سے بڑے دو بھائی ہیں جو تعلیم کے حصول کے لیے ایبٹ آباد ہاسٹل میں رہائش پذیر ہیں۔ میری اسٹیپ مدر بہت اچھی ہیں ان کے بھی دو بیٹے ہیں یوں میرے چار بھائی ہیں لیکن بہن کوئی نہیں ہاں یاد آیا جیا ہے ناں میری فرینڈ' بہن سے کم نہیں۔ جیا آئی لو یو یار واقعی تم بہت اچھی ہو تم نے مجھے زندگی کے تلخ و کٹھن راستوں' پُر پیچ موڑ اور ان کی بلندی و پستی سے آشنا کروایا تمہاری بدولت زندگی کا مطلب بہت اچھے سے ازبر ہوچکا ہے (تھینکس) اس کے علاوہ میری تنہا زندگی میں آنچل و حجاب کا بہت اہم رول ہے (آنچل و حجاب میں ہلچل ہے ورنہ وحشت و تنہائی کی وجہ سے زندگی ساکن ہے ویسے آپ سوچ رہے ہوں گے کہ میں نے آپ کو اپنی پسند ناپسند سے آگاہ نہیں کیا اور پتا ہے میں سوچ رہی ہوں کہ پسند ناپسند بتا کر کیا کروں گی آپ نے مجھے کون سی دعوت دینی ہے بس یہی کہوں گی اچھے انسان پسند ہیں بُرے نہیں۔ خوبیوں اور خامیوں کے متعلق کیا استفسار کرنا بقول امی کے گھر کے امور بخوبی سرانجام دیتی ہوں یہی میری بڑی خوبی ہے جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے میں نے آج تک کسی سے لڑائی جھگڑا نہیں کیا' کروں بھی کس سے کوئی ہوتا ہی نہیں۔ دن کو ابو کام پر ہوتے ہیں اور بھائی اسکول میں' میری امی اور میں گھر پر ہوتے ہیں۔ امی بھی لبوں پر چپ کا قفل لگائے اپنے تخیل کی دنیا کی خاک چھانتی ہیں یا پھر تسبیح میں مشغول رہتی ہیں خدا جانے ابو سے نالاں ہیں' خود سے بے زار ہیں یا خاموشی کی عادت ہے یا پھر اس محاورے پر عمل پیرا ہیں ''ایک چپ ہزار سکھ'' کبھی کبھی میں سوچتی ہوں جب دکھ کی چادر سر پر آتی ہے تو آنکھوں سے برستی بارش قلب و جاں کے گوشے کو درد سے بھگو دیتی ہے میری امی کو اپنے پیاروں کی موت نے اس دنیا کی رنگینیوں کو چھوڑنے پر مجبور کردیا خیر میرے دو چھوٹے بھائی بہت شرارتی ہیں ان کی اسکول کی روداد اور آپس میں مقابلہ بازی سے گھر میں رونق ہوجاتی ہے مجھے آنچل میں ملیحہ اور روبین نام بہت پسند ہیں۔ بہت منفرد سے ہیں یہ نام اس کے علاوہ آئی لائک یو قیصر آپا' آپ بہت اچھی ہیں مجھے آنچل و حجاب میں گل مینا اینڈ حسینہ ایچ ایس کو پڑھنا بے حد اچھا لگتا ہے۔ گل مینا بھی بہت یونیک سا نام ہے' آپ کے آنچل و حجاب میں زندگی سے بھرپور تبصروں

سے دل خوش ہوجاتا ہے جس قدر آپ محبت و اپنائیت سے اپنی امی دادی پر دادی بھابی بھائیوں بھتیجوں کا ذکر کرتی ہیں۔ مجھے بہت اچھا لگتا ہے حسینہ اے ایس آنچل کے ایک شمارے میں ایک سروے میں آپ نے لکھا تھا ناں اللہ کو خوش رکھ سکے اور نا ہی اس کے بندے خوش ہوتے ہیں یہ بات آج بھی میرے دل کے نہاں خانوں میں محفوظ ہے آپ کو اور آپ کی فیملی کو دیکھنے کا جنون کی حد تک شوق ہے۔ میں شمائلہ آپی سے ملنے کے لیے بہت دعا کرتی ہوں شمائلہ آپی آپ اتنے زبردست جواب دیتی ہیں بندہ خود بخود مسکرانے پر مجبور ہوجاتا ہے اور جیا میری پیاری فرینڈز میرا تعارف شائع ہوگیا تو میں نے تمہارے ہاتھ کے پکوان کھانے ہیں کھلاؤ گی ناں۔ اچھا جی میں یہ نہیں پوچھوں گی کہ تعارف کیسا لگا مجھے پتا ہے بور چیزں سے انسان بور ہی ہوتا ہے بس اتنا کہوں گی کہ میرے لیے اور میرے گھر والوں کے لیے دعا کیجیے گا اللہ ہمیں دنیا وآخرت کی کامیابیاں عطا فرمائے آمین کریں گی ناں اللہ حافظ۔

انوش فاطمہ

السلام علیکم! آنچل کے تمام رائٹرز اور قارئین کو میرا پیار بھرا اسلام قبول ہو کیا حال ہے امید ہے کہ سب ٹھیک ہوں گے تو چلئے مابدولت اپنا تعارف کرواتی ہیں میرا نام انوش فاطمہ ہے میں نے دو فروری 1997 کو اس دنیا کے جھمیلے میں ضلع بھکر کے ایک چھوٹے سے گاؤں بخشو والا میں آنکھ کھولی تو اپنے اردگرد حقیقی سچے اور پرخلوص رشتوں کے جھرمٹ میں خود کو گھرے پایا مجھے عام حروف میں انو کہا جاتا ہے آپ بھی کہہ سکتی ہیں۔ ہم چھ بہن بھائی ہیں میرا چوتھا نمبر ہے مجھ سے چھوٹی دو بہنیں ہیں ہم تینوں بہنیں گھر بھر کی لاڈلی ہیں مجھے اپنی فیملی سے بہت پیار ہے خصوصاً می پاپا سے بہت زیادہ۔ ہم سب بہن بھائیوں میں بہت پیار ہے میری چھوٹی بہن عروسہ بہن کم اور دوست زیادہ ہے۔ ہماری کاسٹ خان بلوچ ہے مجھے مطالعہ کرنا بہت پسند ہے آنچل میرا فیورٹ ڈائجسٹ ہے۔ میں آنچل کی پرانی قاری ہوں جب میں بہنوں کا تعارف پڑھتی ہوں تو میرا دل بھی چاہتا ہے کہ میں بھی آنچل کے صفحات پر اپنا نام دیکھوں میں دینی کتابیں بہت شوق سے پڑھتی ہوں۔ میرا مزاج ایسا ہے کہ اگر کوئی پتھر مارے تو پھر بھی اسے پھول پیش کرتی ہوں خوش اخلاق ہوں سب کے ساتھ بہت جلد فری ہوجاتی ہوں اور دل کرتا ہے کہ منافق اور دھوکے باز لوگوں کے نقاب الٹ دوں۔ جیولری میں انگوٹھی اور لاکٹ پسند ہے رنگوں میں پنک پرپل اور وائٹ میرے فیورٹ کلر ہیں۔ گلاب کا پھول پسند ہے کھانے میں بریانی اور چاکلیٹ پسند ہے اور ڈریس میں فراک اور پاجامہ پسند ہے۔ میرے فیورٹ سنگر عاطف اسلم اینڈ راحت فتح علی خان ہیں دوستوں میں میری دو دوست ہیں لاریب اور عمارہ علی خان میرے فیورٹ شاعر علامہ اقبال ہیں۔ پسندیدہ شخصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں مجھے تمام صحابہؓ سے بہت پیار ہے لیکن چاروں خلفاء اور حضرت عائشہؓ سے بہت پیار ہے میری پسندیدہ کتاب قرآن مجید ہے اور رائٹرز میں سب رائٹرز پسند ہیں کسی ایک کا نام لوں تو ناانصافی ہوتی ہے اور خامی صرف ایک ہے اور بھی ہوں گی لیکن ظاہر یہی ہے کہ کچن کے کام سے الرجک ہوں آپ سب بہنوں سے ریکوئسٹ ہے کہ میری می اور بھائی کے لیے دعا کرنا کہ اللہ پاک ان کو اپنے پیارے گھر کی حاضری نصیب فرمائے۔ دو سال ہوگئے ہیں حج کے لیے تیاری کرتے لیکن کوئی نہ کوئی پرابلم ہوجاتی ہے اور وہ نہیں جاسکتے پلیز سب بہنیں دل سے دعا کرنا کیونکہ صدق دل سے مانگی گئی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ آپ بھی سوچ رہے ہوں گے کہ اتنی بورنگ لڑکی کون ہے اب چلنا چاہیے آخر میں سب بہنوں کے لیے ایک خوب صورت میسج ہے غلطی ہے زندگی کا ایک پیج ہے اور رشتے ایک مکمل کتاب ہیں کبھی ایک پیج کی خاطر پوری کتاب کو درست کرنا اس تعارف کو پڑھ کر کیسا لگا رائے ضرور دینا اور اگر دوستی کے لیے ہاتھ بڑھانا چاہو تو میری طرف سے ویلکم اللہ پاک ہم سب کو اس آنچل میں چھپے رہنے کی توفیق دے آمین اللہ حافظ والسلام۔

مدیحہ نورین مہک...... گجرات

❖ السلام علیکم سب کو نیا سال بہت مبارک ہو۔ مجموعی طور پر بات کی جائے تو خوشی وغمی ایک ساتھ ہی رہتی ہے دھوپ چھاؤں کی طرح آتی جاتی ہے مگر اللہ کا شکر ہے کہ مجھے اس سال کوئی دکھ یا غم نہیں ملا اس طرح یہ سال میرے لیے خوشیوں کا سال ہی رہا ہے۔

❖ اس سال کی سب سے بڑی کامیابی میرے لیے یہ ہے کہ میں نے لاسٹ ائر یہ عہد کیا تھا کہ خود کو تھوڑا چیلنج کرنا ہے بلاوجہ طنز وتنقید سے خود کو باز رکھنا ہے اور اس بات پر کافی حد تک کامیاب رہی ہوں۔

❖ جب ہم اسکول جاتے تھے ہمیں زیادہ تر چیزیں تیسری چوتھی میں آ کر سیکھنے کو ملتی تھیں مگر آج کل یہ سب پلے گروپ کو فنگر ٹپس پر یاد ہوتا ہے اور میں نے پلے گروپ کو اسلام و پاکستان کے حوالے سے اس قدر اچھی انفارمیشن دی ہے۔ انگلش و اردو کے سوالات یاد کروائے ہیں مجھے فخر محسوس ہوتا ہے کہ جو ہمیں سیکھنے کو نہیں ملا وہ میں دوسروں کو سکھا سکتی ہوں۔ جب کیوٹ کیوٹ بچے کہتے ہیں ٹیچر آپ ریڈ لپ اسٹک لگا کے آیا کریں آپ بہت پیاری لگتی ہیں تو بڑی خوشی ہوتی ہے' کہتے ہیں ناں بچے من کے سچے۔

❖ نئے سال کی آمد پر جہاں نئے سال کی خوشی ہوتی ہے وہاں ایک سال کم ہونے پر دکھ بھی ہوتا ہے میری سالگرہ بھی یکم جنوری کو ہوتی ہے اور اس کی مجھے بہت خوشی بھی ہوتی ہے۔

❖ اس سال سے جو امیدیں اور توقعات تھیں وہ کہاں تک پوری ہوئیں ہاں جی میری تمام تر امیدیں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے پوری ہوئی ہیں اور جہاں تک ناکامی کی بات ہے تو ناکامی کامیابی کی پہلی سیڑھی ہے' ناکامی ہو تو کامیابی کی لگن اور بھی پختہ ہو جاتی ہے۔

❖ میری ذات کی یہ مثبت تبدیلی ہے کہ جو عزت دے اسے بھی عزت دو اور جو نیچا دکھائے اسے بھی عزت دو۔ پہلے میں یہ کہتی تھی کہ فلاں کا موڈ میرے ساتھ ٹھیک نہیں تو میں کیوں اس کے ساتھ ٹھیک انداز میں بات کروں مگر اب میں نے یہ عہد کیا ہے کہ کوئی جیسا بھی کرے اس کے ساتھ بس اچھا ہی کرنا ہے نفرت محبت سے کم کی جاسکتی ہے نفرت سے نہیں۔

❖ آئندہ سال کے حوالے سے کوئی لمبی چوڑی منصوبہ بندی نہیں کرتی بلکہ یہ منصوبہ بندی کرتی ہوں کہ آہستہ آہستہ خود میں سے برائی ختم کرتی رہوں' خود کو بدلنا مشکل تو ہوتا ہے مگر ناممکن نہیں ہوتا۔

❖ آنے والے سال کے حوالے سے میرا یہ خواب ہے کہ میں اپنی اصلاح کروں مکمل طور پر اور میرا یہ خواب ہے کہ ایم اے اردو کی ڈگری میرے پاس ہو اور میرے گھر والے بہن بھائی' امی' ابو خوشحال اور پرسکون زندگی گزاریں' آمین۔

اقرأ حفیظ...... کے ٹی ایس' ہری پور

❖ میرے لیے ذاتی طور پر تو سال 2017 الحمدللہ خوشیوں اور کامیابیوں کا سال رہا لیکن میرے وطن پاکستان کے جو حالات رہے ان کے پیش نظر مجموعی طور پر اسے غموں کا سال قرار دوں گی کیونکہ جب اپنے ہی وطن کے رکھوالوں کو اس دھرتی کا نقصان کرتے دیکھتی ہوں تو دل کٹنے لگتا ہے۔

❖ کامیابیاں تو سبھی برابر ہیں ہاں آنچل میں میری تحریریں چھپنا ایسی کامیابی ہے جو چند مہینے پہلے تک میرے لیے بالکل ناممکن تھی۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ میری تحریریں آنچل یا حجاب کے صفحوں پر جگمگائیں گی' اس کامیابی کے لیے میں قیصر آنٹی کی تہہ دل سے مشکور ہوں۔

❖ ہاں ایک بات پر مجھے بہت فخر محسوس ہوا تھا' اسی سال جنوری یا فروری کا مہینہ تھا (مہینہ صحیح یاد نہیں) میں دہم کلاس کی طالبہ تھی (اب سال اول میں ہوں)۔ ہماری ٹیچر ہمیں ایک مورال لیکچر دے رہی تھیں پورا لفظ بہ لفظ یاد نہیں' بس لب لباب یہ تھا کہ اپنے علم پر کبھی شیخی نہیں بگھارنی چاہیے۔ ٹیچر کہہ رہی تھیں کہ جو اسٹوڈنٹ ٹیچر کے سامنے زیادہ عالم بنتے ہیں مطلب ظاہر کرتے ہیں وہ زیادہ جانتے ہیں وہ اکثر کامیاب نہیں ہوتے پھر ٹیچر نے ایک تمثیل بیان کی کہ سمندر جتنا بھی خاموش ہوتا ہے اس میں اتنے ہی خزانے چھپے ہوتے ہیں۔ سب طالبات محویت سے یہ لیکچر

سن رہی تھیں تو ٹیچر نے یہ جملہ کہا "ایسے بچے کامیاب ہوتے ہیں جیسے اقراٗ حفیظ ہے" تو سب طالبات کی نظریں میرے چہرے پر مرکوز ہوگئیں اور میں کنفیوژن سے مسکراتے ہوئے نیچے دیکھنے لگی۔ مجھے وہ لمحہ کبھی نہیں بھولتا اور اسے سوچ کر میں ہمیشہ تبسم زدہ بھی ہوجاتی ہوں اور فخر محسوس کرتی ہوں۔

❖ زندگی کا ایک سال کم ہونے کا افسوس ہوتا ہے۔

❖ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تمام امیدیں اور توقعات پوری ہوئیں جو چاہا وہی پایا۔ چھوٹی موٹی ناکامیاں تو ہوتی رہتی ہیں لیکن بڑی ناکامی کوئی نہیں ہوئی۔

❖ مکمل طور پر تو نہیں لیکن جہاں تک ہوسکے جھوٹ سے بچنے کی کوشش کی اور کررہی ہوں۔

❖ آئندہ سال کے لیے منصوبہ بندی کوئی نہیں کرتی کیونکہ اکثر منصوبے ناکام ہوجاتے ہیں اس لیے بس دعا کرتی رہتی ہوں کہ جو بھی ہوا چھا ہو۔

❖ میرے خواب تو لکھنے سے شروع ہوتے ہیں لکھنے پر ختم ہوتے ہیں اس لیے ان خوابوں کو پورا کرنے کے لیے بھی محنت کروں گی ان شاء اللہ۔ ساتھ ساتھ اپنی تعلیمی حالت پر بھی توجہ دینی ہوگی کیونکہ امی ابو کے خواب بھی تو پورے کرنے ہیں نا' ان شاء اللہ۔ اس کے علاوہ کچھ دینی مقاصد کے حصول کے خواب بھی ہیں بس اللہ کرے مجھ سمیت ہم سب لڑکیوں کے اچھے اچھے خواب پورے ہوجائیں۔ اس دعا کے ساتھ اجازت چاہتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کے دلوں میں ایک دوسرے کا احساس پیدا کرے' آمین' اللہ حافظ۔

عنزہ یونس...... حافظ آباد

❖ آہ ہم بہت مشکل سوال ہے' اچانک سب تکلیف دہ یادیں ذہن کے بند دریچوں میں اتر آتی ہیں۔ ایسا لگتا ہے جیسے ٹھہرے ہوئے پانی میں کسی نے کنکر پھینک دیا ہو۔ آہ غم اور خوشیاں تو ساتھ ساتھ چلتی ہیں' وقت کا جھولا کسی ایک کیفیت کو نہیں جھلاتا بلکہ وقتاً فوقتاً دونوں کے درمیان معلق رہتا ہے بس یہ تو انسان پر منحصر ہے کہ یا جو اس کو غم ملا ہے اس کی کیفیات کو زیادہ دیر تک برقرار رکھتا ہے یا کسی خوشی کے زیر اثر صدمے کو برداشت کرجاتا ہے۔ میں بہت حساس ہوں شاید اسی لیے میرے نزدیک یہ سال میرے لیے بہت سے دکھ لے کے آیا۔ گو یہ ناشکرا پن ہے مگر نانو اور ماموں کی ڈیتھ نے شاید اندر سے بہت توڑ پھوڑ کردی ہے۔ اب پہلے سی برداشت نہیں رہی۔

❖ اس سال بھی الحمدللہ کامیابیاں بہت سی ملیں گو کوئی باقاعدہ پلاننگ نہیں کی تھی لیکن اللہ بہت مہربان رہا' میم سمعیہ ضیاء کو چار سال بعد دیکھنا' میرے نزدیک بہت بڑی کامیابی ہے اس کے علاوہ میری لکھی پوئٹری کو پہلا انعام ملنا' آرٹسٹک واک میں شمولیت ڈپلومہ حاصل کرنا' آرٹیکل لکھنا یہ سب میرے نزدیک بہت بڑی کامیابی ہے کیونکہ "کچھ نہ کرنے سے کچھ کرنا بہتر ہے۔"

❖ اچھے کام کا انحصار اچھی سوچ پر ہوتا ہے اور میں نے کبھی بھی اس کا اندازہ خود سے نہیں لگایا ہمیشہ دوسروں پر چھوڑا اور اگر میرا کوئی کام کسی کے لیے باعث راحت بنا تو یہ سراسر اللہ کی مہربانی ہے۔ فخر کی بات تب ہوگی جب میں وہ سارے کام کروں گی جو میں نے سوچے ہوئے ہیں' بہت اچھے کام' جس سے کسی ایک کو نہیں بلکہ بہت سے لوگوں کو فائدہ ہوگا۔ میرے گول چھوٹے نہیں ہیں لہٰذا کسی کے کام آنا بہت اچھا کام ہے بے شک مگر میرے خواب بہت بڑے ہیں سو جب میں وہ کرلوں گی یقیناً خوشی اور فخر محسوس کروں گی۔

یہ کس نے ہم سے لہو کا خراج پھر مانگا
ابھی تو سوئے تھے مقتل کو سرخرو کرکے

❖ نئے سال کی آمد پر خوشی و غم دونوں کیفیات کا شکار ہوتی ہوں۔ مجھے جمود سے چڑ ہے' میں ہمیشہ تغیر کی حامی رہی ہوں لیکن پھر بھی جہاں نئے سال کی خوشی ہوتی ہے وہاں جاتے برس کا غم بھی ہوتا ہے اور مختلف سوچیں ذہن میں ڈیرے ڈالے ہوتی ہیں۔ آگے کیا ہوگا کیا نہیں لہٰذا دونوں کیفیات ذہن کے دریچوں میں پیوست ہوتی ہیں۔

کل کے اندیشوں سے اپنے دل کو آزردہ نہ کر
دیکھ یہ ہنستا ہوا موسم' یہ خوشبو کا سفر......

❖ آہ...... امیدیں تو بہت تھیں' ایک امید ہی تو ہے جو انسان کے پلو سے بندھی رہتی ہے مگر ضروری نہیں ہر توقع ہر امید پوری ہو لہٰذا میری بھی کچھ امیدیں کچھ توقعات ریت کا ڈھیر ثابت ہوئیں مگر کچھ ایسی چیزیں رونما ہوئیں جن کی مجھے امید نہیں تھی لیکن کہیں نہ کہیں لاشعور میں خواہش ضرور

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

تھی کہ ایسا ہوا اور اللہ نے مدد کی' وہ ہوگئیں لہٰذا کامیابی اور ناکامی ففٹی ففٹی رہی۔

تم سے طلب صلہ کیا؟ تم سے کوئی گلہ کیا
دیدہ تر کا ذکر کیا یونہی تھک گیا کہیں

❖ ہائے کیا پوچھ لیا آپ نے' سچی بہت کوشش کی خود کو بدلنے کی۔ میری طبیعت میں غصیلہ پن اور کڑواہٹ تھی۔ برداشت کی بہت کمی تھی' موڈی اور تنہائی پسند...... سو اس سال کوشش کی خود پسندی کی شال اتار کر برداشت کا جامہ پہن لوں گو بہت زیادہ ہمت کرنی پڑی اب مثبت تبدیلی پیدا ہوئی ہے یا نہیں اس کا دوسرے ہی بتا سکتے ہیں ویسے کافی لوگ کہتے ہیں میں مثبت ہوگئی ہوں معصوم' ہاہاہا۔

❖ آئندہ سال کے حوالے سے بہت پلاننگ کرتی ہوں یہ کروں گی وہ...... باقاعدہ لسٹ بنائی ہوں' خود کو فریش رکھنے کی کوشش کرتی ہوں۔

❖ ہائے...... کیا بتاؤں؟ بہت سے خواب ہیں مگر دل ڈرتا ہے اظہار سے۔ ہمیشہ حسب خواہش نہیں ملتا' کچھ خواب خواب ہی رہ جاتے ہیں بہرحال اردو ادب میں نام کمانا' لکھنا' پڑھنا' میم سمعیہ سے ملنا میرے بہت پیارے خواب ہیں' اللہ پورے کرے' آمین۔

نہ پوچھ عالم برگشتہ طالعی آتش
برستی آگ جو باراں کی آرزو کرتے

رابعہ عمران چوہدری...... رحیم یار خان

❖ مجموعی طور پر یہ سال بہت اچھا گزرا بہت سے خوب صورت پل زندگی کا حصہ بنے اور اللہ پاک نے ہر موڑ پر کامیابی عطا کی۔۔

❖ اس سال میں رحیم یار خان کے بہت بڑے ادارے نیشنل گریزن میں ایک کامیاب ٹیچر بن کر اپنی کارکردگی کا مظاہرہ کر کے مستقبل کے ہونہاروں کو تعلیمی افادیت سے مستفید کیا۔ اس سال میری بہت سی تحریریں بہت سے میگزین کا حصہ بنیں یہ میرے لیے بہت خوشی کی بات ہے۔

❖ بہت سے اچھے کام کیے۔ ایک یتیم بچی کا جہیز اکٹھا کیا اور بہت سے لوگوں کی مدد کی۔ میری نظر میں اس سے زیادہ اچھا کوئی کام نہیں۔ فخر کی نہیں مگر بہت خوشی کی بات ہے یہ سب اللہ کی رضا اور دلی سکون کے لیے کیا۔

❖ خوشی بھی ہوتی ہے۔ مگر دل اداس بھی ہو جاتا ہے یہ سوچ کر کہ جو پل گزر گئے وہ کبھی واپس نہیں آسکتے بچپن کے دن یاد آتے۔ امی ابو کا گھر یاد آتا۔ خوشی کے ساتھ دل افسردہ بھی ہو جاتا ہے۔

❖ آئندہ سال میری زندگی کا مقصد دوسروں کی مدد کرنا ہے۔ جو کے ہم کر سکتے ہیں مگر کبھی کرتے نہیں۔ یقین کیجیے دلی سکون ملتا۔ مثبت سوچ کو اپنانا ہے تو سب کچھ اچھا ہو جائے گا۔

❖ آنے والا سال خیر سے آئے اور اللہ پاک کے گھر کو دیکھوں اب یہ میرا خواب ہے اور میری بیٹیاں اللہ پاک سے بھائی کی خواہش کرتی ہیں اللہ پاک ایک بیٹا عطا کرے ہم اللہ کی رضا میں راضی ہماری بیٹیاں بھی بیٹوں سے زیادہ پیاری ہیں بس اللہ پاک ان کی حفاظت کرے آمین۔

عابدہ مغل...... بھیر کنڈ' مانسہرہ

❖ مجموعی طور پر تو یہ سال دکھوں اور غموں میں ہی گزرا ہے خوشی تو کوئی اکا دُکا ہی نصیب ہوئی ہے۔ ہاں مگر ہر حال میں اللہ پاک کا شکر ہے کہ اس نے زندگی جیسی نعمت دی ہے۔

❖ اس سال کی سب سے بڑی کامیابی میری ماں کی ذات سے جڑی ہے میری امی کا آپریشن Adenomyosis ہوا اور کامیاب رہا تو یہ سب سے بڑی کامیابی ہے اور دوسرے نمبر پر میں نے بی اے فائنل کے امتحان دیئے اور کامیاب رہی بہت ہی پریشانی کے دنوں میں امتحان ہوئے تھے پاس ہونے کا سوچا بھی نہ تھا ایک تو ہم تھے بھی پرائیوٹ کینڈیڈیٹ اور دوسرا رٹا سٹم آتا نہیں سو ریگولر نہ ہونے کی بنا پر بڑا مسئلہ ہوا تھا کونسیپٹ بنانے میں۔

❖ اللہ کی مہربانی سے نیکی کی توفیق ہوتی ہے' اچھا یہ کیا کہ اپنی امی کی خوب ساری خدمت کی اور گھر والوں کا اور اپنی اکلوتی پھوپو پھوپا (بابا) اور تایا ابو کا خیال رکھتی ہوں ایسی بہت سی چھوٹی چھوٹی نیکیاں کرتی رہتی ہوں۔

❖ نئے سال کے آنے پر خوشی ہوتی ہے' زندگی کے نئے تجربے اور کچھ ادھر اُدھر کے ایڈونچر دیکھنے نے کا موقع ملتا ہے۔ افسردگی صرف اور صرف ماضی کو سوچ کر ہوتی ہے

جو گزر گیا وہ یاد آتا ہے تو دکھ دیتا ہے اور زندگی گزرنے پر دل اداس ہوتا ہے۔

❖ امیدیں توڑ کر کتنا سکون ملتا ہے
توقعات کے غم میں عذاب کتنے ہیں

امیدیں صرف اللہ کی پاک ذات سے لگائی ہیں جن پر یقین ہے کہ ٹوٹیں گی نہیں اور زندگی نے یہ سبق دیا ہے کہ توقع کسی سے لگانی نہیں چاہیے اسی لیے مجھے کوئی تجربہ نہیں کہ امیدیں اور توقعات کیسے پوری ہوتی ہیں یا ٹوٹتی ہیں۔ ناکامی کا سامنا تو بہت بار کرنا پڑا ترجمہ وتفسیر کے لیے مدرسے میں داخلہ لینا چاہتی تھی مگر داخلہ نہیں لینے دیا گیا بس ایف ایس سی ہی کافی ہے چلیں جی الحمدللہ۔

❖ مثبت تبدیلی جو میں خود لائی وہ یہ ہے کہ نماز پابندی شروع کی ہے بُری عادتیں اللہ جھوٹ بلوائے نہیں ہیں معصوم بچی ہوں صوم وصلوٰۃ کی پابند اور آٹھویں کلاس سے ہی میں نے شرعی پردہ شروع کردیا تھا' بس اگر کوئی چھوٹی موٹی بُری عادت ہوئی بھی تو دوسرے ہی جانتے ہوں گے' گھریلو عورتوں کی طرح گھر ہی کی ہوکر رہ گئی ہوں ہاں مگر ان کی طرح چغلی اور غیبت نہیں کرتی۔ اگر زندگی رہی تو سارے منصوبے اللہ کے حوالے کہ وہی پاک ذات بڑا کارساز ہے۔ بس یہ ضرور سوچتی ہوں کہ پہلے سے زیادہ خود کے اخلاق سنوارنے ہیں' بس اپنے اخلاق کو اعلیٰ سے اعلیٰ بنانے کے جتن کرتی ہوں۔

❖ اپنے ملک کے حالات دیکھ کر تو یہی خواب دیکھتی ہوں کہ کب امن وامان قائم ہوگا امت مسلمہ کا حال دیکھ کر دل میں یہی خیال آتا ہے۔

شادابیوں کے دور کا انجام یہ ہوا
کہ اب تو بوند بوند کو دریا ترس گئے
اب خاک اڑ رہی ہے گلابوں کے شہر میں
وہ لو چلی ہے اب کے کہ پتھر جھلس گئے

اللہ سبحان وتعالیٰ سے یہی دعا ہے کہ وہ امت مسلمہ کے حالات بہترین کرے' سب کو اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ بیرون ملک مقیم تمام پاکستانی مسافروں کے لیے بھی خواب دیکھتی ہوں کہ کب ان کی جان پردیس کی سختیوں سے چھوٹتی ہے' سعودی عرب میں مقیم اور باقی مزدور مسافروں کے حالات بہت خراب ہیں' ان کے اچھے حالات کا خواب دیکھتی ہوں۔

اے خاصانِ رُسل وقت دعا ہے
امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے
جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغرباء ہے

اپنے چھوٹے بھائیوں کو بڑے بھائی کے اچھے مستقبل کے خواب دیکھتی ہوں باقی بہن اور بھابی کے شیر وشکر ہونے کا خواب بھی دیکھتی ہوں۔

اس شہر محبت میں عجب کال پڑا ہے
ہم جیسے سبک لوگ بھی نایاب بہت تھے
اب دیکھ حسرت بھری اجڑی ہوئی آنکھیں
دنیا تیرے بارے میں میرے خواب بہت تھے

سلامت رہیں' خوش رہیں' فی امان اللہ۔

حسینہ ایچ ایس...... مانسہرہ

❖ سمجھ نہیں آرہا کیا کہوں یہ سال خوشیوں اور محبتوں سے مزین اپنوں کے قریب گزرا ہے زندگی کا یہ واحد سال ہے جس سال میں ہمارا اپنا کوئی نہیں بچھڑا ورنہ جب سے ہوش سنبھالا ہے اپنے دادا ابو' چھوٹے بھائی' پردادا' پرنانا' اماں' بھتیجے اور کزن کی ڈیتھ کے غم کا رنگ زندگی کے لمحوں اور دل ودماغ کی سرزمین پر حاوی رہا (کتنے عجیب ہیں نا ہم زندگی کے قدموں کو پھر سے ناپنا شروع کردیتے ہیں) خیر خوشی وغمی تو زندگی کے ساتھ چلتے ہیں اس سنگدل دنیا میں کوئی انسان ایسا نہیں ہے جو غم سے خالی ہو۔

❖ اس سال میں نے ایک پرائیوٹ اسکول میں پڑھایا گو کہ میں نے کوئی ٹیچنگ کورس نہیں کیا ہوا تھا (دوسروں کے تجربے کی پوٹلی سے تھوڑا سا ذائقہ میں نے بھی چکھ لیا) اسکول کی پرنسپل کی بارہا ضد کی بنا پر میں نے اسکول جوائن کیا سکس اور سیونتھ کلاس کو میتھ کرواتے ہوئے مجھے خود بھی بہت کچھ سیکھنے کو ملا۔ اپنے خاندان کی میں وہ واحد لڑکی ہوں جس نے جاب کی بھائی کی آمد پر چار ماہ بعد اسکول کو ٹاٹا بائے کیا اور جب اسکول کی ایک ٹیچر نے کہا کہ تمہارے اسٹوڈنٹ اب بھی تمہیں یاد کرتے ہیں اس کی پوئم سن کر من کی گھنٹیاں بجنے لگیں' چلیں آپ کو بھی سنادوں۔

چھٹی ہونے والی ہے' گڑیا رونے والی ہے
گڑیا گئی اندر...... اندر سے نکلا بندر

بندر کے منہ میں پانی مس حسینہ رانی (ہاہاہا)

❖ نیک کام کرنے کا تو پتا نہیں البتہ کچھ بچیوں کو مفت میں ٹیوشن پڑھائی تھی کچھ کو مفت میں کپڑے سلائی کر کے دیئے خیر یاد کرنے سے بھی نیک کام یاد نہیں آرہے شاید ہی کچھ چھوٹی موٹی نیکیاں کی ہوں اور رہی بات فخر کرنے کی ایک یہی کام تو میں شوق سے کرتی ہوں ایک بار آنچل کی ریڈر ہونے پر بہت فخر محسوس ہوا۔ ہسپتال میں ایک لڑکی کے پاس آنچل دیکھا تو اسے بتایا کہ میں گل مینا خان کی سسٹر حسینہ ایچ ایس ہوں' لڑکی نے حیرانگی سے دیکھا پھر خوش ہو کر اپنی کزن کو بلایا اور بہت خوشی سے مجھے متعارف کروایا ان کے نام فریال اور آنسہ تھے تھینکس فارایوری تھنگ۔ آپ نے مجھے اتنی عزت ومحبت دی سو نائس آف یو فریال۔ بے شک میں آنچل میں لکھتی ہوں لیکن ہوں تو میں بھی ایک عام سی لڑکی بالکل پاگل اور بے وقوف سی (سچی یار)۔

❖ جس طرح بچپن میں نئے سال کی آمد پر خوش ہوتے تھے کہ اب اگلی کلاس میں پہنچ جائیں گے چھٹیاں کس کے ہاں اسپنڈ کرنی ہیں اب یہ احساسات مفقود ہو گئے ہیں' زندگی ہاتھوں سے نکلتی جارہی ہے اور ہم گناہوں کی دلدل میں پھنستے جارہے ہیں' اللہ ہمیں معاف فرمادے اور ہم سے راضی ہوجائے' آمین۔

❖ اس سال میرا قرآن پاک ترجمہ وتفسیر سے مکمل ہوا 2016ء میں سوچا تھا کہ ان شاء اللہ ایک سال میں مکمل کروں گی یہ بھی میرے رب کا کرم ہے اور اس سال کے رمضان میں میرے آٹھ قرآن ختم ہوئے اور اعتکاف کا شوق بھی پورا ہوا اور ساتھ ہی فیصل مسجد دیکھنے کا خواب بھی پورا ہوا اور ناکامی یہ ہے کہ کبھی بھی شائلہ آپی نے ''ہم سے پوچھیے'' میں شامل نہ کیا ہمیشہ اپنی کلاس سے باہر ہی رکھا۔

❖ میری ذات میں مثبت تبدیلی شاید ہی کبھی آئے بقول میری ماں کے تُو نے کبھی نہیں سدھرنا البتہ بھائی کو بم بولے بابا کے نام سے ڈرانا ترک کر دیا ہے ارے حیران نہ ہو بم بولے بابا کا قصہ کچھ یوں ہے ایک بار ہم نے بکرا ذبح کیا میری سسٹر گل مینا خان بکرے کا سر لے کر مغز نکالنے لگی کہ مجھے ٹیچر نے کہا ہے مغز کھانے سے دماغ تیز ہوتا ہے مغز تو نہ نکال سکی البتہ اس کے کان' منہ' ناک کاٹ کر اسے ہیبت ناک بنا کر دیگچے میں ڈال کر رفو چکر ہوگئی۔ چھوٹے بھائی نے دیکھا تو پوچھا یہ کیا ہے ایک لمحے کو تو میں بھی اس کی کٹی ہوئی ناک' نکلی ہوئی آنکھیں اور دانت اوپر سے بہتا ہوا خون دیکھ کر ڈر گئی فوراً جواب دیا یہ بم بولے بابا ہے جو بڑوں کی بات نہیں مانتا' اسے کھاتا ہے وہ دن اور آج کا دن جب بھی کوئی بات منوانی ہوتی ہے ایسے ہی ڈراتی ہوں (آہم) ویسے آپس کی بات ہے یہ راز میں نے آج تک کسی کو نہیں بتایا خود میرے چھوٹے بھائی حسنین کو بھی نہیں معلوم کہ یہ ہے کیا چیز۔ زندگی میں ایسے موڑ ایسی تنہائی آئی ہے میں جو کبھی صرف رمضان میں ہی تہجد کی نماز پڑھتی تھی میں خود حیران ہوں جب کبھی رات کو آنکھ کھلتی ہے فوراً تہجد کی نماز کا خیال آتا ہے یہ بھی اس گناہ گار پر میرے رب کا کرم ہے۔

❖ آئندہ سال ان شاء اللہ میرے رب کا حکم ہوا تو عمرہ کی سعادت بھی حاصل کروں گی اور اپنی پھوپو کے ہاں جا کر ان کا گلہ بھی ضرور دور کروں گی۔

❖ آنکھیں سلامت تو خواب بہت یہ محاورہ تو آپ نے سنا ہوگا کبھی سوتی اور کبھی جاگتی آنکھوں سے تو خواب تو میں بچپن سے دیکھتی آرہی ہوں کبھی بہترین مقررہ پاکستان کی آن وشان میں بولتے ہوئے کبھی بہادر سپاہی پاکستان کے لیے لڑتے ہوئے کبھی مشہور لائر مظلوموں کے حق میں بولتے ہوئے کبھی اعلیٰ ڈاکٹر دوسروں کو مسیحا بنتے ہوئے کبھی اسکول میں انعام پاتے ہوئے کبھی آنچل اسٹاف سے ملتے ہوئے کبھی کشمیر کی سیر کرتے ہوئے کبھی کرکٹ میں انڈیا کو ہراتے ہوئے (ہاہاہا)۔ ہر پل ہر دم ہمہ وقت خوابوں کی دنیا سے ناطہ جوڑے رکھا جو خواب ہم دیکھتے ہیں اگر ان کے رنگ گہرے ہوجائیں تو زندگی رنگین ہوجاتی ہے۔ خیر اب تو بس ایک ہی خواب ہے اپنوں کو خوش دیکھنا اور اپنے بھائی کا سہرا سجانا' مجھے پڑھ کر بوریت ہوئی ہو تو معذرت' اللہ حافظ۔

سیدہ لوبا سجاد...... کھروڑ پکا

❖ ملا جلا کہہ لیں کوئی ایسی خوشی بھی نہیں ملی کہ بہت خوش ہوتی نہ بہت دکھی گزرا......بس اس انتظار میں ہیں کہ کب بدلیں گے ماہ وسال۔

❖ ''جوزا'' والوں کا ستارہ اکثر ہی گردش میں رہتا ہے تو کامیابیوں کے لیے ابھی اور محنت کے سال چاہئیں۔

❖ ہاں نیکی کا کام ایسا ہے جس سے دعائیں بھی ملتی ہیں لیکن بتاؤں گی نہیں کیونکہ لگتا ہے بتا دینے سے نیکی اللہ کی نظر میں ضائع ہوجاتی ہے۔

❖ افسردگی نہیں ہوتی کیونکہ سال گزریں نہ گزریں موت کا وقت متعین ہے تو سمجھ لیں خوشی ہی ہوتی ہے۔

❖ امیدیں تو خدا سے ہیں اور جب اللہ سے امیدیں ہوں تو ناکامی نہیں ملا کرتی۔

❖ کوشش کرتی ہوں کہ جو غلطیاں اور کوتاہیاں اس سال ہوئی ہیں آنے والے سال میں غلطی نہ دہراؤں تاکہ اگر کچھ مشکل پیش آئی ہو تو وہ دوبارہ نہ آسکے۔

❖ ہاں ایک بری عادت تھی کہ میں مایوس جلدی ہوجاتی تھی اور جب میرے ساتھ کچھ برا ہوتا تھا اور اللہ سے دعا کے باوجود مشکل حل نہیں ہوتی تھی تو میں اللہ کی رحمت سے مایوس ہوجاتی تھی مگر جب سے قرآن پاک کو ترجمہ سے پڑھنا شروع کیا ہے تب سے یقین پختہ ہوگیا ہے کہ دعا بھی ضرور قبول ہوتی ہے اور لوگوں کو ان کے کیے کا بدلہ بھی ملتا ہے مگر ہر چیز کا وقت مقرر ہے۔

❖ آنے والے سال میں میری گورنمنٹ جاب ہوجائے اور اللہ نے مجھے صبر تو دیا ہے بس سکون بھی دے دے۔

فیاض اسحاق مہانہ...... سلانوالی

❖ میں اس سال کو مجموعی طور پر اپنے بیٹے کی خوشیوں کا سال قرار دوں گی کیونکہ اس سال خداوند کریم نے مجھے اتنی بڑی خوشی دی جس کو میں کسی حد تک امپاسبل سمجھ رہی تھی' اربوں کھربوں بار شکر ہے۔ اس ذات باری تعالیٰ کا کہ اس سال مجھے میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی دی۔

❖ اس سال کی سب سے بڑی کامیابی میں یہ ہی کہوں گی کہ میرا پورا سال ہی بہت اچھا اور ہر کام کامیاب ہی رہا ہے۔

❖ میری مما بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم دیتی ہیں اور اب میں بھی مما کے اس نیک کام میں شامل ہوگئی ہوں اور اس سال میں نے اپنے دو اسٹوڈنٹس کو تکمیل قرآن کروایا ہے اور اس بات پر میں جتنا بھی فخر کروں کم ہے کہ اللہ رب العزت نے مجھے یہ سعادت بھی اس سال دی۔

❖ نئے سال کی آمد پر بس اتنا ہی کہوں گی

نہ جانے سال بھر کیا ہوا ہے
دیا مدھم یا روشن ہوا ہے
ہمیں تو صرف اتنا معلوم ہے
اک سال ہماری عمر سے کم ہوا ہے

❖ جو امیدیں اور توقعات تھیں کسی حد تک پوری ہوئیں جو رہ گئی ہیں ان شاء اللہ اگلے سال پوری ہوجائیں گی۔

❖ آئندہ سال کے حوالے سے میری پلاننگ کچھ ایسی ہے کہ ان شاء اللہ میں نے اپنا ماسٹر ان انگلش مکمل کرنا ہے اور جو ادھورے کام ہیں' ان کو مکمل کرنا ہے۔

❖ آنے والے سال کے حوالے سے میرا پہلا خواب ماسٹر ان انگلش ہے جو کہ ان شاء اللہ ہر حال میں پورا کرنا ہے۔ آخر میں میری طرف سے تمام امت مسلمہ کو ڈھیروں ڈھیر مبارک باد۔ اللہ رب العزت تمام امت مسلمہ کے لیے یہ سال خوشیوں اور کامیابیوں کا سال بنائے' آمین۔

❖ نئی رتیں نئے خواب اور چاہتوں کے سلسلے
سال نو کے سنگ ہیں تیری گلاب رفاقتوں کے سلسلے
کبھی ہے دن بھر سوچنا کبھی ہے رات بھر جاگنا
تیری یاد ہے' میں ہوں اور جنوری کی شاموں کے سلسلے

پری وش......بستی ملوک

2017❖ ء ذاتی طور پر دل کو خون کے آنسو رلا گیا سب سے پہلا دھچکا اس وقت لگا جب گرمیوں کی شام میں اپنی عزیز ترین ہستی سے ہونے والی گفتگو نے پاؤں کے نیچے سے زمین کھینچ لی تھی اس عزیز ترین ہستی کے رویے سے اعتماد اور اعتبار ریزہ ریزہ ہوا اور ان کرچیوں کو سمیٹتے سمیٹتے کیسے بکھرے یہ ہم ہی جانتے ہیں مگر جلد ہی سنبھل گئے کیونکہ کچھ اپنے بھی تھے جن کو ہم دکھ نہیں دے سکتے تھے جب کچھ اور دوستوں کے اصل چہرے سامنے آئے جس کی تاب نہ لاتے ہوئے ہماری آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب بہہ نکلا اور ہمیشہ کے لیے ہمارے چہرے سے مسکان کو ختم کرگیا۔

❖ سمجھ نہیں آرہا کہ ہم اپنے احساسات کیسے قلم بند کریں اس سال جو بڑی کامیابی حاصل کی وہ ہمارے کالم تھے جو نیوز کی زینت بنے اپنے کالم نیوز میں دیکھ کر بہت خوشی ہوئی اور ہمارا مقصد بھی پورا ہوگیا جو رہ گیا میں

مسلمانوں پر ظلم کی داستان ہے عوام تک کالم کے ذریعے پہنچایا اور اس سال تو نہیں مگر کچھ عرصہ پہلے روزنامہ نوائے وقت میں بچوں کی اسٹوریز لکھنے پر جو ہمیں بیسٹ رائٹر کا انعام ملا تھا وہ ہماری بہت بڑی کامیابی تھی اور اب ہم شاعری بھی کررہے ہیں' ان شاء اللہ اس میں بھی ضرور کامیاب ہوں گے۔

❖ جی ہاں ہم نے ایک ایسی ہستی کو دوست بنایا جو ہمارا مالک اور ارض وسماں کو پیدا کرنے والا ہے اس ذات تک پہنچنے کے لیے ہم نے مستقل سفر کیا جو ہمیں ہر وقت اپنی طرف بلاتا ہے اور ہمارے اللہ نے ہم جیسی ناچیز اور گناہ گار بندی کو ستر بار اپنی رحمت کی نظر سے دیکھا اور اپنے رستے کے لیے منتخب کیا اور دعوت تبلیغ کے ساتھ جو ہمارے تین دن گزرے انہوں نے ہمیں ہمارے رب کے اور قریب کردیا اور ہمیں اپنے جس کا پر فخر ہے وہ یہ کہ ہمارے محلے میں ایک آنٹی آئیں جن کے تین بچے تھے ان آنٹی کو دین اور نماز کا کچھ پتا نہیں تھا انہیں دین کے رستے پر لانے کے لیے بہت محنت کی اور ان کے تینوں بچے جو سارا دن آوارہ گلیوں میں پھرتے تھے ان کو اپنے ساتھ اسکول لے گئی۔ وہ بچے اب اسکول میں ہمارے پاس پڑھ رہے ہیں اور شام کو ان کو بلا کر قرآن پاک پڑھاتی ہوں اور نماز سکھاتی ہوں اور الحمدللہ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہیں جنہوں نے ہمیں اس نیک کام کے لیے منتخب کیا اور ہم جتنا شکر ادا کریں کم ہے' اے اللہ اگر تُو ہمارے ساتھ نہیں تو کچھ بھی نہیں ہمیں دنیا کے دوستوں کی ضرورت نہیں۔

❖ نئے سال کی آمد پر ہمارے احساسات دونوں طرح کے ہوتے ہیں اور لب دعا گو رہتے ہیں کہ شاید اس سال ہمارے کشمیر کو آزادی مل جائے اور امت مسلمہ پر جو ظلم وستم ہو رہے ہیں وہ ختم ہو جائیں اور نئے سال کی خوشی اس بات پر بھی ہوتی ہے کہ زندگی کا ایک اور نیا سال شروع ہو گیا ہے شاید کہ خوشیاں اس سال پر پھیلائے دامن میں آجائیں اور افسردگی اس بات پر ہوتی ہے کہ زندگی کا ایک اور سال بیت گیا اور ہم اس دنیا کی چکا چوند میں اس طرح گم ہو گئے ہیں کہ زندگی کے اصل مقصد کو بھی بھول گئے ہیں اور یہ تک نہیں سوچتے کہ اس سال ہم نے کتنے نیک عمل کیے اپنے رب کو بھی منایا کہ نہیں......

ہم گناہ میں ڈوبی بندی ہیں یارب
بس تُو اپنی رحمت سے بخش دے

❖ کچھ موہوم سی امیدیں تھیں جو پوری ہونے کی منتظر رہیں مگر ضروری تو نہیں ناں کہ ہم جو چاہیں سوچیں ویسا ہی ہو پر اس سال میں ہمیں کامیابیوں سے زیادہ ناکامیوں کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوا ہماری زندگی میں کچھ ایسے لوگ تھے جن سے بظاہر بہت گہرا رشتہ تھا مگر ایک وقت ایسا سامنے آیا کہ ہم حیرت اور دکھ سے ساکت رہ گئے کہ کیا یہ وہی لوگ ہیں جن کے لیے ہم نے ریاضتیں کیں' دعائیں مانگیں اپنا آپ اور اپنی خوشیاں سونپ دیں پر ہمارے حصے میں کیا آیا؟ ایک لاحاصل انتظار' ویران آنکھیں اور بنجر دل اور جب یہ سب خود پر بیتا تو اپنی ذات کے بے مایہ ہونے کا دکھ اندر تک چھلنی کر گیا۔ ناکامی اور اپنی ذات کے چھلنی ہونے کا درد رگ رگ میں سرائیت کر گیا ہمیں خود اپنے حوصلے کا علم نہ تھا آزمایا تو پھر ہمت سخت چٹان بن گئی' وہ دوست جنہوں نے ان مشکل حالات میں ہمارا ساتھ دیا اور خاص کر ان کا یہ جملہ (اللہ نے کہیں نہ کہیں آپ کے لیے خوشیوں کے در کھول رکھے ہیں اور اللہ نے آپ کی قسمت میں کچھ ایسا لکھا ہو جو اُن سے کہیں زیادہ بہتر ہوں اور ہاں اچھی لڑکی اگر ہمارے بس میں ہوتا تو ہم ہر حد پار کر کے آپ کو خوشیاں لوٹا دیتے)۔ ہمیں آپ جیسے فرینڈز پر واقعی فخر ہے آئی لو یو سوچ پر اپنوں کے رویوں نے اتنے درد دیئے ہیں کہ اب دکھوں سے بھی الفت ہو گئی ہے اور آنکھوں کو شاید آنسوؤں سے......

❖ اپنوں کے رویوں اور چہروں سے ہٹتے نقاب سے بہت سی تبدیلیاں آ گئی ہیں سب سے بڑی تبدیلی جو آئی ہے وہ ہمارے رب کے اور قریب ہونا ہے اور اب تو سب فرینڈز کو چھوڑ دیا سوائے چند مخلص دوستوں کے اور جہاں اپنی انا میں جینا سیکھ لیا وہیں زندگی میں ٹھہراؤ بھی آ گیا ہے۔ پہلے والی شرارتیں بہت کم ہو گئی ہیں ہمیں یوں زیادہ چپ دیکھ کر بہت سے لوگ حیران ہو جاتے ہیں اور اپنی جس بری عادت کو ترک کیا وہ سب پر اعتبار کرنا ہے کسی سے کچھ بھی اب شیئر نہیں کرتے جو مرضی ہو جائے جینا ہے تو بس اپنے آپ میں ہمارا راز دار ہمارا رب اور اس کے بعد آئینہ ہے جسے سامنے رکھ کے سب کچھ کہہ دیتے ہیں۔

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

❖ اس آنے والے سال میں اپنے گاؤں کے لوگوں کے لیے کچھ کرنے کا ارادہ ہے ہم بچپن میں جس گاؤں میں رہتے تھے وہاں کوئی بھی تعلیمی ادارہ نہیں ہے سوائے ایک گورنمنٹ اسکول میں وہ بھی صرف پانچویں تک ہے اور نہ ہی بچیوں کے لیے کوئی اور سہولت ہے بس وہاں جا کر ایک تعلیمی ادارہ بنانا ہے اور ٹریننگ سلائی سینٹر کھولنا ہے ہو سکے تو ہمارے لیے دعا کیجیے گا کہ اللہ ہمیں کامیاب کرے آمین۔

❖ اس آنے والے سال کے حوالے سے بہت سے خواب ہیں سب سے بڑا خواب والدین کے ساتھ عمرہ کرنے کا ہے اور اپنے پیارے ملک پاکستان اور اس میں رہنے والے پیارے لوگوں کے لیے کچھ کر سکوں اور دعا ہے کہ اس سال میں جو الیکشن ہونے والے ہیں اس میں ہمارا رب ہمیں ایسا لیڈر عطا کرے جو غریب عوام کی فریاد سنے اور اس ملک میں ہونے والے بحران سے بچائے اور اس ملک کو ترقی کی طرف گامزن کرے اور دہشت گردی اور کرپشن سے پاک کردے آمین۔

سمیرا سواتی...... بھیر کنڈ

❖ السلام علیکم ڈیئر قارئین میری طرف سے آپ سب قارئین کو نیا سال مبارک ہو۔ کیا لکھوں سمجھ ہی نہیں آ رہا یقین ہی نہیں آتا کہ یہ سال بھی اختتام پذیر ہو گیا' 2017ء کے حوالے سے دل میں ڈھیروں خواہشیں پر پھیلائے بیٹھی تھیں پر بدقسمتی سے سب ہی ناکام لوٹ گئیں' اس سال نے مجھے بہت اذیتیں دی ہیں' میرے خواب چکنا چور ہو گئے۔ سب خواب ریزہ ریزہ ہو گئے' لوگوں کے بدلتے رویے' وفا سے بے وفائی کا سفر یہ سب دکھ میں نے بہت مشکل سے سہے ہیں' بہت افسردہ کیا اس سال نے۔

❖ ہزاروں کامیابیاں تھیں پر کوئی چھوٹی کامیابی حاصل نہیں ہوئی بڑی خاک ہوگی بہت شکوے ہیں 2017ء سے پر زندگی گزر رہی ہے۔

❖ ویسے تو چھوٹے موٹے نیک کام انسانیت کے ناتے کرتی رہتی ہوں (لیکن دوسرا کوئی سمجھ پائے تو) ایک نیک کام میں بڑی وافر مقدار میں کرتی ہوں وہ ہے اعتبار' اعتبار کا رشتہ میں نے اس سال بڑے خلوص سے ہر چاہنے والے کو سونپا تھا پر کوئی قدر نہ کر سکا۔ مجھے اس بات پر بہت فخر محسوس ہوتا ہے جب میں غیروں کی بھیڑ میں کسی اپنے کے وجود کو تلاش کرتی ہوں' اس کے علاوہ جب میں نماز پورے پانچ وقت کی پڑھتی ہوں تو فخر سے سر بلند ہو جاتا ہے۔

❖ ڈیئر قارئین! مجھے انتہائی دکھ ہوتا ہے کہ زندگی کتنی کم رہ گئی ہے سال ہوا کے جھونکے کی طرح گزر کر ختم ہو گیا' کیا کیا ہم نے' خدا کو راضی نہ رکھ سکے نہ اس کے بندوں کو۔ پہلے میں ہر سال دوستوں کو کارڈ بھیج کر وش کرتی' میسج کرتی پر اس مرتبہ من کی کلی اداس ہے ذرا بھی خوشی نہیں ہے نئے سال کی' دعا کریں کہ 2018ء خوشیوں کی نوید لے کر آئے' آمین۔

❖ ایک بات کی امید مجھے زیادہ تھی پر یہ کیا زندگی نے کایا لٹ دی' اب بھی تھوڑی بہت امید کی کرن روشن ہے شاید آگے پوری ہو جائے ان شاء اللہ آپ سے ضرور شیئر کروں گی (دعا کرنی ہے) اسے ہی ناکامی سمجھ لیں۔

❖ اپنی فطرت کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا پھر بھی کوشش کریں کہ میں نے دوسروں کی ذات میں انٹرفیئر کرنا چھوڑ دیا ہے اور بری عادت مذاق میں بھی جھوٹ بولتی تھی جس پر سب یقین کرتے تھے اور جب سچ بولوں تب بھی مذاق ہی سمجھتے' اب اس عادت کو ترک کر دیا ہے۔

❖ اب کوئی منصوبہ بندی نہیں کرتی دل ہی نہیں چاہتا۔

❖ ڈھیروں خواب ہیں کس کس کا ذکر کروں' سب سے پہلے تو دل کرتا ہے محبت کی نگری ہو جہاں ہمارا الگ گھر ہو جہاں رشتوں میں ملاوٹ نہ ہو' گلاب کی خوشبو کی طرح خالص خوشبو دار رشتے ہوں' او کے بائے۔

رباب کنول انصاری...... حیدر آباد

❖ مجموعی طور پر یہ میرے لیے کامیابیوں کا سال رہا' اس سال میں تعلیمی اور نجی معاملات میں بفضل خدا کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔

❖ اس سال میری کتاب ''سچ میری روح کا حوالہ ہے'' کی تکمیل ہوئی جو میرے نزدیک میری سب سے بڑی کامیابی ہے۔

❖ اس سوال کے جواب نے مجھے سوچ میں ڈال دیا' اپنے اچھے اور نیک کام کا جواب نہیں ملا' بقول غالب صرف اتنا ہی کہنا چاہوں گی......

صادق ہوں اپنے قول پر غالب خدا گواہ

کہتا ہوں سچ کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے

❖ ہر دن کی طرح، ہر نئے سال پر بھی خود کا احتسابی جائزہ ضرور لیتی ہوں کہ اس سال مجھ سے کیا غلطیاں ہوئیں کن کاموں میں میں نے جذبات سے کام کیا، کون سی چیزیں ادھوری رہ گئیں اور ہر گزرتے ماہ وسال میں مجھ میں کیا مثبت ومنفی تبدیلیاں آئیں۔

❖ میں پہلے ہی عرض کرچکی ہوں کہ یہ سال میرے لیے کامیابیوں سے مزین رہا، سو اس سال خود سے باندھی گئی تمام امیدیں، توقعات اللہ کے فضل سے پوری ہوئیں۔

❖ اس سال خود میں ایک نئی تبدیلی یہ کی کہ دوسروں کی غیر ضروری باتوں کو سر پر سوار کرنا اور اس پر گھنٹوں سوچتے رہنا چھوڑ دیا جو ہوگیا، سو ہوگیا، سوچ سوچ کر پریشان ہونے سے کیا حاصل؟ اسے آپ ایک مثبت تبدیلی اور ایک بُری عادت سے چھٹکارا گردان سکتے ہیں۔

❖ آنے والے نئے سال میں محنت سے تعلیمی حوالے سے خود کو منوانے کا ارادہ ہے۔

❖ آنے والے سال میں اپنی ذات کے حوالے سے تو کوئی خواب نہیں تاہم اپنے ملک کے حوالے سے یہ خواب ہے کہ 2018ء کے الیکشن میں، کوئی ایسی جماعت کامیاب ہو جو ہر قسم کی کرپشن سے پاک، ملک وقوم کی خدمت کرے اس کی فلاح و بہبود کے لیے کام کرے تاکہ ہمارا ملک پاکستان خوشحالی کی طرف گامزن ہو، آمین

شازیہ ہاشم عرف تمثال ہاشمی
کھڈیاں خاص، قصور

❖ دکھ اور سکھ، خوشی اور غمی ساتھ ساتھ چلتے رہتے ہیں، کوئی انسان دعویٰ سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں مکمل طور پر خوش ہوں۔ ہر انسان کو مالی، معاشی، معاشرتی و ذہنی لحاظ سے کوئی نہ کوئی مسئلہ درپیش رہتا ہے، میرے لیے ختم ہونے والا سال دکھوں کا موجب رہا جب میری جنت مجھ سے ایک پرپوزل پر ناراض ہوئی وہ دن میری زندگی کے دکھ بھرے دن تھے اور مسرتوں کا سبب اس لیے رہا کیونکہ الحمدللہ، اس رب کریم کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے دعاؤں کو قبولیت کی سند دیتے ہوئے تعلق وہیں سے جوڑ دیا جہاں سے شروع ہوا تھا، دعا کرنا ڈیئر قارئین یہ ایسے ہی جڑا رہے، ان شاءاللہ۔

❖ اس سال کی سب سے بڑی کامیابی میرے اسکول اقرا حسنہ الاطفال پنجم کلاس کا شاندار رزلٹ تھا اور میں نے خود ان کو پڑھایا تھا، ٹاپ آف دی لسٹ نمبرز کے لحاظ سے جو اسکول تھا وہ میرا تھا۔

❖ نجانے کتنے ہی کام ہیں جن کو کرکے دل کو انجانی سی مسرت محسوس ہوتی ہے، ختم نبوت کورس کرکے بھی عجیب سی فرحت حاصل ہوئی اور پچھلے ماہ میں اپنے ماموں کے ہاں گئی جہاں میں نے ایک نابینا بڑھیا کو دیکھا جس کی کوئی سن نہیں رہا تھا پھر میں اس کے پاس بیٹھی، اس کے لیے کھانا منگوایا۔ اس کے سر میں درد ہو رہا تھا پھر میں کافی دیر تک سر دباتی رہی اس نے مجھے بہت دعائیں دیں، جب وہ سوگئی تو اس کو سکون کی کیفیت میں دیکھ کر دل ایسا فرحاں ہوا کہ بتا نہیں سکتی، ویسے بھی قلبی طور پر میں بے حد نرم دل کی مالک ہوں۔

❖ نئے سال کی آمد پر احساسات اشک آمیز اور غم سے لبریز ہوتے ہیں کہ زندگی کا ایک سال کم ہوگیا اور کاسۂ خالی ہے۔ سیاہ کاریوں سے زندگی پُر ہے لیکن اللہ سے دعا ہے کہ اس سال کو سب کے لیے مسرتوں اور خوشیوں کا گہوارہ بنائے، آمین۔

❖ الحمدللہ! سب امیدیں ہی پوری ہوئیں سوائے ایک کے امید تھی کہ دس ہزار کا کیش لے کر بہت ساری کتابیں خریدوں گی بس اسی میں ناکامی کا سامنا ہوا۔

❖ مثبت تبدیلی تو یہی ہے جہاں میں نرم دل ہوں غصہ بھی بہت آتا ہے مگر تحمل کا جذبہ پیدا ہوگیا صرف ایک حادثے کی وجہ سے اور بُری عادت میری چائے پینے کی ہے، وہ الحمدللہ مگ سے کپ پر آ گئی ہے۔

❖ آئندہ سال کے حوالے سے میں کوئی منصوبہ بندی نہیں کرتی بس ذات الٰہی پر توکل کرتے ہوئے ہر کام کرلیتی ہوں مگر جاکر کسی بڑے مدرسے میں دورۂ تفسیر کرکے آؤں گی، ان شاءاللہ۔

❖ میں خواب بننے والی لڑکی نہیں کیونکہ خواب آنکھ کھلتے ہی ٹوٹ جایا کرتا ہے۔ حقیقت پسند ہوں، ذرا خوابوں سے دور رہتی ہوں، دعا کرتی ہوں یا اللہ جس طرح تُو نے پچھلے سال مجھ سے اپنے دین کا کام لیا، آئندہ سال بھی ایسے ہی لینا اور تادم حیات بھی، بس یہی میرا خواب سمجھ لینا۔

ماہم نور انصاری...... حیدر آباد

❖ وقت گزر جانے کے لیے ہی ہوتا ہے سو گزر جاتا ہے کبھی چہروں پر مسکراہٹ بکھیر کر تو کبھی دلوں کو درد دے کر کبھی مایوسیوں کے اندھیرے میں دھکیل دیتا ہے تو کبھی نئی امیدوں کے چراغ جلا جاتا ہے۔ غرض یہ کہ بیتا وقت و بیتا سال ہمیں کچھ "دے" کر ضرور جاتا ہے اب یہ ہم پر منحصر ہے کہ ہم اس "دیئے" سے خود کو کہاں پہنچاتے ہیں' آفاق کی بلندی پر یا پستی میں' حالات کے پیش نظر اپنے کل کو اپنے لیے کیا بناتے ہیں۔ مایوسی و نا امیدی میں ڈوب کر اذیت ناک و ناکام یا نئی سوچ و امید لیے خوشحال و کامیاب۔ خیر بات مضمون کی شکل اختیار کر لے گی اور یقیناً بہت دور تک نکل جائے گی اسی لیے اب فوراً سال نو کی مبارک باد قبول کریں۔ مجموعی طور پر یہ سال میرے لیے "سال مسرت" بن کر آیا تھا۔

❖ اس سال آنچل کے پلیٹ فارم سے خود کو منوانے کا موقع ملا' آنچل کی حوصلہ افزائی و قلمی رابطے سب سے بڑی کامیابی ٹھہرے۔

❖ ہمارے دامن زندگی میں چند ہی تو نیکیاں ہیں وہ بھی عیاں کر دی جائیں تو خالی دامن رہ جائیں گے۔ چھوٹی چھوٹی نیکیوں پر پردہ ہی رہنے دیں تو اچھا ہے۔ ہاں جہاں تک سوال ہے' تو وہ دوسرے بتائیں تو بہتر ہو۔ میں خود کیا بتاؤں اس بارے میں ویسے طالب دعا ہوں تا کہ چند ایک اچھے کام کرنے کی خواہش ہے' ایسے کام جس سے "بعد مرنے کے لحد میں اجالا ہو۔"

❖ شہر محبت میں بسنے والے ہم نئے سال کے آغاز پر کچھ اس طرح کے احساسات جذبات و عزم رکھتے ہیں۔

اب کے برس کچھ ایسی تدبیریں کرتے ہیں
مل کے اک شہر محبت تعمیر کرتے ہیں
کچھ خواب' یقین کی سرحد پر آ پہنچے
آنکھ کھلنے سے پہلے ان کی تعبیر کرتے ہیں

مایوسی و افسردگی اور اس سے ملے جلے تاثرات سے ناآشنا ہوں نئے سال کو خوش آمدید کہتی ہوں نا کہ سال گزرنے پر افسردہ ہوتی ہوں۔

❖ گزرتے سال میں کچھ لوگوں سے امیدیں وابستہ تھیں مگر آخر میں کہنا پڑا......

مٹی کے انسان مٹی کر دیتے ہیں نور
مٹی کے لوگوں سے امیدیں نہ لگا

اس سال امیدیں کئی ٹوٹیں مگر زندگی کا بہترین سبق پڑھا گئیں' اسی لیے امیدوں کے ٹوٹنے پر خود کو ناکام نہیں بلکہ کامیاب کہوں گی۔

❖ اس سال گزری غلطیوں سے اخذ کیے اسباق کئی مثبت تبدیلیاں لائے۔ مثبت تبدیلیاں ہی اس سال خوشیوں اور کامیابیوں کو لائیں' اپنی ذات میں ہونے والی تین تبدیلیوں کا ذکر کر رہی ہوں خصوصاً بہنوں کے لیے۔ پہلی......دل و مزاج کے خلاف ہونے والی چیزوں پر غصہ کرنے کے بجائے درگزر سے کام لینا۔ دوسری...... چھوٹی چھوٹی باتوں کو ٹینشن میں سر پر سوار کرنے کے بجائے پر امید رہنا' یہ سوچ کر کے ہوگا وہی جو اللہ کو ہمارے لیے درست لگے گا۔ تیسری تبدیلی جو حقیقتاً بڑی مثبت تبدیلی آئی مجھ میں یہ کہ فیصلے سوچ سمجھ کر کیے جائیں' ماضی میں جلدی میں کیے فیصلے پچھتاوے کا باعث بن جاتے ہیں اس سال کتابوں سے زیادہ انسانی چہروں اور زندگی سے سیکھنے کا موقع ملا۔

یہ سچ ہے کہ اب تک گزرتے سال اسی طرح تھے' کبھی سال نو پر کوئی منصوبہ بندی نہیں کی لیکن اب......

نئی اک داستاں لکھیں گے ہم نے سوچ رکھا ہے
ختم کر دیں گے سب ہی قصے آرام سے پہلے

❖ نئی رتیں' نئے خواب اور چاہتوں کے سلسلے
سال نو کے سنگ ہیں تیری گلاب رفاقتوں کے سلسلے
کبھی دن بھر تجھے سوچنا' کبھی رات بھر ہے جاگنا
تیری یاد ہے' میں ہوں اور جنوری کی شاموں کے سلسلے

آنے والا پورا سال کس طرح گزرے گا خبر نہیں (امید اچھی ہے) البتہ آغاز جنوری 2018ء کو جان عزیز ماریہ شیخ کی سالگرہ اور فروری کے آغاز میں میری بہن کی شادی مقرر ہے ویسے نئے سال کے حوالے سے بہت سے خواب آنکھوں میں سجے ہیں مگر ایک خواب ابھی آنچل کے صفحوں پر ہی پورا کرنا چاہتی ہوں اور وہ ہے ماریہ شیخ کو بذریعہ آنچل مبارک باد دینا۔

اب کیا کہیں کہ تم سے محبت ہی اور ہے

تو یار من جنوری کے آغاز پر ماہم نور کی طرف سے سالگرہ کی مبارک باد' رب ذوالجلال تمہیں ایمان و

عزت والی لمبی حیاتی نصیب کرے۔ نظر بد سے بچائے اور تمہیں ہمیشہ خوش رکھے آباد رکھے آمین۔ بس میرے پاس تمہارے لیے دعائیں ہی ہیں اور کچھ دینے کی حیثیت ہی نہیں۔

فائزہ بھٹی...... پتوکی

❖ کوئی دن ہو ہفتہ ہو مہینہ یا سال کبھی بھی کسی کے لیے کبھی پوری خوشیاں پورے غم لے کر نہیں آتا۔ ہمیشہ سے انسان کو آدھی ادھوری خوشیوں پر گزارہ کرنا پڑتا ہے بہترین انسان وہ ہے جو اُن آدھی ادھوری خوشیوں کو مکمل جان لیں اور مکمل طور پر خوش رہیں۔ میرے ساتھ بھی یہی معاملہ ہے ہمیں بھی ادھوری خوشیوں پر گزارہ کرنا پڑتا ہے۔ ہاں مگر اکثر ایسا ہوتا ہے کچھ کام کچھ خوشیوں جو اُن کاموں سے وابستہ ہوتی تھیں ان کے شروع میں مجھے یقین ہوتا ہے کہ اگر یہ ہوگیا تو میری خوشی کی کوئی انتہا نہ ہوگی مگر ہوتا اس کے برعکس ہے جب وہ ہی خوشی وہ ہی کام مکمل ہوتا ہے تو دل میں خوشی کی جگہ ایک سرد جامد سناٹے کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا۔ مسئلہ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب آپ سے وابستہ رشتے اس خوشی میں خوش ہوتے آگے بڑھتے ہیں تو آپ کو ان کی خاطر چہرے پر مسکراہٹ سجانی پڑتی ہے اس سے بڑا کوئی عذاب نہیں۔

❖ کوئی بڑی تو نہیں مگر چھوٹی چھوٹی کامیابیاں ساتھ چلتی رہیں یہ چھوٹی چھوٹی کامیابیاں زندگی میں بڑا اہم رول ادا کرتی ہیں بعض دفعہ بڑی کامیابی ضروری نہیں ہوتی۔ ہاں یہ ہے کہ اس سال ان شاء اللہ ہماری ماسٹرز کی ڈگری مکمل ہوکر ہمارے ہاتھوں میں ہوگی یا پھر چڑھتے سال میں (بس دعا کرتے رہیے)۔

❖ ارے ہم اس قابل کہاں کہ کوئی ایسا نیک کام کرسکیں جس پر فخر محسوس ہو ہم تو چھوٹی چھوٹی نیکیوں میں ہی ہلکان ہوئے جاتے ہیں۔ ابھی تو طفل مکتب ہیں ابھی تو اپنا آپ ہی سنبھالنا مشکل ہے اللہ کرے کہ وہ دن بھی آئے جب ہم بھی فخر کے قابل ہوں۔

❖ نئے سال کی آمد پر بعض دفعہ خوشی کا ہلکا ہلکا احساس اندر کہیں دور تک اپنا احساس دلاتا ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ دسمبر سے بچھڑنے کا غم دبی دبی سسکیوں میں ہمیں اندرونی طور پر جھنجھوڑ کر رکھ دیتا ہے۔ اس غم اور خوشی کے درمیان اپنا آپ فٹ بال کی طرح لگتا ہے شاید اسی لیے احساسات سرد جامد ٹھٹھرتے خول میں بند ہوجاتے ہیں۔

❖ زیادہ بڑی امیدیں لگائی ہی نہیں ہم سے نہیں ہوتے یہ بڑے بڑے کام مگر یہ ہے کہ بہت سی باتیں جو امیدوں کی صورت زندہ تھے وہ نامحسوس انداز میں پوری ہوئیں بہت سی امیدیں ایسی بھی تھیں جن میں منہ کی کھانی پڑی۔

❖ میں حد درجہ حساس ہوں حالانکہ یہ حساسیت شرمندہ کروانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتی اب یہ ہے کہ میں اپنے جذبات ظاہر ہی نہیں ہونے دیتی میری خوشیاں میرے غم میرے اپنے ہیں ان کی بے وقعتی برداشت نہیں ہوتی بھئی...... اب جاکر کہیں معلوم ہوا ہے کہ آپ کی خوشیاں آپ کے دکھ جتنا مرضی آپ کوشش کرلیں خواہش کرلیں اس انداز میں دوسروں پر اثرانداز نہیں ہوتے جیسے آپ خود محسوس کرتے ہیں اب میری مکمل کوشش ہوتی ہے کہ اپنے جذبات پر قابو رکھوں اگر میں اپنی حساس طبیعت پر قابو پالوں تو ایک مثبت تبدیلی ہوگی۔ یہ ایک بری عادت بھی ہے جسے بڑی حد تک ترک کرچکی ہوں۔

❖ کوئی منصوبہ بندی نہیں وہ جو ذات پاک ہے ناں وہی سب کچھ کرتی ہے۔ ہونا وہی ہوتا ہے جو اللہ پاک چاہے پھر کسی کی منصوبہ بندی نہیں چلتی۔

❖ آنے والے سال کے حوالے سے خواب بنیں گے ضرور بنیں گے۔ کچھ خواب تو پچھلے کچھ سالوں سے جاگتی آنکھوں کے خواب ثابت ہورہے ہیں پھر بھی یہ جاگتی آنکھوں کے خواب بھی بڑے عزیز ہیں ہمیں اللہ کرے اس سال یہ خواب تعبیر کی منزل کو پالیں ویسے بھی میں تو ہر پوچھنے والے کو کہتی ہوں اگر میری آنکھیں خواب نہیں دیکھیں گی تو یہ پھر ان خوابوں کے ساتھ اعلیٰ درجہ کی زیادتی ہوگی جو کم از کم مجھے یہ زیادتی منظور نہیں۔ اب آپ یہ خود اب بتانے کا کہہ رہے ہیں ہم سے تو نہیں ہوگا یہ ''سنا ہے جن خوابوں کی تعبیر پانی ہو ان کا ذکر نہیں کرتے'' تو پھر ہم کیوں کریں۔ ان کی تعبیر تو اس قدر عزیز ہے کہ حد نہیں اس لیے ان کو رہنے دیں۔

رمشاء آفتاب خوشی...... دھیر کوٹ

❖ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ یہ سال میرے

لیے کامیابیوں اور خوشیوں سے بھرپور سال تھا جہاں تک بات رہی دکھوں اور غموں کی تو وہ تو زندگی کے ساتھ ساتھ ہیں بلکہ انہی سے تو زندگی ہے۔ غم کے بعد ایک چھوٹی سے خوشی بھی بہت بڑی نعمت معلوم ہوتی ہے' غم نہ ہوں تو خوشیاں ایسی مٹھاس کی طرح ہو جاتی ہوں جن سے دل جلد بھر جاتا ہے۔

❖ اس سال میں مجھے بہت سی کامیابیاں نصیب ہوئی ہیں' ایک تو یہ کہ مجھے اسلامک جمعیت طالبات کی طرف سے ایجوکیشنل سوسائٹی کی سیکریٹری بنادیا گیا ہے پھر جب میرا میٹرک کا رزلٹ آیا' توقع کے عین مطابق ہزار کی رینج میں نمبر لینے پر اور اپنے خاندان کی پہلی گولڈ میڈیسٹ بننے پر جب پوری فیملی کی طرف سے مبارک باد وصول کی کامیابی کی صحیح خوشی سے آشنا ہوئی اور بھی بہت سی کامیابیاں ہیں جن پر میں اللہ تعالیٰ کی شکر گزار ہوں۔

❖ جہاں ہم ہر لمحہ گناہ کرتے ہیں وہیں نیک کام بھی کافی کیے ہیں' جن پر دلی خوشی محسوس ہوتی ہے ویسے جمعیت جوائن کرنے کے بعد جب ہمیں یہ بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے دین کے داعی کے طور پر چنا ہے اور ہمیں یہ نیک کام کرنا ہے تو اس پر بہت خوشی محسوس ہوئی اور اپنے پیرنٹس کی امیدوں پر پورا اتر کر جب انہیں خوشی دیتی ہوں تو یہ بھی میرے نزدیک نیک کام سے کم نہیں۔

❖ نئے سال کی آمد پر ہمیشہ ہی میں خوشی شو کرتی ہوں لیکن پھر بھی دل میں کہیں ایک درد سا جاگ جاتا ہے کہ پورا ایک سال میرا یونہی بیت گیا بغیر کچھ کیے مگر پھر یہی سوچ کر دل کو تسلی دیتی ہوں کہ شاید آنے والے سال میں اللہ تعالیٰ میرے دل کی حالت بدل کر مجھے صحیح طرح سے دین کے رستے پر چلالے' خیر یہ بات نہیں ہے کہ ہم صرف پریشان ہی ہوتے ہیں اور ہمیں خوشیاں منانا نہیں آتیں' کالج میں نیو ائیر کو بھرپور طریقے سے اپنی دوستوں کے ساتھ انجوائے کرتی ہوں۔ اسپیشلی اپنی کیوٹ اینڈ سویٹ فرینڈ صبا کے ساتھ جس میں میری جان ہے اور پھر وہ منظر بھی بہت خوش کن ہوتا ہے جب مما جانی سب کو نماز کے لیے اٹھاتی ہیں اور نئے سال پر مبارک باد دیتی ہیں ان کا کھلا چہرہ دیکھ کر واقعی میں لگتا ہے کہ نیا سال خوشیوں سے بھرپور ہے تب بہت ہی اچھا لگتا ہے۔

❖ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ مجھے کہیں بھی ناکامی کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ میری ساری توقعات پوری ہوئیں بلکہ توقعات سے بڑھ کر کامیابی ملی ہے ویسے مجھے آج ہی احساس ہوا ہے کہ میرا یہ سال کافی کامیاب گزرا ہے۔ بس کچھ کامیابیاں' کچھ خواہشیں ہی ادھوری ہیں' دیکھتے ہیں وہ کب تک پوری ہوتی ہیں جیسے آنچل میں اپنا نام دیکھنے کی خواہش۔

❖ اس حوالے سے کچھ خاص نہیں کہہ سکتی ویسے کہانیوں میں جو کردار اچھا لگ جائے اس کی خوبیوں اور اچھائیوں کو میں اکثر اپنے اندر اڈاپٹ کرنے کی کوشش کرتی ہوں اور برائیوں سے تو مجھے کوئی آگاہ ہی نہیں کرتا۔ فرینڈ سے کنسلٹ کروں تو کہتی ہیں کہ تم میں کوئی بری عادت ہے ہی نہیں بس جیسی ہو ویسی ہی رہنا۔ کوئی چینجنگ نہیں آنی چاہیے تو سر خم کرکے اور نظریں جھکا کر ان کی ایڈوائز کو فالو کرتی ہوں۔

❖ ویسے مجھے فیوچر پلاننگ ایڈوانس کرنے کی عادت نہیں جس سمت زندگی لے جائے خوشی سے چلی جاتی ہوں پھر بھی ایجوکیشن فیلڈ میں ہونے کی وجہ سے اسٹوڈنٹ' گڈ گریڈ اچیو کرنے کے لیے تو تھوڑی بہت پلاننگ کرنا پڑتی ہے' جس پر ایکٹ اپون میں کم ہی ہوتی ہوں۔

❖ خواب تو میں بہت دیکھتی ہوں' یہ الگ بات ہے کہ خوابوں میں جیتی نہیں ہوں کیونکہ اگر خواب ٹوٹ جائیں تو بہت درد ہوتا ہے اور درد کی دنیا سے تو میں دور بھاگتی ہوں' بائی داوے ایف ایس سی میں اچھے مارکس' آنچل رائٹر بن جانا اور اپنے کیوٹ سے بھتیجے کی جلد آمد میرے حسین خوابوں میں شامل ہیں ویسے میرے لولی برو کی شادی ابھی اکتوبر میں ہی ہوئی ہے اور اسی خوب صورت سال میں اسے خوب صورت وائف اور ہمیں لولی' کیوٹ اور نائس بھابی ملی ہیں جو پورے گھر کی آنکھوں کا تارا ہیں' خیر اب اللہ حافظ۔

شزا بلوچ...... جھنگ صدر

❖ مختصر یہی کہوں گی 2017ء کامیابیوں کی بدولت خوشیوں سے بھرپور سال رہا' شکر ہے اللہ کا۔

❖ اس سال کی سب سے بڑی اچیومنٹ میری گورنمنٹ جاب ہے' میں بہت زیادہ خوش ہوں اور پرامید بھی۔

❖ کچھ فنانشل ایشوز سولو کیے ڈیزرونگ چائلڈ کے خود پر پراوڈ سے زیادہ ان بچوں کے چہرے پر اطمینان اور خوشی کی لہر سیروں خون بڑھا گئی۔

❖ وہ ٹھیک ہے ایک سال ضائع ہونے پر دکھ اپنی جگہ لیکن ہر سال نئے سال کو بھرپور طریقے سے ویلکم کیا۔

❖ بقول حبیب جالب......

پاسکیں گے نہ عمر بھر جس کو
جستجو آج بھی اسی کی ہے

جی ہاں ہر نیا سال نئی توقعات کے ساتھ شروع ہوتا ہے' کبھی وہ امیدیں پوری ہوجاتی ہیں تو کبھی یہ سوچتے ہیں جو ہوتا ہے' اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور جو اللہ کی طرف سے ہوتا ہے وہ ہمیشہ بیسٹ ہوتا ہے کوئی شک نہیں۔ اوور آل میرے تین بھائیوں کے رزلٹ' جاب سب بہتر رہا اور ناکامی کا سامنا تو نہیں کہوں گی بس اللہ کی طرف سے آزمائش آئی کچھ' میرے بھائی کا جاب پر جاتے ہوئے صبح دھند کی وجہ سے ایکسیڈنٹ ہوگیا۔ بہت دردناک صورت حال تھی ہمارے لیے 3 نومبر کو' شکر ہے اللہ کا اب بہتر ہیں۔

❖ مجھ کو پروا نہیں زمانے کی
مجھے مجھ سے زیادہ کوئی نہیں جانتا

بری عادت تو کوئی نہیں جسے ترک کرنا پڑا ہو' البتہ ایک تبدیلی بہت بڑی آئی ہے حد سے زیادہ بزی ہوگئی ہوں پہلے صرف اسٹڈی تھی اب جاب کے ساتھ اسٹڈی کو مینج کرنا۔

❖ صرف آئندہ سال کی پلاننگ پر کیا اکتفا' ہماری روز مرہ زندگی میں پلاننگ ہی چلتی ہے ہر روز' ہر منتھ' ایک نئی امید کے ساتھ طلوع ہوتا ہے۔

❖ میں کچھ اسپیشل چلڈرن پر اسٹڈی کررہی ہوں اور انہی ذہنی معذور افراد کے حوالے سے میرے خواب ہیں جیسے ہی لاسٹ سمسٹر مکمل ہو اور میں ان بچوں کو نارمل بچوں کی طرح کام کرتے ہوئے دیکھوں۔

شازیہ اختر شازی...... نورپور

❖ مجموعی طور پر اس سال کو خوشیوں اور کامیابیوں کا سال قرار دیں گے بھی اور نہیں بھی کیونکہ اس سال میں خوشیاں بھی ملی ہیں اور غم بھی۔ خوشیاں یہ کہ اس سال کے شروع میں میرے پیارے بھائی حافظ محمد ساجد کی شادی ہوئی تھی اور لاسٹ میں اللہ نے ان کو ایک پیاری بیٹی (ہانیہ) سے نوازا ہے جو ہمارے لیے خوشی کا باعث ہے اور غم یہ کہ اس سال کچھ اپنوں کو بھی کھویا اس سال ہماری خالہ ہم سے جدا ہوگئیں اور ایک ہفتے بعد ہمارے پھوپا چھوڑ کر چلے گئے' اللہ ان کے درجات بلند کرے اور ان کی مغفرت فرمائے' آمین۔

❖ سوچنا پڑے گا شاید کوئی نہیں ہاں غم زیادہ ملے ہیں۔

❖ اپنے منہ میاں مٹھو بننے والی بات ہے' ہاں یہ اللہ کا شکر ہے اپنی وجہ سے کسی کو تکلیف نہیں دی سب کے ساتھ ہنسی خوشی رہی ہوں اور ایک اچھا کام ہے جو اس سال تو نہیں لیکن (2015) میں میں نے عمرہ کی سعادت حاصل کی ہے۔ میں اس قابل تو نہیں تھی لیکن میرے اللہ کا مجھ پر کرم ہے کہ اس نے مجھے چھوٹی سی عمر میں اپنے گھر کی زیارت کروادی۔

❖ نئے سال کی آمد پر خوشی کا احساس بھی ہوتا ہے کہ شاید آنے والا نیا سال ہمارے لیے کچھ نیا لے کر آئے اور ہمارے دکھ خوشی میں بدل جائیں اور افسردگی اس بات کی ہوتی ہے ہماری زندگی کا ایک سال کم ہوگیا اور ہم نے کوئی نیکی بھی نہیں کی۔

❖ اس سال سے امیدیں تو بہت تھیں لیکن پوری ایک بھی نہیں ہوئی اور زیادہ ناکامیوں کا ہی منہ دیکھنا پڑا بس اللہ پر بھروسہ ہے کہ وہ ہماری ناکامیوں کو کامیابیوں میں بدل دے گا۔

❖ مثبت تبدیلی ہے یا بری عادت کہ پہلے سے زیادہ حساس ہوگئے ہیں اور بات بات پر کڑھنا شروع کردیا ہے۔

❖ منصوبہ بندی تو کوئی نہیں کیونکہ ہوتا تو وہی ہے جو اللہ کو منظور ہوتا ہے بس دعا ہے کہ آنے والے سال میں ہمارے گھروں میں ہمارے ملک میں جو ٹینشن اور پریشانیاں ہیں وہ ختم ہوجائیں۔

❖ خواب تو کوئی نہیں دیکھا اور نہ ہی دیکھیں گے کیونکہ پہلے جو خواب دیکھے ہیں ان کی کرچیاں اب بھی تکلیف دیتی ہیں اس لیے ہم نے خواب دیکھنا ہی چھوڑ دیا

ہے کیونکہ خواب جب ٹوٹیں تو بہت تکلیف ہوتی ہے اور میری دعا ہے کہ آنے والا سال ہم سب کے لیے آسانیاں لے کر آئے' آمین۔

اقرأ جٹ...... منچن آباد

❖ اس سال کچھ دکھ بھی وابستہ ہیں کچھ خوشیاں بھی' اس سال میرے پیارے چچا ہمیں چھوڑ کر چلے گئے۔ یہ سب سے بڑا دکھ ہے اور میری بڑی خالہ بھی اور چھوٹے چھوٹے دکھ' غم تو روزمرہ میں آتے شامل خیر سے اور خوشیاں شاید وہ مجھ سے روٹھ چکی ہیں چھوٹی چھوٹی خوشیاں بہت عزیز ہوتی ہیں' مجموعی طور پر خوشیوں' غموں کا مشترکہ سال تھا اور سب سے بڑا دکھ ہے جو وہ بتا نہیں سکتی مگر دعا کی اپیل ہے۔

❖ اس سال کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔

❖ مجھے ہر کام کرنے پر فخر محسوس ہوتا ہے' میں لوگوں کی پروا نہیں کرتی' میں کسی کو بہت کم فالو کرتی ہوں البتہ ماشاء اللہ سے ہر کام میں لوگ ہمیں فالو کرتے ہیں میں اس بات پر بہت فخر محسوس کرتی ہوں۔

❖ ایک سال کم ہونے پر کوئی افسردگی نہیں ہوتی البتہ جن لمحوں میں میں عبادت نہیں کر پائی اللہ سے معافی نہیں مانگ پائی ان لمحوں کا مجھے بہت افسوس رہتا ہے نئے سال کی آمد پر سب کو خوشی ہوتی ہے مگر بہت کم ایک تو ہمیں آنچل میں جگہ نہیں دی جاتی ہم لکھ لکھ کر تھک جاتے ہیں' دوسرا کوئی بتانے والا نہیں (تھوڑا پرسنل) بس آپ سب کی دعاؤں کی اشد ضرورت ہے۔

❖ ناکامی...... ناکامی...... ناکامی...... کوئی توقعات بھی پوری نہیں ہوتیں کوئی ایک بھی ہو جاتی تو...... مگر کوئی بات نہیں ہے' اللہ ضرور پوری کرے گا۔ ہر کام کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے' ہمیں اپنی باری کا انتظار کرنا چاہیے۔ بجائے گلوں شکوؤں کے بس اسی طرح دلاسوں سے کام چلاتی ہوں' آزمائش بھی یقیناً اللہ اپنی پسندیدہ بندوں کی لیتا ہے میری آزمائش بہت بڑی ہے دعا کیجیے گا۔ اللہ پاک مجھے ثابت قدم رکھے' آمین۔

❖ بری عادت غصہ جلد آنا ہے اور بے تحاشہ' یہی عادت جا نہیں رہی۔ غصہ' ضد یہ عادتیں تو شاید مجھے وراثت میں ملی ہیں۔ 2017ء میں سب سے بڑی تبدیلی کہ الحمدللہ سے پانچ وقت کی پکی نمازی بن گئی ہوں۔ گرمیوں میں پانچ فرض نمازیں پھر اشراق' چاشت اور اوابین بھی ادا کرتی رہی ہوں۔ اب سردیاں ہیں تو کبھی کبھار ہی فرض نمازوں کے علاوہ کوئی نماز ادا ہو پاتی ہے اور دوسری بات الحمدللہ قرآن پاک کی تلاوت بلاناغہ کرتی ہوں سورۃ یٰسین اور سورۃ الرحمٰن تو ہر صورت روزانہ صبح پڑھتی ہوں اور جمعتہ المبارک کو سورۃ کہف اللہ پاک سب کو توفیق عطا فرمائے اور مجھے بھی اچھا مسلمان بنائے' آمین۔

❖ میں پہلے سے کبھی منصوبہ بندی نہیں کرتی کیونکہ فلاپ ہو جاتی ہے' سب کچھ اللہ پر چھوڑ کر خود بے فکر ہو جاتی ہوں' اتنی تلخ حقیقتوں سے گزرنا آسان نہیں ہوتا پرندہ کا کام اڑنا' آزاد فضا میں گھومنا ہوتا ہے اپنی منزل تک پہنچنا ہے اگر ہم پرندہ کے پَر کاٹ دیں تو پرندہ بے چارہ کی کیا زندگی؟ بس اسی طرح ہماری بھی کوئی زندگی نہیں ہے مگر رب کی رحمت نا امید اور مایوس نہیں ہوں اللہ پاک مجھے معاف فرمائے' آمین۔

❖ آنے والے سال کے حوالے سے بہت سے خواب ہیں مگر کس حد تک پورے ہوں گے یہ نہیں پتا۔ ہر پل دھڑکا لگا رہتا ہے کہ کب کس وقت کیا ہو جائے' آپ سب کی دعاؤں کی ضرورت ہے اللہ پاک میری پریشانیوں کو ختم فرما دے' میری تمام جائز مرادیں پوری کردے۔ اللہ پاک کبھی کسی کو دے کر آزماتا ہے تو کبھی لے کر' چلیں جی بہت ہو گئی بورنگ باتیں' اپنے پیارے پاکستان کے لیے بہت سی دعائیں ہیں ہمارے حکمران عوام اور تمام پاکستانی فورسز کے لیے کامیابیوں کی دعا ہے۔ نیا سال سب کے لیے خوشیوں کا پیغام لائے' کامیابیوں کی نوید لائے' اچھا مسلمان بننے کا شرف بخشے' آمین' اللہ حافظ۔

جب تک ہیں سانسوں کی مالا آتی
تب تک یہ خوشیوں کے سال دستک دیتے رہیں گے

وہ جو اک میں تھا

یاسمین نشاط

ہجر کی تمازت سے وصل کے الاؤ تک
لڑکیوں کے جلنے میں دیر کتنی لگتی ہے
بات جیسی بے معنی بات اور کیا ہوگی
بات سے مکرنے میں دیر کتنی لگتی ہے

"ارے واہ......!" اس نے یونیورسٹی میں اپنے آس پاس رنگ برنگی تتلیاں دیکھیں تو بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا' جامعہ میں انٹری نے دل خوش کردیا تھا۔ پھر اس نے مڑ کر داخلی گیٹ کی جانب دیکھا اور پھر سامنے...... نہیں وہ غلط جگہ نہیں آیا تھا' یہ جامعہ ہی تھی' کوئی مینا بازار نہیں۔

"نواں آیا ایں سوہنیا......" کسی نے اس کے کندھے پر بے تکلفی سے ہاتھ رکھا تو وہ چونک کر مڑا وہ تین لڑکے تھے۔

"میں' عبدالمعیز' سکندر اور نعمان۔" لڑکے نے تعارف کروایا۔ ذیان نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا جسے گرم جوشی سے تھام لیا گیا تھا۔

"مجھے ذیان شاہ کہتے ہیں۔"

"ویلکم ذیان شاہ۔" وہ تینوں بیک آواز بولے۔ ذیان کو لگا اس کے جامعہ میں دن بہت اچھے گزرنے والے ہیں۔ وہ تینوں بہت نائس لڑکے تھے' عبدالمعیز ایک وڈیرے کا بیٹا تھا' بہاول پور سے آیا تھا۔ سکندر کا باپ کسی سرکاری دفتر میں معمولی کلرک تھا۔ بیٹے کو پڑھا لکھا کر اعلیٰ افسر بنانا چاہتا تھا۔ جبکہ نعمان کسی بزنس مین کی اکلوتی اولاد تھا۔ وہ سب کتابی کیڑے تھے۔ اپنے ماں باپ کے خوابوں کی تعبیر حاصل کرنے آئے تھے اور نہایت تندہی سے اپنے مقصد کے حصول کے لیے کوشاں تھے۔

انہیں یہاں سیٹ ہونے میں چند دن ہی لگے تھے۔ یوں بھی یونیورسٹی میں دل لگانے کی بہت سی چیزیں تھیں۔ دل کیوں نہ لگتا۔

❁......❁......❁

یشال نے جیسے ہی اپنی کتاب اٹھائی ایک خوب صورت سا کارڈ پھسل کر اس کے قدموں میں آ گرا۔ اس نے کارڈ اٹھایا اور اس پر لکھی تحریر پڑھ کر حیران رہ گیا۔ بلا ارادہ ہی اس نے دائیں بائیں دیکھا' یہ کارڈ اس کی بک میں کہاں سے آیا تھا؟ اس نے کارڈ پر نظریں جمائیں کارڈ کے اوپر ایک ننھا سا سرخ رنگ کا دل بنا ہوا تھا اور ذرا ہٹ کر ایک دروازہ غالباً شیشے کا...... نیچے بڑے بڑے جلی حروف میں ایک شعر درج تھا۔

ایک تیرا نام کہ ہر دم ہے وظیفہ مجھ کو
اک میری بات کہ برسوں میں سنی جاتی ہے

یشال حیدر کی پیشانی عرق آلود ہوگئی۔ اس نے جلدی سے کارڈ کے پرزے کیے اور ڈسٹ بن میں ڈال دیئے۔ یہ حرکت کی کس نے تھی؟ وہ سوچنے لگا' کیا کالج میں...... یا پھر ٹیوشن پڑھنے والی بچیوں میں سے کسی نے' لیکن اتنی چھوٹی بچیاں یہ حرکت کیسے کرسکتی تھیں؟ وہ الجھا ہوا سا ردا کی طرف آ گیا' وہ اس وقت تخت پر بیٹھی امی جان کے سر میں تیل لگا رہی تھی۔ اسے مناسب نہیں لگا کہ ماں کے سامنے یہ بات پوچھے اس لیے خاموشی سے بیٹھ گیا۔ ملیحہ نے اسے بیٹھتے دیکھا تو اسے بھی آفر کی۔

"ادھر آؤ تمہارے بھی سر میں مالش کردوں' کیسا روکھا سر ہے تمہارا۔"

"نہیں امی جان۔" اس کی نظریں کسی غیر مرئی نقطے پر مرکوز تھیں' ماں تھیں جان گئیں' کچھ مسئلہ ہے۔

"کیا ہوا' پیسے چاہئیں؟" مہینے کا اینڈ تھا' ذہن میں آیا شاید پیسوں کی ضرورت ہو' اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"ارے واہ امی...... وہ جو دوپہر میں' میں کہہ رہی تھی فئرویل کے لیے ایک سوٹ دلا دیں تو کتنی سہولت سے منع کردیا۔" ردا کا شکوہ عود کر آیا۔ ملیحہ ہنس دیں۔

"جب وسائل محدود ہوں تو بیٹا سب سے پہلے ضرورت کو پورا کرتے ہیں۔"

"کیا مطلب میرا سوٹ ضروری نہیں ہے کیا؟" وہ خفا ہوئی۔

"ضروری ہے۔" انہوں نے گردن گھما کر بیٹی کو دیکھا' جو بہت سمجھدار تھی اور بے جا ضد نہیں کرتی تھی۔

"لیکن بیٹا' ایک بالکل نیا سوٹ جو تم نے ابھی ایک دفعہ ہی پہنا ہے کام آ سکتا ہے۔"

"وہ تو ساری دوستوں نے دیکھ لیا ہے ناں۔" اس کے کانوں میں اپنی سہیلیوں کی باتیں گونجنے لگی تھیں۔ جو روز بیٹھ کر ڈسکس کیا کرتی تھی کس نے کس ڈیزائن کا سوٹ سلنے دے دیا ہے اور وہ خاموشی سے بیٹھی ان کی باتیں سنتی

رہتی تھی۔

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے بیٹا؟" ملیحہ کو حیرانی ہوئی' ردا کبھی بحث نہیں کرتی تھی لیکن آج اپنی بات پر اڑی ہوئی تھی۔ یشال نے بہن کی طرف دیکھا۔ پھر کچھ سوچ کر مسکرا دیا۔

"کوئی بات نہیں ردا...... تم جو سوٹ لینا چاہتی ہو لے لو فیئر ویل کب ہے؟"

"ہائے بھائی......!" وہ خوشی سے چھلانگ مار کے بھائی کے پاس آئی اور جوش کے مارے اپنے تیل سے سنے ہاتھ اس کے بالوں میں گھسا دیئے۔

"پاگل' سارے بال خراب کردیئے ابھی کسی سے ملنے جانا تھا۔" یشال نے اپنے چپچپے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اسے گھر کا' اس نے فوراً معذرت کی۔ "میں تھوڑا سا کام کر آؤں' پھر میرے ساتھ چلنا' اپنی مرضی کا سوٹ لے لینا۔" وہ اٹھتے ہوئے بولا تو ردا خوش ہوگئی۔

"شکریہ بھائی...... آپ بہت اچھے ہیں۔ ورنہ میں ہلکان ہو رہی تھی کہ میں اپنا پرانا سوٹ پہن کر کیسے جاؤں گی۔" ملیحہ اسے دیکھ کر رہ گئیں۔

یشال باہر نکل گیا' ملیحہ تھوڑی دیر کے لیے لیٹ گئی' آج سارا دن انہوں نے سردیوں کے کپڑے سمیٹے تھے اور الماریوں میں فینائل کی گولیاں رکھی تھیں' اب تھکاوٹ محسوس ہو رہی تھی' ردا تیار ہونے چلی گئی تھی۔ اسی وقت بیل ہوئی تھی۔

"اب کون آ گیا؟" ملیحہ نے لیٹے ہوئے سوچا۔

"میں دیکھتی ہوں امی۔" ردا نے آواز لگائی اور اگلے ہی پل اس کی چہکتی آواز سنائی دی۔

"ارے تم...... کتنے دنوں بعد آئی ہو جب سے اسکول والوں نے فری کیا ہے آج شکل دکھائی دی ہے تمہاری۔" وہ شکوہ کر رہی تھی۔

ملیحہ جان گئی تھیں کہ میرب آئی ہے اور تھوڑی دیر بعد وہ دروازے میں کھڑی ان کو سلام کہہ رہی تھی۔

"دیکھیں تو آنٹی' میں ردا کے لیے کیا لائی ہوں۔" وہ ان کے قریب بیٹھ کر ہاتھ میں پکڑے گفٹس پیک کھولنے لگی۔

ردا شوق سے فرش پر دوزانو بیٹھ گئی۔ میرب نے پیکنگ کھولی تو ایک بے حد خوب صورت چمکتا سوٹ پھسل کر ردا کی گود میں آ گرا۔

"یہ کیا ہے؟" اس نے بے حد حیرت سے میرب کو دیکھا سمجھ تو وہ گئی تھی لیکن پوچھنا لازمی سمجھا۔

"یہ آنٹی کا سوٹ ہے۔" میرب نے جلدی سے سوٹ اٹھا کر آنٹی کے پاس رکھا اور ان کے کچھ بولنے سے قبل ہی بول اٹھی۔

"نو انکار...... یہ سوٹ آپ کے لیے بی بی جان نے بھجوایا ہے۔ وہ عمرہ کر کے آئی ہیں ناں...... اور یہ تسبیح اور جاء نماز بھی۔" میرب نے ایک اور چھوٹا پیک ان کی طرف بڑھایا...... ملیحہ نے خاموشی سے گفٹ تھام لیا...... وہ کیا کہتیں۔

"اور یہ سوٹ اور بیگ تمہارا۔" اس نے دوسرا گفٹ پیک ردا کو تھمایا۔ اس نے ایک نظر ملیحہ پر ڈال کر قدرے ہچکچاہٹ سے گفٹ تھاما۔

"یہ بہت زیادہ نہیں ہوگیا میرب؟" ملیحہ نے نرمی سے کہا۔

"کچھ بھی نہیں آنٹی...... اور......" اب وہ قدرے متذبذب نظر آ رہی تھی۔

"اتنا زیادہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔" ردا کو بھی شرمندگی محسوس ہوئی۔

"کیسی غیروں والی باتیں شروع کردی ہیں آپ لوگوں نے؟" میرب خفا ہوگئی۔ "میں اتنے شوق سے لائی ہوں اور ردا' بالکل ایسا ہی سوٹ میں نے اپنے لیے بھی سلیکٹ کیا ہے۔ میں نے تو سوچا تھا دونوں ایک جیسا ڈریس پہنیں گی فیئر ویل پہ' لیکن تم......" وہ ناراض ہوگئی۔

"اچھا ناں اب ناراض مت ہو...... بہت بہت شکریہ۔" میرب نے اسے گلے لگالیا۔ ملیحہ نے بھی پیار کیا تو وہ ہلکی پھلکی ہوگئی۔

"کیا کھاؤ گی؟" اب ردا میرب کا ہاتھ تھامے اپنے

کمرے کی طرف جارہی تھی اور میرب نے کئی بار چور نظروں سے یشال کے کمرے کی طرف دیکھا۔

''آج ہی بھائی نے مجھے نیا سوٹ دلانے کا وعدہ کیا تھا۔'' ردا نے کہا۔

''چلو اب بھائی کے پیسے بچ گئے۔'' میرب ہنسی پھر جب ردا اس کے لیے چائے پکانے کچن میں گئی تو میرب جلدی سے پرفیوم کی بوتل یشال کی الماری میں رکھ آئی۔ ہمیشہ کی طرح خاموشی سے اور یہ محبت ہی تھی جو اسے بھٹکائے پھر رہی تھی۔ دن بھر وہ اپنے دل کو بہلاتی رہتی' ادھر ادھر کے کاموں میں الجھائے رکھتی لیکن رات ہوتے ہی یشال حیدر اپنی تمام تر وجاہت سمیت اس کے خیالوں میں گھسا چلا آتا' اور وہ اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیئے جانے کون کون سے جہانوں کی سیر کرآتی۔ اسے اپنے دل پہ اختیار تھا نہ ہی اپنی آنکھوں پر...... وہ جب ایک بار محبت کے جھولے پر بیٹھتی تو پھر دور تک جھول کر ہی آتی۔ کتنی بے اماں ہوتی ہے وہ محبت جس کا انجام آپ کو معلوم ہو اور آپ پھر بھی اسے حرز جان بنائے پھریں' اور نارسائی کے اس ناگ نے ڈس ڈس کر اسے آدھ موا کردیا تھا۔ یہ تصور ہی اس کے لیے سوہان روح تھا کہ اسے یشال حیدر کی نہیں بلکہ ذیان شاہ کی منکوحہ بننا تھا اور یہ کیسی محبت تھی جس کے بارے میں نہ تو وہ کسی کو بتاسکتی تھی نہ کسی سے شیئر کرسکتی تھی۔ اندر ہی اندر پنپنے والی محبتیں بڑی خطرناک ہوا کرتی ہیں۔ نہ بولیں' تو کچھ نہ بولیں' بول پڑیں تو سب کچھ تہس نہس کرڈالتی ہیں' اور اس کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا تھا۔

❁......❁......❁

''سڑکوں پر رل رہے ہیں تیرے جیسے ادیب۔'' ذیان نے افسردگی سے سر جھکائے بیٹھے سکندر کو چھیڑا...... سکندر نے آخری کش لے کر سگریٹ ایش ٹرے میں مسلا...... وہ چین اسموکر تھا...... وقفاً آنے ہی نہ دیتا۔

''پتہ ہے یار ذیان...... میں ایک ایسی لو اسٹوری لکھنا چاہتا ہوں جو آج سے پہلے کسی نے نا لکھی ہو۔ لوگ پچھلی ساری محبت کی کہانیاں بھول جائیں۔'' اس کی نظریں کسی غیر مرئی نقطے پر مرکوز تھیں اور ذہن کسی ایسے کردار کی تراش خراش میں مشغول تھا جو امر ہوجائے' لوگ اس کردار کے حوالے سے بات کریں' مثالیں دیں۔

''تو پھر اپنی کہانی ہی لکھ لو۔'' ذیان دل کھول کر ہنسا' سکندر کو اس کا مذاق اڑانا برا لگا۔

''تم جیسے ادب سے نابلد شخص سے بات کرنا ہی فضول ہے۔'' وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اسی دم نعمان اور عبدالمعیز اندر داخل ہوئے تو ان کی توجہ ادھر ہوگئی۔ لیکن سکندر ذیان کی بات کو ذہن سے نکال نہیں سکا تھا۔

پندرہ دن بعد جب ذیان گھر گیا تو اس کے دل کی حالت دیدنی تھی۔ ان پندرہ دنوں میں کون سا ایسا لمحہ تھا جب اس نے نیلی آنکھوں کو یاد نہیں کیا ہو۔ اس نے جب بھی فون کیا شجیعہ سے پہلا سوال میرب کے بارے میں ہی کیا تھا اور اس کا ترنت جواب آیا تھا۔

''وہ بھی بہت اداس ہے آپ کے جانے کے بعد......''

اور ذیان شاہ کے دل میں کھلے محبت کے بیل بوٹوں کی آبیاری ہوگئی تھی۔ بہت اچھے موڈ میں اس نے گھر میں قدم رکھا اور سارا رستہ دعا کرتا آیا تھا کہ جاتے ہی اس سے سامنا ہوجائے اور ہوتی ہیں کچھ گھڑیاں ایسی انمول کہ آپ سوچیں اور وہ ہوجائے' یہی کرشمہ ہے اور یہی معجزہ۔

وہ سامنے بیٹھی تھی' ہلکی ہلکی دھوپ میں' اپنے سنہرے وجود میں کرنیں سمیٹے' گیلے بال پشت پر بکھرائے اردگرد سے بے نیاز' سامنے کینوؤں کی باسکٹ تھی۔ مشترکہ لان کے دوسرے سرے پر وہ تھی اور اس سرے پر وہ...... وہ چند ثانیے کھڑا اسے دیکھتا رہا پھر آگے بڑھ آیا...... وہ یا تو اس کی آمد سے انجان تھی یا بن رہی تھی۔ ایک بار بھی سر اٹھا کر نہیں دیکھا تھا اس نے' ذیان اسی طرح اندر چلا گیا اور لاؤنج کی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اس نے ایک بار پھر پلٹ کر دیکھا لیکن وہ اب بھی اپنے دھیان میں مگن بیٹھی تھی۔ وہ ایک ہفتے کی چھٹی پر آیا تھا اور وہ اس ایک ہفتے میں اسے چند بار ہی دیکھ سکا تھا' اس نے شجیعہ سے پوچھا تو وہ ہنس دی۔

''اللہ...... بھائی آپ کو پتہ نہیں اس کے ایگزامز چل

TV ONE
#TvOnePK
A CEREAL ENTERTAINMENT PRODUCTION FOR TVONE
GHUGHI
گھگی

ایک محبت، ایک داستاں

1940 کی دہائی میں لاہور کے قریبی دیہات میں مسلمان شیخ اور ہندو ساہوکار برادریاں رہتی تھیں۔ شیخ ساہوکاروں کے قرض دار تھے۔ عدم ادائیگی پر پنچایت نے شیخوں کی لڑکی کو تین دن کے لیے ساہوکاروں کے حوالے کردیا۔ لٹی پٹی برباد کی گئی عنایت بی بی شیخوں کے دل کا ناسور بن گئی۔ کافی عرصے بعد شیخوں کے لڑکے رشید نے ماں کے طعنوں سے تنگ آکر عین بیاہ کے دن ساہوکاروں کی لڑکی نمو کو اغوا کرلیا مگر پہلی ہی نظر میں اسے نمو سے عشق ہوگیا۔ رشید نے نمو کو اپنی برادری کے حوالے کرنے کے بجائے گاؤں سے دور ایک جگہ اپنی ذاتی قید میں رکھا۔ رشید نے نمو کی عزت پر ہاتھ نہیں ڈالا بلکہ اس کے لیے سائبان بن گیا۔ مگر نمو ایک دن موقع پا کر قید سے نکلی اور اپنے گاؤں کی طرف بھاگ گئی ماں باپ نے اسے رکھنے سے انکار کردیا کہ پندرہ دن گھر سے باہر رہنے والی عورت کو کون واپس لیتا ہے نمو رشید کے پاس واپس لوٹ گئی۔ رشید نے اسے مسلمان کرکے اس کے ساتھ شادی کرلی۔ اور اب نمو کا نام فاطمہ ہوگیا مگر اپنے منگیتر نیک چند کی یاد اس کے دل میں بسی رہی۔ اس سارے کھیل میں نمو کی اپنی حیثیت صفر ہوکر رہ گئی۔ اس کا جسم پامال، روح زخمی اور دل وحشت زدہ تھا جبکہ اس کا وجود صرف ایک ایسا بنجر بن کر رہ گیا تھا جیسے گدھ بھی نہیں کھاتے۔ رفتہ رفتہ رشید سے نمو کا گریز اور صرف سمجھوتے کا رشتہ رشید کی شدید محبت اور بہترین سلوک کی وجہ سے ایک شوہر سے محبت کرنے والی بیوی میں بدلنے لگا۔ رشید کے دل میں یہ بات کانٹے کی طرح چبھی ہوئی تھی اور اس کا ضمیر اسے ملامت کرتا رہتا تھا کہ اس نے بے قصور نمو کو ماں باپ بھائی بہنوں، سکھی، سہیلیوں اور اس کے منگیتر سے جدا کرکے بڑا ظلم کیا ہے اسے یہ احساس ہمیشہ ستاتا رہتا کہ ابھی تک وہ نمو کا دل جیتنے میں کامیاب نہیں ہوسکا۔ اور پھر قسمت نے رشید کو یہ موقع دے ہی دیا۔ وقت اسے ایک ایسے دوراہے پر لے آیا جہاں اسے فیصلہ کرنا تھا کہ وہ نمو کو اپنے پاس رکھے یا اپنے جرم کی تلافی کے لیے اسے اسکے [illegible] بھیج دے ادھر نمو بھی ایک دوراہے پر کھڑی تھی کہ قدرت کے دیے ہوئے سنہری موقع سے فائدہ اٹھا کر اپنے گھر والوں کے پاس واپس چلی جائے جو اسے دل سے قبول کرنے اور سینے سے لگانے کے لیے [illegible] یا رشید کا ہاتھ تھامے رہے۔۔۔ ایک [illegible] کی خیز ہوا اس کہانی کا انجام ہے!

رہے ہیں آج کل۔"
"ابھی سے کب......؟" اس کے جواب پر ذیان نے ابرو چڑھائے۔
"میرا مطلب ہے شروع ہونے والے ہیں ناں۔ اکثر و بیشتر اس کی دوست ردا بھی آئی ہوتی ہے یا پھر یہ ادھر چلی جاتی ہے۔" شجیعہ نے وضاحت سے بتایا تو ذیان کو اور عجیب لگا۔
"یہ چچی اور چچا صاحب اتنے براڈ مائنڈڈ کب سے ہوگئے اس طرح آنا جانا۔" ذیان کو اعتراض ہوا۔
"ردا اچھی لڑکی ہے آتی جاتی رہتی ہے ہم سب مل چکے ہیں۔ چھوٹی اماں نے دیکھ بھال کر ہی اجازت دی ہوگی اچھا اب یہ چھان بین بند کریں اور لائیں آج کیا گفٹ دینا ہے؟" شجیعہ نے ہاتھ پھیلائے۔
"نہیں آج کوئی گفٹ نہیں ہے۔" وہ پُرسوچ انداز میں گویا ہوا۔
"آج مجھے اس سے بات کرنی ہے کل میں جا رہا ہوں پھر شاید تین چار ماہ نہ آسکوں۔"
"اور یہ آپ کیسے کریں گے؟ وہ تو کافی دنوں سے ادھر نہیں آئی۔" شجیعہ کا انداز مذاق اڑانے والا تھا۔
"تم لے آنا...... بہانے سے۔" وہ اس کے ذمہ لگا کر اپنے کمرے میں بند ہوگیا اور شجیعہ سوچ میں پڑ گئی کہ اسے ادھر کیسے لائے وہ تو بے حد مصروف تھی۔ وہ دوبار چکر لگا آئی تھی' لیکن اسے کتابوں میں ہی گم پایا تھا لیکن رات کو وہ خود ہی آ گئی' شاید نہا کر آئی تھی' گیلے بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ بی جان اور وہ اس وقت چائے سے شغل کر رہی تھیں...... سردی جاتے جاتے ایک بار پھر لوٹ آئی تھی۔
"سلام بی جان۔" وہ آتے ہی لحاف میں گھس گئی۔
"جیتی رہو...... اس وقت کیوں نہائیں بیٹا؟" انہوں نے ڈرائی فروٹ کی پلیٹ اس کے آگے رکھی' ساتھ ہی پوچھا۔
"تھک گئی تھی پڑھتے ہوئے سوچا فریش ہو جاؤں گی۔" اس نے کشمش منہ میں رکھتے ہوئے کہا پھر شجیعہ کی طرف متوجہ ہوئی۔ وہ اب اس کے لیے کپ میں چائے انڈیل رہی تھی۔
"تم دوبار آئیں...... میں بزی تھی' کوئی کام تھا کیا؟"
"آں...... وہ...... نہیں تو......" شجیعہ گڑبڑائی۔ "ایسے ہی بس...... بور ہو رہی تھی۔" اس نے فٹافٹ بات بنائی...... بی جان چائے ختم کر کے اٹھ گئیں۔
"اچھا بھئی لڑکیوں...... میں تو چلی اپنے کمرے میں' تم لوگ باتیں کرو اور شجیعہ بیٹا تم سونے سے پہلے ذرا میری ٹانگ کی مالش کر دینا۔" انہوں نے باہر جاتے ہوئے کہا تو شجیعہ نے سعادت مندی سے سر ہلا دیا۔ ان کے جاتے ہی شجیعہ بھاگ کر اس کے ساتھ لحاف میں گھس گئی۔
"تمہاری تیاری کیسی ہو رہی ہے؟" میرب نے چائے کا سپ لیتے ہوئے اس سے پوچھا۔ شجیعہ نے چلغوزوں کی مٹھی بھری جو اس کے فیورٹ تھے۔
"بس سو سو ہے...... یار میں تو کہہ رہی ہوں' جلدی سے یہ دو سال گزریں میٹرک کر کے فارغ ہوں' مجھے بالکل بھی پڑھنے کا شوق نہیں ہے۔"
"ہاں تمہیں تو بس بچے پالنے کا شوق ہے' کچھ پڑھ جاؤ گی تو تمہارا ہی بھلا ہوگا۔" میرب نے ڈانٹا...... وہ ایک سال بڑے ہونے کا خوب فائدہ اٹھاتی تھی۔
"چھوڑ جب پالنے ہی بچے ہیں تو ایویں دماغ کھپائی کا فائدہ...... تم کہو تمہارے بھیا کو شوق تو نہیں ہے ناں پڑھی لکھی بیوی کا؟" وہ شرارت سے بولی۔
"ابھی تو نہیں......" میرب نے کندھے اچکائے۔
"لیکن اگر کل پڑھ لکھ کر وہ اعلیٰ عہدے پر فائز ہوگیا تو' پھر کچھ کہہ نہیں سکتی۔" وہ ہنسی۔
"جان سے نہ مار ڈالوں گی کسی اور کی طرف دیکھے تو سہی۔" شجیعہ کے تیور خطرناک ہوگئے' میرب بس اسے دیکھتی رہ گئی۔
اور تھوڑی دیر بعد وہ جب اپنے پورشن کی طرف جا رہی تھی' وسیع و عریض سے لان سے گزر کر اسی وقت ذیان شاہ

سامنے آ گیا۔ وہ ایک دم گھبرائی اور سائیڈ سے ہو کر قدم آگے بڑھانے لگی تھی کہ وہ پھر سامنے آ گیا۔

"تم مجھے اتنا اوائیڈ کیوں کرتی ہو؟" اس نے گہری نظروں سے تکتے پوچھا۔ میرب نے فوراً سر پر دوپٹہ ٹھیک کیا۔ وہ کبھی اس طرح ذیان کے سامنے نہیں آتی تھی۔

"نہیں تو....." اس نے نظر چرائی..... وہ اس کے سامنے کھڑا تھا۔

"تو پھر میری محبت کے جواب میں تم نے کبھی کچھ کہا کیوں نہیں؟" اب وہ سینے پہ ہاتھ باندھے سیدھا اس کے چہرے کو تک رہا تھا۔ کسی بھی قسم کے خوف سے بے نیاز..... جبکہ میرب کو عجیب سی گھبراہٹ نے آن گھیرا تھا۔ اس میں دیکھ لیے جانے کا خوف ہرگز نہیں تھا۔

"میرب....." اس نے دل کی تمام شدتیں سمو کر اسے پکارا۔ وہ چاہ کر بھی نظریں نہیں اٹھا سکی تھی۔ محبت اگر ہمیں وہاں سے مل رہی ہو جہاں سے ہمیں طلب نہ ہو تو وہ ایسے ہی ہے جیسے بھرے پیالے کو اور بھرنے کی کوشش کی جائے ذیان شاہ کی محبت بھی اس کے لیے کچھ ایسی ہی تھی۔ بے معنی، بے مقصد اس کے جی میں آیا کہ ذیان شاہ سے کہہ دے اسے اس کی محبت کی نہ طلب ہے نہ خواہش..... وہ اس پر اپنی محبت ضائع نہ کرے لیکن کہہ نہ سکی اور وہ اس کے دل کی آواز سے بے خبر اپنے دل کی کہتا رہا آنکھیں موندے اور جب جذب میں ڈوبے اس نے آنکھیں کھولیں تو وہ وہاں نہیں تھی۔ بس اس کی خوشبو تھی، ہلکی خنکی اور مدھم چاندنی اس کے دل نے پہلی بار اسے آگہی بخشی تھی کہ میرب شاہ اس سے محبت نہیں کرتی۔

❁.....❁.....❁

خوشبو محبت کا پیغام ہوا کرتی ہے نیشال حیدر اس خوشبو کی بوتل کو گھور رہا تھا جو اس کے کپڑوں کی تہوں سے برآمد ہوئی تھی اور وہ سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں جان گیا تھا کہ اس شیشی کو یہاں رکھنے والا کون ہے؟ وہ کارڈ وہ چھوٹے چھوٹے پرزے وہ رومانوی اشعار وہ حجاب کے پیچھے سے جھانکتی نیلی آنکھیں.....اور وہ خاموش محبت کا لبادہ اوڑھے میرب شاہ.....ان سب میں سے کچھ بھی خوش آئند نہیں تھا۔ وہ جانتا تھا یہ لڑکی جو اس کی بہن کی دوست ہے کسی اور سے انگیجڈ ہے اور وہ کوئی اور نہیں اس کا تایازاد ہے۔ وہ لاکھ سر پٹخ لے اس رشتے سے کبھی جان نہیں چھڑا سکتی، اتنے رشتوں کی ڈور میں بندھا اس کا رشتہ وہ چاہ کر بھی کبھی رہا ہو ہی نہیں سکتی تھی اور جو کبھی وہ ہمت کر کے بغاوت کر بھی لیتی تو صرف خسارہ ہی اس کے حصے میں آتا سو نیشال حیدر نے جان لیا تھا اسے اس دریا کے آگے بند باندھنا ہے۔ اس کی حوصلہ افزائی نہیں کرنی، اس کی طلب کے بڑھنے کا سے میں اس نے کچھ نہیں ڈالنا تو جہ کا ایک سکہ بھی نہیں..... پھر وہ بغاوت کی جرأت نہیں کر سکے گی، اس نے اپنے دل کو ٹٹولا..... لیکن میرب شاہ کے نام کا کوئی جذبہ وہاں موجود نہیں تھا لیکن یہ سب وہ جتنا آسان سمجھ رہا تھا اتنا تھا نہیں، یہ آنے والے وقت نے اسے سمجھا دیا تھا۔

❁.....❁.....❁

ذیان نے جو کچھ اس دن میرب سے کہا تھا وہ سب اس نے سن کر دل کے نہاں خانوں میں پھینک دیا تھا۔ اسے اس سب کی نہ چاہت تھی نہ ضرورت لیکن وہ ڈر گئی تھی..... ذیان شاہ کی اس درجہ محبت سے اس کا بھائی بھی تو شجیعہ سے ایسی ہی محبت کرتا ہے اور شجیعہ اس محبت سے ڈرتی نہیں تھی بلکہ سر کا تاج بنائے پھرتی تھی، کتنا مان، کتنا تفاخر ہوتا تھا اس کے لہجے میں جب وہ برہان بھائی کی بات کرتی، ان کے لائے گئے تحفوں کو محبت سے دیکھتی، پہنتی اور اس محبت کو اوڑھے جب وہ چلتی تو بنا پائل کے اس کے قدم بج اٹھتے۔ اس کے چلنے، بولنے، بیٹھنے ہر چیز میں برہان کی محبت کی نغمگی تھی اور ایک وہ تھی محبت کا خالی تھال سر پر رکھے چلتی تو ہر قدم اگلے قدم سے خائف ہی ہوتا۔

اس نے خود کو ذیان سے کبھی الگ کر کے نہیں سوچا تھا لیکن اس نے کبھی خود کو ذیان کے ساتھ بھی نہیں سوچا تھا..... ذیان اس کے لیے تھا لیکن وہ ذیان کے لیے نہیں..... بلکہ وہ شاید کسی کے لیے بھی نہیں تھی، یہ جو ایک محبت لاحاصل اس نے دل میں پال لی تھی اس کا انجام بھی

وہ جانتی تھی لیکن اسے خود پہ اختیار نہیں رہا تھا اور اس کے بعد تو بالکل بھی نہیں جب یشال حیدر نے اسے کھلے الفاظ میں اس حرکت سے باز رہنے کی تلقین کی تھی' وہ جانتا تھا محبت یا پیار سے وہ ماننے والی نہیں' اسے سمجھانے کا ایک ہی طریقہ تھا' دوٹوک بات اور اس نے وہی طریقہ اپنایا تھا۔

اس وقت بھی وہ صحن میں بیٹھی بظاہر پڑھائی میں مگن تھی لیکن اس کی تمام تر توجہ سامنے یشال کے کمرے کی طرف تھی' اس کی نظریں جس بے چینی سے اس کے کمرے کا طواف کررہی تھیں' وہ کھڑکی پر لگے پردے کی اوٹ سے بخوبی دیکھ رہا تھا' ردا کچن میں گئی اور اتفاق سے امی جان بھی پڑوس میں گئی ہوئی تھیں' اس نے اس کے تمام تحائف ایک بیگ میں رکھے اور باہر آ گیا۔ اس کی محویت ایک دم ٹوٹی اور وہ گھبرا کر کھڑی ہوگئی تھی۔ یشال نے وہ بیگ میز پر رکھا' میرب کا وجود لرز رہا تھا' وہ کبھی اس کے پاس نہیں آیا تھا اور آج..... اس کا دل دھڑک رہا تھا اور وہ بھی بری طرح۔

''اس میں تمہارے تمام تحائف ہیں۔'' وہ آہستگی سے گویا تھا۔ دل ٹوٹا۔

''مجھے ان کی ضرورت نہیں' اور پلیز آئندہ یہ حرکت نہ ہو..... میں ردا کے حوالے سے تمہاری بہت عزت کرتا ہوں۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔'' وہ جس طرح آیا تھا' اسی طرح پلٹ گیا' کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے دروازہ بند کرلیا تھا' گویا اس پر بند کردیا' وہ وہیں کھڑی ساکت رہ گئی' اس کی محبت اس کے منہ پر ماردی گئی تھی' محبت واپس کیے جانے سے بڑا دکھ کوئی نہیں' کم از کم اس وقت میرب شاہ کو یہی لگا تھا۔ وہ اپنی محبت اٹھائے اس گھر سے نکل آئی تھی۔ بلا مقصد خالی الدماغ وہ سڑک پر چلتی رہی' اسے خود اندازہ نہیں تھا وہ کہاں جارہی ہے.....اور کیوں؟

دن بے حد لمبے اور راتیں اداس تھیں' اس روز کے بعد اس نے ردا سے کوئی رابطہ نہیں رکھا.....وہ جب اس گھر سے نکلی تھی تو پیچھے کچھ نہیں چھوڑا تھا' اسے واپس آنا ہی نہیں تھا..... وہ کس طرح یشال کا سامنا کرے گی؟ اس نے اسے ٹھکرادیا تھا' میرب شاہ کو.....کیا کمی تھی اس میں' اس کی محبت میں.....؟ وہ سوچتی' محبت آنسو بن کر آنکھوں میں ٹھہر جاتی اور پھر قطرہ قطرہ بہنے لگتی.....ان قطروں میں اس کا وجود بھی پگھلتا چلا جاتا۔

''یشال کیوں ٹھکرایا تم نے میری محبت کو.....'' دل میں پھر ایک خیال آیا اور وہ پھر سے غم کی وادی میں کھونے لگی.....گھر میں کسی کو اندازہ نہیں تھا کہ اس پر کیا بیت رہی ہے' اس کے ستے چہرے کو امتحانوں کی ٹینشن اور اس کی بھوک پیاس اڑ جانے کی وجہ پڑھائی کو سمجھا جارہا تھا.....وہ کمرے میں بند تھی.....صرف ضرورتاً باہر آتی' وہ نہیں چاہتی تھی اس کی محبت کا مذاق بنے' وہ سب کچھ خاموشی سے جھیل رہی تھی۔ امتحانات آئے گزر گئے' وہ نہیں جانتی تھی کہ اس نے امتحانی کاپی میں کیا لکھا.....لکھا بھی یا خالی دے آئی۔ امتحانات ختم ہوتے ہی اس کی کمرہ بندی بھی ختم ہوئی لیکن وہ اب بھی کمرے میں ہی پڑی رہتی.....فضیلت سمجھا سمجھا کر تھک جاتیں لیکن اس پر کوئی اثر ہی نہیں ہوتا' اب وہ اس کے لیے فکرمند ہونے لگی تھیں۔ اس روز ردا آ گئی.....یشال اسے باہر چھوڑ کر چلا گیا تھا' اس کا دل کٹ سا گیا۔ مچلا تھا ایک نظر دیکھنے کو.....لیکن محبوب بہت ظالم تھا' ردا اس کی حالت دیکھ کر حیران رہ گئی۔

''تمہیں ہوا کیا ہے اصل بات بتاؤ؟'' وہ اس کے پیچھے پڑ گئی۔

''محبت.....'' وہ ہنسی..... یوں جیسے بہت سے کانچ ٹوٹ گئے ہوں۔

''وہ تو تمہیں ہے..... ذیان بھائی سے' اگلی بات بتاؤ.....کہیں ذیان بھائی کو کوئی اور لڑکی تو پسند نہیں آ گئی؟'' وہ حقیقتاً اس کی حالت زار کو دیکھ کر تشویش میں مبتلا ہوئی۔

''نہیں مجھے کوئی اور پسند آ گیا ہے؟'' اس کی دائیں آنکھ میں موتی چمکا۔

''کیا.....؟'' ردا سناٹے میں رہ گئی وہ پوچھ نہ سکی ''کون؟''

اور اس نے بتایا نہیں ''کون؟''

وہ اپنی شادی کا کارڈ دینے آئی تھی۔ رشتہ کیا آیا ملیحہ کو لگا

شاید اس کے بعد اچھا رشتہ آئے گا ہی نہیں۔ فٹافٹ اسے نکالنے کی ٹھان لی‘ وہ کبیدہ خاطر تھی‘ ابھی شادی نہیں کرنا چاہتی تھی‘ سائیکالوجی میں ایم ایس کرنا اس کا خواب تھا‘ لیکن اس کے خوابوں پر ماں کے وہم غالب آ گئے تھے۔ وہ میرب سے شادی پر آنے کا وعدہ لے کر رخصت ہوئی اور صرف یشال کو ایک نظر دیکھنے کے لیے وہ اسے گیٹ تک چھوڑنے آئی تھی...... یشال گیٹ سے کچھ فاصلے پر اپنی بائیک لیے کھڑا تھا۔ سرمئی اندھیرے میں کچھ بھی واضح نہیں تھا۔ نہ خدوخال نہ رشتے‘ ردا اس کی حالت کی پریشانی لیے بائیک پہ جا بیٹھی اور بائیک والے نے بائیک کو یوں دوڑایا جیسے کوئی عفریت پیچھے پڑا ہو اور اسے اپنے پتھر ہو جانے کا خدشہ ہو۔

اس نے ردا کی شادی میں بھرپور شرکت کی تھی۔ مایوں سے لے کر بارات تک ولیمہ پر جانے کی اجازت نہیں ملی تھی...... یشال نے ہرممکن کوشش کی تھی کہ میرب کی موجودگی میں اندر نہ آئے اور وہ اس میں کامیاب بھی رہا تھا‘ سب جانتے تھے میرب پردہ کرتی تھی‘ اس لیے کسی نے بھی یشال کے گریز کو محسوس نہیں کیا۔ اس نے ڈھولک بھی بجائی اور لڈی بھی ڈالی اور قہقہے بھی لگائے تھے لیکن کوشش اس کی بھی یہی تھی کہ یشال سے اس کا سامنا نہ ہو‘ بہت مشکل ہوتا ہے کہ آپ جس سے محبت کریں‘ وہ ٹھوکر مار دے‘ شرمندگی سے زیادہ محبت لوٹا دینے کا دکھ ہوتا ہے‘ شادی ہوگئی‘ ردا چلی گئی اور اس کے اس گھر میں آنے کا ہر جواز ختم ہوگیا...... وہ ایک بار پھر سے کمرہ نشین ہوگئی۔ رزلٹ آنے میں ابھی کافی ٹائم تھا...... اور کتابیں اس کا سہارا بن چکی تھیں کہ اس نے اباجی سے کہا تھا وہ ڈھیر سارا پڑھنا چاہتی ہے اور وہ جانتی تھی یہ فرار تھا یشال حیدر کی محبت سے فرار اور ذیان شاہ سے شادی سے فرار...... لیکن فضیلت جانتی تھیں یہ چکر وہ محض شادی سے بچنے کے لیے چلا رہی ہے اس کی چپ وخاموشی انہیں کسی طوفان کا پیش خیمہ لگ رہی تھی اس لیے انہوں نے فوری طور پر خدیجہ سے بات کی شادی کرنے کی...... وہ تو پہلے ہی تیار بیٹھی تھیں۔

"میں تو بڑے دنوں سے ارادہ کیے بیٹھی ہوں...... اب کہ چھٹیوں میں یہ کام سرانجام دینا ہے‘ پڑھائیاں بھی ہوتی رہیں گی۔" بی جان نے ارادہ ظاہر کیا۔ فضیلت کو اطمینان نصیب ہوا۔

آدھی ادھوری محبتیں بڑا دکھ دیتی ہیں اور پھر عمر بھی کچی ہو تو...... یشال حیدر ایک آنسو بن کر میرب کی آنکھ میں ٹھہر گیا تھا اور یہ آنسو ذیان شاہ کی آنکھوں سے محفوظ نہیں رہا تھا لیکن وہ چپ تھا‘ منتظر تھا تقدیر اس کے لیے کیا فیصلہ کرتی ہے...... اس نے گھر آنا کم کردیا تھا۔ اب وہ گاہے بگاہے میرب کو تحائف بھی نہیں بھجواتا تھا لیکن میرب کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا‘ ذیان کے دیے گئے سارے تحائف الماری کے سب سے نچلے خانے میں اس کی محبت کی طرح پڑے تھے جہاں پر اس کی نظر بھی خال خال ہی پڑتی تھی‘ لیکن فجیعہ کھوج میں تھی‘ ایسا کیا ہوگیا تھا ان کے بیچ کہ نہ تو میرب ذیان سے بات کرتی اور نہ ہی اب ذیان اس کے لیے اتاؤلا ہوا پھرتا۔

اس دن ایسے ہی اس کا جی چاہا چند لمحے فجیعہ کے پاس بیٹھ آئے‘ کافی دنوں سے فجیعہ بھی ادھر نہیں آئی تھی۔ شاید اس کی بے رخی کی وجہ سے اور وہ بھی ادھر نہیں گئی تھی...... وہ سر جھکائے ان کے پورشن میں آرہی تھی بہت رف سا حلیہ تھا‘ قدرے بکھرے بالوں میں سنہرا رنگ اداسی کا جامہ پہنے بھی دمک ہی رہا تھا اور ایسے ہی بے خبری میں وہ ڈرائنگ روم میں جا گھسی۔

"تم یہاں کیسے آ گئیں؟" ایک جانی پہچانی آواز اسے بے حد قریب سے سنائی دی۔ وہ سمجھ ہی نہ پائی‘ سر اٹھا کر مدمقابل کو دیکھنے لگی۔

"ذیان شاہ......!" وہ چونکی یہ کب آیا؟ اور وہ کہاں تھی؟ جب احساس ہوا تو فوراً باہر کی طرف لپکی۔ یہ اس سے کیا ہوگیا تھا۔ وہ کھلے سر ذیان شاہ کے سامنے چلی آئی تھی‘ اور صرف ذیان شاہ ہی نہیں ڈرائنگ روم میں کوئی اور بھی موجود تھا۔ اس کی ہتھیلیاں بھیگ گئیں۔ پتہ نہیں ذیان شاہ کیا ہنگامہ کھڑا کرے۔ وہ وہیں کھڑے کھڑے سوچ کے تانے

بانے بن رہی تھی' جب فجیعہ آئی۔

"زہے نصیب...... آپ کہاں سے آ گئیں آج؟"

اسے دیکھ کر وہ خوش ہوئی اور اس کی حالت پر پریشان "کیا ہوا؟" وہ جب کچھ نہ بولی تو فجیعہ نے فکر مندی سے پوچھا۔

"نہیں کچھ نہیں......" اس نے خود کو سنبھالا......

"مجھے علم نہیں تھا کہ ذیان شاہ اندر بیٹھے ہوئے ہیں' کسی کے ساتھ۔"

"اوہ......!" وہ سمجھ گئی۔ "بھائی رات ہی آئے تھے۔ زیادہ تو نہیں ڈانٹا؟ آؤ کمرے میں چلیں۔" وہ میرب کا ہاتھ پکڑے اندر آ گئی' میرب ابھی تک اپ سیٹ تھی۔

"چلو جانے دو...... بیٹھو میں نے سبز چائے تمہارے لیے لے کر آتی ہوں۔" اسے بٹھا کر فجیعہ باہر نکلی تو وہ بھی بیٹھنے کا ارادہ ملتوی کرتے اس کے پیچھے آئی اور ابھی وہ لان کے بیچوں بیچ پہنچی تھی کہ ذیان پھر اس کے سر پر آن کھڑا ہوا۔

"کہاں گم رہتی ہو ہر وقت؟ کسی چیز کا دھیان نہیں...... جہاں دل کیا گھس گئی' کسی نے بھی تمہیں نہیں بتایا کہ اندر ایک غیر مرد بیٹھا ہے۔ مہمان ہے' پتا نہیں کیا پڑھ لکھ رہی ہو؟" وہ کچھ زیادہ ہی تپا ہوا تھا اصل غصہ تو وہ تعریف تھی جو سکندر نے کی تھی' اس کا دماغ کھول اٹھا تھا۔

"اتنی خوب صورت لڑکی کون ہے یار......" وہ تو منہ پھٹ تھا' اس گھر کے اصولوں سے نا آشنا' ماڈرن طرز زندگی کا پروردہ' اسے کیا پتہ یہاں یہ سب کہنا بلکہ سوچنا ہی معیوب تھا...... خیر وہ تو انجان تھا' میرب کیوں آئی تھی اندر...... جبکہ وہ جانتی تھی ڈرائنگ روم صرف اسی صورت میں کھلتا تھا جب کوئی باہر کا مہمان آیا ہو...... پھر منہ اٹھائے کیوں چلی آئی...... وہ گرج' برس رہا تھا...... جبکہ میرب سر جھکائے بس سن رہی تھی' اپنی صفائی میں ایک لفظ نہیں بول رہی تھی' نیشال حیدر نے جو بے عزتی کی تھی اس کے بعد اسے کوئی بے عزتی محسوس ہی نہ ہوتی تھی۔

"کیا بات ہے ذیان کیوں اتنا بگڑ رہے ہو؟" فضیلت باہر آئی تھیں مرتضیٰ شاہ اور بڑے شاہ صاحب دونوں گاؤں گئے ہوئے تھے۔ خدیجہ بھی ہمراہ تھیں' ذیان کی آواز سن کر فضیلت سوتے سے بیدار ہوئیں اور ابھی ذیشان بھی چابیاں ہلاتا گیٹ سے اندر آیا تھا۔ فجیعہ ہاتھ میں چائے کی ٹرے تھامے دروازے میں آ کھڑی ہوئی تھی۔ بات اتنی تو نہیں جتنا تماشا کھڑا کر دیا گیا تھا۔ میرب نے سر اٹھا کر ذیان شاہ کا لال بھبھوکا چہرہ دیکھا پھر چند قدم کے فاصلے پر کھڑی ماں کا اور پھر قدم آگے بڑھا دیے کچھ بھی کہے بنا۔

"چچی...... اس لڑکی کے تیور اچھے نہیں۔" وہ فضیلت سے کہتا تن فن کرتا باہر کی طرف بڑھ گیا...... ذیشان نے فجیعہ کو دیکھا تو اس نے لاعلمی کے اظہار کے طور پر کندھے اچکائے اور ٹرے سمیت اندر غائب ہو گئی۔

فضیلت تھکے ہوئے قدموں سے میرب کے پیچھے چل دیں۔ واقعہ کیا تھا کسی کو بھی نہیں معلوم تھا' میرب اپنے کمرے میں جا کر لیٹ گئی تھی۔ فضیلت نے اسے دروازے میں کھڑے ہو کر دیکھا پھر واپس پلٹ گئیں۔ یہ ان کے لیے لمحہ فکریہ تھا۔ ذیان شاہ کا یوں چلانا اور اس سے بڑھ کر میرب کا خاموشی سے سب سننا۔

شام میں فجیعہ آئی تھی شاید بھائی کے رویے کا ازالہ کرنے لیکن اسے ضرورت نہیں تھی...... فجیعہ بولتی رہی وہ چپ چاپ سنتی رہی۔

"تم نے واقعی بھائی کا غصہ دل پر لے لیا؟" اس کی طویل خاموشی کے جواب میں اس نے کہا' وہ مسکرائی...... فجیعہ نے دیکھا اس کی مسکراہٹ کس قدر پھیکی اور بے جان تھی۔ اسے بھائی کے رویے پر غصہ آنے لگا۔

"میں ایسی باتوں کو دل پر نہیں لیتی اور لے بھی کیسے سکتی ہوں......" اس نے قدرے توقف کیا...... "کیوں کہ میرا دل ہی نہیں ہے۔" کہہ کر اس نے رخ پھیر لیا اور فجیعہ کا دل دھک سے رہ گیا۔

❁......❁......❁

فون کی گھنٹی مسلسل بج رہی تھی...... ملازمہ نے دو بار کمرے میں جھانکا لیکن وہ جوں کی توں اوندھی لیٹی تھی' ملازمہ کی ہمت ہی نہیں ہوئی کہ اسے آواز دے۔ وہ واپس

پلٹ گئی.....اور پھر خود ہی ریسیور اٹھالیا.....دوسری جانب سکندر تھا' وہ آواز پہچانتی تھی۔

"وہ صاحب.....میڈم جی تو ابھی تک سو رہی ہیں۔" سکندر کے پوچھنے پر اس نے بتایا' جواباً اس نے اسے فوراً جگانے کا حکم دے دیا لیکن پروین کی ایسی مجال نہیں تھی کہ میڈم جی کو سوتے سے جگانے کی گستاخی کرے.....اس لیے خاموشی سے جا کر اپنے کوارٹر میں لیٹ گئی۔ وہ جانتی تھی اب کہ سکندر صاحب خود تشریف لے آئیں گے اور ایسا ہی ہوا تھا۔ پونے گھنٹے بعد ہی سکندر کی گاڑی کا ہارن نان اسٹاپ بج رہا تھا۔ چوکیدار نے گیٹ کھولا تو وہ فل اسپیڈ سے گاڑی اندر لایا' کسی بھی طرف دیکھے بنا وہ گاڑی کا دروازہ زور سے بند کرتا اندر چلا آیا۔ سب نے اپنے کان بند کر لیے تھے۔ کیونکہ سکندر نے اب جو بھی تماشا کرنا تھا وہ ان سب کی برداشت سے باہر تھا۔ وہ سیدھا اُم حبیبہ کے کمرے میں گیا اور اس کے اوپر سے کمبل کھینچ لیا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھی اور سامنے سکندر کو دیکھ کر ایک دم سے اس کے جی میں آئی کہ سکندر کے منہ پر تھوک دے اس کی شکل پر نظر پڑتے ہی اسے پہلا خیال ہمیشہ یہی آتا تھا۔

"تم نے کیا تماشہ لگا رکھا ہے اُم؟" وہ دھاڑا۔ "روز تمہاری وجہ سے شوٹنگ کینسل ہو رہی ہے وہ رضوی میری جان کو آ گیا ہے' لاکھوں روپے ڈوب رہے ہیں اس کے روزانہ۔"

"ہاں ایک بس رضوی کا کچھ نہ لٹے۔" اس نے سائیڈ ٹیبل پر رکھے سگریٹ کیس میں سے سگریٹ نکالا ہونٹوں میں دبایا اور لائٹر سے جلانے لگی۔ "تم ہر گدھ کے سامنے ڈالنے سے پہلے اور بعد میں یہی کہتے ہو.....لیکن سکندر ریاض..... مجھے اب کسی گدھ کی خوراک نہیں بننا..... یہ دیکھو..... میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں' مجھے جانے دو..... کسی کنوئیں میں دھکا دے دو..... زہر دے دو..... لیکن اب بس کرو..... اس جسم میں اب کچھ نہیں بچا..... رحم کرو مجھ پر۔" وہ ہاتھ جوڑے سسکنے لگی۔

سکندر ریاض اس کے پاس بیٹھ گیا..... اور اس کے جڑے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا..... پینترا بدلنے میں تو وہ ماہر تھا۔

"دیکھو جان سکندر....." اس کا لہجہ اور آنکھیں مخمور ہوئیں۔

"تم جانتی ہو ناں میں تم سے عشق کرتا ہوں۔" (آگ لگے ایسے عاشق اور عشق کو) اس نے نفرت سے سوچا۔

"اور جب تم مجھ سے علیحدہ ہونے..... دور جانے کی بات کرتی ہو تو میرا دم نکلنے لگتا ہے....." (تو نکلے ناں...... کہاں اٹکا ہوا ہے کم بخت مارا)

"دیکھو میری جان....." اس نے پھر پینترا بدلا۔ "میں اور تم جس راہ کے مسافر ہیں وہاں سے پلٹ جانے کا راستہ نہیں ہے' کیا کرو گی تم واپس جا کر..... ایک بار جا کر دیکھ چکی ہو' کسی نے تمہیں قبول کیا؟ اتنا بڑا تو گناہ نہیں ہے ناں تمہارا' اور یہ گناہ تھا بھی نہیں' اپنی مرضی کی زندگی گزارنا گناہ نہیں ہے۔"

"گناہ ہی ہے۔" وہ چیخی۔ "اپنے ہاتھ اس کے ہاتھوں سے چھڑائے..... "گناہ ہی ہے اپنی مرضی کی گناہوں بھری زندگی گزارنا..... گناہ ہی ہے' ماں باپ کی محبت پر لعنت بھیجنا' گناہ ہی ہے اپنی خواہش میں خود غرض ہو کر اپنے سے وابستہ زندگیاں تباہ و برباد کرنا' کتنی زندگیاں برباد کی ہیں میں نے۔ صرف اور صرف تمہاری بات مان کر..... میں نے سوچا ہی نہیں کہ ایک صرف ذیان شاہ کو اذیت دینے کے لیے میں خود کو کس گڑھے میں گرا رہی ہوں..... اور تم..... تم نے مجھ سے کس بات کا بدلہ لیا..... کیوں تباہ کی میری زندگی..... نفرت ہے مجھے تم سے..... سکندر ریاض' میرے بس میں ہو تو..... تم بس مجھے رہا کر دو' میں اس گٹر سے باہر نکلنا چاہتی ہوں....." وہ پھر ہذیانی ہوئی۔

"یہ پراجیکٹ مکمل کروا دو' میں خود تمہیں تمہارے گھر چھوڑ آؤں گا۔" سکندر ریاض نے پرُسوچ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے وعدہ کیا۔

"سچ کہہ رہے ہو تم ان کو منا لو گے ناں؟" اس کی نیلی آنکھوں میں جوت جگی تھی۔ سکندر ریاض کا بہلاوا

دل آویز تھا۔

"ہاں...... چلو اب فٹافٹ تیار ہوجاؤ' میں باہر تمہارا انتظار کررہا ہوں۔" سکندر ریاض اس کا سر تھپکتا باہر نکلا تو اس کے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔ کوئی اس کی بات سے انکار کردے' اس کی ساحر آنکھوں سے بچ نکلے یہ تو کہیں لکھا ہی نہ تھا اور بیس منٹ بعد ہی نکھری ستھری اُم حبیبہ سکندر ریاض کی گاڑی میں بیٹھ کر شوٹنگ پر جارہی تھی۔

❁......❁......❁

کوئی وحشت سی وحشت تھی' جو شجیعہ کے وجود کو چمٹی تھی۔ میرب کی آنکھیں' میرب کی خاموشی اور وہ جملہ۔

"دل ہی نہیں ہے......" اور اس کے کہنے کا انداز کچھ بھی نظر انداز کرنے والا نہیں تھا' اسے کسی طوفان کی آمد لگ رہی تھی اور پھر ذیان نے جو کچھ فضیلت چچی سے کہا وہ بھی...... تو کیا ایسی کوئی بات ہے جو ذیان بھائی کو معلوم تھی اور وہ میرب پر اسی لیے غصہ بھی کررہے تھے۔ اسے یاد آرہا تھا کہ کافی عرصہ سے ذیان نے میرب کو کوئی گفٹ بھیجا تھا اور نہ ہی کوئی لفظی پیغام اور میرب نے تو خیر کبھی کچھ کہا ہی نہ تھا' اس کی محبت بھی ذیان شاہ کے دیے گئے تحائف کی طرح درازوں میں بند تھی اس نے کبھی نہیں دیکھا تھا کہ میرب نے وہ چیزیں کبھی پہن کر بھی دیکھی ہوں' استعمال کرنا تو دور کی بات اور ان دونوں کے بیچ شاید سب کچھ تھا لیکن اس کا نام محبت نہیں ہوسکتا تھا...... اور برہان...... اس کی سوچ کا دھارا برہان کی طرف مڑ گیا' تحائف تو وہ بھی دیتا تھا' جنہیں وہ پہنتی تھی' استعمال کرتی تھی اور خوش بھی ہوتی تھی' لیکن یہ خوشی میرب کے چہرے پر نہیں تھی' میرب کیا کرنے جارہی تھی؟ اس کے ذہن میں آرہا تھا لیکن وہ سوچنا نہیں چاہتی تھی' اسے کچھ نہیں سوچنا تھا بس اللہ سے دعا کرنا تھی ایسا کچھ نہ ہو کہ ہنستے بستے گھروں اور رشتوں میں دراڑ آجائے...... اس کا رواں رواں اس انہونی سے کانپ رہا و لرز رہا تھا۔

فضیلت الگ پریشان تھیں...... میرب کا رویہ ناقابل فہم تھا تو ذیان کا غصہ بھی سمجھ سے بالاتر' لیکن انہوں نے ایک سمجھ مندی کی' بہن اور شوہر کے آتے ہی انہوں نے سب کچھ گوش گزار کردیا تھا۔ اپنا وہم' شک' ماں بن کر پردہ نہیں ڈالا اور انہوں نے بھی تدبیر سے کام لیتے ہوئے خاموشی سے پہلے حالات کا جائزہ لیا اور پھر میرب کے رزلٹ آنے پر شادی طے کردی۔ فضیلت نے بہت ڈرتے ڈرتے یہ خبر میرب کو سنائی تھی' وہ اس کی طرف سے شدید ردعمل کی توقع کررہی تھیں لیکن اس نے خالی آنکھوں اور سپاٹ چہرے کے ساتھ یہ خبر سنی تھی...... جیسے انہوں نے اسے محلے کی کسی لڑکی کی شادی کی خبر سنائی ہو' ایک عجیب طرح کی خاموشی نے سارے گھر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ ذیان گھر آیا تو اسے بھی یہ خبر دے دی گئی تھی۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن والدین کی عزت آڑے آگئی' وہ ان کا احترام کرتا تھا' سوال جواب کی جرأت نہیں تھی...... وہ کچھ دن رہا' لیکن میرب اسے دکھائی نہیں دی...... وہ ذہن میں الجھنیں لیے واپس لوٹ گیا۔ یونیورسٹی کی اپنی مصروفیات تھیں' وہاں یہ مسئلہ اتنا محسوس نہیں ہوتا تھا' لیکن جب بھی اکیلا ہوتا تصور کے پردے پر دو نیلی آنکھیں ابھر آتیں۔ سپاٹ' صحرا جیسی آنکھیں' جن میں نہ کوئی جذبہ تھا نہ خوشی کی رمق' سکندر اپنا معرکۃ الآرا ناول لکھنے میں کامیاب ہوگیا تھا اور ایک معروف جریدے نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا تھا۔ وہ بہت خوش تھا' پڑھائی کے علاوہ سارا وقت وہ کاغذ قلم تھامے کسی الگ تھلگ جگہ پر بیٹھا نظر آتا...... ناول نے اسے بزی کردیا تھا...... ایک دن نعمان نے بتایا کہ وہ بیٹھ کر تعریفی خطوط کے جوابات دیتا رہتا ہے۔

"ہیں......" ذیان اور عبدالمعیز دونوں کے منہ سے بیک وقت نکلا تھا۔

"کیسے دوست ہو تم لوگ؟" اس روز سکندر ان پر چڑھ دوڑا۔

"کبھی میری لکھی تحریر کو بھی پڑھ لیا کرو...... کوئی دو چار تعریفی الفاظ اپنے منہ سے پھوٹ دیا کرو...... سارا زمانہ تعریف کرتا ہے۔"

"پاگل زمانہ......" عبدالمعیز زیرلب بڑبڑایا...... پھر

Medora
Perfumed Talc
خوشبو جو دل کو بھائے
تازگی جو ہر کوئی چاہے
Season
Pleasure
Cherish
Joy
Passion
Greetings
Dignity
Salute
خوشبو کی دنیا کے 8 شگفتہ احساس
MEDORA OF LONDON
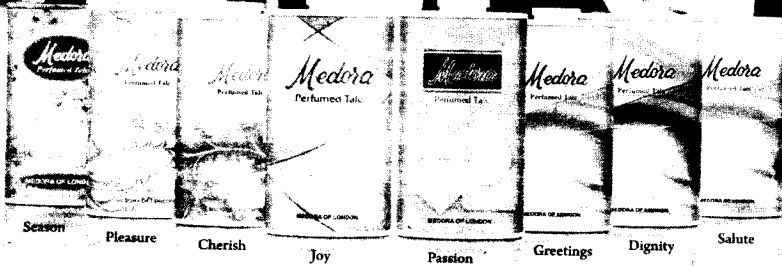
مسکرا کر کہنے لگا۔

"تمہیں کیا پتہ میں تو ایک ایک قسط کو سو سو بار پڑھتا ہوں اور ہر بار الگ ہی مزہ آتا ہے۔" اس نے نعمان کو آنکھ ماری۔ وہ شروع ہوگیا۔

"اور وہ ہیروئن کا کیریکٹر...... قسم سے کیا لکھا ہے تم نے اتنی اسٹرونگ لڑکی ایک ہی ہاتھ کے وار سے ہیرو کا سر پھاڑ دیا...... میں تو اش اش کر اٹھا لڑکی کی مردانگی پر۔" اس نے بھی لمبی چھوڑی۔

"لعنت ہو تم سب پر مت پڑھو لیکن اس طرح کی جھوٹی باتیں مت پھیلاؤ میرے ناول کا امیج خراب ہوتا ہے۔" سکندر کو غصہ آگیا ان کی دروغ گوئی پر۔

یہ باتیں جھوٹی باتیں ہیں یہ لوگوں نے پھیلائی ہیں
تم ہم سب کا نام نہ لو کیا میں اور یہ سودائی ہیں؟

عبدالمعیز نے ٹیبل بجا کر سُر بکھیرنے شروع کردیے۔ نعمان اور ذیان کا ہنس ہنس کر برا حال ہوگیا۔ سکندر دانت پیستا غصے سے اٹھ کر چلا گیا۔ عبدالمعیز کا سُر اور اونچا ہوگیا اور اب کہ نعمان اور ذیان کی آواز بھی شامل تھی سکندر گیا تو وہ تینوں بھی گھومنے نکل کھڑے ہوئے۔ رات گئے جب وہ خوب آوارہ گردی کرکے لوٹے تو پتہ چلا ذیان کا فون آیا تھا گھر سے...... اس کا دل تیزی سے دھڑکا کیا میرب نے کچھ کر دکھایا؟ یہ سوچ کر اس کا سر دکھنے لگا...... صبح دم اس نے گھر فون کیا تو پتہ چلا میرب کا رزلٹ آگیا ہے اور وہ فوراً پہنچے۔ وہ ٹال مٹول کرنا چاہتا تھا لیکن بی جان نے فوراً پہنچنے کا حکم نامہ جاری کردیا تھا۔ ان کی تیاری مکمل تھی بس تھوڑا ٹائم دیا تھا انہوں نے میرب کو سنبھل جانے کا...... لیکن وہ کیسے سنبھل سکتی تھی اس کی خاموش محبت اس کے منہ پر دے ماری گئی تھی۔ تذلیل و شرمندگی اسے اندر سے کھا رہی تھی اور وہ چپ تھی۔

عورت جب محبت میں ہار جاتی ہے تو چپ کی بکل مار لیتی ہے اس اکیلے سفر میں تھکن اوڑھتی ہے آبلے سہتی ہے مگر پلٹ کر نہیں دیکھتی زخم نہیں گنتی اور جب وہ تھک کر چور ہونے لگتی ہے تو عشق اس کی قدم بوسی کو آجاتا ہے اس کو بانہوں میں بھرتا ہے سہلاتا ہے ماتھا چوم کر اسے سرخرو ہونے کی نوید دیتا ہے محبت بھری مٹھی اس کے آگے کھول دیتا ہے لیکن تب...... تب عورت اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کھڑی ہوجاتی ہے تھکن سے چور جسم کو سمیٹتی ہے اپنے آبلے پھوڑتی ہے زخم گنتی ہے اور سینہ تان کر کہتی ہے اب اسے ضرورت نہیں...... وہ ابھی محبت کے اس مقام پر پہنچی تو نہیں تھی لیکن وہ ہر بات سے بے نیاز ضرور ہوگئی تھی کچھ مل رہا ہے یا چھن رہا ہے وہ اب سوچتی ہی نہیں تھی اس کی چار سالہ محبت ایک آبلے کی صورت اس کے اندر موجود تھی۔ جسے وہ چھوتی تھی اور اذیت کا ایک جہاں پار کرتی تھی۔ وہ جانتی تھی ایک دن اسے یہ آبلہ اپنے ہاتھوں سے پھوڑنا ہے اور درد سہنا ہے لیکن تب تک اسے یہ آبلہ بہت عزیز رکھنا تھا۔ گھر میں رونقیں اتر آئی تھیں...... خدیجہ اور فضیلت کا زیادہ وقت اب باہر لان میں بچھی چٹائی پر ہی گزرنے لگا تھا بری کے کپڑے جہیز سب کچھ مشترکہ ہو رہا تھا میرب پڑھائی میں اچھی تھی رزلٹ بھی اچھا تھا...... وہ کالج میں داخلہ لینا چاہتی تھی لیکن کسی سے کہا نہیں چپ چاپ اپنی شادی کی تیاریاں دیکھنے لگی...... ذیان آگیا اور اتفاق سے پہلا سامنا ہمیشہ کی طرح اس سے ہی ہوا تھا۔ وہ گھاس پر اپنے کومل پیر رکھے گود میں دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں پھیلائے جانے کہاں گم تھی ذیان شاہ بہت خاموشی سے اس کے پیچھے آکھڑا ہوا تھا وہ اس وقت سفید نیٹ کے لانگ فراک میں ملبوس تھی گندم کے خوشوں جیسے سنہرے بال چمک رہے تھے اور ہوا سے اڑ کر ادھر ادھر ہو رہے تھے...... وہ اسی طرح تھی خاموش کسی مورت کی طرح۔

"میرب......" وہ بہت آہستگی سے گویا ہوا۔ وہ یونہی بیٹھی رہی...... "میرب" اس نے پھر پکارا...... میرب زبردست طریقے سے چونکی اور سر گھما کر پیچھے دیکھا اس کی آنکھیں بے تحاشا سرخ تھیں۔

جانے کیا کچھ!!
جلتا ہوگا سینے میں

اتنا تلخ دھواں تھا
آنکھیں خون ہوئیں!!

زیان کا دل لرز کر رہ گیا۔ کیا چھپائے پھر رہی تھی وہ لڑکی دل میں...... جو نہ کسی سے کہتی تھی، نہ بولتی تھی، بس ایک چپ کی بکل مارے خود ہی سہہ رہی تھی۔ زیان اس کے سامنے آ بیٹھا...... اس بات کو یکسر بھلائے کہ گھر میں کتنی چہل پہل تھی، کوئی دیکھ لے گا تو کیا سوچے گا؟

"میرب...... تم اس شادی سے خوش نہیں ہو تو...... میں یہ شادی رکوا دیتا ہوں۔" زیان شاہ نے جس طرح، جس حوصلے سے یہ بات کی تھی وہی جانتا تھا، میرب نے نفی میں سر ہلایا...... وہ نہ چونکی تھی اس کی بات پر نہ الجھی تھی۔

"کیا؟" وہ سمجھ نہ پایا۔

"میری سانسیں کٹ رہی ہیں...... زیان، محبت، میرا رواں رواں نوچ رہی ہے...... میں مر جاؤں گی زیان...... مر جاؤں گی۔" وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر سسک اٹھی...... اس نے اپنی زندگی کی سب سے بڑی غلطی کر ڈالی تھی۔ ہونے والے شوہر کے سامنے کسی اور سے ہو جانے والی محبت کا اعتراف کر لیا تھا۔ زیان شاہ کے سارے لفظ جیسے مر گئے تھے۔ ابھی کچھ دیر پہلے کا حوصلہ جیسے قبر میں جا سویا تھا۔ وہ ایک ٹک اس لڑکی کو روتے دیکھ رہا تھا جس سے اس نے آخری حدوں تک محبت کی تھی اور جس کی آنکھوں سے بہنے والے آنسو اس کے لیے نہیں کسی اور کے لیے تھے۔ اس کی محبت کسی اور کی محبت میں مبتلا تھی اور یہ بات اس کی روح پر کسی تازیانے کی طرح برس رہی تھی۔ وہ رات زیان شاہ کے لیے بہت طویل تھی۔ وہ اپنے حوصلے جانچ رہا تھا...... اپنی محبت کو پرکھ رہا تھا، کیا وہ جس راہ پر چلنے جا رہا تھا منزل اس کا مقدر تھی؟

اور سب سے بڑی بات کیا وہ اس شادی سے انکار کرنے کی ہمت رکھتا تھا اور رات تو میرب کی بھی آنکھوں میں کٹی تھی، پچھلی کئی راتوں کی طرح...... کیا اس نے زیان کے سامنے اپنا آپ عیاں کر کے اچھا کیا تھا؟ کیا وہ تمام عمر اسے اس کی محبت کے طعنے نہیں مارے گا...... اور کیا وہ اتنا اعلیٰ ظرف تھا کہ اس اعتراف کے بعد اسے قبول کرے گا...... صبح کچھ بھی ہو سکتا تھا...... ایک ہفتہ بعد ہونے والی شادی رک بھی سکتی تھی، اسے سزا بھی سنائی جا سکتی تھی...... اس کے پیروں میں زنجیریں باندھ کر قید بھی کیا جا سکتا تھا...... لیکن یہ محبت...... اس کے اندر محبت روتی تھی اور اس کے ساتھ دل روتا تھا...... اور جب دل روتا تھا تو آنکھ بھی ساتھ دیتی تھی، یوں اچھی خاصی محفل سج جایا کرتی تھی۔

صبح ویسی ہی تھی جیسی ہوتی تھی...... نارمل، ناشتے چائے والا شور، بڑے اور چھوٹے شاہ صاحب کی ہدایات...... خدیجہ اور فضیلت کی گفتگو...... ملازمائیں اپنے کاموں میں مصروف، سب کچھ ہلچل لیے ہوئے۔ میرب کمرے سے باہر نکلی، قدرے فریش لگ رہی تھی۔

"اماں......" اس نے قریب آ کر فضیلت کو پکارا۔

"ہوں......" وہ اپنی مصروفیت میں مگن تھیں۔

"میں ردا کو کارڈ دے آؤں؟" انہوں نے چونک کر سر اٹھایا۔ کچھ کھوجنا چاہا تھا لیکن وہ نارمل تھی۔

"ذیشان کے ہاتھ بھجوا دو......" انہوں نے مشورہ دیا۔

"نہیں میں ساتھ جانا چاہتی ہوں...... اسے کہوں گی شادی پر ضرور آئے...... پلیز آخری بار جانے دیں ناں۔" وہ ملتجی ہوئی تھی۔ فضیلت نے خدیجہ کی طرف دیکھا، انہوں نے آنکھوں کے اشارے سے اجازت دے دی اور فضیلت نے بھی اقرار میں سر ہلا دیا۔ وہ اندر سے حجاب لینے چلی گئی اور جب وہ بیرونی گیٹ کی سمت بڑھ رہی تھی تو بہانے سے فضیلت اٹھ کر پیچھے آ گئیں۔

"سنو...... جو کچھ وہاں بھول گئی ہو ناں، آتے ہوئے ساتھ لے آنا۔ زندگی سہل ہو جائے گی۔" فضیلت کی آواز تنبیہہ لیے ہوئے تھی۔

اماں کا لب و لہجہ اس کے اندر تک اتر گیا تھا...... اس نے لرز کر ماں کو دیکھا، ان کی نظروں میں تنبیہہ تھی، التجا تھی اور کچھ ایسا بھی تھا جو وہ پڑھ نہیں پا رہی تھی لیکن وہ نظریں اسے اپنے وجود کے آر پار ہوتی محسوس ہو رہی تھیں۔

"جو کچھ وہاں بھول گئی ہو...... جو کچھ وہاں بھول گئی

ہو...... آتے ہوئے ساتھ لے آنا...... لے آنا۔ فضیلت کی آواز کی بازگشت اس کے وجود کے نہاں خانوں میں گونج رہی تھی۔ لیکن جب وہ وہاں پہنچی تو جو کچھ اس کے پاس تھا وہ بھی وہاں چھوڑ آئی' یشال حیدر کے قدموں میں۔ ایک عزت نفس تھی وہ بھی اس نے پتھر کے بت کے آگے گنوادی۔ ہاتھ باندھے نیلی آنکھوں میں سمندر بھرے اس وقت وہ ایک بھکارن لگ رہی تھی۔ محبت کی بھیک مانگتے ہوئے اور وہ پتھر کا بت چپ تھا...... اپنی انا کی مسند پر بیٹھا' اس پر ایک نظر نہ ڈالنے کا روادار' اس پر نہ تو نیلی آنکھوں سے چھلکتے سمندر کا اثر تھا' نہ بندھے ہاتھوں کا اور نہ ہی اس کی بھیگی آواز کا۔ وہ رو رہی تھی اور اس کا دل بھی رو رہا تھا اور وہ اس محبت میں بھیگی تھی جو چپ چاپ اس نے نبھائی تھی اکیلے ہی لیکن محبت اکیلے کب نبھتی ہے؟ دوسرے کا ساتھ مانگتی ہے۔

محبت کی طلب' بہت زیادہ ہے مانگتی رہتی ہے' مانگتی رہتی ہے' سیراب ہوتی ہی نہیں۔ ذیشان اسے باہر اتار کر چلا گیا تھا' سوئے اتفاق ملیحہ گھر پر نہیں تھیں۔ دروازہ کھولنے والا وہی ستمگر تھا اور ہمیشہ کی طرح وہ دروازے سے ہٹا نہیں تھا اس کا رستہ روکے کھڑا تھا اور ملیحہ کے گھر نہ ہونے کا بتا رہا تھا' وہ بھول گئی تھی کہ یہاں کیوں آئی تھی۔ اتنے دنوں کی کشمکش جیسے اس مقام پر آکر ٹھہر گئی تھی اور بلا ارادہ ہی اس نے ہاتھ جوڑ دیئے تھے۔

''مجھ سے محبت مت چھینو یشال...... یہ محبت میرے اندر دل بن کر دھڑکتی ہے۔ تم نے میری محبت لوٹائی ہے نا تو میں جی نہیں پارہی' میرے اندر کچھ مر رہا ہے۔ میں ٹوٹ رہی ہوں لحہ لحہ' اللہ کے لیے میری محبت رکھ لو۔'' یشال حیدر اتنا سنگ دل نہیں تھا لیکن اس لڑکی کے لیے اس کے دل میں کوئی جگہ نہیں تھی اور اگر تھی بھی تو وہ پہلو تہی کر رہا تھا۔

''شادی مبارک میرب شاہ......'' وہ بولا بھی تو بس یہ اس کے ہاتھ میں پکڑا کارڈ دیکھ کر وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ کس لیے آئی ہے لیکن اس کی باتیں اسے اندر تک ہلا گئی تھیں اسے مضبوط بنے رہنا تھا اور وہ پتھر بنا اس موم کی لڑکی کو قطرہ قطرہ پگھلتے دیکھ رہا تھا اس نے اپنا آپ سنبھالا۔

''ردا تو دبئی شفٹ ہوگئی ہے شاید نہ آسکے لیکن ہم ضرور آپ کی شادی میں شرکت کریں گے۔ اللہ کرے یہ شادی آپ کے لیے خوشیوں کا جہان ثابت ہو' لائیے دیجیے کارڈ۔'' اس کی تمام تر منت سماجت کے بعد اس نے کہا بھی تو یہ۔ اس کے ہاتھ سے کارڈ پکڑ کر اللہ حافظ کہتے ہوئے دروازہ بند کردیا اور میرب شاہ اس روز اس دروازے پر اپنا سب کچھ ہار آئی' اپنا دل' وجود' عزت نفس۔ وہ واپس تو آگئی لیکن فضیلت کا کہا نہ پورا کرسکی۔ وہ خالی ہاتھ گئی' خالی دل لوٹی اور اماں کی جہاندیدہ نظریں اس کے خالی پن کو جانچ گئی تھیں لیکن وہ اس کے پاس نہیں آئیں دلاسہ نہیں دیا۔ محبت پرسے نہیں لیتی' وہ اسے خود ہی سنبھلنے دینا چاہتی تھیں پھر شادی میں دن ہی کتنے رہ گئے تھے۔

وہ مایوں بٹھادی گئی اس کے جوڑے کا پیلا رنگ اس کے دل پر بھی چڑھتا گیا اور جس دم اس نے نکاح نامے پر سائن کیے اس کے دل سے خون کا آخری قطرہ بھی ٹپک گیا اور اس نے دل کو اٹھا کر آنکھوں کے سردخانے میں رکھ دیا' ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔

❁......❁......❁
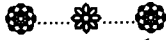
اور یہ ذیان شاہ کا کمرہ تھا' اس وسیع و عریض محل کا کمرہ جو ایک پل میں اس کے میکے سے سسرال میں بدل گیا تھا۔ کمرہ کئی بار کا دیکھا ہوا تھا' نیا نہیں تھا اس کے لیے لیکن آج وہ ایک نئے رشتے سے اس کمرے میں موجود تھی اور وہ جس کا کمرہ تھا جو اپنے نام کے ساتھ باندھ کر اسے لایا تھا۔ غائب تھا' میرب کے لیے یہ اطمینان بخش تھا' آبھی جاتا تو اسے کوئی مسئلہ نہیں تھا بلکہ اسے اب کسی بھی بات سے کوئی بھی مسئلہ نہیں تھا۔ اس نے اپنے ہاتھوں پر رچی مہندی دیکھی بڑے خوب صورت نقش و نگار بنے تھے۔ عروسی جوڑے میں دلکش بھاری جیولری میں اس کا روپ کھل رہا تھا اور وہ ذیان تھا جو اسے اس روپ میں دیکھنے کا متمنی تھا اور اب باہر کہیں منہ چھپائے بیٹھا تھا۔ خدیجہ پوچھنے آئیں کہ کسی چیز کی ضرورت تو نہیں اور تبھی انہوں نے دیکھا ذیان باہر

بیٹھا تھا' وہ پریشان ہوگئیں۔

"کیا بات ہے بیٹا؟" انہوں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا' وہ چونکا اور ایک دم کھڑا ہوگیا۔

"یہاں کیوں بیٹھے ہو' میرب تمہارا انتظار کررہی ہوگی۔" انہوں نے تنبیہی نظروں سے دیکھا۔

"جی بس جارہا تھا۔" ذیان نے فوراً اندر کی طرف قدم بڑھائے۔ خدیجہ نے اندر جانے کا ارادہ ملتوی کردیا کہیں میرب کے دل میں گرہ نہ پڑ جائے' انہوں نے بیٹے کا ہاتھ تھاما اور سمجھانے لگیں۔

"میرب اب تمہاری ہے اور اس سے تمہارا رشتہ صرف بیوی کا نہیں ہے اس سے پہلے وہ تمہاری چچا زاد ہے' کبھی بھی کوئی انسان پرفیکٹ نہیں ہوتا۔ چھوٹی موٹی غلطیاں ہو ہی جاتی ہیں' نظر انداز کرنا سیکھو گے تو زندگی آرام سے گزرے گی۔ میرب بہت اچھی لڑکی ہے' زیادہ دن نہیں لگائے گی ایڈجسٹ ہونے میں۔ محبت سے ہینڈل کرنا اسے' لڑکیاں بہت نازک ہوتی ہیں اور اس رشتے کے حوالے سے بہت خواب دیکھ رکھے ہوتے ہیں انہوں نے' اسے کبھی دکھی نہیں ہونے دینا۔ بہت عزیز ہے وہ ہم سب کو' تمہاری طرح۔" انہوں نے ذیان کی پیشانی چومی اور اسے اندر جانے کا اشارہ کیا' وہ چپ چاپ اندر چلا گیا اور یہ اس کا کمرہ تھا' پھولوں سے مہکتا' سارے کمرے میں بس پھول ہی پھول تھے۔ پھولوں کا فرش' پھولوں کا بستر' اس نے ایک نظر بیڈ پر ڈالی۔ اس کا خیال تھا وہ رو رو کر کھوئی ہوئی محبت کا غم منا رہی ہوگی لیکن ایسا کوئی سین نہیں تھا وہ بہت اطمینان سے بیٹھی تھی' کھٹکے پر سر اٹھا کر اسے دیکھا بھی تھا پھر دوبارہ نظریں جھکالی تھیں' سب کچھ اتنا پُرسکون تھا کہ ذیان شاہ کو خوف آنے لگا' کہیں کچھ کر کے تو نہیں بیٹھی۔ زہر وغیرہ یا پھر خوف کا ناگ اس کے اندر سرسرایا تو وہ تیز قدموں سے چلتا بیڈ کے پاس آ گیا۔

"تم ٹھیک ہو۔" اس نے بےتابی سے پوچھا۔ اس نے ہولے سے سر ہلایا' ذیان شاہ نے بےخود ہو کر اس کے حنائی ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیا۔

"بہت خوب صورت ہاتھ ہیں تمہارے میرب......" وہ بہت آہستگی سے گویا تھا' اس کی جانب سے خاموشی پاکر حوصلہ کچھ مزید بڑھا۔

"تم نہیں جانتیں میرب...... میں نے تم سے کس قدر محبت کی ہے۔"

"اور تم بھی نہیں جانتے ذیان شاہ...... میں نے یشال سے کس قدر محبت کی ہے۔" ایک دھتکاری محبت نے سر اٹھایا۔

"جب سے ہوش سنبھالا ہے میں نے' پل پل تمہارے نام سے جیا ہوں۔"

(اور میں نے بس ایک ہی پل جیا ہے' یشال حیدر کے نام سے) اس کی پلکوں میں ارتعاش پیدا ہوا اور بالکل غیر ارادی طور پر اس نے ذیان کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا تھا۔

اس کے چند دن قبل کے اعتراف سے بےنیاز وہ اس وقت پور پور میرب شاہ کے سحر میں گرفتار تھا۔ اپنی بےتابیاں بیان کرتا' جدائیوں کے لمحوں کا قصہ سناتا پھر اس نے سائیڈ ریک سے ایک مخملیں ڈبا نکالا اور کھول کر اس کے آگے کردیا خوب صورت اور نفیس طلائی سیٹ اس کی رونمائی کا تحفہ تھا۔ اس نے دیکھا مگر ہاتھ نہیں لگایا' ذیان نے خود ہی پہنایا اسے پتا نہیں کیا ہوگیا تھا۔ چاہ کر بھی اسے روک نہیں پارہی تھی۔ ذیان نے اپنی محبت کا جی بھر کر اظہار کیا اور میرب نے بےحسی کا لیکن رات گزر ہی گئی تھی۔

ولیمے کا فنکشن مرتضیٰ شاہ نے ملک سب سے بڑے ہوٹل میں رکھا تھا جس میں ان کے سب کاروباری دوست انوائٹڈ تھے اور ساتھ ہی ذیان اور برہان کے دوست بھی۔ نعمان اور سکندر ولیمے سے کچھ دیر پہلے ہی سیدھا گھر پہنچے تھے اور ذیان کی خبر لے رہے تھے' جس نے شادی کی بھنک تک نہ لگنے دی اور ناراض ہورہے تھے کہ اس نے انہیں صرف ولیمے میں کیوں بلایا پوری شادی میں کیوں نہیں اور ذیان شاہ کے چہرے پر صرف مسکراہٹ تھی۔ ذیان نے انہیں مجتبیٰ شاہ اور مرتضیٰ شاہ دونوں سے ملوایا اور وہ ان دونوں

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

سے مل کر خوش ہوئے تھے۔ ہال میں مردوں اور عورتوں کا علیحدہ انتظام تھا' خدیجہ اور فضیلت مہمانوں کو ریسیو کر رہی تھیں اور میرب اور ذیان سے ملوا رہی تھیں۔

تصویریں بن رہی تھیں' مووی والا کیمرہ سنبھالے عورتوں کی طرف آنے کی اجازت مانگ رہا تھا۔ خدیجہ اعتراض کر رہی تھیں کہ مووی والے کو بلایا کس نے اور ذیشان پورا دفاع کر رہا تھا کہ یہ اسی کا کارنامہ تھا۔ اللہ اللہ کر کے اسے صرف دلہا اور دلہن کی حد تک دور رہنے کی ہدایت دے کر اندر آنے کی اجازت دے دی گئی۔

اسی وقت نعمان اور سکندر اس کے دائیں بائیں آ کر بیٹھ گئے تھے' ذیان شاہ نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

"ان دونوں کو یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔" بڑے شاہ صاحب کو اعتراض ہوگا۔

"کیا بات ہے' تمہیں ہمارا آنا اچھا نہیں لگا؟" نعمان نے اس کی بے چینی کو محسوس کرلیا تھا۔

"نہیں' اٹس اوکے۔" وہ کچھ کہہ تو سکتا نہیں تھا' تصویریں اور مووی بن گئی تو دونوں اسٹیج سے نیچے اتر گئے۔ ذیان نے سکھ کا سانس لیا لیکن اگلے ہی پل اسے زور کا جھٹکا لگا۔ سکندر ریاض نے اسٹیج سے اترتے ہوئے دونوں کی تصویر اپنے موبائل میں لے لی تھی۔

کچھ خاص فرق نہیں آیا تھا زندگی میں' ذیان پندرہ دن کی چھٹی لے کر آیا تھا۔ ایک ہفتہ خاندانی ضیافتوں میں گزر گیا اور ایک ہفتہ ہنی مون ٹرپ پر اتنا بے رنگ اور بے جان ہنی مون شاید ہی کسی کا ہوگا۔ میرب تو مانو برف کی سل تھی' کسی جذبے کا اس پر اثر ہی نہ ہوتا تھا۔ روٹین کے مطابق اٹھتی ناشتا کرتی تیار رہتی اور اس کے ساتھ چل پڑتی۔ مری' نتھیا گلی' بھوربن۔ اس نے میرب کی ڈھیر ساری تصویریں کھینچی تھیں کچھ حجاب میں کچھ حجاب کے بغیر۔ اس کا چہرہ کسی بھی تاثیر سے عاری تھا' اس نے کتنے ہی کپلز دیکھے تھے جو یہاں انجوائے کر رہے تھے اور ادھر' ذیان پہلے دو دن نارمل رہا۔ تیسرے دن بدمزہ ہوا اور چوتھے پانچویں دن اس کا موڈ بری طرح آف ہو چکا تھا۔

اس لڑکی پر کچھ بھی اثر نہیں کر رہا تھا' اس نے ہنی مون ٹرپ پلان ہی اس لیے کیا تھا کہ وہ میرب کو اپنی شدید محبت سے اپنا بنا لے گا۔ ان چند دنوں میں وہ اسے بھرپور رفاقت دے گا' میرب کو اپنے بارے میں سوچنے پر مجبور کر دے گا لیکن اس کا سارا پلان ناکامی سے دوچار ہوا تھا۔ وہ بولتا رہا' وہ خاموشی سے سنتی رہی' وہ اسے دیکھتا رہتا' وہ خاموشی سے نظریں جھکائے بیٹھی رہتی۔ وہ اس کا ہاتھ تھامتا' کوئی جسارت کرتا لیکن وہ پتھر کی مورت بنی رہتی۔ وہ اتنی سرد تھی کہ ذیان شاہ کے ہاتھ یخ ہونے لگے تھے۔ چھٹے دن اس نے میرب کو واپسی کی نوید سنادی' میرب کے تنے چہرے پر کچھ نرمی آئی۔ اوہ تو وہ اس کی قربت سے نالاں تھی' ذیان شاہ کے دل میں ایک اور کانٹا پیوست ہوگیا۔ اسے ماں کی بات نبھانی مشکل لگ رہی تھی۔ کیسے گزرے گی ساری زندگی' سوچ پر پھیلائے ذہن میں بیٹھ گئی تھی۔

گھر پہنچے تو ہاتھوں ہاتھ لیا گیا' ایک اور دعوت کا انتظام تھا' دونوں بہنوں نے میرب کا سپاٹ اور ذیان کا بگڑا مزاج بخوبی نوٹ کیا تھا اور نئے سرے سے پریشانی نے ان کے دل میں گھر کرلیا تھا' صبح ذیان شاہ کی روانگی تھی وہ واپس جا رہا تھا۔ اپنے کپڑے بیگ میں رکھتا وہ گاہے بگاہے اس پر بھی نظر ڈال لیتا تھا جو لان کی طرف کھلنے والی کھڑکی کے پاس رکھی راکنگ چیئر پر جھول رہی تھی اور جانے کہاں گم تھی' کس کو کھوج رہی تھی؟

"میرب......" ذیان نے کوئی چوتھی مرتبہ پکارا تھا' اس کا جیسے سکتہ ٹوٹا' ایک دم پلٹی۔ نیلی آنکھیں سمندر تھیں' کیا سوچ رہی تھی جو آنکھیں بھر آئی تھیں۔ یہ اس کی کمزوری تھیں اس نے پکارا تو کسی اور وجہ سے تھا لیکن یوں لبریز آنکھیں' وہ تڑپ اٹھا اس گریز سے جو وہ برت رہی تھی۔

وہ اس کے پاس دوزانو بیٹھا اس کے برف ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیے' اس نے آنسو چھپانے کے لیے پلکیں بند کیں۔ دو قطرے ذیان کی ہتھیلی کی پشت پر آ گرے' ایسے لگا یہ آنسو نہیں انگارے ہوں' وہ بہت کچھ کہنا چاہتا تھا' دلاسہ دینا چاہتا تھا ان آنکھوں کو آنسو بخش دینے والے کا نام جاننا

چاہتا تھا لیکن ان آنسوؤں نے جیسے عاشق کی جگہ شوہر لاکھڑا کیا۔ اس نے بہت سرعت سے میرب کے ہاتھوں کو آہنی گرفت سے آزاد کیا اور ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا اس نے دوسری نگاہ میرب پر نہیں ڈالی اور کمرے سے آندھی طوفان کی طرح باہر نکل گیا تھا' وہ بس دروازے کو ہی تکتی رہ گئی تھی۔

اس روز ردا کا فون آ گیا تھا دبئی سے شادی کی مبارک باد دے رہی تھی اور اپنے شامل نہ ہونے پر معذرت۔ وہ چپ چاپ سنتی رہی۔

''اماں نے بتایا تم بہت خوب صورت لگ رہی تھیں اور وہ تمہارا دلہا کزن بنا کجن' تو بہت ہی ڈیشنگ پرسنالٹی کا مالک ہے۔'' وہ اسے چھیڑتی رہی اور وہ ہوں ہاں میں جواب دیتی رہی۔

''لگتا ہے ذیان بھائی کی محبت نے تمہاری بولتی بند کردی ہے۔'' بالآخر ردا نے اس کی چپ محسوس کر ہی لی تھی۔

''نہیں.....تم سناؤ کیسی ہو؟'' بالآخر اس نے سوال کیا۔

''ہاں' بالکل ٹھیک' کچھ ہی عرصے میں تمہیں خالہ جان بننے کا شرف حاصل ہوجائے گا۔'' خوشی اس کے لہجے سے چھلکی پڑ رہی تھی۔

''واہ...... مبارک ہو بہت بہت۔'' اس نے مبارک باد دی۔

''تمہیں بھی یار کبھی امی کی طرف چکر لگالیا کرو۔ اکیلی ہوتی ہیں سارا دن' بھائی بھی ٹریننگ پر چلا گیا ہے۔ میں روزانہ فون پر بات تو کرتی ہوں لیکن...... اس سے اکیلا پن تو دور نہیں ہوتا۔'' وہ کہہ رہی تھی اور میرب کے جی میں آئی کہہ دے۔

''تمہارے بھائی نے مجھ پر سب دروازے بند کردیئے ہیں' گھر کے بھی دل کے بھی اور ہر خوشی کے بھی۔'' لیکن کہہ نہ سکی اللہ حافظ کہہ کر فون بند کردیا۔

تو یشال حیدر تم ٹریننگ پر چلے گئے ''بڑے اچھے لگو گے سی ایس پی آفیسر بن کر'' تصور میں ایک بار پھر وہ مغرور سا یشال حیدر آ گیا۔ اس کی آنکھیں نم ہونے لگیں لیکن اب کی بار اس نے آنسو چھلکنے نہیں دیئے تھے۔ اپنے اندر ہی اتار لیے تھے۔

❁......❁......❁

پہلی بار وہ لڑکی اسے تب اچھی لگی جب وہ انجانے میں ڈرائنگ روم میں چلی آئی تھی' چائے کے کپ کی طرف اس کا بڑھا ہاتھ تھم سا گیا تھا اور وہ یک ٹک اسے دیکھ رہا تھا جو اب گھبرا کر ذیان شاہ کو دیکھ رہی تھی اور وہ اسے شاید ڈانٹ رہا تھا۔ وہ الٹے قدموں لوٹ گئی تھی لیکن اس کے دل پر گہرے نقوش ثبت کرگئی تھی اس کے بعد سکندر نے مسلسل اس لڑکی کو سوچا تھا' اتنا مکمل حسن اس نے پہلی بار دیکھا تھا اور مبہوت ہوگیا تھا۔ حسن پرست تو وہ تھا ہی ساتھ میں عاشق مزاج بھی بلا کا تھا۔ اوپر سے اس کا بات کرنے کا اسٹائل تو گویا مقابل کے دل کی ساری سیڑھیاں ایک ہی جست میں عبور کرلیتا لیکن یہ تب ہی ہوتا جب کوئی اس سے بحیثیت رائٹر بات کرتا ورنہ عام زندگی میں وہ بس ایک عام سا لڑکا تھا۔

ذیان' عبدالمعیز اور نعمان کا دوست' اس نے ایک بار پھر دلہن بنی میرب کو کلوز کرکے دیکھا۔ اسکرین پر ہاتھ پھیرا اور سگریٹ کے کش لینے لگا' اسے اس خوب صورت لڑکی کی طلب محسوس ہورہی تھی جو اس کے جگری یار کی محبت اور منکوحہ تھی۔ غلط تھا لیکن اس وقت وہ اسے جائز سمجھ رہا تھا' محبت اور جنگ میں سب جائز ہوتا ہے۔ اب اس نے یہ وطیرہ اختیار کیا کہ ذیان شاہ کو پکڑ کر بیٹھ جاتا اور اس کی شادی شدہ لائف کو ڈسکس کرتا رہتا۔ اسے ذیان شاہ کے چہرے پر وہ خوشی دکھائی نہیں دی تھی جو چند دنوں کی شادی کے بعد ہر جوڑے کے چہرے پر ہوتی ہے۔

ذیان نے بے شمار دفعہ اپنی کزن سے محبت کا ذکر کیا تھا اور یہ ذکر کرتے وقت اس کی آنکھوں میں جو چمک ہوتی تھی وہ پوری طرح اس کے دل کے راز کو عیاں کرتی تھی۔ وہ سارے مل کر ذیان کا ریکارڈ لگاتے تھے لیکن اب جب سے وہ آیا تھا بہت سنجیدہ ہوگیا تھا' دوستوں کے ساتھ جو

ہنسی مذاق تھا اس میں بھی کمی آ گئی تھی۔ وہ ہمہ وقت خود کو مصروف رکھنے کی کوشش کرنے لگا تھا۔

"ذیان دل کے ساتھ ادھر کیا کیا چھوڑ آئے ہو بھابی کے پاس؟" وہ کافی دیر سے ایک ہی صفحہ کھولے کہیں گم تھا۔ نعمان نے باقی سب کی طرف دیکھتے ہوئے شرارت سے جملہ کسا وہ سب اس وقت لائبریری میں بیٹھے ہوئے تھے۔ سمسٹر نزدیک تھا اور انہیں پوری توجہ سے پڑھائی کرنا تھی' سکندر نے ایک نگاہ ڈالی اس پر کی اور پھر سے اپنی ڈائری میں کچھ تحریر کرنے لگا تھا۔

"ذیان......؟" عبدالمعیز نے اس کا شانہ ہلایا تو اس کی محویت ٹوٹی۔

"کیا...... کیا ہے؟" اس نے چونک کر باری باری سب کی شکلیں دیکھیں' سب شرارت سے اسے تک رہے تھے ماسوائے سکندر اس کی آنکھوں میں کچھ اور تھا' جسے کوئی بھی کبھی نہیں سمجھ سکتا تھا۔

"ہم نے کہا دل کے ساتھ اور کیا کیا چھوڑ آئے ہو بھابی کے پاس۔" نعمان نے اپنی بات ہنستے ہوئے دہرائی۔

"سب کچھ سب کچھ ہی چھوڑ آیا ہوں' خالی ہاتھ آیا ہوں۔" وہ کہیں کھو سا گیا' سکندر نے محسوس کیا اس کا لہجہ ہر قسم کے جذبات سے عاری وخالی تھا۔

ایک کمینگی سی خوشی نے سکندر کا احاطہ کرلیا' وہ خوامخواہ ہی گنگنانے لگا اور نعمان اور عبدالمعیز اس کا ساتھ دینے لگے۔ ذیان اٹھنا چاہتا تھا لیکن نہیں اٹھا وہ نہیں چاہتا تھا دل پر ہوئی واردات اس کے دوستوں تک پہنچے اس لیے ایک نظر ان سب پر ڈال کر مسکرادیا۔

❁......❁......❁

پورے تین ماہ ہوگئے تھے اسے گھر آئے ہوئے اور ان تین ماہ میں بی جان ہی دن رات اپنے بیٹے کو یاد کرتی تھیں ورنہ اس نئی نویلی دلہن کو تو کوئی پرواہ ہی نہیں تھی۔ ایک بار بھی انہوں نے اسے اپنے شوہر کے لیے پریشان ہوتے نہیں دیکھا تھا بس اپنی روٹین میں مگن تھی۔ ڈھیر ساری کتابیں اور وہ بی جان نے فضیلت سے بات کی۔ وہ چپ کر گئیں' کیا جواب دیتیں بیٹی کا رویہ ان کے اختیار میں نہیں تھا وہ اسے شادی سے پہلے سب کچھ سمجھا چکی تھیں' سب اونچ نیچ سمجھائی تھی لیکن وہ اپنی روٹین بدلنے پر آمادہ ہی نہیں تھی۔ انہوں نے خدیجہ سے اسے سمجھانے کا وعدہ کیا لیکن میرب کو سمجھا نہ سکیں یا اس نے سمجھا نہیں؟

پھر ایک روز ذیان گھر آ گیا' پورے پانچ ماہ چوبیس دن بعد...... بی جان کھلی جارہی تھیں' گھر بھر میں رونق ہوگئی تھی۔ ذیان نے اس ستمگر کی تلاش میں نظریں دوڑائیں لیکن ناکام ہوگیا نہ اس نے پوچھا نہ کسی نے بتایا۔ وہ شام تک وہیں ٹی وی لاؤنج میں گپیں ہانکتا رہا اور وہیں پڑ کر سوگیا۔ میرب شام کی چائے کا کہنے آئی تو اس نے ذیان کو وہاں سوتے دیکھا "یہ کب آئے؟" پل بھر کو سوچا اور پھر چائے کا کہہ کر واپس کمرے میں چلی گئی۔ چائے پی کر اس نے آرام سے کمبل تانا اور سوگئی' رات آٹھ بجے کے قریب کمرے میں کھٹر پٹر کی آواز سے اس کی آنکھ کھلی' زیرو پاور کی مدھم روشنی میں اسے الماری کھولے ذیان نظر آیا وہ پھر سے سوتی بن گئی۔ ذیان نے آگے بڑھ کر لائٹس آن کردیں اور آنکھیں بند کیے ہوئے بھی میرب کو محسوس ہوا تھا کہ وہ اس پر نظریں گاڑے کھڑا ہے اور وہ سچ میں اس پر نظریں گاڑے کھڑا تھا۔ بلیک کمبل میں چھپا آدھا چہرہ' ہولے سے لرزتی پلکیں وہ جان گیا تھا کہ وہ سونے کی ایکٹنگ کررہی ہے۔ ذیان کی نگاہوں کی تپش نے اسے کروٹ بدلنے پر مجبور کردیا۔ ذیان گھٹنوں کے بل بیڈ کے پاس بیٹھا اور ایک ہاتھ سے اس کے چہرے پر بکھری لٹوں کو ہٹایا وہ کسمسا کر رہ گئی۔

"آنکھیں کھولو میرب۔" وہ بے حد آہستگی سے گویا ہوا تھا۔ اس کی گرم سانسوں کی حدت اسے اپنے چہرے پر محسوس ہوئی تھی' اسے آنکھیں کھولتے ہی بنی' ذیان کا ہاتھ ابھی تک اس کے چہرے پر تھا۔

"میں نے تمہیں بہت مس کیا میرب......" وہ ہولے ہولے کہہ رہا تھا۔ "میں بہت کوشش کرتا ہوں تمہیں

بھلادوں، تمہارے بارے میں نہ سوچوں...... تم سے محبت نہ کروں لیکن تمہارے معاملے میں خود میرا دل میرے مدمقابل ڈٹ گیا ہے۔ میں نے بہت کوشش کی ہے میرب، بہت زیادہ لیکن میں خود کو روک نہیں پارہا ہوں۔" ذیان کا لہجہ بھیگنے لگا تھا، اس کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی کہ اس شخص کا ہاتھ پرے ہٹادے، وہ ساکت لیٹی رہی۔ وہ شخص اس پر سارے اختیار رکھتا تھا، حق دار تھا لیکن اسے اپنے دل پر اختیار نہیں تھا۔ ان ڈھیر سارے دنوں میں اس نے بہت کوشش کی تھی یشال کو بھول جانے کی لیکن وہ جیسے جیسے اس کی یاد کو دل سے کھرچتی وہ پہلے سے زیادہ شدت سے اس کے خیالوں میں آن موجود ہوتا۔

"مجھ سے محبت کرلو پلیز......" ذیان کے لہجے میں اتنی تڑپ تھی کہ میرب کا وجود کانپ اٹھا، وہ ایک دم سے اٹھ بیٹھی، دونوں ہتھیلیوں کو گالوں پر رگڑتی وہ تیزی سے بیڈ سے اتر آئی۔ اس کا وجود لرز رہا تھا، بے چینی سے ہونٹ کاٹتی وہ کمرے میں چکر لگانے لگی۔ ذیان کے اندر پانچ ماہ چوبیس دن کی جدائی کی تڑپ تھی، وہ اب جلتے زخموں پر آس کا مرہم چاہتا تھا اسے میرب کے وجود کے ساتھ ساتھ اس کا دل بھی چاہیے تھا، وہ دل جو صرف اس کے لیے دھڑکے، اسی سے پیار کرے۔

میرب اب بیڈ پر بیٹھ چکی تھی، اس کی آنکھیں نم ہو رہی تھیں، وہ رونا چاہتی تھی بے تحاشا رونا چاہتی تھی۔ اسے ذیان سے ہمدردی محسوس ہو رہی تھی، اسے خود پر ترس آرہا تھا، وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر سسک اٹھی، اب وہ دل میں دعا کر رہی تھی کہ اللہ اس کے دل سے یشال حیدر کی محبت کو نکال دے اور ذیان، اس کے شوہر کی محبت ڈال دے۔ اس خالی محبت سے وہ اب نجات چاہتی تھی جس نے اس کا تن من خالی کردیا تھا لیکن وہ ایسا کر نہیں پارہی تھی، ہزار ہا کوشش کے باوجود۔

نکلتا ہی نہیں وہ شخص مجھ سے
میں خود کو کب سے خالی کر رہا ہوں

میرب نے وہ رات بیڈ کی پائنتی پر گزاری اور ذیان نے کمرے کے پار چاند دیکھتے، وہ اس کے لیے تو نہیں آیا تھا وہ تو سوچ رہا تھا شاید اتنے دنوں کی جدائی نے اس پر کچھ اچھا اثر ڈالا ہو شاید اس پتھر میں دراڑ پڑی ہو لیکن ادھر تو معاملہ جوں کا توں تھا۔ وہ آتے ہوئے دل میں جو ہلکی سی امید کی رمق لے کر آیا تھا اسی رات ختم ہوگئی۔ وہ سمجھ گیا اس کی زندگی یونہی گزرنی ہے، محبت والتفات کے بغیر اسے اپنا صبر آزمانا تھا اور میرب کا جبر۔ وہ چند دن رکا اور زیادہ تر وقت اس نے گھر سے باہر ہی گزارا۔ بی جان جانتی تھیں لیکن اس سے کچھ پوچھتی نہیں تھیں، وہ جانتی تھیں اگر ایک ٹانکا بھی ادھڑا تو پوری زندگی بکھر جائے گی اور وہ اسے بکھرنے سے بچانا چاہتی تھیں۔ وہ چاہتی تھیں خاموشی سے یہ سلسلہ اسی طرح ختم بھی ہو جائے اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو لیکن تقدیر نے ان کے لیے کچھ اور سوچ رکھا تھا۔ وہ سب جو یہ سوچ بھی نہ سکتے تھے اس روز وہ شجیعہ اور امی کے ساتھ بازار آئی تھی، کچھ شاپنگ کرنا تھی۔ شجیعہ نے امی کی نظر بچا کر برہان کے لیے کف لنکس اور موبائل کور خریدا تھا۔ اس کی آنکھوں میں الوہی چمک تھی، محبت کی، چاہنے کی اور چاہے جانے کی، پُرسکون چہرہ۔ میرب یک ٹک اس کا چہرہ دیکھے گئی، شجیعہ کو احساس ہوا تو ہنس پڑی۔

"کیا دیکھ رہی ہیں بھابی صاحبہ...... آپ کچھ نہیں لیں گی اپنے محبوب شوہر کے لیے؟" اس نے چھیڑا۔

اور وہ کہنا چاہتی تھی کہ لے چکی لیکن کہہ نہ پائی، زبان گنگ ہوگئی اور حسیات منجمد، بیرونی دروازے سے میرون شرٹ اور گرے پینٹ میں وہ اپنی شاندار پرسنالٹی کے ساتھ اندر آرہا تھا۔ اس کے ساتھ کوئی اور بھی تھا اور اسے احساس بھی نہیں ہوا، ہاتھ میں پکڑا چرمی والٹ جو وہ ذیان کے لیے لینا چاہ رہی تھی، کاؤنٹر پر رکھ کر بے خودی کے عالم میں اس کے پاس جا پہنچی۔ وہ کاؤنٹر پر کھڑا کچھ مانگ رہا تھا اور ساتھ ساتھ دوسرے آدمی کے ساتھ محو گفتگو بھی تھا۔

"یشال......" پاس پہنچ کر اس نے اتنی آہستگی سے پکارا، کہ شاید ہی کوئی دوسرا سن سکے لیکن یشال بہت تیزی سے پلٹا تھا اور اسے وہاں کھڑا دیکھ کر سن ہوگیا تھا۔ حجاب کے

پیچھے سے جھانکتی دو نیلی صحرا جیسی آنکھیں وہ پہچان سا گیا
اس پاگل لڑکی سے کچھ بھی بعید نہیں تھا لیکن وہ لمحوں میں خود پر قابو پا کر بولا۔

"ارے آپ...... کیسی ہیں اور آپ کے شوہر نامدار نظر نہیں آ رہے۔ عبدالرافع یہ میرب ہے ردا کی بیسٹ فرینڈ۔" اس نے ساتھ ہی تعارف کروایا لیکن میرب کی پیاسی نظریں اس کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔ وہ دید کا ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی' کتنی دیر کے بعد اسے دیکھا تھا' یشال نظریں چرا رہا تھا۔ عبدالرافع بھی اس کی طرف متوجہ نہیں ہوا تھا' اس سے پہلے کہ میرب سے کچھ اور سرزد ہوتا' شجیعہ اس کے سر پر آن پہنچی' آتے ہی اس کا بازو پکڑا۔

"تم ادھر کیا کر رہی ہو میرب؟" مگر وہ اپنے حواسوں میں ہی کب تھی۔

یشال کو کسی خطرے کا شدت سے احساس ہوا' اس نے عبدالرافع کا بازو پکڑا اور آناً فاناً وہاں سے نکل گیا۔

"میرب......" شجیعہ نے اس کا کندھا زور سے ہلایا' اس نے چونک کر دیکھا آنکھوں میں ڈھیروں آنسو تھے۔

"میرب......" شجیعہ کا پورا وجود جھٹکوں کی زد میں آ گیا۔

تو وہ یہ تھا...... آج وہ جان گئی تھی' میرب نے کچھ نہیں کہا چپ چاپ شاپ سے نکل آئی۔ شجیعہ چچی امی کو بلانے چلی گئی جو تھک کر سائیڈ پر کرسی پر بیٹھ گئی تھیں۔ ایک سناٹا میرب کے اندر اترا تھا اور ایک چپ شجیعہ کے اندر' آج شجیعہ بھی وہ راز جان گئی تھی جس نے اس کے بھائی کو سب سے دور کر دیا تھا اور اس لڑکی کو زندگی سے۔ شجیعہ نے دوبارہ میرب سے بات کی نہ سوال' میرب کے لیے یہ رات پھر سے کٹھن تھی۔

وہ جب بھی اس شخص کو بھلانے کا ارادہ کرتی' وہ اس کے تمام تر دعوؤں کو غلط ثابت کرنے پھر آ موجود ہوتا' وہ اس رات پھر روئی اور بہت زیادہ روئی' کاش کہ وہ آنسو کی صورت ہی دل سے نکل جاتا اور اسی رات شجیعہ کو وہم سا ہوا تھا کہ شاید وہ اور برہان مل نہ پائیں۔ محبت کرنے والوں کے دل بڑے نازک ہوتے ہیں اور حساس بھی اس کے اندر جو خطرے کی گھنٹی بجی تھی بے سبب نہیں تھی۔ میرب کی بے خودی و وارفتگی ایک غیر مرد کے لیے تھی اور یہ کیسے ممکن تھا اس کے اس غلط اقدام کا اثر باقی سب پر نہ پڑے۔ اس نے اس طوفان سے بچاؤ کے لیے' صدق دل سے دعا کی تھی جو ان سب کی زندگیاں درہم برہم کرنے والا تھا۔

اور پھر کئی ماہ گزر گئے' ذیان گھر نہیں آیا' فون پر بات کر لیتا یا پھر شجیعہ اور ماں کے لیے کچھ نہ کچھ کوریئر کروا دیتا۔ وہ بھی بھول گیا تھا کہ اس گھر میں اس سے منسوب کوئی اور رشتہ بھی ہے شاید وہ میرب کو وقت دے رہا تھا کہ وہ خود سب کچھ بھلا کر اس کی طرف بڑھے جب کہ میرب نے تو گویا بے حسی کی چادر تان لی تھی۔ سب کچھ اپنی جگہ پر تھا لیکن یوں محسوس ہوتا کچھ بھی اپنی جگہ پر نہیں تھا۔ ایک خالی پن کا احساس تھا جو سارے گھر میں آہستہ آہستہ اپنے پر پھیلا رہا تھا اور سب کچھ اپنی آغوش میں لینے والا تھا۔

❁......❁......❁

سکندر ریاض بہت خوش تھا' کسی پروڈیوسر نے اس کا ناول ڈرامائی تشکیل کے لیے سلیکٹ کر لیا تھا۔ آنے والے دن اسے ایک مشہور اور کامیاب رائٹر ثابت کرنے والے تھے۔ وہ اچھا لکھنے والا تھا لیکن اسے چانس نہ مل پا رہا تھا اور اب کسی یونیورسٹی فیلو کے توسط سے اس کی ٹی وی تک رسائی ہو گئی تھی اور وہ ہر ممکن اس چانس کو پایہ تکمیل تک پہنچانا چاہتا تھا۔ ان دنوں اس کے پاؤں زمین پر نہیں ٹک رہے تھے' اس نے بہت مشاقی سے یہ ناول مکمل کیا اور پُر امید تھا کہ اسے بھرپور پذیرائی ملے گی۔ اس کے یار دوست بھی اس کی کامیابی پر خوش تھے بلکہ ایکٹنگ کا شوق رکھنے والے عبدالمعیز نے تو بطور ہیرو اسے کاسٹ کرنے کی باقاعدہ درخواست دے دی تھی لیکن اپنی کامیابی کے ساتھ ساتھ وہ ذیان پر بھرپور نظر رکھے ہوئے تھا۔ وہ خوش تھا کہ ذیان ایک عرصے سے اپنے گھر نہیں گیا اور وہ یہ بھی معلومات رکھتا تھا کہ اس کی بیوی کا نہ تو کبھی فون آیا ہے اور نہ ہی خود کبھی بیوی کو کال کرتا پایا گیا تھا لیکن اس کے باوجود وہ چاہتا تھا ذیان

ایک دفعہ اپنے گھر جائے اور بہانہ بنا کر پیچھے پیچھے وہ بھی رخ یار کا دیدار کرنے پہنچ جائے لیکن یہ بات وہ منہ سے نہیں کہہ سکتا تھا۔ وہ کسی بھی طرح ذیان کو شک میں مبتلا نہیں کرسکتا تھا۔ سو اس نے گیم کھیلا' ذیان صبح سے کہیں غائب تھا' کلاسز بھی اٹینڈ نہیں کی تھیں' سکندر جانتا تھا کہیں منہ چھپا کر غم منا رہا ہوگا۔

عبدالمعیز اور نعمان گھر گئے ہوئے تھے سوا سے جھوٹ بولنے میں زیادہ دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑا وہ اسے ڈھونڈتا ہوا یونیورسٹی کے سب سے آخری گراؤنڈ میں گیا۔ اس وقت رش کم تھا اور سکندر کو اسے ڈھونڈنے میں زیادہ وقت کا سامنا نہیں کرنا پڑا' فائل چہرے پر رکھے وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر لیٹا تھا۔

''ذیان...... ذیان......'' اس نے دور سے ہی آواز لگائی۔

''ذیان...... اٹھو' فون کیوں نہیں سن رہے؟''

''کیا...... کس کا فون ہے؟'' اس نے چہرے سے فائل ہٹائی تھی' سکندر نے دیکھا اس کی آنکھیں سرخ تھیں' وہ اس کے قریب بیٹھ کر بتانے لگا۔

''گھر سے...... تمہاری والدہ کی طبیعت......''

''کیا ہوا بی جان کو؟'' وہ بے چینی سے اٹھ بیٹھا اور فوراً موبائل پر نمبر ڈائل کرنے لگا' سکندر نے اس کے ہاتھ سے موبائل پکڑ لیا۔

''گھر جانا چاہیے تمہیں بلکہ چلو' میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔''

''خیریت ہے ناں' تم کچھ چھپا تو نہیں رہے؟'' ذیان کے دل میں وسوسے سر اٹھانے لگے تھے' کہیں وہ کچھ کھونے تو نہیں جا رہا۔

''اٹھو' تیاری کرو' میں سیٹیں ریزرو کروا دوں۔'' سکندر اس کی بات کو نظر انداز کرتا نمبر ڈائل کرنے لگا' کن انکھیوں سے ذیان کی حالت کا بھرپور جائزہ لے رہا تھا۔ وہ بے چینی سے ہاتھ مسل رہا تھا' سکندر نے اسے چلنے کا اشارہ کیا اور خود بھی بات کرتا اس کے پیچھے چل پڑا۔ ذیان پوچھ پوچھ کر تھک گیا لیکن سکندر نے یہی کہا کہ ''گھر پہنچ کر پتا چل جائے گا'' اور اس سے آگے کیا کرنا تھا یہ بھی وہ سوچ چکا تھا۔

رات کے دس بج چکے تھے جب ذیان اور سکندر گھر پہنچے۔ گیٹ کھولنے والی نذیراں مائی تھی کیونکہ باقی ملازم جا چکے تھے۔

''ارے صاب آپ......'' وہ ذیان کو اس وقت دیکھ کر چونکی۔

''سلام اماں! گیسٹ روم کھلوا دیں' مہمان ادھر ہی رکیں گے۔''

''جی۔'' اس نے سر ہلاتے ہوئے گیٹ بند کیا' وہ سکندر کو لے کر ڈرائنگ روم کی طرف آ گیا۔ دل دھک دھک کر رہا تھا۔ نذیراں گیسٹ روم کی طرف چل دی تھی' سکندر کو ڈرائنگ روم میں بٹھا کر جب وہ بی جان کے کمرے میں پہنچا تو وہاں کا منظر دیکھ کر اس کا دل ہی ڈوب گیا۔

❁......❁......❁

وہ میرب تھی جو بی جان کے قدموں میں بیٹھی رو رہی تھی' کرلا رہی تھی اور بی جان کسی پتھر کے بُت کی طرح اسے دیکھ رہی تھیں۔

''میں نہیں جانتی بی جان...... مجھے نہیں پتا چلا۔ کب...... کب اس شخص کی محبت میرے اندر آ بیٹھی بس بی جان اتنا جانتی ہوں' میں لاکھ چاہنے کے باوجود اس محبت کو اپنے دل سے نکال نہیں پا رہی' میں نکالنا چاہتی ہوں لیکن مجھ سے نہیں ہو رہا بی جان...... مجھے معاف کردیں۔''

''کیا معاف کروں میرب......'' بی جان کی سرد آواز آئی۔

''تم نے ذیان کو تباہ کردیا' اس کی زندگی تمہاری محبت سے عبارت تھی اور تم نے وہ محبت کسی اور کی جھولی میں ڈال دی۔ میرا ذیان کس کرب سے گزر رہا ہے' تمہیں اندازہ ہے۔ اس نے یہ گھر' یہ شہر' ہمیں سب کچھ چھوڑ دیا ہے۔ ایک صرف اس لیے کہ تمہاری صورت ہم نے زندہ لاش اس کے کمرے میں اتار دی ہے۔ تم تو بچپن سے اس سے منسوب تھیں ناں پھر خیانت کی مرتکب کیوں ہوئیں تم' بتاؤ

میرب...... کہاں کمی رہ گئی، ہماری محبت اور تربیت میں میں نے تمہیں بے حساب چاہا۔ اس گھر کی بڑی بیٹی کا مان دیا تمہیں اور تم نے میرے ہی بیٹے کو توڑ کر رکھ دیا، کیسے جی رہا ہوگا وہ۔" ان کی آنکھیں بھر آئیں، بیٹے کی ماں تھیں بہو کے منہ سے کسی اور کی چاہت کا اقرار سننا کس قدر تکلیف دہ امر تھا، وہی جانتی تھیں مگر میرب صرف بہو ہی نہیں اس گھر کی بیٹی بھی تھی لیکن یہ بھی سچ تھا اس اقرار کے بعد وہ اس کی شکل بھی دیکھنے کی روادار نہیں تھیں۔ اس وقت بیٹے کی محبت حاوی تھی اور اس کی بربادی کا دکھ ہوا۔

"فضیلت۔" انہوں نے پکارا، دروازے کی بیچوں بیچ کھڑے ذیان کی نظر ذرا پرے کاؤچ پر بیٹھی چچی خالہ پر پڑی جو ندامت کے بار سے سر نہ اٹھا پا رہی تھیں۔ ہولے سے "جی آپا" ہی بول پائیں۔

"تم میرب کو لے جاؤ، اللہ اس معاملے کا انجام خیر کرے، مجھے کچھ اچھا دکھائی نہیں دے رہا۔ بڑے شاہ صاحب تک بات پہنچی تو جانے کیا ہو، ذیان آ جائے میں پھر فیصلہ کروں گی۔" وہ کس فیصلے کی بات کر رہی تھیں، ذیان تڑپ کر آگے بڑھ آیا۔

"آداب بی جان......" بی جان چونکیں اور نظر وال کلاک کی سمت گئی۔ میرب اور فضیلت بھی اسے وہاں موجود پا کر حیران ہوئیں۔

"تم کہاں سے آ گئے اس وقت؟" اس کے سر پر دست شفقت رکھتے ہوئے انہوں نے پوچھا۔ میرب اٹھ کر کمرے سے نکل گئی تھی، فضیلت کو اور خفت کا سامنا ہوا۔ وہ شرمندہ شرمندہ سی ذیان کا احوال دریافت کرنے لگیں (انہیں امید تھی کہ شاید اس نے کچھ نہیں سنا) ذیان کو کمرے کے ماحول میں شدید تناؤ اور کشیدگی محسوس ہو رہی تھی، وہ وہیں بیڈ پر ٹک گیا شاید بی جان کے سامنے یوں اپنی ذات کے بے پردہ ہو جانے پر الفاظ کھوج رہا تھا۔

فضیلت بی جان کو اللہ حافظ کہتی باہر نکل گئیں، بی جان نے ذیان کا جھکا سر دیکھا اور جان گئیں وہ ساری بات سن چکا ہے۔

"میں نے میرب کو واپس بھجوا دیا ہے۔" بی جان نے بات کا آغاز کیا۔ "اور تم...... تم نے سب کچھ جانتے بوجھتے اس سے شادی کر لی۔ تم پہلے سے جانتے تھے ناں کہ وہ کسی اور سے محبت کرنے لگی ہے پھر بھی تم نے اتنا بڑا فیصلہ کر لیا۔ کچھ نہیں سوچا اپنے بارے میں۔" وہ اب اسے ڈانٹ رہی تھیں۔

"میں تو سمجھی تھی شاید یونہی کسی کو پسند کر بیٹھی ہے اس قدر طوفانی عشق۔"

"اپنے بارے میں ہی تو سوچا تھا بی جان...... وہ جیسی بھی ہے بی جان، میں اس سے محبت کرتا ہوں اور شاید اس کے بغیر میرے پاس زندہ رہنے کا کوئی جواز بھی نہیں ہے۔" وہ جھکے سر کے ساتھ اس محبت کا اعتراف کر رہا تھا جو اس کے ساتھ ساتھ پروان چڑھی تھی اس تناور درخت کو کھینچ نکالنا مشکل تھا وہ بے بس تھا بہت زیادہ۔

"میں نے میرب کو واپس بھیج دیا ہے، اس کے یہاں رہنے کا کوئی جواز نہیں بنتا۔ وہ تمہارے بستر پر کسی غیر مرد کی محبت اوڑھ کر سوئے یہ میں برداشت نہیں کروں گی۔ بڑے شاہ جی آ جائیں پھر فیصلہ کرتے ہیں، تم چلو کھانا کھا لو۔" اب وہ نارمل نظر آ رہی تھیں۔

"میرے ساتھ مہمان بھی ہے، آپ کی طبیعت ٹھیک تھی؟ میرا فون آن تو تھا شاید سگنل پرابلم تھی۔ وہ تو مجھے سکندر نے بتایا۔" وہ متفکر ہوا۔

"کیوں کیا ہوا میری طبیعت کو؟" وہ سوالیہ ہوئیں۔

"مجھے تو جب شجیعہ نے بتایا کہ کل اس نے بازار میں کیا حرکت کی ہے تو میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ غضب خدا کا ایسی بے شرمی، ایسی بے حیائی، سارے شہر میں عزت رول کر رکھ دی۔" بی جان غصے میں تھیں۔ ذیان کے کان کھڑے ہوئے۔

"کیا حرکت کی میرب نے بازار میں؟" وہ بی جان کی بجائے شجیعہ سے جاننا چاہتا تھا سو معذرت کرتا شجیعہ کے پاس آ گیا۔ وہ اپنے کمرے میں بیٹھی تھی کسی سوچ میں گم، جانے اب اس کے ساتھ کیا ہونے والا تھا۔ اس نے جو کچھ

کل ہوا تھا بی جان کو آ گہی دے دی تھی۔ وہ جانے اور میرب لیکن وہ اس شخص کے بارے میں نہیں جان پائی تھی کہ وہ کون تھا اور میرب اسے کیسے جانتی تھی۔

"کیا ہوا تھا کل؟" وہ شجیعہ کے سر پر کھڑا پوچھ رہا تھا۔ شجیعہ اسے اچانک دیکھ کر گھبرا گئی۔

"بھائی آپ......!" وہ سر پر دوپٹہ جماتے ہوئے بولی۔ دل بے تحاشہ دھڑکنے لگا۔ اس نے آنکھیں میچ لیں۔

"کیا ہوا تھا کل' کیا کیا میرب نے؟" اس کے لہجے میں سختی لیکن آنکھوں میں صحرا کی پیاس تھی' کچھ بھی چھپانے کا فائدہ نہیں تھا۔ شجیعہ نے نظریں جھکائے ساری بات کہہ سنائی شجیعہ بول رہی تھی اور ذیان کے اندر کچھ ٹوٹتا جارہا تھا نئے سرے سے۔

"تو تمہیں یہ سب بی جان کو بتانے کی کیا ضرورت تھی' تمہیں پتا ہے تمہاری اس ذرا سی بات نے معاملات کتنے بگاڑ کر رکھ دیئے ہیں۔" خود کو جوڑتا سنبھالتا وہ گویا ہوا۔

"میں بہت پریشان ہوگئی تھی بھائی جان...... اس کی بے خودی' وارفتگی' بھرے مجمعے میں' کیا کوئی اس طرح کرتا ہے۔ اس کا رویہ آپ کے ساتھ ٹھیک نہیں ہے' گھر میں کسی کے بھی ساتھ وہ بات چیت نہیں کرتی۔ سارا دن کمرے میں بند رہتی ہے' صرف اس شخص کی وجہ سے جس کا اس سے کوئی تعلق کوئی رشتہ نہیں۔" شجیعہ دکھ سے بول رہی تھی' ذیان نے ایک ٹھنڈی سانس بھری۔

"تعلق ہے' رشتہ بھی اس کے دل کے تمام سلسلے اسی شخص سے جا کر ملتے ہیں۔ میری پاگل بہن' میں تو کچھ بھی نہیں تھا اس کے لیے نہ پہلے نہ اب۔ بہرحال تمہیں بی جان کو بتانے سے پہلے مجھ سے بات کرنا چاہیے تھی' کم از کم اپنے بارے میں ہی سوچ لیتیں تم۔" وہ کہتا پلٹ گیا۔ شجیعہ شکست خوردہ سی واپس آ بیٹھی' اپنے بارے میں ہی تو سوچ رہی تھی وہ کل سے اور اس گتھی کا کوئی سرا ہاتھ آ کے نہ دے رہا تھا۔

ذیان نے سکندر کو کھانا کھلایا اور گیسٹ روم میں چھوڑ آیا' فون کہاں سے آیا' کس نے کیا سب کہیں پیچھے ہی چھپ گیا۔ ادھر تو حالات ہی بگڑے ہوئے تھے' میرب کا یوں گھر سے چلے جانا اچھا نہیں تھا۔ خالی بھائیں بھائیں کرتے کمرے میں ساری رات اس نے ہمیشہ کی طرح تنہا گزاری تھی لیکن وہ ایک فیصلے تک ضرور پہنچ گیا تھا' اسے صرف اپنا ہی نہیں شجیعہ کی خوشیوں کا بھی خیال کرنا تھا۔ معاملات کو بگڑنے سے بچانا تھا' دو گھروں کو ٹوٹنے سے بچانا تھا اس لیے اس نے صبح بی جان اور بڑے شاہ صاحب سے الگ الگ ملاقات کی' بی جان سے وعدہ لیا کہ وہ اس بات کو اپنے تک رکھیں گی اور کسی کو بھی ہوا نہ لگنے دیں گی اور بڑے شاہ صاحب سے ریکوئسٹ کی کہ وہ میرب کو ہمراہ لے جانے کی اجازت دیں' وجہ یہ بتائی کہ ہاسٹل میں رہ کر وہاں کا کھانا کھا کر اس کی طبیعت خراب رہنے لگی تھی۔ بڑے شاہ صاحب نے کوئی اعتراض نہ کیا بلکہ وہاں بندان کا گھر جو وہ کبھی کبھار کاروباری مقاصد کے تحت کیے جانے والے دوروں میں استعمال کرتے تھے' صاف کروادیا۔ دو ملازم ہمہ وقت اس کی دیکھ بھال کے لیے مامور تھے' ذیان نے سکندر کو ناشتا کروا کے رخصت کردیا تھا۔

وہ دل مسوس کر رہ گیا' اس کا ارادہ پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکا تھا۔ میرب البتہ ایزی چیئر پر دراز' آنکھیں بند کیے نظر آ گئی۔ وہ خاموشی سے پاس رکھے کاؤچ پر آ کر بیٹھ گیا۔ میرب کے چہرے پر اداسی تھی' وہ محسوس کرسکتا تھا وہ اس کے اندر کا دکھ بھی جانتا تھا لیکن وہ بے بس تھا' نہ اس کے لیے کچھ کرسکتا تھا نہ اپنے لیے۔ وہ مجبور تھا اس کے معاملے میں بھی اور اپنے معاملے میں بھی۔

"میرب۔" اس نے ہولے سے پکارا میرب نے پٹ سے آنکھیں کھولیں' وہ سامنے موجود تھا' آنکھوں میں کرب کا جہاں بسائے۔

"اٹھو پیکنگ کرلو' میں تمہیں ساتھ لے کر جارہا ہوں۔" اس کا کہا اتنا غیر متوقع تھا کہ وہ کرنٹ کھا کر اٹھی' اس نے جو سنا سچ تھا کیا؟

"جلدی کرو' آجاؤ۔" وہ نظریں چرا کر بولا' اپنی محبت

سے منہ موڑنا کتنا کٹھن ہوتا ہے میرب بنا کسی سوال جواب کے بعد اس کے پیچھے چل پڑی۔ کچن کے دروازے سے فضیلت نے دونوں کو آگے پیچھے جاتے دیکھا تو سکون کا سانس لیا۔ بی جان کے فیصلے نے تو ان کو دہلا کر ہی رکھ دیا تھا' کیا جواب دیتی پھرتیں وہ سب کو میرب نے کیا کیا؟

میرب نے خاموشی سے ساری پیکنگ کی وہ اتنی دیر بیڈ پر لیٹا اسے ادھر اُدھر کمرے میں گھومتا دیکھتا رہا' اسے توقع نہیں تھی کہ وہ اس کے ساتھ جانے کے لیے اتنی جلدی راضی ہو جائے گی۔

بڑے شاہ صاحب نے گیراج میں کھڑی چھوٹی گاڑی مین ٹین کروادی کیونکہ اب اسے گاڑی کی ضرورت تھی۔ سب نے انہیں پیار سے رخصت کیا اور بی جان نے بھی ایک دفعہ بیٹی اور بیٹے کی خاطر خود کو سمجھالیا تھا۔

❁......❁......❁
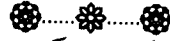
انہیں گھر سیٹ کرنے میں کچھ وقت لگا' یہ چھوٹا سا گھر بھائیوں نے سالوں پہلے خرید کر فرنش کیا تھا' انہیں بزنس میٹنگز کے لیے جب بھی آنا ہوتا تھا وہ یہیں قیام کرتے تھے۔ چار اسٹیپس کے بعد آمنے سامنے دو بیڈ رومز تھے' دونوں کی بیک والی کھڑکیاں پچھلے لان میں کھلتی تھیں لان میں کھلے موسمی پھول کھڑکی سے دلفریب منظر پیش کرتے تھے۔

"دونوں میں سے جو بھی کمرہ پسند ہو لے لو۔" ذیان نے اسے کمرے دکھاتے ہوئے کہا' وہ اس کی بات پر چونکی تھی' کیا ذیان اسے الگ کمرے میں رکھنا چاہتا تھا۔ اس نے اپنا سامان نیچے ہی رہنے دیا' ذیان یونیورسٹی چلا گیا تھا اپنا سامان لینے۔ ڈرائیور اور مالی دو ملازم موجود تھے' ڈرائیور اپنی بیٹی کو بلا لایا تھا تاکہ اس کی ہیلپ کروا سکے۔ کائنات نے فٹافٹ پہلے کھانا تیار کیا پھر اس کے لیے چائے لے آئی' اسے اس وقت شدید طلب محسوس ہو رہی تھی' چائے پیتے ہوئے اس نے اپنی آنے والی زندگی کے بارے میں سوچا تھا' اسے کچھ ایسی خوش فہمیاں نہیں تھیں۔

وہ اپنے بارے میں بھی جانتی تھی اور ذیان کے بارے میں بھی۔ ذیان شام میں دیر سے آیا' تب تک وہ کائنات کے ساتھ لگ کر گھر کو سیٹ کر چکی تھی' ذیان کے آتے ہی کائنات نے کھانا میز پر لگا دیا' وہ بنا میرب کا انتظار کیے چپ چاپ بیٹھ کر کھانے لگا۔ پوچھا بھی نہیں کہ میرب کھا چکی ہے یا نہیں' میرب منتظر تھی لیکن منتظر ہی رہی۔ وہ کھا کر فارغ بھی ہو گیا' وہ اپنی ہتک محسوس کر رہی تھی۔

"تم نے کون سا کمرہ لیا؟" اوپر جاتے ہوئے مڑ کر اس نے پوچھا۔

"کوئی بھی نہیں۔" وہ مختصراً جواب دے کر ٹیبل کی طرف آ گئی' بھوک اب ناقابل برداشت ہو گئی تھی' انا کا مسئلہ بنائے رکھتی تو بھوکا ہی سونا پڑتا۔ وہ آرام سے اوپر گیا اور دائیں طرف والے کمرے میں جا کر اندر سے لاک کر لیا' میرب کے حلق میں یک لخت نوالہ پھنس سا گیا تھا۔ پانی کا پورا گلاس چڑھانے کے بعد اس نے کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا' اپنا مختصر سامان لے کر وہ بائیں طرف والے کمرے میں آ گئی تھی۔ جانے زندگی کس نہج پر گزرنے والی تھی اس نے بڑے سے فرنشڈ بیڈروم کو دیکھتے ہوئے سوچا اور اس جہازی ساز بیڈ پر لیٹتے ہی اسے جانے کب نیند آ گئی تھی۔

صبح اس کی آنکھ گیارہ بجے کھلی' اس نے اٹھ کر کرٹنز ہٹائے' نرم چمکیلی دھوپ شیشوں سے چھن کر اندر آنے لگی۔ باہر اس کا منظر دلفریب تھا' مالی پودوں کی کانٹ چھانٹ کر رہا تھا وہ وہیں کھڑے ہو کر اسے دیکھے گئی۔ وہ ابھی تک سمجھ نہیں پا رہی تھی ذیان نے بی جان کے فیصلے سے انحراف کیوں کیا تھا؟ اسے اپنے ہمراہ کیوں لے آیا تھا یقیناً محبت کے علاوہ بھی اور کوئی بات تھی' کیا یہ وہ ابھی جاننے سے قاصر تھی۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ شمارے میں)

املتاس

صباء ایشل

آزمائش رشتوں میں ضروری ہوتی ہے
نہ مل پانا کسی کی مجبوری ہوتی ہے
یاد تو دور سے بھی کرسکتے ہیں لیکن
مل کے ہی دل کی حسرت پوری ہوتی ہے

موسم کا کوئی محرم ہو تو اُس سے پوچھو
کتنے پت جھڑ ابھی باقی ہیں بہار آنے میں

وحشت ناک خاموشی اندھیرے کی سیاہ چادر اور مہیب خوف کے زیر اثر اس کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت اس کا ساتھ نہیں دے رہی تھی۔ سرد ترین رات میں وہ ملگجی روشنی والے سیلن زدہ کمرے کے ایک کونے میں سکڑ کر بیٹھی تھی۔ سرد ہوا کے تیز جھونکے سے کھڑکی کا کھلا لکڑی کا پٹ زور سے بند ہوا اور پھر چوکھٹ سے ٹکرا کر زوردار آواز کے ساتھ ہلتا ہوا واپس اپنی پہلی حالت پر آ گیا۔ اس کے دل میں کھڑکی بند کرنے کا خیال آیا' دیوار کا سہارا لے کر اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے اس کی نظر کمرے میں موجود واحد چارپائی پر گئی تھی۔

اگلے ہی پل اس نے زور سے آنکھیں میچ لیں اور دیوار کے ساتھ لگ گئی پھر آہستہ آہستہ سارا بدن خوف کی شدت سے کانپ اٹھا۔ اس نے اپنا سر گھٹنوں پر رکھ لیا اور دونوں بازو مضبوطی سے گھٹنوں کے گرد لپیٹ لیے۔ یہ تاریک رات اس کی زندگی کی سب سے طویل رات بنتی جارہی تھی۔ کمرے میں اتنی خاموشی تھی کہ باہر ہوا چلنے کے سبب ہونے والا ہلکا سا ارتعاش بھی سماعت میں محسوس کیا جاسکتا تھا لیکن اس نے ایک بار جو سر گھٹنوں میں دیا تو دوبارہ کوئی آواز اسے سر اٹھانے پر مجبور نہ کرسکی تھی۔ آوازیں تو ایک طرف' کمرے میں موجود دوسرے وجود نے بھی اسے اپنی جانب دیکھنے پر مجبور نہیں کیا تھا۔ اس کا سب کچھ تھا جس کو ہر رات وہ بار بار نیند سے اٹھ کر دیکھا کرتی تھی۔ ہر آہٹ پر وہ لرز اٹھتی تھی لیکن اب اس نے اپنا سر اٹھانے یا دیکھنے کی کوشش ہی نہیں کی تھی' اس کا بدن سرد ہو کر سُن ہو گیا تھا۔ دل و دماغ میں کسی قسم کا کوئی احساس پیدا نہیں ہو رہا تھا۔ جب گھر کے دروازے پر دستک کی آواز سنائی دی۔ آواز آہستہ آہستہ بلند ہوتی چلی گئی مگر دروازے پر جو بھی تھا وہ مستقل مزاج تھا۔ اس نے ڈرتے ہوئے بالآخر سر اوپر اٹھایا رات کی سیاہ چادر چھٹ چکی تھی۔ اس کے دل کو کچھ اطمینان ہوا' وہ آہستگی سے اٹھی اور لڑکھڑاتے ہوئے دروازے کی جانب بڑھ گئی۔

دروازے پر چند خواتین کھڑی تھیں وہ خالی نگاہوں سے انہیں تکنے لگی' عجیب عورتیں تھیں جن کے ہونٹ تو ہل رہے تھے لیکن ان کے بولنے کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ ناسمجھی سے ان کی طرف دیکھتے اس کے چہرے پر عجیب سا تاثر ابھرا جب ان میں سے ہی کسی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور گھر کے واحد کمرے کی طرف لے آئیں۔ سب کی سب چارپائی کی جانب بڑھیں وہ بھی قریب پہنچ کر کھڑی ہوگئی ہاتھ آگے بڑھا کر اس نے چارپائی پر لیٹے وجود کے ماتھے پر ہاتھ رکھا۔ اسے لگا اس کا ٹھنڈا ہاتھ اس بے جان وجود سے کہیں زیادہ سرد ہے اور وہ اپنا یخ احساس اس مردہ وجود میں اتار رہی ہے۔ دفعتاً اس نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا کسی نے اس کے شانوں پر چادر اوڑھائی تھی' کوئی اسے پکار رہا تھا' کسی نے اسے جھنجھوڑنا چاہا تھا' کوئی اسے سنبھال رہا تھا۔ سب گڈمڈ ہو رہا تھا' گول گول دھندلے دائرے بن رہے تھے۔ اس کی آنکھیں اس دھندلے منظر کو دیکھ نہیں پارہی تھیں' سماعتیں آوازیں سمجھنے سے قاصر تھیں اور پھر اس نے آنکھیں دھیرے سے بند کرلیں' احساس شل ہوگیا اور وہ ڈھے گئی تھی۔

❀......❀......❀
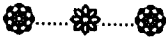
گھٹنوں تک آتے سرخ کوٹ اور سیاہ جینز میں وہ بے حد دلکش دکھائی دے رہی تھی۔ گردن میں سرخ اسکارف لپیٹ کر اس نے بالوں کو کھلا چھوڑا ہوا تھا' سرد شام میں وہ لان میں پتھر کی بنچوں میں سے ایک پر بیٹھ گئی تھی۔ یہ پتھر بھی اسے خزاں جیسے ہی معلوم ہوتے تھے۔ یخ' سخت اور بے جان ہر احساس سے ماورا اور ظالم دونوں ہاتھ لپیٹ کر اس نے گہری سانس لی اور آسمان کی جانب نظر کرکے ٹنڈ منڈ درختوں کے آخری سرے دیکھنے لگی' جن کے وجود کے ہزاروں حصے خزاں الگ کرکے لے جارہی تھی۔

ہوا کا تیز جھونکا آیا اور آخری ہچکیاں لیتے کئی پتوں کو ان کی شاخوں سے علیحدہ کرگیا' اس نے آنکھیں میچ کر دونوں کانوں پر ہاتھ رکھ لیے۔ اسے فضا میں پتوں کے

چیخنے، چلانے اور کرب کی آواز سنائی دینے لگی، درخت اپنے وجود کے کئی حصے اس بے دردی سے جدا ہونے پر پھڑ پھڑانے لگا۔ اس نے کچھ دیر بعد کانوں سے ہاتھ ہٹا کر آہستگی سے آنکھیں کھولیں، بے تاثر نظروں سے آس پاس دیکھا، پتے بکھرے ہوئے تھے، ایک پتا اس کی گود میں بھی آن گرا تھا۔ اس نے دو انگلیوں سے پتے کو پکڑ کر بغور دکھ کی کیفیت سے دیکھا گویا کہہ رہی ہو مجھے تمہارے درد کا پورا احساس ہے۔

"آپ پھر یہاں آ گئیں، کیوں خود کو ان دیکھے دکھ میں بار بار مبتلا کرتی ہیں؟" غشمیرہ اس کے کاندھے پر نرمی سے ہاتھ رکھتی اس کے ساتھ ہی بیٹھ گئی۔

"سوچ رہی ہوں یہ موسم کتنا اذیت ناک ہے، اس بار پھر نجانے کتنے لوگوں کو اس نے اپنے پیاروں سے جدا کیا ہوگا۔ کتنے دل اجاڑے ہوں گے، کتنے گھر خالی کیے ہوں گے، بالکل ایسے ہی جیسے ان سبز پتوں کو موت کی زردی میں بدل کر انہیں شاخوں سے الگ کر کے درختوں کو ان کا ماتم منانے کے لیے تنہا چھوڑ کر۔

"غشمیرہ کیا میں واقعی پاگل ہوگئی ہوں، کیا واقعی تم سب کو ان درختوں کی سسکیاں سنائی نہیں دیتیں؟ کیا تم سب کو اس سرد دھند آلود فضا میں نوحوں کی آوازیں نہیں سنائی دیتیں؟ کوئی تو وجہ ہے ناں، جو لوگ اسے بچھڑنے کا موسم کہتے ہیں؟ مجھے نہیں علم کہ میں سب کو اپنی بات کیسے سمجھاؤں لیکن سچ یہ ہے کہ جو میں محسوس کرتی ہوں مجھے وہی سچ لگتا ہے اور میں کوئی رسک نہیں لینا چاہتی۔" کسی غیر مرئی شے کو دیکھتے اور نادیدہ آوازیں سنتے وہ بنا کسی تاثر کے اپنی بات کہہ رہی تھی۔

"ہم تمہیں غلط نہیں کہتے حسال، نہ ہی ہمارا مقصد تمہیں غلط ثابت کرنا ہے۔ غلط وہ سوچ ہے جو تمہارے اندر بس گئی ہے، وہ ڈر ہے جو تمہارے اندر ڈیرہ جمائے بیٹھا ہے، جب تک تم خود اس کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں کرو گی یہ باہر نہیں نکلے گا۔ تمام عمر یہ موسم تمہیں یونہی ڈستا رہے گا، جو ہوا تھا وہ مشیت ایزدی تھی، تم اسے کیسے موسم کا ستم کہہ سکتی ہو، اسی لیے سب تمہارا بھلا چاہتے ہیں اور اگر تمہیں لگتا ہے تم ٹھیک ہو تو پھر بھی گھر کے سب لوگ تمہارا بھلا ہی چاہتے ہیں۔ ان سب کی خاطر ایک بار اپنا فیصلہ بدل کر تو دیکھو۔" غشمیرہ اس کا ہاتھ تھامے اسے سمجھانا چاہ رہی تھی لیکن اس کا چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ جو کوشش کر رہی تھی وہ بے سود ثابت ہوگی۔

"غشمیرہ پلیز...... میرے ہاتھوں میں پہلے ہی خوشی کی کوئی لکیر نہیں...... میں نہیں چاہتی کہ میں جان بوجھ کر اپنے غموں کی لکیروں میں ایک اور لکیر کا اضافہ کر لوں اور تم سب کو بھی ایسا دکھ دوں جس سے باہر آنا پھر ممکن نہ رہے۔" اپنی دونوں ہتھیلیاں سامنے کرتے اس نے انہیں پڑھا اور پھر ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ پتا اس کے ہاتھ سے گر گیا تھا اور وہ انجانے میں اس پر پیر رکھتی آگے بڑھ گئی تھی، غشمیرہ نے پتا اٹھا کر بنچ پر عین اس جگہ رکھ دیا جہاں کچھ دیر قبل حسال بیٹھی تھی۔

اداسیوں کے یہ زرد موسم
فضا میں بکھری پرانی یادیں
اجاڑ پیڑوں پر تنکا تنکا
بکھرے چڑیوں کے آشیانے
یہ فرقتوں سے نڈھال برکھا
میرے لہو میں اتر رہی ہے

❁......❁......❁

"حسال آپی...... آپ سے ایک بات کرنی تھی۔" غفران غشمیرہ کے اشارے کو سمجھ کر حسال کے قریب صوفے پر بیٹھ گیا جس کا ستا ہوا چہرہ اس کے رونے کی چغلی کھا رہا تھا۔

"مجھ سے......! ہاں بولو۔" حسال نے حیران ہوتے ہوئے اپنی گھنی پلکیں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تو وہ سہم جانے کی اداکاری کرنے لگا۔

"کیا ہوا؟" اس نے اچنبھے سے پوچھا۔

"آپ نے شراب پی رکھی ہے ناں؟" وہ اس کے کان کے قریب ہو کر بولا مبادا کوئی اور نہ سن لے، وہ حیرانی سے

اس کی جانب دیکھتی رہ گئی۔

"اچھا اچھا پھر کوئی نیا آئی میک اپ آیا ہوگا ناں؟ اور ایسی سرخ آنکھیں فیشن میں ان ہوں گی۔ ارے غشمیرہ تم بھی آپی سے پوچھ کر اپنی شادی پر ایسا ہی آئی میک اپ کروانا۔" وہ اب بھی بلا کی سنجیدگی خود پر طاری کر کے کہہ رہا تھا۔

"شادی سے یاد آیا' آپی آپ سے ایک بات کرنے آیا ہوں۔ اب آپ تو جانتی ہی ہیں آپ کی یہ دوست میری تو ایک نہیں سنتی اسی لیے آپ کی مدد درکار ہے۔" وہ چہرے پر سنجیدگی طاری کیے غضب کی اداکاری کر رہا تھا۔ کچھ فاصلے پر بیٹھی غشمیرہ نے مسکراہٹ دباتے ہوئے چہرہ جھکالیا تھا۔ وہ جانتی تھی ہمیشہ کی طرح غفران کوئی پھلجڑی ضرور چھوڑے گا اور اب تو اس نے خود ہی غفران کو اشارہ کر کے حسال کا موڈ ٹھیک کرنے کو کہا تھا۔

"غفران اب کہہ بھی دو کیا بات ہے؟" حسال نے سوچ سوچ کر بولتے غفران سے جھنجھلا کر کہا۔

"وہ آپی میں چاہ رہا تھا کہ آپ غشمیرہ سے کہیں کہ شادی سے پہلے نام بدل لے ورنہ میں اس سے کسی صورت شادی نہیں کروں گا۔ میری طرف سے اجازت ہے کہ اپنا نام کشمیرہ کرلے' ہمشیرہ رکھ لے لیکن اس "غ" کو بدل ڈالے آپ تو جانتی ہیں ناں میں اس خاندانی "غ" سے کتنا الرجک ہوں بلکہ آپ کو بتاؤں میں تو سوچ رہا ہوں کہ اپنا نام بھی بدل لوں۔ غفران کا "غ" ہٹا کر بغران رکھ لوں یا بغران کا صرف بغر ہی رکھ لیتا ہوں بلکہ اگر میری ہمشیرہ مطلب غشمیرہ کہے تو میں بغر کے بجائے خود کو ڈفر کہلوالوں گا لیکن پلیز اسے سمجھائیں کہ اس غین کو میری بصارتوں کے سامنے سے' سوری سماعتوں سے ٹکرانے سے روک دے۔ میری آدھی عمر تو غین کے گرداب میں گزر گئی ہے باقی کی آدھی اسی کے جال میں الجھ کر رہ جائے گی۔" غفران سنجیدگی کی ہر حد پار کرتے ہوئے کمال بے چارگی کا اظہار کر رہا تھا۔

"آپی جی...... میری آدھی عمر تو اس غین کے گرداب

میں گزر گئی ہے اور میں نہیں چاہتا کہ باقی آدھی بھی اسی جال میں الجھ کر گزرے۔ آپ میری مشکل سمجھ رہی ہیں ناں؟'' وہ معصومیت سے پوچھ رہا تھا' حسال نا چاہتے ہوئے بھی بے اختیار مسکرادی تھی۔

''پھر تمہارا غین نامہ شروع ہوگیا' رک جانا ہنجار' میں تیرا نام ابھی بدلتی ہوں' ارے بڑوں کا مذاق بناتا ہے۔'' دادی لاٹھی ٹیکتی ایک ہاتھ کمر پر رکھے لاؤنج میں داخل ہوئیں۔

''دادی......! وہ آپ کے پیر کے پاس اتنا بڑا کیڑا۔'' غفران چلایا' دادی پیر جھاڑتے ہوئے لاٹھی ٹیکتی آگے بڑھیں' گھبراہٹ کے مارے وہ کچھ جلدی ہی آگے بڑھ آئی تھیں۔

''ارے دیکھ بٹیا...... کہیں وہ موا کیڑا میرے جوتوں میں تو نہیں گھس گیا۔'' موٹے عدسے والے چشمے کے پیچھے سے بغور اپنے پیروں کی جانب دیکھتے ہوئے وہ حسال سے مخاطب ہوئیں۔

''ایک منٹ رکیں دادی' میں ذرا جائے وقوعہ کا معائنہ کرلوں' کہیں وہ نازک اندام وجود' کسی بھاری بھرکم وجود تلے آ کر اس دارِفانی سے کوچ ہی نہ کر گیا ہو۔'' غفران کی آواز حتی الامکان حد تک گھبرائی ہوئی تھی۔

''ہاں ہاں بیٹا...... جلدی دیکھ۔'' دادی نے ہاتھ ہلاتے ہوئے اسے جانے کا کہا۔ حسال اور غشمیرہ کے چہرے پر مسکراہٹ بے ساختہ تھی۔

''دادی ماں......'' غفران نے دروازے پر پہنچ کر انہیں پکارا' دادی نے اس کی جانب دیکھا جس کے چہرے پر شرارتی مسکراہٹ مچل رہی تھی۔

آنکھیں گھماتے ہوئے وہ مسکراتا ہوا غائب ہوگیا۔ دادی کو اس کے ہمیشہ کی طرح چالاکی سے غائب ہونے کا احساس ہوا تو وہ اس کے پیچھے جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

''نا نو...... وہ اب آپ کے ہاتھ نہیں آئے گا' بیٹھ جائیں۔'' حسال نے دادی کا ہاتھ پکڑ کر انہیں پھر سے بٹھالیا۔ اسی پل غفران ایک بار پھر دروازے کے پیچھے نمودار ہوا دروازے کے سامنے غشمیرہ صوفے پر بیٹھی تھی۔ دادی اماں اور حسال کی اس جانب پشت تھی' مسکراتے لب مزید پھیل گئے تھے۔ غفران نے آنکھ کا ایک کونا دبایا' غشمیرہ سٹپٹا گئی۔ غشمیرہ نے غفران کی شرارت کی وجہ سے حسال کے مسکراتے چہرے کو دیکھا' چاندنی کی مانند حسال کی مسکراہٹ کے سامنے ہر منظر دب جاتا تھا۔ غشمیرہ کے دل سے بے اختیار حسال کی خوشیوں کے لیے ڈھیروں دعائیں نکلی تھیں۔

❁......❁......❁
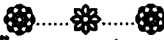
عمر حسن اور شیبا حسن کی تین اولادیں تھیں' دو بیٹے غضنفر' غیور اور ایک بیٹی غزالہ۔ غضنفر کے دو بیٹے غیاث اور غفران تھے اور غیور کی دو بیٹیاں غریدہ' غشمیرہ اور ایک بیٹا غمر تھے۔ دونوں بیٹوں کی شادیاں ماں باپ کی پسند سے طے ہوئی تھیں لیکن غزالہ نے اپنی ضد اور محبت سے مجبور ہو کر' گھر والوں سے بغاوت کر کے اپنے ڈرائیور سے شادی کی تھی۔ بیٹی کی ضد سے مجبور ہو کر' ماں باپ نے اسے بیاہ تو دیا تھا لیکن ساتھ ہی اس سے ہر ناطہ توڑ لیا تھا۔ شادی کے پندرہ برس تک عمر حسن' شیبا حسن اور ان کے بچوں کا غزالہ سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

بیس برس بعد بھی غزالہ تو نہیں آئی لیکن ایک چٹھی آئی تھی جس پر غزالہ کی موت اور اس کی آخری وصیت کے بارے میں لکھا تھا' خط بھیجنے والے نے اس میں ایک پتا بھی لکھا تھا۔ خط پڑھ کر عمر حسن وہیں ڈھے گئے' ماضی میں کچھ بھی ہوا' اسے بدلا تو نہیں جاسکتا تھا لیکن سچ تو یہ تھا کہ غزالہ ان کی بیٹی تھی' ان کا اپنا خون۔ مذکورہ پتے پر پہنچے تو سوائے غزالہ کی سہمی' ڈری' گھبرائی نشانی حسال کے وہاں کچھ نہ تھا۔ غزالہ کا شوہر دس سال قبل ایک حادثے کا شکار ہو کر اس دارِفانی سے کوچ کر گیا تھا۔ اس کا شوہر ڈھاکہ کے کسی گاؤں سے تعلق رکھتا تھا' سسرال والوں نے بھی شادی کے بعد غزالہ کو قبول نہ کیا تو وہ غزالہ کو لے کر شہر آ گیا تھا۔ ہمیشہ سے ضدی غزالہ نے واپس لوٹنے کے بجائے اپنا سہارا خود بننے کا فیصلہ کیا اس بستی کے مکینوں کا دل بہت

بڑا تھا۔ لاڈو سے پلی غزالہ لوگوں کا ہر کام کرلیا کرتی تھی' سلائی' کڑھائی' گھروں کی صفائی اور کچھ لوگ عید بقر عید اور دوسرے مواقعوں پر غزالہ کی مالی امداد کردیا کرتے تھے۔ پڑھی لکھی غزالہ بظاہر مسکراتی رہی لیکن اندر ہی اندر کوئی روگ اسے دیمک کی طرح چاٹ رہا تھا۔ شروع میں اس نے کسی پرائیوٹ اسکول میں نوکری کرنے کی کوشش کی لیکن اسکول میں وقت بہت زیادہ اور پیسے نہ ہونے کے برابر ملا کرتے تھے اور بچی کے ساتھ ٹیچنگ کرنا بہت مشکل ثابت ہو رہا تھا۔ آس پاس کوئی بہت اچھا اسکول نہ تھا اور زیادہ دور وہ جا نہیں سکتی تھی اس بستی میں لوگ ٹیوشن کی فیس بھی نہ ہونے کے برابر دیا کرتے تھے لہٰذا اس نے دوسرے آپشن پر عمل کیا اور خود کو مار کر ہر وہ کام کیا جس سے اس کا اور اس کی بیٹی کا پیٹ بھرتا رہا اور اس کی بیٹی پڑھ بھی سکے۔ اندر کا روگ بڑھتا رہا اور ایک دن سرطان بن کر باہر نکلا تھا۔

حسال جب گورنمنٹ کالج سے ایف اے کررہی تھی' غزالہ کو اپنی زندگی کے محدود ہونے کا اندازہ ہوگیا تھا' اسی لیے ایک قابل اعتماد پڑوسن کو دو کاغذ تھما دیئے تھے ایک پر وصیت تحریر تھی تو دوسرے پر اس کے والدین کے گھر کا پتا۔ ایک سرد اور وحشت ناک رات کی خاموشی میں باپ کی طرح ماں بھی حسال کو اکیلا چھوڑ کر اس دارِفانی سے کوچ کر گئی تھی۔ حسال نانا کے گھر آ گئی تھی' سنجیدہ اور خاموش طبیعت حسال کو اس گھر کے سب لوگ بہت اچھے لگے تھے' سب نے ہی اسے بہت پیار سے خوش آمدید کہا تھا۔ عمر حسن اس صدمے سے باہر نہ آسکے تھے۔ گھنٹوں نانا اور نواسی غزالہ کی باتیں کرتے رہتے' حسال دن بدن عمر حسن کے قریب ہوتی چلی گئی پھر ایک دن زرد موسم حسال سے اس کا ایک اور قریبی رشتہ چھین کرلے گیا تھا۔ حسال وہ دن بھول کیسے سکتی تھی' شدید دھند اور تیز ہوا کے تھپیڑے اس کا دل ہولا رہے تھے۔ اس موسم میں وہ رات بھر سو نہیں پائی تھی' ''کچھ ہونے والا ہے'' کا احساس اسے گھیرے ہوئے تھا' پھر علی الصبح نانا ابو کے کمرے سے رونے کی آوازیں سنائی دیں وہ ننگے پیر اس طرف دوڑی۔ اندر کا منظر اسے ساکت کر گیا تھا۔ نانا ابو کے چہرے پر گہرے سکون اور ان کے آس پاس سب گھر والوں کا اکٹھا ہونا اسے انہونی کا احساس دلا گیا تھا۔ بے جان قدموں سے وہ آگے بڑھی' بے یقینی سے نانا ابو کا ہاتھ تھاما' ان کا ہاتھ ڈھلک کے نیچے آن گرا۔ وہ ہوش میں ہوتے ہوئے بھی حواس کھو رہی تھی' وہ روئی تو اس بری طرح سے کہ ہر شخص اپنا درد بھول کر اس کا درد محسوس کرنے لگا تھا' اس کی زندگی کا ہر اہم شخص اس سے ایسے ہی چھین لیا جاتا تھا۔

''یہ موسم خزاں میری خوشیوں کا قاتل ہے' میرے پیاروں کے مجھ سے بچھڑنے کی وجہ ہے۔ یہ موسم قاتل ہے۔'' اس کے دل و دماغ پر یہ سوچ نقش ہوگئی تھی اور ایسی نقش ہوئی کہ آج نانا ابو کو گزرے کئی برس گزر گئے مگر اس کی یہ سوچ آج بھی ویسے ہی زندہ تھی۔ اتنے سالوں میں اس نے ایف اے سے انگلش میں ماسٹرز کرنے کا سفر طے کرلیا تھا لیکن اس کے اندر خزاں کے موسم میں پتوں کو بکھرتے' بچھڑتے دیکھ کر وہی کیفیت اور سوچ پھر سے عود کر آئی۔ وہ سونا' اٹھنا' کھانا' پینا' اوڑھنا سب بھول کر کسی انہونی کے ہوجانے کے ڈر میں مبتلا ہوگئی تھی۔

❁.....❁.....❁

سبز پتے' زرد لبادہ اوڑھ کر اپنا رشتہ درخت سے کمزور کررہے تھے اور پھر ہوا کا ایک ہی ظالم جھونکا انہیں تکلیف سے نجات دے دیتا۔ بڑی شان سے رنگت بدل کر وہ خود اپنی موت کا پیام دے رہے تھے۔ گھنے درختوں کی ٹہنیاں خالی ہورہی تھیں' طیور اشجار سے روٹھ رہے تھے اب شاذ و نادر ہی کوئی بھولا بھٹکا پنچھی کسی پیڑ پر بیٹھا نظر آتا تھا۔ سیاہ لباس اور ہم رنگ کوٹ میں وہ دھیرے دھیرے پارک کے ایک سنسان گوشے کی جانب بڑھ گئی۔ پارک میں ہر سو سوکھے پتے بکھرے ہوئے تھے اور لوگوں کے بے دردی سے روند کر چلنے پر ان کے چرمرانے کی آوازیں اس کے دل سے ٹکرا رہی تھیں۔ پتوں کو پیروں سے بچا کر سنبھل کر چلتی وہ ایک بنچ پر بیٹھ گئی' اس کی آنکھوں میں نمی تھی' شاید

ماضی کا کوئی در پھر سے کھل گیا تھا۔ درخت پر چڑیا کا گھونسلہ خالی تھا اور اب تو تنکا تنکا بکھر رہا تھا' چڑیا کی وہ مانوس آواز جسے سننے وہ کچھ عرصہ پہلے تک روز چلی آتی تھی اب کہیں نہ تھی۔ جھلملاتی آنکھوں میں جلن اور بڑھ گئی' آنکھوں کی سیاہ باڑ پر ہیرے جگر جگر کرنے لگے۔ آنکھ میں نمی جمع ہو کر موتی بنانے لگی' اس نے آنکھیں بند کر کے بنچ سے ٹیک لگائی' موتی ٹپ ٹپ پھسل کر گرنے لگے۔ تکلیف اور بڑھ گئی تھی ایک ایک کر کے سارے ستم یاد آرہے تھے۔

جان سے پیارے بابا...... صحرا میں کھلے واحد پھول کی طرح اس بھری دنیا میں اس کا کل سرمایہ اس کی ماں...... سب کچھ گنوا کر ملے ہوئے نانا ابو...... سب کھو گیا تھا' کچھ پاس نہ رہا' وہ اکیلی اور ادھوری تھی' خزاں میں شاخوں پر ٹکے کئی پتے اور جینا چاہتے ہیں۔ جیسے کسی موذی بیماری میں مبتلا مریض معجزے کی تمنا کرتے بھرپور زندگی جینا چاہتا ہو' زندگی تو کبھی کبھار مہلت دے دیا کرتی ہے لیکن پت جھڑ پتوں کو مہلت نہیں دیا کرتی۔ کسی سنگ دل قاتل کی طرح ایک ہی جھٹکے میں پتے کا رشتہ درخت سے جدا کر دیتی ہے۔

اداس موسم میں زرد پتے
منتظر ہیں بہار تیرے
نجانے کتنے دنوں سے پیاسے
یہ دشت تم کو بلا رہے ہیں
کبھی تو لوٹو' کبھی تو پلٹو
کہ زندگی میں ویرانیاں ہیں
بنا تمہارے......

اس کی ذات بھی تو زرد موسم جیسی تھی بس فرق اتنا تھا کہ پتے چرمراتے ہیں تو ان کے بین کرنے کی آوازیں سماعتوں سے ٹکراتی ہیں اور جب یادیں ایک ایک کر کے اندر ٹوٹ کر بکھرتی ہیں' دل کی دیواروں سے ٹکراتی ہیں تو باہر آواز نہیں آتی لیکن اندر زرد یادیں کراہتی ہیں' سسکیاں لیتی ہیں' چیختی چلاتی ہیں' گونجتی ہیں' کہرام برپا کر دیتی ہیں اور پھر درد میں ڈھل جاتی ہیں اور درد بے رنگ' بے وجود' بے آواز ہوتا ہے۔ کوئی اور بھلا کیسے اسے دیکھے' جانے اور محسوس کیے بنا اس کا درد سمجھ سکتا تھا۔

❁......❁......❁

آج میز پر کئی اقسام کے کھانے چنے ہوئے تھے' اس کی وجہ غیاث کا موجود ہونا تھا۔ غیاث اکثر کام کے سلسلے میں مصروف رہتا تھا اور کبھی کبھار ہی اسے سب کے ساتھ کھانے کا موقع ملتا تھا۔ عمر حسن کا امپورٹ ایکسپورٹ کا بزنس تھا' جو اُن کی زندگی میں ہی خوب ترقی کر رہا تھا اب ملک کے مختلف حصوں میں ان کی شاخیں تھیں' غیاث کام کے معاملے میں بہت سنجیدہ تھا۔

پچھلے کچھ عرصے سے انہیں دوسرے شہر میں موجود اپنی ایک برانچ سے مسلسل نقصان ہو رہا تھا۔ ایک دو بار غیاث وہاں گیا تو تھا لیکن مسئلہ کہاں ہے' اس کا اندازہ نہیں لگا پا رہا تھا' اسی لیے اب غیاث نے مستقل وہاں جانے کا سوچ لیا تھا۔ غضنفر اور غیور دونوں ہی اسے نئے شہر میں اکیلا نہیں بھیجنا چاہتے تھے' شیبا حسن اور مسز غضنفر کی بھی یہی رائے تھے۔

''بابا...... میں سوچ رہا ہوں' بھائی کے ساتھ میں بھی اسلام آباد چلا جاؤں۔'' کن انکھیوں سے حسال کی طرف دیکھتے ہوئے غفران نے کہا۔

''اور میں سوچ رہا ہوں غفران کے دماغ میں اتنا اچھا آئیڈیا کیسے آ گیا؟'' غیاث نے کانٹے سے کباب کا ٹکڑا توڑتے ہوئے شرارتی انداز میں کہا۔ سب کے لبوں پر مسکراہٹ رینگنے لگی سوائے حسال کے جو اپنی پلیٹ کی طرف دیکھتے ہوئے کسی سوچ میں گم تھی۔

''اس کی ایک بہت اہم وجہ ہے بھیا...... اور وہ وجہ دادی کے سامنے ہرگز نہیں بتائی جا سکتی...... میں سوچ رہا ہوں اسلام آباد جا کر پہلے اپنا نام بدل لوں گا پھر آپ کا بدلوا دوں گا اس کے بعد ہم مل کر بابا کو فورس کریں گے کہ وہ بھی ایسا ہی کریں۔ مطلب ایک ایک کر کے ہم سارے ''غین'' کا قتل عام کر دیں گے پھر نہ رہے گا بانس اور نہ بجے گی

بانسری۔" پہلا جملہ بآواز بلند کہنے کے بعد غفران نے باقی ساری بات غیاث کے قریب ہوکر دھیمے لہجے میں کی گویا کوئی بہت ضروری بات کررہا ہو۔

"یہ کیا سرگوشیاں کررہے ہو؟" دادی حسب عادت اپنے مخصوص انداز اور الفاظ میں اسے کڑے تیوروں سے گھور رہی تھیں۔

"اوہ...... سوری دادی ماں! وہ میں اور بھائی جان اپنے مستقبل کا لائحہ عمل بنارہے ہیں اب ہر بات آپ کی اجازت لے کر تو کی نہیں جاسکتی۔" غفران نے ایک بار پھر آخری جملہ زیرلب بڑبڑایا۔ غیاث نے البتہ اس کی بڑبڑاہٹ سن لی تھی کیونکہ وہ اس کے ساتھ والی کرسی پر براجمان تھا۔

"خاموشی سے کھانا کھاؤ غفران...... باتیں بعد میں کرلینا۔" مسز غضنفر نے تنبیہ کی تو وہ سر ہلاتا پلیٹ پر جھک گیا' کھانے کے بعد چائے کا دور چلا پھر سب بڑے اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے' لاؤنج میں اب غشمیرہ' غیاث' غریدہ' غمر اور غفران تھے۔ غفران حسب سابق غین نامہ لے کر بیٹھا تھا' حسال خاموشی سے ٹی وی پر نظریں جمائے بیٹھی تھی۔ غیاث بار بار کن انکھیوں سے اس کی محویت نوٹ کررہا تھا' بظاہر ٹی وی پر نظریں جمائے وہ کسی گہری سوچ میں گم تھی۔

"حسال آپی......" غفران نے اسے پکارا تو وہ خیالوں کی دنیا سے نکل کر اس کی جانب متوجہ ہوئی۔

"میں ایک بات بہت دنوں سے سوچ رہا ہوں۔" چہرے پر سنجیدگی طاری کرکے وہ انتہائی معصومیت سے بولا۔

"دیکھیں ہم سب اسی گھر میں پیدا ہوئے ہیں' یعنی پاپا' چاچو' پھوپو اور آپ کے علاوہ ہم سب غین والے لوگ۔" تمہید باندھتے ہوئے آخری تین الفاظ پر اس نے منہ ٹیڑھا کیا۔

"تم لوگ کیا کھسر پھسر کررہے ہو' یہاں میں اتنی اہم بات کررہا ہوں۔" اس نے غشمیرہ اور غریدہ کو مخاطب کیا' جو نجانے کیا باتیں کررہی تھیں۔

"ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ اگر......" اس نے کھنکھار کر گلا صاف کیا۔

"اب کہہ بھی چکو ورنہ ہم سونے جارہے ہیں۔" غشمیرہ بیزاری سے بولی۔

"ارے ارے لڑکی حد ادب تمہارا ہونے والا امجازی خدا ہوں' کچھ سیکھو حسال آپی سے' غیاث بھائی کا کتنا ادب کرتی ہیں۔" اپنے نام پر حسال کی نظریں غیاث سے ٹکرائیں وہ مسکرارہا تھا' حسال کا دل بجھنے لگا اور اس نے نظریں جھکالیں۔

"میں یہ کہہ رہا تھا کہ اگر حسال آپی بھی یہاں اسی گھر میں پیدا ہوئی ہوتیں تو سب ذرا سوچ کر بتاؤ' دادی ان کا نام کیا رکھتیں؟" گردن ہلاتے ہوئے اس نے اپنی بات مکمل کی۔ حسال نے نفی میں سر ہلایا گویا کہہ رہی ہو تمہارا کچھ نہیں ہوسکتا۔

"میرے خیال سے غزالہ......" سب سے پہلے وہی بولا۔

"غمورہ......" یہ غشمیرہ کی آواز تھی' حسال مسکراتے ہوئے سننے لگی سوال واقعی دلچسپ تھا۔

"غزبیلہ بھی تو ہوسکتا تھا۔" غریدہ دھیمی آواز میں بولی۔

"اب میں کیا بولوں' مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آرہا۔" غمر منمناتی آواز میں بولا۔

"سمجھ آنا بھی نہیں ہے بیٹا کیونکہ اسٹاک ختم ہوگیا ہے۔" غفران کی بات پر حسال سمیت سب بے ساختہ ہنس دیئے۔ حسال کے چمکتے موتیوں جیسے سفید دانت واضح ہوگئے' غیاث یک ٹک اسے دیکھنے لگا وہ بہت کم ایسے کھلکھلا کر ہنستی تھی۔

"آہم......" غفران شرارت سے کھنکھارا تو غیاث کی محویت ٹوٹی۔

"اب میں بتاتا ہوں یہ جو آپ لوگوں نے نام بتائے یہ سب تو غیاث بھائی کے بچیوں کے رکھے جائیں گے

کیونکہ دادی کا فی الحال اوپر جانے کا کوئی ارادہ نہیں......'' غفران کے بچوں کے نام لینے پر حسال سٹپٹائی' وہ بنا کچھ سوچے ہمیشہ کی طرح پٹر پٹر بولتا رہا۔

''حسال آپی...... ذرا سوچیے آپ کا نام اگر دادی جان غ سے غلہ رکھ دیتیں تو...... غیاث بھائی تو راشن ختم ہونے پر آپ کو ہی کھا جاتے۔'' غیاث کا قہقہہ بے ساختہ تھا' حسال نے آنکھیں سکیڑ کر ناراضگی سے اسے گھورا۔

''کیا ہوا نہیں پسند آیا' اچھا سوچیں اگر غیرت رکھ دیتیں تو......'' اس نے آنکھیں گول گول گھمائیں۔

''یہ کچھ مناسب ہے۔'' غشمیرہ سوچتے ہوئے بولی۔

''اور اگر کسی کی غیرت آپی کے سات لڑائی ہو جاتی تو وہ غیرت سے پہلے ''بے'' لگا دیا کرتا۔'' غفران حفاظتی اقدامات کے تحت ہمیشہ کی طرح اپنی جگہ سے اٹھ کر دوڑتا ہوا دروازے پر پہنچ گیا۔

''ایک اور نام بھی ذہن میں آیا ہے بھائی پلیز بتانے دیں پھر میں جا رہا ہوں۔'' دروازے پر پہنچ کر وہ معصومیت سے بولا۔

''رکو ذرا......'' غیاث اپنی جگہ سے اٹھا' غفران قہقہہ لگاتا بھاگ گیا' حسال سمیت سب کے چہرے مسکرا رہے تھے' غشمیرہ اور غریدہ بھی سونے چل دیں۔ اب لاؤنج میں صرف حسال اور غیاث تھے اور گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

''کیسی ہو؟'' غیاث نے ہی خاموشی کو توڑا۔

''ٹھیک ہوں۔'' وہ ہولے سے بولی' لہجہ صدیوں کی تھکاوٹ لیے ہوئے تھا۔

''ٹھیک ہو تو ٹھیک لگتی کیوں نہیں؟ کیوں خود کو اذیت دے رہی ہو۔'' وہ اس کے اداس چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

''آپ جانتے ہیں یہ میرے بس میں نہیں۔'' وہ ایک ہاتھ کی ہتھیلی پھیلائے اس میں جانے کیا کھوج رہی تھی۔

''اپنی اور ہماری خوشی کے لیے ایک کوشش تو کر سکتی ہو ناں۔'' غیاث نے موہوم سی آس لیے اس سے پوچھا۔

''اور اس کوشش میں ایک بار پھر نقصان ہو گیا تو......'' حسال نے الٹا سوال جڑا۔

''نقصان تو دوسری صورت میں ہونا ہی ہے' کیا مجھے کسی اور کے پاس دیکھ کر برداشت کر سکو گی؟ تم جانتی ہو ناں مما اب مزید انتظار نہیں کریں گی اور ان کی بات سے انکار کرنا میرے لیے ممکن نہ ہوگا۔'' وہ زخمی لہجے میں کہہ رہا تھا۔

''دوسری صورت میں یہ یقین تو ہوگا کہ آپ سلامت ہیں۔'' وہ ہولے سے بولی' سیاہ کٹوروں میں نمی جھلملانے لگی۔

''بہت رات ہو گئی ہے سو جاؤ' صبح بات کریں گے۔'' وہ جو آج یہ سوچ کر جلدی گھر آیا تھا کہ آج ہر صورت حسال کو منا لے گا پھر سے لاجواب ہو گیا تھا۔ حسال تو کمرے میں چلی گئی اور وہ صوفے سے پشت لگا کر نجانے خیالوں کی کن بھول بھلیوں میں گم ہو گیا تھا۔

❁......❁......❁
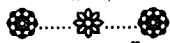
''یہاں تو روز آتی ہو آؤ ذرا اس طرف چلتے ہیں۔'' غیاث حسال کے ساتھ آج پارک آیا تھا' وہ حسب عادت اپنے پسندیدہ گوشے کی طرف بڑھ رہی تھی جب غیاث نے اسے دوسری جانب آنے کا کہا اور خود بھی قدم اس طرف بڑھا دیئے۔ خنک موسم میں دھند بادلوں کی طرح چھائی ہوئی تھی۔ پارک میں لوگ نہ ہونے کے برابر تھے' ایسے موسم میں حسال جیسے سر پھرے ہی باہر آنے کا شوق رکھ سکتے تھے' چند فٹ سے زیادہ نظریں دیکھ ہی نہیں پا رہی تھیں۔

''کتنا عجیب اداس موسم ہے ناں' نگاہیں منور ہونے کے باوجود منظر دیکھنے سے عاری ہیں۔'' حسال جھنجھلائی آواز میں بولی۔

''اداس کیسے؟ اتنا خوب صورت تو ہے' دیکھو یہ دھند ایسا نہیں لگتا جیسے ہم بادلوں کے درمیان چل رہے ہوں۔ یہ ہلکی ہلکی ہوا ایسا نہیں لگتا جیسے ہم مستانوں کو بادلوں میں اڑا کر لے جانا چاہتی ہے' اچھا خاصا رومانٹک موسم ہے۔''

غیاث شگفتگی سے بولا۔

"مجھے تو اس موسم میں ویرانی ہی ویرانی نظر آتی ہے' نہ کوئی رنگ' نہ کوئی منظر اور نہ تو اور کوئی امید کا پھول دکھائی نہیں دیتا ہر سو خالی شاخیں' بکھرے مردہ وجود' یاسیت بھری ہوئی ہے۔" وہ غم زدہ ہو کر کرب آمیز لہجے میں بولی۔

"پھر سے شروع...... چلو آج تمہیں امید کا پھول دکھاتا ہوں۔" وہ اس کا ہاتھ تھامے تیز قدموں سے چلنے لگا پھر کچھ فاصلے پر جا کر رک گیا۔

"یہ دیکھو' امید کا پھول۔" وہ فاتحانہ انداز میں بول کر سینے پر ہاتھ باندھے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"بکھرے پتوں' خالی پیڑ اور رنگوں سے عاری موسم میں یہ امید کا پھول دیکھ لو۔" وہ اس کی حالت سے محظوظ ہو رہا تھا جو بہت حیرت سے شان سے کھڑے املتاس کے درخت کو دیکھ رہی تھی جو نا صرف ہرا بھرا تھا بلکہ پھولوں سے لدا ہوا بھی تھا۔ انگور کے گچھوں سے مشابہ املتاس کے پھول ڈالیوں پر ترتیب سے جڑے ہوئے تھے پہلے پورے کھلے پھر ادھ کھلے پھر خوب صورت سیپ سی بند کلیاں۔

"پت جھڑ میں یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" وہ بے یقینی سے بولی۔

"املتاس کے یہ پھول نا صرف پت جھڑ میں بہار کے آنے کی امید ہیں بلکہ یہ دیکھو ان کلیوں سے ادھ کھلے پھول اور پورے پھول بننے تک کا سارا جیون ہمارے سامنے ہے جو ہمیں اس بات کا یقین دلاتے ہیں کہ خزاں ہو یا بہار' زندگی کا سفر رکنا نہیں چاہیے آگے بڑھنے کی کوشش ہمیشہ کرتے رہنا چاہیے۔" وہ حسال کا ہاتھ تھام کر اسے بہت کچھ سمجھانا چاہ رہا تھا۔

"جانتی ہو املتاس آگے بڑھنے کے لیے ہر مشکل کا سامنا کرنا جانتا ہے۔ زمین تیزابی ہو یا ریتیلی' پتھریلی ہو یا بھربھری' یہ ہر طرح کے حالات کا سامنا کرنا جانتا ہے اور آگے ہی آگے بڑھتا چلا جاتا ہے' تو ہم انسان ہو کر کیوں آگے نہیں بڑھ سکتے؟" وہ اس کی طرف بنا دیکھے بول رہا تھا تو دوسری طرف برف پگھل رہی تھی۔

"حسال...... موسم باہر نہیں ہوتے' موسم تو اندر ہوتے ہیں' اندر کا موسم خوب صورت ہو تو باہر کا ہر موسم رنگین اور دلکش محسوس ہوتا ہے۔ چاروں طرف تتلیاں اڑتی' پریاں رقص کرتی اور جگنو چمکتے محسوس ہوتے ہیں لیکن اگر اندر کا موسم اداس ہو' اندر درد بار بار کروٹیں بدلتا ہو' ماضی کے سیاہ جھروکے بار بار ذہن و دل کی سلیٹ پر نظر آتے ہوں' بے سکونی چھائی ہو تو پھر ہر موسم بے رنگ محسوس ہوتا ہے۔ سبزہ بھی ویران لگتا ہے' ہر رنگ سیاہ لبادہ اوڑھے سامنے نظر آتا ہے۔" غیاث نے واپسی کے لیے قدم بڑھائے تو حسال بھی اس کا ساتھ دیتے ہوئے اس کی بات بغور سن رہی تھی۔

"تمہیں یہ ڈر ہے کہ تم مجھے پالو گی تو یہ موسم آج نہیں تو اگلی بار مجھے تم سے چھین لے گا کیونکہ تمہیں لگتا ہے کہ تم جسے چاہتی ہو وہ تم سے دور ہو جاتا ہے' تم سے چھین لیا جاتا ہے اور جانتی ہو میں کیا سوچتا ہوں؟" غیاث نے سوالیہ انداز میں اس کی طرف دیکھا اس نے ہولے سے نفی میں گردن ہلائی۔

"میں سوچتا ہوں کہ اگر تم نہ ملی تو میری زندگی بھی ایسی ہی بے رنگ اور خالی ہو جائے گی' جیسا تم محسوس کرتی ہو۔" حسال کے بڑھتے قدم یک دم رکے' اسے جھٹکا لگا۔

"سچ کہہ رہا ہوں حسال...... تمہارے سوا کوئی دوسری ذات کبھی میری زندگی میں رنگ نہیں بھر سکتی...... تم ہی میری املتاس ہو' کیا تم چاہتی ہو کہ میری زندگی میں کبھی بہار نہ آئے' ہمیشہ زرد موسم کا سایہ رہے۔" حسال کی گہری آنکھیں جھلملا رہی تھیں' شفاف موتی پھسل رہے تھے۔ اس کی گردن ہولے سے نفی میں ہلی اور غیاث کو لگا جیسے اس کا وجود روشنی سے بھر گیا ہو' دونوں ہاتھ ہوا میں لہرا کر وہ خوشی سے اچھلا' حسال اس کی خوشی پر مسکرانے لگی' آس پاس ہر طرف محبت بکھرنے لگی تھی۔

ہر سمت' ہوا میں' پانی میں' راستے میں
زرد پتے تیرتے ہیں

بخت کی تیرگی کا غبار بڑھ رہا ہے
پھر بھی...... پھر بھی
موسم کا بدلنا اتنا کٹھن نہیں ہے
زرد پتوں سے اٹے راستوں میں پھولوں کا مسکرانا
فضا میں خوشبوؤں کا پھیل جانا
بہتے پانی کا صاف ہونا
اتنا کٹھن نہیں ہے
زرد پتوں پر سفر کر کے بہار پانا
غبار آلودگی تیرگی سے تمہیں ڈھونڈ لانا
اتنا کٹھن نہیں ہے

❁......❁......❁
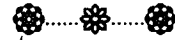
حسن ہاؤس میں خوشیاں ہر سُو پھیلی ہوئی تھیں' آج حسال اور غیاث کی مہندی تھی۔ پیلے اور سبز رنگ میں حسال پر آج جیسے چاند کی چاندنی اتر آئی تھی' سیاہ لمبے بال آج چوٹی میں مقید ہو کر کمر پر جھول رہے تھے۔ موتیوں کی لڑی سے چوٹی اور بھی خوب صورت لگ رہی تھی۔ گیندے اور موتیوں کا زیور حسال کی دودھیا رنگت پر دلفریب منظر پیش کر رہے تھے۔ شیبا حسن (نانو) بار بار حسال کی بلائیں لیتی نہ تھک رہی تھیں' آج تو ان کی شان بھی دیکھنے والی تھی اور کیوں نہ ہوتی ان کے پوتے اور نواسی دونوں کی شادی ہونے جارہی تھی اور تو اور انہوں نے آج اپنی لاٹھی تک موتیے اور گیندے کی لڑیوں سے سجا رکھی تھی۔

عشمیرہ اور غریدہ حسال کو تیار کر کے خود تیار ہونے چلی گئی تھیں' بیگم غضنفر اور بیگم غیور مہندی کی رسم کے لیے لوازمات کا اہتمام کر رہی تھیں۔ لڑکیاں بالیاں ڈھولک کی تھاپ پر گانے گا رہی تھیں' حسال دل سے سارے وہم' ڈر دور کر کے اس ماحول سے محظوظ ہو رہی تھی۔ اس کے چہرے پر ایک عرصے بعد سچی مسکراہٹ سجی تھی۔

کچھ دیر میں سب ہی تیار ہو کر نیچے آ گئے تھے' غفران حسب عادت دادی کے پسندیدہ ناموں کو نشانہ بنائے پھلجڑیاں چھوڑ رہا تھا' آج سبھی مردوں نے سفید لباس اور گلے میں زرد دوپٹہ ڈال رکھا تھا' جو اُن سب پر خوب جچ رہے تھے۔ رسم کے لیے غیاث کا انتظار تھا' سب باری باری مسلسل غیاث کو فون کر رہے تھے لیکن غیاث فون نہیں اٹھا رہا تھا۔ دس بجے' بارہ بجے...... تشویش نے سب کو آن گھیرا' غضنفر ماموں نے آفس جا کر بھی دیکھ لیا لیکن کہیں کوئی اتا پتا نہ تھا۔ حسال تک بات پہنچی تو اس کے سارے وہم' سارے ڈر واپس لوٹ آئے' کسی انہونی کے خیال نے اسے ایک بار پھر گھیر لیا' طویل رات گزر گئی تھی۔ صبح کے وقت غیاث تو نہیں آیا تھا لیکن ہسپتال سے فون آیا تھا' فون حسال نے اٹھایا تھا۔ کوئی کہہ رہا تھا کہ ''غیاث کی گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے' گاڑی بری طرح تباہ ہوگئی ہے۔ ڈرائیور کی حالت بہت نازک ہے......'' کہنے والا اور بھی کچھ کہہ رہا تھا' حسال کے ہاتھ سے ریسیور چھوٹ گیا' وہ لہرا کر گر پڑی تھی۔

''کیا ہوا...... کیا ہوا؟'' سب ہی دوڑ کر اس کے گرد جمع ہوگئے۔

''غیاث کا ایکسیڈنٹ...... سٹی ہسپتال......'' سب اپنی جگہ ساکت ہوگئے۔

''میں منحوس ہوں...... یہ موسم منحوس ہے...... کہا تھا اسے...... بار بار کہا تھا...... اس نے میری ایک نہ سنی۔'' وہ ہوش و حواس سے بیگانہ ہو رہی تھی۔ غضنفر اور غیور ماموں فوراً ہسپتال کے لیے نکل گئے' کسی کو کچھ سمجھ نہ آ رہا تھا کہ کون کسے کیسے تسلی دے۔ سب ایک ہی نہج پر سوچ رہے تھے' سب کو ہی حسال کی سوچ' اس کے وہم' اس کے ڈر ٹھیک محسوس ہونے لگے۔

خزاں بہار کو پُر خزاں کرنے لگی' رنگین روشنیاں بجھ رہی تھی' سیاہ پردے ہر طرف لہرانے لگے۔

میرے احساس کی بستی میں
کب سے زرد موسم کا بسیرا ہے
درخت جاں نے
جانے کب سے پت جھڑ کے
وہ پھیکے رنگ سارے اوڑھ رکھے ہیں
کہ دشت آرزو میں اب

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

خیالِ یار کی رعنائیاں لے کر
کوئی کونپل نہیں کھلتی
یہ ماہ وسال کی شاخیں
ہوئی بنجر ہیں کچھ ایسے
کہ ان کی کوکھ سے امید کے پتے
بڑی مشکل سے اُگ پائیں
جو اُگ آئیں......
تو جلتی زیست کا تپتا ہوا سورج
انہیں اس شاخ پر ٹکنے نہیں دیتا
ہرا رہنے نہیں دیتا
یہ سوکھے زرد پتے
اب میرے ان سوختہ خوابوں کا مرقد ہیں
جنہیں مایوسیوں کی آنچ نے
تعبیر سے پہلے......
جلا کر راکھ کر ڈالا
میرے مولا
میرے احساس کے ویراں صحن میں کیوں
بہاریں لوٹ آنا بھول بیٹھی ہیں؟

تقریباً دو گھنٹے بعد بڑے ماموں گھر کے بیرونی دروازے سے اندر داخل ہوئے ان کے ساتھ غیور ماموں تھے اور ان دونوں کے پیچھے تھکا ہارا' نڈھال لیکن صحیح سلامت غیاث کھڑا تھا۔ حسال بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی چند پل تو دیکھتی رہی پھر دوڑ کر اس تک پہنچی' ہاتھ بڑھا کر ڈرتے ڈرتے اس کا ہاتھ چھوا کہ کہیں خواب نہ دیکھ رہی ہو۔ تڑپ کر بنا سب کے جمع ہونے کا لحاظ کیے اس کے سینے سے لگ گئی۔ غیاث اس کی کیفیت سمجھ رہا تھا۔

"بے وقوف لڑکی...... بات پوری تو سن لینی تھی۔" وہ پیار سے اسے ڈانٹ رہا تھا' اسی لمحے حسال کو اپنی پوزیشن کا احساس ہوا وہ خجل ہو کر پیچھے ہوئی۔

"غیاث کا دوست اس کی گاڑی کچھ دیر کے لیے لے کر گیا تھا' اس کے ساتھ راہ میں حادثہ پیش آ گیا۔ اطلاع ملنے پر غیاث جلدی میں آفس میں ہی موبائل بھول گیا اور اسپتال چلا گیا۔ رات بھر اسپتال کے معاملات اور پریشانی میں الجھا رہا' صبح خیال آیا تو وہیں سے ڈرائیور کو گھر اطلاع دینے کو کہا لیکن ہماری حسال نے گھبراہٹ میں پوری بات ہی نہ سنی۔" غضنفر ماموں تفصیل سے آگاہ کر رہے تھے۔ سیاہ چادر چھٹنے لگی' رنگ ایک ایک کر کے روشن ہونے لگے۔

"میں نے کہا تھا ناں موسم دل کے اندر ہوتا ہے' یقین نہیں آتا تو اپنے اندر جھانک کر دیکھ لو۔" غیاث ہولے سے حسال کے کان میں گنگنایا۔

"میں بھی تمہارے لیے املتاس ہوں ناں؟" وہ یقین پر مہر چاہتا تھا' غغفران کی تیز نظروں سے یہ منظر بھلا کیسے بچ سکتا تھا۔ شرماہٹ سے حسال کے گال تپنے لگے اور اس نے ہولے سے اثبات میں گردن ہلا دی۔

"میں سوچ رہا ہوں کہ اب اپنے خاندان سے غین والے نام ختم کر کے کاف کا اجرا کر دیا جائے تو پھر بھابی آپ کیا کہتی ہیں کاف سے......" بات کہتے ہوئے وہ دروازے تک پہنچا' ایک لمحے بعد سب کی سمجھ میں بات آ گئی تھی سب نے دروازے کی جانب گھور کر دیکھا اور پھر ایک اجتماعی قہقہہ فضا میں بلند ہوا۔

امید کے پھول کھلنے لگے تھے
سارے ڈر' وہم اپنی جگہ چھوڑ رہے تھے
اب ہر طرف خوشیاں' تتلیاں اور پریاں رقص کرنے لگیں۔
موسم سب خوب صورت ہوتے ہیں یہ بات حسال کو دیر سے سہی پر سمجھ آ گئی تھی۔

تیری زلف کے سر ہونے تک

اقرا صغیر احمد

جو آسماں پر ہمیشہ رہا ہے آج اسے
ہمیں بتانا ہے اک جگہ زمین بھی ہے
انا پرست ہے وہ جانتے ہیں ہم لیکن
وہ خود بلائے گا اس بات کا یقین بھی ہے

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

بابر اور نوفل ساحل سمندر پر انشراح کو بچانے میں کامیاب ہوجاتے ہیں لیکن نوفل اس کی خودکشی کی حرکت پر شاکڈ رہ جاتا ہے جب ہی وہ اپنے دل میں اس کے لیے ہمدردی محسوس کرتا ہے بابر اسے عاکفہ کے گھر لے آتا ہے اور وہ وہیں تمام باتیں عاکفہ سے شیئر کرتی اپنی خودکشی کے بارے میں کسی کو نہ بتانے کی درخواست کرتی ہے ایسے میں جہاں آرا تک بھی یہ بات پہنچ جاتی ہے اور وہ انشراح کی زندگی کی سچائی اس کے سامنے رکھ دیتی ہیں کہ نویرہ جو کہ اب روشن کے نام سے اس کی خالہ کی حیثیت رکھتی ہے وہی دراصل اس کی ماں ہے اور ماضی میں ایک سپر ماڈل بھی رہ چکی ہے، یہ حقیقت جان کر انشراح اپنی ماں روشن سے بات کرتی ہے مگر وہ اسے قبول کرنے سے انکاری ہوجاتی ہے یہ انکار اپنی شادی شدہ زندگی کو بچانے کی خاطر کیا جاتا ہے لیکن روشن کی بے حسی انشراح کو مزید مشتعل کردیتی ہے ایسے میں جہاں آرا اس کے باپ کی بھی اصلیت سے اسے آگاہ کرتی ہے کہ اس کا باپ ایک مشہور سیاستدان اور نوفل کے انکل کی حیثیت سے سامنے آتا ہے یہ تلخ حقیقتیں اسے پل پل مارے دیتی ہیں ایسے میں باغیانہ جذبات اس کے اندر جنم لیتے ہیں اور وہ سب سے خائف ہوتے ہوئے بدلے کی آگ میں جلنے لگتی ہے۔ سار یہ نوفل کی بے حسی پر کڑھتی ہے ایسے میں لاریب اسے کسی دوسری لڑکی میں انوالو ہونے کا بتاتا ہے اگرچہ یہ بات شکوک وشبہات لیے ہوتی ہے لیکن سار یہ کا دماغ اسی بات پر الجھ جاتا ہے کہ نوفل اس کے علاوہ کسی اور کو پسند کرتا ہے دوسری طرف زید سودہ کے ہاتھ سے خون نکلتا دیکھ کر مشتعل ہوجاتا ہے اور عروہ سے خاصی تلخ کلامی ہوجاتی ہے جب ہی وہ سودہ کو ڈریسنگ کی خاطر اسپتال لے جاتا ہے عمرانہ زید کو عروہ کے جتنا قریب کرنا چاہتی ہے وہ اپنی کزن سے اسی قدر دور بھاگتا ہے مائدہ افرا اور رضوانہ کے ساتھ لاہور آتی ہے اور یہیں جنید کو بھی بلا لیتی ہے اور جلد اپنا پرپوزل بھیجنے کی بات جنید سے کرتی ہے جنید اس کے کہنے پر دادی کو زید کے گھر بھیجتا ہے لیکن زید کے لیے جنید کا یہ پرپوزل کسی شاکڈ سے کم نہیں ہوتا اور وہ اس رشتے سے صاف انکاری ہوتا ہے ایسے میں عمرانہ بھی اس کا ساتھ دیتی ہیں لیکن مائدہ واپس آتے ہی جنید سے اپنی محبت کا ذکر کرتے ہر صورت اس رشتے پر آمادگی ظاہر کرتی ہے بصورت دیگر وہ خودکشی کا کہہ کر عمرانہ کو خوف زدہ کردیتی ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

❁......❁......❁
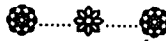
زید پر نگاہ پڑتے ہی عمرانہ بھی گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔

''بیٹا آؤ ناں......وہاں کیوں کھڑے ہو۔'' وہ بوکھلا سی گئی تھیں۔

''بھائی......! میں نے بہت مس کیا آپ کو آئی لو یو بھائی۔'' وہ بھاگ کر اس سے لپٹ گئی تھی زید نے بہت محبت و شفقت سے اس کے سر پر بوسہ دیا وہ اس کی بات سن نہیں سکا تھا۔

''میں نے بھی تم کو بہت مس کیا' تم گھر کی ساری رونقیں اپنے ساتھ سمیٹ کر لے گئی تھیں صرف اداسیاں گھر میں ڈیرہ جمائے ہوئے تھیں۔'' وہ اسے بازو کے گھیرے میں لیے ہوئے بیڈ پر بیٹھ گیا اور اس کا خوشگوار موڈ بتا رہا تھا کہ اس نے کچھ سنا نہیں' وگرنہ یہاں ایک قیامت آچکی ہوتی۔ عمرانہ اور مائدہ نے سکھ کا سانس لیا تھا پھر عمرانہ خود بھی دوسری طرف آکر بیٹھ گئیں اور پُرسکون انداز میں ان کی طرف دیکھنے لگی۔

''وہاں خوب انجوائے تو کیا' کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی؟'' اب وہ اس کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے استفسار کر رہا تھا۔

''جی' بہت انجوائے منٹ ہوئی۔''

"رئیلی......! لیکن تمہارے چہرے سے تو نہیں لگتا' ڈسٹرب لگ رہی ہو' کوئی بات ہے...... پرابلم ہے کیا؟"

"ارے کیا پرابلم ہوسکتی ہے بھلا بجیا کی موجودگی میں عفرا سے زیادہ وہ اس کا خیال رکھ رہی تھیں۔ یہ تو تھکن کی وجہ سے چہرہ اتر گیا ہے ورنہ ڈسٹرب ہونے والی کوئی بات ہی نہیں ہے بیٹا۔" انہوں نے مسکراتے ہوئے وضاحت پیش کی۔

"مما ٹھیک کہہ رہی ہیں ریسٹ کروں گی تو فریش ہوجاؤں گی۔" وہ جبراً مسکرائی' وگرنہ دل تو باغی ہو رہا تھا کہ صاف صاف اس سے کہہ دے کہ وہ جنید کے بغیر جینے کا تصور بھی نہیں کرسکتی۔

"اوکے' مما نے تم کو بتایا کہ جنید کی دادی تمہارا پرپوزل لے کر آئی تھیں' تمہاری کیا مرضی ہے اس پرپوزل کے بارے میں؟" وہ بنا کسی تمہید کے سنجیدگی سے گویا ہوا۔

"اس کو آئے دیر ہی کتنی ہوئی ہے ذرا تسلی سے معلوم کروں گی۔"

"چلیں ابھی میں نے رائے معلوم کرلی ہے بتاؤ مائدہ کیا رائے ہے تمہاری؟"

"کیسی باتیں کرتے ہو بیٹا...... مائدہ کیا رائے دے گی؟" عمرانہ بیٹی کی آنکھوں میں بغاوت دیکھ چکی تھی اس سے کوئی بعید نہ تھا کہ وہ اپنے حق کے لیے بھائی کے سامنے بھی لحاظ ومروت بالائے طاق رکھ دیتی اور جواباً وہ اس کی صورت دیکھنے کا بھی روادار نہ ہوتا تاحیات اور وہ ماں ہونے کے ناطے ایسا کچھ برداشت نہیں کرسکتی تھیں سو فوراً بولیں۔

"مما...... زندگی مائدہ کو گزارنی ہے اور پھر یہ اس کی زندگی کا معاملہ ہے' یہاں ہم سے زیادہ اس کی رائے کی اہمیت ہے اور میں اس کی رائے کو اولیت دوں گا۔"

"ارے یہ کیا رائے دے گی؟ کیا بچوں جیسی باتیں کررہے ہو آپ۔"

"میں جانتا ہوں' جنید کی دادی زیادہ انتظار نہیں کریں گی' ان کی عادت ہر کام بہت جلدی سرانجام دینے کی ہے وہ رات تک بھی صبر نہیں کریں گی۔"

"جب آپ نے فیصلہ کرلیا ہے کہ یہ رشتہ نہیں ہوگا پھر مائدہ کی ہاں یا نہ کا کیا سوال؟" وہ الجھے انداز میں گویا ہوئیں۔

"میں نے آپ کے آنے کے بعد رات بھر سوچ کر یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس اہم فیصلے کا حق مائدہ کا ہے' اس کو ہی فیصلہ کرنا چاہیے۔"

"لیکن آپ کے مسترد کرنے کی وجہ بھی تو کوئی ٹھوس ہوگی' آپ نے کہا تھا ایک دوست ہی دوسرے دوست کے بارے میں اچھی طرح جانتا ہے پھر آپ کی اور جنید کی دوستی بچپن سے ہے۔ آپ کو اس کے کردار' مزاج وعادات کے بارے میں تمام معلومات ہیں اور یقیناً ان میں کچھ ایسی بھی ہوں گی جو اس کو اس قابل نہیں بناتی ہوں گی کہ وہ ہمارا داماد بن سکے۔" وہ مائدہ کے چہرے کے بنتے بگڑتے زاویوں کو نظرانداز کررہی تھیں۔ "تب ہی آپ نے انکار کیا تھا ناں بیٹا۔"

"یہ کس طرح ممکن ہے مما...... جنید' بھائی کے دوست ہیں ایک دوست دوسرے دوست کی شناخت ہوتا ہے۔ میں اپنے بھائی کو اچھی طرح جانتی ہوں کہ یہ ایک قابل فخر بھائی ہی نہیں آئیڈیل انسان بھی ہیں اور ایسے انسان کا دوست کس طرح خراب کردار یا مزاج کا ہوسکتا ہے۔" مائدہ نے جس طرح سے جنید کی طرف سے صفائی پیش کی تھی اس کے اعتماد اور اعتبار نے دونوں کو ہی ششدر کرڈالا تھا۔
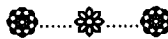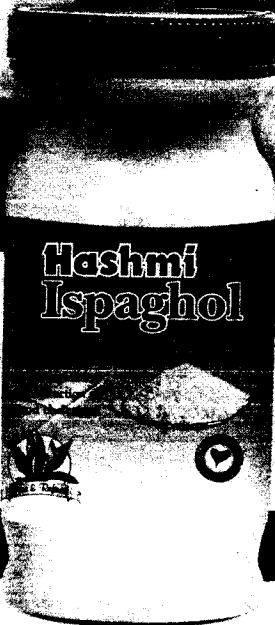
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

نانو ایک ایسی شاطر کھلاڑی تھیں جو شکست سے بچنے کے لیے کئی ایسے حربے استعمال کرنا جانتی تھیں جو بروقت نہ صرف ان کو ہار سے محفوظ رکھتے تھے بلکہ انہیں مقابل کو شکست و ریخت کا شکار بنا کر مدتوں دانت کھٹے ہونے کا مزہ چکھانے کی اہلیت بھی حاصل تھی۔ اس کو فرضی کہانیوں میں الجھانے کے بعد بالآخر وہ اس سے حقیقت بیان کر چکی تھیں وہ ایک سیاست دان کی ناجائز بیٹی تھی ایک سپر ماڈل کی اولاد لیکن...... وہ ایسی ہی تھی جیسے کوئی......

بے مانگی دعا

بن مانگی مراد

ان چاہی تمنا

وہ ان کی جھولی میں ڈال دی گئی تھی اور خواہ وہ کوئی چیز ہو یا انسان اگر بے طلب مل جائے تو قدر کھو دیتا ہے مگر اس کی قدر صرف دنیا میں لانے والوں نے نہیں کی تھی ورنہ اس کے حسن و جمال کے قدردان ان گنت تھے محض اس کی ابرو جنبش کے منتظر..... مگر وہ کسی اور ہی دنیا کی باسی تھی جہاں اس کی ایک چھوٹی سی فیملی تھی مما پاپا اور وہ خود محبتوں کے جھولے میں جھولتی وہاں ہر طرف پیار ہی پیار کا غبار پھیلا تھا۔ امیدوں کے پھول کھلے تھے اور اس مہکتے چمکتے دیس میں وہ مما اور پاپا کے ہاتھوں کو تھامے تتلیوں کی مانند گھومتی پھرتی تھی ہر درد ہر تکلیف و کرب سے آزاد۔

"انشی...... انشی...... یہاں اندھیرے میں کیا کر رہی ہو تم؟ اتنا اندھیرا اور شدید سردی ہو رہی ہے تم اس طرح کھڑی ہو نہ سوئٹر لیا ہے نہ شال۔" بالی اس کو ہر جگہ ڈھونڈتی ہوئی چھت پر چلی آئی تھی جہاں وہ چھت کی باؤنڈری وال سے چہرہ ٹکائے خلاؤں میں گھور رہی تھی۔

"اس قدر اندھیرا ہے یہاں پر اور تم بے فکری سے بیٹھی ہو؟"

"میری زندگی میں بھرنے والے اندھیروں سے زیادہ یہ اندھیرا نہیں ہے بالی...... اور میرے والدین کے رویوں سے بڑھ کر کوئی بھی سردی ان کے سرد مہر سلوک سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ میرے اندر اترنے والی سرد مہری اور اندھیرے باہر کی سردی و اندھیروں کے سامنے کچھ بھی نہیں۔"

"انشی...... میں مانتی ہوں جو تم پر گزر رہی ہے وہ بہت اذیت ناک اور ناقابل برداشت ہے۔ والدین کے ہوتے ہوئے بھی نہ ہونا ایک ایسا درد ہے جو ضبط کرنا مشکل ہے اور اس صورت میں یہ درد و کرب اور بھی زیادہ بڑھ جاتا ہے جب آپ کو معلوم ہو کہ آپ کے ماں باپ دونوں موجود ہیں اور......" بالی نے آگے بڑھ کر اس کا سر اپنے سینے سے لگاتے آزردگی سے کہا۔

"نہ آپ کو اپنا ماننے پر تیار ہوں نہ خود کو اصل نام سے پکارے جانے کا حق دیں اور پھر خود کو بہت عزت دار شریف و اعلیٰ درجے کے معتبر اور مخلص بھی کہلوائیں۔ دنیا ان کو احترام و ادب کی نگاہ سے دیکھے اور ان کی پارسائی و دیانت داری کے قصیدے پڑھے جائیں...... کیا ایسے لوگ مسلمان کہلوانے کے لائق ہیں جو اللہ کی طرف سے نافذ کی گئی حدود کی خلاف ورزی کرتے ہیں پھر نہ ان کو کوئی پشیمانی ہوتی ہے نہ ہی پچھتاوا روگ لگاتا ہے اور نہ ہی گناہ کے بعد اس کا سدباب کرنے کی سعی کی جاتی ہے مستزاد شرمندگی و ندامت کے ایسے لوگ بڑے کروفر کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں۔" اس کی نگاہوں میں یوسف صاحب کے ٹی وی ٹاک شوز کے ایسے بے شمار مناظر گھوم گئے تھے جہاں وہ لوگوں کو اچھے و بہترین کاموں کی ترغیب اور نیکیوں کا درس دیتے دکھائی دیتے تھے دوسروں کے لیے روشنی کا مینارہ نظر آنے والا شخص باطن میں کسی مقبرہ کی مانند گناہ کے اندھیروں میں ڈوبا ہوا تھا۔

"جب سے تم ان بھول بھلیوں میں گم ہوئی ہو انشی بالکل ہی بدل کر رہ گئی ہو اب جو ہوا اس کو بھلانے کی سعی کرو

کیوں ان لوگوں کی خاطر خود کو دکھ دے رہی ہو جن کو تمہاری نہ فکر ہے نہ پروا۔“

”تم بھی تو خود کو ٹھکرائے جانے کی اذیت محسوس کرتی ہوناں بالی...... سب سے بڑی تکلیف اپنوں کے ٹھکرائے جانے کی ہوتی ہے اور اپنے بھی وہ جنہوں نے جنم دیا ہو پھر کوئی عزت کے خوف سے کوئی مصلحت کے تحت اپنی اولاد کو اولاد ماننے سے انکاری ہوتا ہے تو کوئی کچرے دان پر ڈال جاتا ہے۔“ وہ بالی کا ہاتھ پکڑ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

رات کا پہلا پہر تھا موسم میں کثیف دھند پھیلی ہوئی تھی آسمان بھی اس کی لپیٹ میں سیاہ دکھائی دے رہا تھا' ہر سمت اداسی و ویرانی چھائی ہوئی تھی' ہر موسم دل کے موسم کے ساتھ مشروط ہوتا ہے۔ دل پر جب غم کے بادل چھائے ہوں تو مسرت کی برسات نہیں برستی ہر سو دکھ و رنج کی برکھا برستی دکھائی دیتی ہے۔

”تم اب کیا کرو گی؟“ بالی اس کی کیفیت سے دنگ ہوئی۔

”کچھ ایسا کروں گی کہ اس شخص کو معلوم ہو دکھ و تکلیف کیا ہوتی ہے؟ اپنے جب اپنوں کو ٹھکرا دیں پھر زندگی کے معنی بدل کر رہ جاتے ہیں' سانسیں بھی بوجھ لگنے لگتی ہیں۔“

”کیا مطلب...... ! کیا تم یوسف صاحب سے ملو گی؟“

”ہونہہ' میں اس دوغلے و منافقت پسند آدمی کی پرچھائیں سے بھی اتنی ہی نفرت کرتی ہوں جتنی اس عورت سے کرتی ہوں جو اس آدمی کے ساتھ جرم میں برابر کی شریک ہے۔“ اس کے مضبوط لہجے میں کراہیت و نفرت پنہاں تھی۔

”میں کہتی ہوں جو ہوا سب بھول جاؤ اور اپنی پرانی زندگی کی طرف لوٹ آؤ' جب تم یہ سوچ کر مطمئن تھیں کہ اس دنیا میں تمہارا کوئی نہیں...... کتنے اچھے دن تھے وہ جب کوئی ٹینشن ہی نہیں تھی' ہنسنا اور ہنسانا یہی کام تھے۔“ بالی ماضی کی راکھ کریدرہی۔ ”عجیب ہے یہ قصہ بھی کل تک والدین نہیں تھے تو تم خوش تھیں اور آج ان کے زندہ ہونے کی خبر ملی ہے تو تمہارے خواب مر گئے۔“

”خواب مر گئے ہیں ٹھیک کہا تم نے بالی لیکن عزم پیدا ہو گیا ہے اس آدمی سے انتقام لینے کا میں اس سے اپنے ہر اس دکھ و اذیت کا بدلہ لوں گی جو اس کے حوالے سے میرے نصیب میں آئی ہیں۔“

”پھر وہی بدلے کی باتیں' مجھے بڑا خوف آتا ہے اس قسم کی باتوں سے تم وہ سب بھولنے کو تیار کیوں نہیں ہو؟ بدلہ لینے سے کچھ نہیں ملتا۔“ بالی کو حقیقتاً اس کی باتوں سے خوف آنے لگا تھا۔

”عاکفہ کو اس سارے معاملے کی بھنک بھی نہیں پڑنی چاہیے سن رہی ہوناں تم؟“

❁......❁......❁

اس کے حتمی انداز میں کچھ ایسی نادیدہ بے چینی و اضطراب پنہاں تھا کہ وہ بے ساختہ اس کی طرف دیکھنے لگا' وہ بھی بلا جھجک اس کی طرف دیکھ رہی تھی بے خوفی و نڈر پن اس کی آنکھوں سے جھلک رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں کوئی تحریر تھی' کوئی تصویر تھی' خواہ دھندلی ہی سہی مگر اسے سمجھنے میں دیر نہ لگی...... نامعلوم کب اور کیسے وہ یہاں واردات کر گیا تھا اور اس کو معلوم بھی نہ ہوا تھا۔

”تم جنید کو کب سے جانتی ہو؟“

”پتا نہیں بھائی۔“

”پھر اس پر اس قدر اعتماد کیونکر ہے اگر میں اس رشتے کو مسترد کر دوں...... بلکہ میں کر چکا ہوں۔“

”ابھی آپ کہہ رہے تھے میری مرضی اہمیت رکھتی ہے۔“ وہ گویا تڑپ کر کہہ اٹھی' عمرانہ تیزی سے قریب آ کر اس سے غصے سے کہنے لگیں۔

''شرم آنی چاہیے تم کو مائدہ بھائی کے سامنے کیا اول فول بک رہی ہو؟''

''مما پلیز...... آپ ایموشنل نہ ہوں' ہم دونوں کو بات کرنے دیں۔'' جنید نے اس کے گھر میں نقب لگائی تھی اس کے اعتماد و بھروسے کا خون کیا تھا' وہ ہر بار اس کو دوسروں کے گھر جلانے سے باز رکھنے کی سعی کیا کرتا تھا اور وہ اتنا گھٹیا و سطحی ذہنیت ثابت ہوا تھا کہ...... دل تو کر رہا تھا سیف میں موجود ریوالور کی تمام گولیاں اس کے سینے میں اتارتا چلا جائے اور اس دنیا کو اس کے وجود سے پاک کر دے لیکن دل میں لگی آگ کو دیکھتا کہ ماں کو پریشانیوں سے دور رکھنا تھا۔

''آپ نے کم عمری میں اس کو بھائی کے ساتھ باپ کی محبت بھی دی ہے اپنی خوشیاں قربان کر کے اس کے لیے خوشیاں بٹوری ہیں اور تم......''

''تب ہی تو کہہ رہی ہوں بھائی نے ہمیشہ ہر فیصلہ میری مرضی کے مطابق کیا ہے پھر یہاں اتنا اہم فیصلہ بھائی میری مرضی کے بغیر کیوں کر سکتے ہیں؟ یہ میری زندگی کا معاملہ ہے اور میں جانتی ہوں' جنید کے علاوہ میں کسی دوسرے شخص کے ساتھ خوش نہیں رہ سکتی بلکہ سچ تو یہ ہے کہ میں جنید کے سوا کسی سے شادی نہیں کروں گی۔'' کل رات جب خبر ملی تھی اس کے اس رشتے سے انکار کی وہ الاؤ میں جل رہی تھی اور اب وہ ساری آگ لفظوں میں بدل گئی تھی۔

''مائدہ حد میں رہو اپنی' کیا ہو گیا ہے تمہیں جو زبان پر آ رہا ہے وہ بنا سوچے سمجھے بولے جا رہی ہو' کوئی لحاظ و مروت نہیں رہی ہے تم میں' سمجھ نہیں آتا جنید کے اتنے قریب تم کب ہو گئی کہ ایک لڑکے کی خاطر تم ماں اور بھائی کا ادب و لحاظ بھی بھول بیٹھی ہو۔'' عمرانہ دیکھ رہی تھیں زید بمشکل اپنے غصے و اشتعال کو کنٹرول کر رہا ہے اور مائدہ کی ڈھٹائی و بے شرمی ثابت کر رہی تھی کہ اس پر جنید کی محبت کا چڑھا بھوت سر چڑھ کر بول رہا ہے بروقت اس بھوت کو قابو نہ کیا تو بات بہت دور تک جائے گی' وہ تنک کر گویا ہوئی۔

''کان کھول کر سن لو جنید کی زندگی میں آنے والی تم پہلی لڑکی نہیں ہو تم سے پہلے بھی بے شمار لڑکیاں اس کی زندگی میں آ چکی ہیں' وہ فلرٹی ہے تمہارے ساتھ وہ لانگ ٹائم سپینڈ نہیں کرے گا جب وہ تم کو چھوڑ دے گا پھر کیا کرو گی تم؟'' اس کی نہ صرف آواز پست تھی بلکہ نگاہیں بھی جھک گئی تھیں اس احساس کے تحت کہ محبت کی تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے تو اس تالی میں دوسرا ہاتھ اس کی بہن کا تھا۔

''یقین مانیں بھائی اگر ایسا بھی ہو گیا تو میں کبھی بھی آپ سے اور مما سے شکایت نہیں کروں گی اور ویسے بھی مجھے پکا یقین ہے کہ جنید کی زندگی میں بے شک بے شمار لڑکیاں آئی ہوں گی مگر میں ان کی زندگی میں آنے والی آخری لڑکی ہوں گی میرے بعد کوئی لڑکی نہیں آئے گی۔'' وہ جنید کے کہے گئے لفظوں کو دہرا رہی تھی' لمحے بھر کو کمرے میں گہرا سکوت چھا گیا تھا۔

زید کو اپنے اعصاب شل ہوتے ہوئے محسوس ہوئے تھے نہ جانے وہ کس لمحے غفلت کا مرتکب ہوا تھا اور وہ بھنورا اس کے گلشن میں گھس آیا تھا اور اس کی پھول سی بہن کو بہکانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

''مائدہ......!'' عمرانہ متحیر رہ گئی۔

''اب کچھ کہنا سننا فضول ہے مما...... آپ دادو کو کال کر دیں اور تایا اور تائی کو بھی بتا دیں کہ اقرار میں جواب دینا ہے۔'' وہ کہہ کر بہت تیزی سے وہاں سے چلا گیا۔ مائدہ کے چہرے پر ست رنگی کہکشاں پھیل گئی وہ بے تحاشہ خوش تھی جبکہ عمرانہ خاموش ہو کر بیٹھ گئی تھیں۔

عاکفہ اور بابر کا نکاح بہت سادگی سے ہوا تھا' دونوں کی فیملیز کی علاوہ دوستوں میں صرف نوفل اور انشراح نے شرکت کی تھی اس آناً فاناً ہونے والے نکاح کی وجہ بابر کے والدین کی انگلینڈ روانگی تھی جہاں ان کا بزنس تھا اور وہاں ان کے کچھ فیملی مسائل بھی تھے جن کو فوری حل کرنا تھا۔

''بہت مبارک ہو برادر..... آخر کار تمہاری دلی مراد بر آئی۔'' نوفل اس سے گلے ملتے ہوئے مسکرا کر گویا ہوا۔

''تھینکس یار..... موقع پر چوکا مارنا اسی کو کہتے ہیں ممی پپا کو میری فکر ہی نہیں تھی' ایک موقع پہلے گنوایا تھا اب پھر لانگ ٹور پر جا رہے ہیں اگر اب بھی میں ہتھیلی پر سرسوں نہ جماتا تو لمبی گاڑی گئی تھی۔''

دلی مسرت سے اس کا چہرہ کھلا جا رہا تھا وہ عاکفہ کو پاکر بے حد خوش تھا' عاکفہ گولڈن سوٹ میں گولڈ کی جیولری اور میک اپ میں عام دنوں سے بالکل مختلف اور خوب صورت لگ رہی تھی۔ نکاح کے بعد ایک پُرتکلف ڈنر کا اہتمام کیا گیا کیونکہ دونوں طرف سے صرف اہل خانہ ہی مدعو تھے اس لیے کھانے کا انتظام ڈائننگ روم میں کیا گیا تھا جہاں ویٹرز کھانا سرو کر رہے تھے خوشگوار ماحول تھا ہر ایک کا خوشی سے چہرہ دمک رہا تھا۔ انشراح بھی عاکفہ کو خوش و مطمئن دیکھ کر اپنی زندگی میں در آنے والی ساری تلخیاں و غم بھلائے مسکرا رہی تھی' عاکفہ کو اس کی ساس اور سسرالی خواتین گھیرے بیٹھی تھیں اس کی ساس بے حد خوش لگ رہی تھیں۔

حور بانو ان سب کو کھانے کے کمرے میں لے گئیں' اب وہاں عاکفہ اور انشراح تھیں' تنہائی پاتے ہی عاکفہ ایزی ہو کر بیٹھتے ہوئے تھکن زدہ لہجے میں بولی۔

''اف اللہ..... کتنا مشکل ہے ایک جگہ گردن جھکائے بیٹھے رہنا میری کمر اور گردن اکڑ کر رہ گئی ہے' سارا دن تم نے پارلر میں لے جا کر ختم کروایا یوں فیل ہو رہا ہے' بیٹھنے کی سزا مل رہی ہے صبح سے۔''

''دل میں لڈو پھوٹ رہے ہیں اور باہر بڑی بے زاری دکھا رہی ہو۔'' وہ بھی ایزی انداز میں بیٹھتے ہوئے شوخی سے گویا ہوئی۔ ''رئیلی عاکفہ..... آج تم بہت کیوٹ لگ رہی ہو' بے حد پریٹی۔''

''اس میں میرا کیا کمال..... یہ سب بیوٹیشن کی محنت ہے۔''

''تم نے کبھی میک اپ یوز نہیں کیا ناں' بیوٹیشن کے علاوہ زیادہ کمال تمہاری سادگی کا ہے دیکھا بابر بھائی کی مما تم پر کس طرح فدا ہو رہی تھیں۔''

''مما نے ہمیشہ ہی سادگی کا درس دیا ہے' وہ کہتی ہیں کنواری لڑکیوں کا سجنا سنورنا کوئی معنی نہیں رکھتا' بنت حوا کا صرف اپنے خاوند کے لیے ہی سجنا سنورنا جائز ہے اور دیکھ لو آج وہ دن آ گیا۔''

''گڈ..... آنٹی کی بہت سی باتیں میرے دل کو چھو جاتی ہیں۔''

''تم کہہ رہی تھیں بالی کو لے کر آؤ گی پھر کیوں نہیں آئی ہے وہ؟''

''نانو کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے رات سے فیور ہے' وہ ان کی وجہ سے نہیں آئی' کسی دن مبارک باد دینے آئے گی تم کو۔'' معاً ملازمہ نے انشراح سے آ کر کہا کہ دلہا میاں ان سے ملنا چاہتے ہیں۔

''بابر بھائی مجھ سے ملنا چاہتے ہیں یا تم سے؟'' ملازمہ کے جانے کے بعد وہ اس سے شوخی سے گویا ہوئی تو وہ محض مسکرا کر رہ گئی۔

''معلوم کرتی ہوں ویسے دال میں کچھ کالا لگ رہا ہے۔'' وہ باہر نکلی تو لیونگ روم سے باہر وہ اس کو کھڑا دکھائی دے گیا..... ساتھ نوفل بھی تھا سیاہ تھری پیس میں سوٹ میں جاذب نظر لگ رہا تھا' آہٹ پر اس نے بھی نگاہ اٹھائی تھی۔ بلڈ ریڈ اینڈ بلیک کنٹراسٹ اسٹائلش سوٹ میں اس کی ہونٹوں کی لالی انگاروں کی مانند دک رہی تھی اور گھنے سنہری

بالوں کا جنگل اس کی پشت کو ڈھانپے ہوئے تھا۔ کانوں میں روبی کے چمکتے ٹاپس تھے اور دودھ کی رنگت جیسی کلائیوں میں بائیں ہاتھ میں واچ اور دائیں میں روبی کے نگوں والا بریسلیٹ دمک رہا تھا۔ نا معلوم وہ پہلے سے اتنی حسین ودلربا تھی یا اس کے من کی آنکھوں میں اس پل بصارت جاگی تھی‘ اس نے دیکھا اور دیکھتا ہی رہ گیا‘ ایک قیامت تھی جو اس کے دل پر گزر گئی تھی۔ وہ ایک ادائے بے نیازی سے چلتی ہوئی بابر کی طرف بڑھی اور اس کو دیکھ کر بھی نہ دیکھنے کی بڑی قاتل ادا تھی۔

’’اتنی بے رخی سالی جی؟ پہلے دن ہی آپ تو بے مروت بن گئی ہیں۔‘‘ بابر نے دیکھتے ہی بھرپور انداز میں شکوہ کیا۔

’’وقت کا تقاضہ یہی ہے دلہا بھائی...... بے رخی دکھانے کا دن آج ہی ہے۔‘‘ ایک عرصے بعد اس کے لہجے میں پرانی شوخی وکھنک واپس آئی تھی۔

’’پلیز سسٹر...... یہ بے وفائی و بے رخی کسی اور وقت کے لیے اٹھا رکھیں ابھی تو آپ ایک اچھی سالی کی مانند میری مدد کیجیے‘ ساتھ دیجیے میرا۔‘‘ تھری پیس سوٹ میں بابر کے چہرے پر خوشیوں نے عکس پھیلائے ہوئے تھے‘ محبت کو پالینے کے تمام جذبوں سے وہ سرشار دکھائی دے رہا تھا۔

’’عاکفہ کو مبارک باد دینا چاہتا ہوں پلیز دس منٹ کی ملاقات کروادیں۔‘‘

’’ارے......! آپ نے مجھے کیا سمجھا ہوا ہے؟‘‘

’’اوہ......سو...... سوری میرا مطلب ہے آپ میری بھی بہن ہیں۔‘‘ وہ اس کو خفا ہوتے دیکھ کر بری طرح پزل ہوا تھا۔

’’ایم جوکنگ‘ آپ تو گھبرا ہی گئے۔‘‘ وہ بے ساختہ ہنسی۔

’’مائی گاڈ‘ آپ نے سچ مچ ڈرادیا تھا پھر ملوارہی ہیں ناں؟ میں وعدہ کرتا ہوں دس منٹ سے زیادہ نہیں لوں گا۔ ابھی سب کھانے میں بزی ہیں میں آنکھ بچا کر نکل آیا ہوں تاکہ عاکفہ کو ایک نگاہ دیکھ سکوں بہت خواہش ہے میری اس کو اس روپ میں دیکھنے کی۔‘‘

’’یہ بہت مشکل کام ہے اگر کوئی آگیا تو مسئلہ ہوجائے گا۔‘‘

’’یار تو بھی تو کچھ بول ناں‘ کیا سکتے کی حالت میں کھڑا ہے؟‘‘ وہ گم صم کھڑے نوفل سے مدد مانگنے لگا۔

’’ایم سوری‘ نو آئیڈیا میں یہاں تمہاری کوئی ہیلپ نہیں کرسکتا۔‘‘ وہ خود کو کمپوز کرتا ہوا سنجیدگی سے گویا ہوا۔

’’اوہ گاڈ میں بھی کس پتھر سے سر پھوڑنے لگا ہوں‘ جس کی اپنی زندگی بے رنگ ہو وہ بھلا کسی دوسرے کی زندگی میں کس طرح رنگ بھرے گا‘ یہاں میری ہیلپ آپ کو ہی کرنی ہوگی انشراح جی۔‘‘ وہ اس کے آگے ہاتھ جوڑتے ہوئے گویا ہوا۔

’’اوکے......

ہم پر الزم تو ویسے بھی ہے ایسے بھی سہی
نام بد نام تو ویسے بھی ہے ایسے بھی سہی‘‘

اس نے لفظوں کو جما جما کر کہتے ہوئے ایک نگاہ نوفل پر ڈالی تھی وہ بھی اس کو دیکھ رہا تھا لمحے بھر کو دونوں کی نگاہیں ٹکرائی تھیں‘ ایک کی نگاہ میں کھوئی کھوئی کیفیت تھی جبکہ دوسری نگاہ میں زہر میں بجھے تیروں کی لپک تھی۔

❁......❁......❁
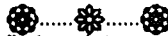
جنید کی دادی آکر مائدہ کی انگلی میں جنید کے نام کی انگوٹھی پہنا گئی تھیں‘ گھر کے سبھی لوگ اس رشتے پر خوش تھے۔

زید بدگمان وخفا ہونے کے باوجود تایا اور تائی کی خاطر ہونٹوں پر قفل لگائے وہاں موجود رہا تھا لیکن مائدہ کے چہرے پر حقیقی خوشی وطمانیت دیکھ کر اس کی سچی اور ہمیشہ قائم رہنے والی خوشیوں کے لیے دعا کرتا رہا تھا۔ اتنے اہم موقع پر بھی مدثر صاحب کی غیر حاضری گواہ تھی اس بات کی کہ وہ ہمیشہ کی طرح ان کے فرائض ومحبت سے غافل رہے ہیں اور رہیں گے۔ اس کو معلوم تھا سودہ اور پیارے میاں کے رشتے کے حوالے سے وہ ہر بات میں پیش پیش رہے تھے گو کہ بات ابھی تک ہاں اور ناں کے دائرے میں ہی مقید تھی اس کے باوجود بھی ہر بار انہوں نے اپنے ہونے کا بھرپور یقین دلایا تھا اور سگی بیٹی کی باری پر خاموش تھے ایسی باتیں وبے حسی کی حرکات اس کو ان سے دور کر دیا کرتی۔

''کیا سوچا جارہا ہے برخوردار؟'' معاً تایا کی آواز پر وہ چونکا' وہ اس کے قریب ہی صوفے پر براجمان ہوگئے تھے۔

''سودہ کو کافی کا کہہ کر آیا ہوں میں نے تم کو یہاں آتے دیکھا تو سوچا ساتھ ہی پئیں گے' کیا بات ہے آج تو خوشی کا دن ہے اور تم اس وقت بھی مجھے خاصے پریشان دکھائی دے رہے ہو؟'' اس کی طرف دیکھتے ہی وہ تفکر بھرے لہجے میں گویا ہوئے۔

''تھنگ اسپیشل تایا جان...... کچھ بے کار سی سوچیں دماغ میں آجاتی ہیں۔'' اس کی سنجیدگی ہنوز رہی۔

''کیا سوچیں ہیں پتا تو چلے بیٹا؟''

''آپ نے ڈیڈی سے رابطہ نہیں کیا' مائدہ کے رشتے کا نہیں بتایا تھا؟ جانتا ہوں پہلی اطلاع آپ نے ان کو ہی دی ہوگی۔''

''ظاہری بات ہے پہلا حق باپ ہونے کے ناطے اس کا ہی بنتا ہے۔''

''آپ کو یاد ہے' مجھے یاد ہے لیکن ان کو یاد نہیں ہے کہ وہ ہمارے باپ ہیں۔ ہم بھی ان پر کچھ حق رکھتے ہیں' ان پر بھی کچھ فرائض لاگو ہیں' جو دلی طور پر نہ سہی مگر لوگوں کو دکھانے کے لیے ان کو ادا کرنے پڑیں گے۔''

''بدگمانی رشتوں کو کاٹنے والی قینچی کی مانند ہوتی ہے اس کا شکار مت بنو' میں خود ٹینشن میں ہوں مدثر کی طرف سے اس نے آنے کا کہا تھا پھر عین وقت پر آنے سے معذرت کرلی تھی۔''

''یہی وجہ ہے کہ ہم ان کے لیے کوئی اہمیت کے حامل نہیں ہیں۔''

''نہیں' مدثر جتنی محبت تم دونوں سے کرتا ہے اتنی شاہ زیب سے نہیں کرتا اور تم سے کچھ زیادہ ہی انس ہے مدثر کو۔''

''ایسا انس کس کام کا جس کو پانے کے لیے زندگی گزر جائے۔''

''یہ دوریاں تم نے پیدا کی ہیں' یہ فاصلے تم نے خود بڑھائے ہیں۔''

''اوکے...... میں ایڈمٹ کرتا ہوں ساری کوتاہیاں اور غلطیاں میری ہیں مجھے شاید رشتوں کو نبھانے کا فن نہیں آتا۔'' بحث کو طویل ہوتے دیکھ کر اس نے شکست قبول کرتے ہوئے کہا۔

''فن تو خوب اچھی طرح آتا ہے بس ذرا......'' قصداً بات نامکمل کی۔

''بس ذرا سے مراد؟'' ان کو مسکراتا دیکھ کر وہ پرسکون ہوا۔

''یہی کہ کبھی کبھی عمرانہ کی طرح جذباتی ہو کر حقیقت سے دور نکل جاتے ہو اور جو ایسا کرتا ہے وہ سب کے ہوتے ہوئے بھی تنہا رہ جاتا ہے۔''

''جن کے مقدر میں تنہائی ہو ان کو ہجوم کیونکر راس آئے گا۔''

''ہم آپ کو تنہا کہاں رہنے دیں گے میاں...... مائدہ اور سودہ کے فرائض سے ادائیگی کے بعد آپ کی باری ہے سنا ہے عمرانہ کی خواہش اپنی بھانجی عروہ کو بہو بنانے کی ہے اور اس کی خواہش کا ہم احترام کرتے ہیں۔ دونوں بیٹیوں کے

فرض سے ادائیگی کے چند ماہ بعد آپ کی بھی چٹ منگنی پٹ بیاہ والا معاملہ اپنائیں گے۔" وہ خوش مزاجی سے گویا ہوئے۔ اس اثناء میں بوا بھاپ اڑاتی کافی کے مگ ٹرے میں رکھے وہاں آئیں۔

"سودہ بیٹی کہاں ہے بوا......؟ میں سودہ کو کافی لانے کا کہہ کر آیا تھا۔" انہوں نے مگ تھامتے ہوئے استفسار کیا۔

"سودہ بٹیا کی جان کو آرام کہاں ہے عمرانہ بہو نے کافی کا کہا ہے ان کی بہن بھانجیاں ٹھہری ہوئی ہیں ناں۔"

"ارے خوشی کا سماں ہے' ان کا رکنے کا حق ہے آپ کیوں اتنی رنجیدہ ہو رہی ہیں بوا......آپ بھی خوشیاں منایئے۔"

"بہت خوش ہوں میاں......اس گھر کے بچے میرے ہی بچے ہیں مگر جب سودہ بٹیا کو ایک کے بعد ایک کام میں لگا ہوا دیکھتی ہوں تو دکھ ہوتا ہے اور بھی تو بچیاں ہیں جو پانی کا گلاس پلانا بھی اپنی شان کے خلاف سمجھتی ہیں اور ایک ہماری بٹیا ہیں جن کو اپنا خیال نہیں ہیں۔" سارا دن عمرانہ اس کو اپنے اشاروں پر چلاتی رہی تھیں حالانکہ ڈنر کے سارے لوازمات ایک اعلیٰ ریسٹورنٹ سے تیار کروائے گئے تھے اور عمرانہ ملازماؤں کے ہوتے ہوئے بھی اس کی دوڑیں لگواتی رہی تھیں اور بوا کا جل جل کر برا حال ہوتا رہا تھا' وہ کہہ کر چلی گئیں۔

"ہوں' محسوس میں بھی کر رہا ہوں جب سے وہ پڑھائی سے فارغ ہوئی ہے گھر کے کاموں میں الجھ کر رہ گئی ہے۔" کافی پیتے ہوئے تائید کی۔

"اس کو خود عادت ہے فضول کاموں میں گھسنے کی دو سرونٹ مزید رکھے ہیں تاکہ اس پر سے کام کم ہو بوا سے کام کروانا مناسب نہیں لگتا۔" وہ رات تک اس کو دکھائی نہ دی تھی وہ سمجھ گیا تھا یہ عروہ اور اس کی ماں کی ملی بھگت تھی مائدہ کی خوشی میں اس کو شامل نہ کرنے کی۔

"بس اب چند دنوں میں اچھی کو بھی کہہ دیں گے کہ وہ بھی آ کر منہ میٹھا کر جائیں' گھر سے رخصت ہونے کے بعد ہی اس کو آرام ملے گا۔"

"تایا جان آپ اپنی غلط فہمی کو دور کر لیجیے۔" وہ کافی کا خالی مگ ٹیبل پر رکھتا ہوا سنجیدگی سے بولا۔

"میں عروہ سے شادی نہیں کروں گا وہ میری چوائس نہیں ہے۔"

"پھر کون ہے تمہاری چوائس۔" وہ سخت حیران ہوئے۔

"وہ...... جو میری چوائس تو ہے مگر میری نہیں ہو سکتی۔" سودہ کا بھولا بھالا سراپا اس کی آنکھوں کو دھواں دھواں کر گیا۔

"کون ہے وہ خوش نصیب جو ہمارے چاند سے بیٹے کو بھا گئی ہے؟" اس کی سوچوں سے بےخبر وہ پُر اشتیاق انداز میں پوچھا بیٹھے۔

"کوئی بھی نہیں' اپنی ویز میں ابھی شادی کرنا ہی نہیں چاہتا' بزنس سیٹل ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا پھر میں ذاتی بنگلہ خریدنا چاہتا ہوں اور بھی بہت سے کام ہیں جو ادھورے ہیں۔" اس کے انداز میں عجیب قطعیت و بےزاری تھی' منور صاحب کافی ختم کر کے اٹھ گئے' وہ ان کے ساتھ باہر آیا تو وہ شب بخیر کہتے ہوئے آگے کی طرف بڑھ گئے تھے' وہ ان کو اپنے پورشن میں داخل ہونے تک دیکھتا رہا اور پھر دوسرے حصے کی طرف سے آ کر کچن میں آ گیا۔

سودہ سارا کچن صاف کرنے کے بعد فرش پر وائپر لگا رہی تھی' بوا کو زبردستی ہی وہاں سے بھیجا تھا۔ وہ جانتی تھی وہ جب تک وہاں رہیں گی عمرانہ اور اس کی بہن' بھانجیوں کو کوستی رہیں گی زمرد اور صوفیہ مہمانوں کی روانگی کے بعد نماز سے فارغ ہو کر سو گئی تھیں وہ دونوں ہی زیادہ دیر تک جاگنے کی عادی نہ تھیں۔ وہ بھی اپنے کمرے میں چلی گئی تھی معاً عمرانہ

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

نے انٹرکام پراس کو حکم دیا تھا ان میں سے کسی نے بھی کھانا ڈھنگ سے نہیں کھایا تھا۔ کھانا گرم کر کے اوپر لانے کا حکم ملا تھا اوراس میں حکم نہ ماننے کی جرأت نہ تھی پھر کسی کو سیلڈ چاہیے تو کسی کو پلاؤ ٹھنڈا لگ رہا تھا' کوئی کڑھائی کی فرمائش کر رہا تھا بے شمار ڈشیں تھیں اوراوپر نیچے کے چکروں میں اس کو سچ مچ چکرآ نے لگے تھے کئی گھنٹے کھانے کے چکر میں لگ گئے تھے۔

سب دھودھلا کر فارغ ہوئی تو ماموں جان کافی کی فرمائش کر گئے تھے'وہ بے چارے اس کی تھکن سے بے خبر تھے وہ ان کے لیے کافی بنا کر فارغ ہوئی کہ پھراوپر سے آرڈرآ گیا سب کے لیے کافی بنانے کا اور وہ کافی بوا کے ہاتھوں ماموں اورزید کے لیے بھیج کران کے لیے کافی بنانے لگی تھی پھر کافی دے کرآنے کے بعد وہ کچن صاف کرنے میں لگ گئی تھی۔ آج سارا دن وہ قائداعظم کے کام' کام اور صرف کام کے قول پر عمل پیرا رہی تھی' کام سے بھاگنا اس کی سرشت میں نہ تھا۔ مگر دشمن نما لوگوں کے لیے ان کے درمیان رہ کر کام کرنا بہت مشکل تھا' عمرانہ سے زیادہ وہ رضوانہ فروا اور عروہ کی تضحیک کا نشانہ بنی رہی تھی وہ اس سے خار کھائے بیٹھی تھیں' عروہ نے اس کے خلاف محاذ کھولا ہوا تھا ان کے بلاوجہ کے طنزو باتوں نے اس کا ذہن ماؤف کر دیا تھا۔

مائدہ کو منگنی کی مبارک باد دینے کا موقع نہ مل سکا تھا بلکہ وہ بھی اس کو جان بوجھ کر اگنور کیے اپنی کزنز میں مگن رہی تھی ان کی نظروں میں اس کی عزت ملازمہ سے بھی کمتر تھی۔ دل تھا کہ بھربھرآ رہا تھا مائدہ اس خوشی کے موقع پر بھی اس کو معاف نہ کرسکی تھی جبکہ سارا قصور اور غلطی اس کی تھی۔ قدموں کی بھاری آواز پراس نے گردن اٹھا کر دیکھا تھا وہ سرمئی ٹراؤزر اور وائٹ شرٹ میں غیض وغضب کی تصویر بنا کھڑا تھا۔

''زید بھائی...... کچھ چاہیے آپ کو؟'' اس کے انداز پر وہ خوف زدہ ہوئی وہ کچھ نہیں بولا ماسوائے اس کو گھورنے کے۔

''زید بھائی کیا ہوا' آپ اس طرح کیوں دیکھ رہے ہیں؟'' وائپر سائیڈ میں رکھ کر اس نے گرم شال اچھی طرح لپیٹی۔

''تم خود کو کیا سمجھتی ہو؟ کیا ثابت کرنا چاہتی ہو'یہ گھر تمہارے بغیر نہیں چل سکتا' تم...... تم چاہتی کیا ہوآخر؟'' وہ رات کے سناٹے کے باعث دانت بھینچ کر بات کر رہا تھا اس کی شعلے اگلتی آنکھیں اس کے زرد چہرے پر تھیں جہاں اتنی سردی میں بھی پسینہ موتیوں کی مانند چمک رہا تھا۔

''میں نے ایسا کچھ نہیں کہا زید بھائی...... آپ کو غلط فہمی ہوگئی ہے۔''

''تم کو کہنے کی کیا ضرورت ہے تم تو کر کے دکھا رہی ہو' کیا ضرورت پڑ گئی ہے تم کو اس طرح غلامیاں کرنے کی...... تمہارے ساتھ مسئلہ کیا ہے؟'' اس کے لہجے میں اشتعال انگیزی بتدریج بڑھ رہی تھی لگ رہا تھا وہ کسی لمحے آگے بڑھے گا اور دونوں ہاتھوں سے اس کی درگت بنا ڈالے گا۔ سودہ کا دل بڑی زور سے دھڑکنے لگا سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ ان آفتوں سے کس طرح جان چھڑائے؟ ماں کو غلامی پسند تھی اور بیٹا غلامی کرنے والوں کو ناپسند کرتا تھا۔

''آپ جائیں یہاں سے زید بھائی...... کوئی آ گیا تو مسئلہ ہوجائے گا۔''

''آنے دو جو بھی آتا ہے میں کسی کے باپ سے ڈرنے والا نہیں ہوں' پہلے تم مجھے اپنی پرابلم بتاؤ' کیوں کرتی ہو یہ سب۔'' وہ غصے میں اس کی طرف بڑھا اور گیلے ماربل پر وہ پھسلا اور خود کو سنبھالنے کے چکر میں سودہ سے ٹکرایا اور جواباً وہ چیختی ہوئی اس پر گری تھی سناٹے میں اس کی آواز دور تک گئی تھی۔
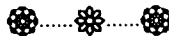
❁......❁......❁

دل کو احساس سے دو چار نہ کرنا تھا
ساز خوابیدہ کو بیدار نہ کرنا تھا
اپنے معصوم تبسم کی فروانی کو
وسعت دید پر گل بار نہ کرنا تھا
شوق مجبور کو بس اک جھلک دکھلا کر
واقف لذت تکرار نہ کرنا تھا
چشم مشتاق کی خاموشی تمنا کو
یک بیک مائل گفتار نہ کرنا تھا
جلوہ حسن کو مستور ہی رہنے دینا
حسرت دل کو گناہ گار نہ کرنا تھا

وہ بابر کے نکاح کی تقریب سے گھر آیا تو دل اچانک ہی وارد ہونے والے کول احساسات سے بوجھل ہو رہا تھا نامعلوم کس طرح اور کیونکر وہ اس کے متعلق سوچنے لگا تھا جس کے بارے میں اس کے خیالات از حد بے توقیر وارزاں تھے لمحوں میں کایا پلٹ ہوئی تھی۔ وہ کسی بجلی کی مانند چمک کر ایک لمحے میں نگاہوں کو خیراں کر گئی تھی اور دوسرے لمحے اس کے دل کے نشیمن کو خاکستر کر گئی تھی سرخ لباس گویا جذبوں کو بھی برف کی تہوں سے نکال کر نئی حدت دی تھی۔ اس کی بے نیازی و بے پروائی اس کی سنگ دلی و کٹھور پن کو پگھلا گئی تھی وہ اپنی کیفیت کو کوئی نام نہ دے سکا تھا مگر اس کو دیکھنا اس کو سوچنا ایک دم سے اچھا لگنے لگا تھا اور وہ ان ہی کیفیت میں گھرا گھر چلا آیا تھا۔

سٹنگ روم میں ماما کے ساتھ ساریہ بھی موجود تھی ڈرائی فروٹس اور کافی کا دور چل رہا تھا ساتھ ساتھ اسکرین پر چلتے کسی ڈرامے سے بھی لطف اندوز ہوا جا رہا تھا۔ ساریہ نے دزدیدہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا اور اس کی بے ساختہ نگاہ ساریہ کے ملبوس پر گئی تھی۔ اس نے بھی سرخ رنگ کا ہی ملبوس زیب تن کیا ہوا تھا ریڈ ایمبر ائیڈی شرٹ بلیک ٹراؤزر دوپٹہ ناپید تھا۔ تیز میک اپ اور گولڈن شانوں سے اونچے گھنگھریالے بال چوڑی برابر بالیاں لٹک رہی تھی پھر اس کی نگاہ پلٹ آئی تھی ٹائٹ شرٹ کا گلہ خاصا گہرا تھا۔

''یہ کیا ہو رہا ہے تمہیں انشراح کے بعد تم دوسری لڑکی کا جائزہ لے رہے ہو؟ تم تو بڑی مضبوطی سے قدم رکھ کر چلنے کے عادی تھے اور اب پھسلے ہو تو پھسلتے ہی چلے جا رہے ہو۔'' اس کے اندر کسی نے سرزنش کی تھی پھر فوراً ہی دفاع بھی کیا گیا۔

''ساریہ کے لیے میں وہ جذبات محسوس نہیں کر رہا جو اس لڑکی کے لیے میرے اندر دھاوا بول گئے ہیں میری دھڑکنیں ہی بدل کر رہ گئی ہیں اس نے بھی یہ کلر پہنا ہوا ہے اور اس نے بھی یہی کلر پہنا ہوا تھا لیکن لگتا ہے وہ کلر اس کے لیے ہی بنایا گیا ہے ساریہ پر یہ کلر جچ ہی نہیں رہا ہے۔''

''بہت زیادہ ہی تھک گئے ہیں بیٹا؟'' وہ صوفے پر بیٹھ کر آنکھیں بند کیے دونوں کے ریڈ کلرز کا موازنہ کر رہا تھا معاً ماما کی آواز پر آنکھیں کھول کر بولا۔

''ہوں فیل ہو رہا ہے صدیوں کی مسافت طے کر کے آیا ہوں۔'' وہ جیسے خود سے مخاطب ہوا تھا۔

''کس صدی میں چلے گئے تھے آپ؟'' وہ شوخی سے بولیں۔

''معلوم نہیں ماما؟'' وہ خود کو کمپوز کرتا مسکرا کر بولا۔

''کافی پئیں گے ناں؟''

''بالکل گنجائش نہیں ہے حور بانو آنٹی نے بار بار کافی پلائی ہے۔''

''نکاح خیر خیریت سے ہوگیا اللہ کا شکر ہے دونوں طرف خوب خوشیاں منائی جارہی ہوں گی۔ رب کریم ان کی خوشیوں کو نظر بد سے محفوظ رکھے۔''

''مسٹر بابر نوفل کے کلوز فرینڈ ہیں پھر بھی انہوں نے آپ کو انوائٹ نہیں کیا آنٹی' یہ بہت زیادتی ہے۔'' ساریہ نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔ اس کی گاہے بگاہے نگاہیں نوفل پر اٹھ رہی تھیں جو تھری پیس سوٹ میں خوشبوئیں بکھرتے وجود کے ساتھ وجیہہ واسمارٹ لگ رہا تھا۔

''زیادتی کی بات نہیں ہے ساریہ...... مجھے دونوں طرف سے ہی انویٹیشن دیا گیا تھا میں نے سوچا تھا بعد میں جا کر مبارک باد دے آؤں گی۔'' زرقا نے اصل بات واضح کی۔

''اوہ سوری مجھے معلوم ہی نہیں تھا آپ جائیں گی پھر میں بھی ساتھ چلوں گی' اگر نوفل کو اعتراض نہ ہوتو......'' وہ نوفل کی طرف دیکھ کر پوچھنے لگی۔

''آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہے میں آنٹی کے ساتھ جاؤں وہاں پر؟''

''مجھے کیا اعتراض ہوسکتا ہے اگر ماما ساتھ لے جائیں تو جاؤ۔'' عادت کے برخلاف وہ اس کو نرمی سے جواب دے رہا تھا۔

''جی ہاں' آنٹی مجھے ساتھ لے کر جائیں گی یہ آپ کی طرح سنگ دل وغصہ والی تھوڑی ہیں کہ اتنے دنوں سے آئی ہوئی ہوں اور آپ کو ایک دن بھی فرصت نہیں ملی کہ کہیں ڈنر ہی کروائیں۔'' اس نے اس کی نرمی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شکوہ کیا۔

''میرے پاس ٹائم نہیں ہوتا۔''

''دوستوں کے لیے ٹائم ہی ٹائم ہے آپ کے پاس۔''

''آف کورس' دوست دوست ہوتے ہیں۔''

''میرا شمار دوستوں میں نہیں کرتے ہیں آپ؟'' اس کا پورا وجود شکوہ بن گیا تھا' نوفل کو اس کے انداز پر غصہ عود کر آیا مگر ضبط سے کام لینا پڑا کہ ابھی ماما مہمان داری کے بھید بھاؤ اس کو سمجھانے بیٹھ جائیں گی سو وہ چپ ہی رہا۔

''ارے ساریہ بیٹا...... آپ کی حیثیت علیحدہ ہے آپ کزن ہیں اور دوست ایسے ہوتے ہیں جن سے باہر رشتے نبھائے جاتے ہیں' کزنز سے رشتے داریاں سب جگہ نبھائی جاتی ہیں خود ڈیسائیڈ کرلیں کس کی ویلیوز زیادہ ہے۔'' زرقا بیگم نے خوشدلی سے وہاں پیدا ہونے والے تناؤ کا خاتمہ کیا۔

''بابر بے حد خوش ہے ماما...... شارٹ ٹائم میں اس نے بڑا اہم فیصلہ ہے وگرنہ انکل اور آنٹی پیر کو ابیروڈ جارہے ہیں اور ان کی واپسی چھ سات ماہ سے قبل ہونے والی نہیں ہے' اُدھر عاکفہ کے والد بھی تبلیغی دورے پر سوڈان جانے کی تیاریاں کررہے ہیں کم وبیش ان کی واپسی میں بھی اتنا ہی عرصہ لگے گا اور بابر کی یہی کوشش تھی کہ ان کے جانے سے قبل نکاح ہوجائے۔''

''میری دعا ہے بابر کا نکاح اتنا لکی ثابت ہو کہ آپ کے دل میں بھی یہ آرزو جاگ اٹھے اور ہم بھی آپ کے نکاح کی خوشیاں منائیں۔'' ان کے مسکراتے لبوں پر حسرت ودعا موجود تھی۔

''آمین۔'' ساریہ کے دل سے صدا ابھری۔

"مانگتی رہیں ماما آپ دعائیں کبھی تو مستجاب ہوں گی۔" اس کی سیاہ گھنی مونچھوں کے نیچے سرخی مائل ہونٹوں پر ابھرنے والی مسکراہٹ بڑی اجنبی و پراسراری لگی تھی سار یہ کو۔ وہ چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگی وہ آج بہت بدلا بدلا دکھائی دے رہا تھا' کھویا کھویا سا آنکھوں میں الجھن سوچ بن کر چھائی ہوئی تھی۔

"میں نے خود دیکھا تھا اس کی شرٹ پر لپ اسٹک کا نشان اس کی زندگی میں کوئی لڑکی ہے جس کا وہ کسی کو بتاتا نہیں۔" لاریب کی بتائی گئی بات اس کے کانوں میں گونجی تھی اور اس کا دل ناخوشگوار دھڑکنوں سے دھڑکنے لگا تھا کہ کہیں اس کی اس خوش مزاجی کی وجہ وہی لڑکی تو نہیں ہے؟

"گڈ نائٹ بیٹا......" وہ ان کی طرف چہرہ کر کے کھڑا ہوا تو وہ اس کی پیشانی چومتی ہوئی گویا ہوئیں۔

وہ موبائل اور کار کی چابیاں اٹھا کر آگے بڑھ گیا ساریہ کی کھوجتی نگاہوں نے دور تک اس کا پیچھا کیا تھا۔

❁......❁......❁
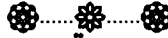
عروہ کی بے قرار نگاہیں بار بار دروازے کی سمت اٹھ رہی تھیں' زید کو اس نے گھر میں داخل ہوتے دیکھ لیا تھا اور اس کو یہ بھی معلوم تھا کہ وہ لاؤنج میں اپنے تایا کے ساتھ بیٹھا ہے بوا کی زبانی پتا چلا کہ سودہ ان کے لیے کافی بنا رہی ہے تو اس نے بھی عمرانہ سے کہہ کر سودہ کو سب کے لیے کافی لانے کا حکم دلایا تھا۔ حالانکہ عمرانہ دوا کھا کر سونے کے لیے لیٹ چکی تھیں لیکن وہ نہیں چاہتی تھی کہ سودہ زید کے سامنے کافی لے کر جائے اور اس کا پلان کامیاب رہا تھا۔ وہ کافی لے کر اوپر آئی تو پھر اس کو سخت وتند باتوں کا شکار بنایا تھا آج سارا دن سے وہ ان کے جملوں کا طنز برداشت کرتی رہی تھی۔

اب تو کافی بیت بھی ٹائم گزر گیا تھا عمرانہ کے علاوہ اس کی مما اور عفرا سو چکی تھیں' مائدہ جاگ رہی تھی جو موبائل پر جنید سے باتیں کر رہی تھی وہ محبت کے نشے میں اتنی بے خود تھی کہ اردگرد کا ہوش ہی نہ تھا کہ بھائی کہاں ہے؟ عروہ انتظار کر کے عمرانہ کے پورشن سے نیچے چلی آئی۔ ابھی سب جگہ کی لائٹس روشن تھیں لیکن کوئی موجود نہ تھا وہ گیلری کی جانب بڑھی ہی تھی معاً خاموش سناٹوں میں نسوانی چیخ ابھری تھی اور سو فیصد وہ آواز سودہ کی تھی۔ پہلے وہ ششدر کھڑی رہ پھر سوچا جائے نہ جائے؟ وہ کوئی اس کی خیر خواہ نہ تھی جو چیخ سن کر بھاگی جاتی مگر پھر اسے خیال آیا کہ یہاں کہیں بھی زید موجود نہیں ہے اور اس خیال کے آتے ہی وہ تقریباً بھاگتی ہوئی گیلری عبور کر کے کچن کی طرف بڑھی اور سامنے کا منظر دیکھ کر اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی تھی۔

سودہ زید پر گری اٹھنے کی سعی میں تھی اور اٹھ نہیں پا رہی تھی' زید بھی اٹھنے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا مگر سودہ کو تکلیف سے اٹھتے نہ دیکھ کر پھر وہ ایک جھٹکے سے نہ صرف اٹھ بیٹھا تھا بلکہ سودہ کو بھی ہاتھ پکڑ کر اٹھنے میں مدد دی تھی۔ عروہ تیزی سے ستون کے پیچھے ہوگئی تھی اس کی آنکھوں سے نفرت کی چنگاریاں پھوٹ رہی تھی۔ سودہ کی چال میں لڑکھڑاہٹ تھی' دونوں کے کپڑے بھیگے ہوئے تھے۔

"تمہاری ٹانگ میں موچ آ گئی ہے شاید؟" وہ سودہ سے مخاطب ہوا۔

"موچ نہیں آئی' گرنے سے لگ گئی ہے۔"

"چلو آؤ میں تمہیں سہارا دے کر روم تک چھوڑ آؤں۔" وہ اپنی جذباتیت پر شرمندہ ہو رہا تھا جس کی وجہ سے اس کو چوٹ لگی۔

"آپ جائیں پلیز میں فرش صاف کر کے چلی جاؤں گی۔" اس نے شال کو اوڑھتے ہوئے آہستگی سے کہا۔

"شٹ اپ' کوئی صفائی نہیں ہو رہی ہے کپڑے بھی گیلے ہو گئے ہیں' سردی ہے۔ تم جاتی ہو یا تمہیں اٹھا کر روم میں چھوڑ آؤں؟" وہ غیض وغضب میں بولا' ساتھ ہی اس نے وائپر کو لات مار کر ایک طرف پھینکا تھا۔ سودہ نے

خاموشی سے وہاں سے جانا ہی بہتر سمجھا تھا وہ لنگڑاتی ہوئی وہاں سے نکل گئی تھی' زید نے کچھ دیر اس کو جاتے ہوئے دیکھا تھا وہ نظروں سے اوجھل ہوئی تو خود بھی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا' حسد کی آگ میں جلتی عروہ ستون کے پیچھے سے باہر نکل آئی تھی' اس کا چہرہ لال بھبھوکا ہو رہا تھا۔

کچن الگ تھلگ حصے میں بنا ہوا تھا اور تمام لوگ کچھ اس قدر تھکن سے چور ہو کر سو رہے تھے کہ یہاں ہونے والی کہانی کا کسی کو کانوں کان علم نہ تھا ماسوائے اس کے اگر وہ زید کو ڈھونڈنے نہ آتی تو وہ بھی سب کی طرح لاعلم رہتی وہیں کھڑی کچھ دیر تک اپنے تنفس کو درست کرتی رہی پھر روم میں آ گئی تھی۔ رضوانہ عمرانہ کے ساتھ ان کے بیڈ روم میں محو استراحت تھیں اور وہ تینوں ان کے ملحقہ کمرے میں تھیں۔ وہ جلتی بھنتی وہاں آئی تو مائدہ بھی سو چکی تھی اس نے بھی سوچا سب بھول کر نیند کی میٹھی وادیوں میں اتر جائے لیکن اب نیند کہاں آتی اور آتی بھی تو میٹھی ہرگز نہ ہوتی۔ ذہن کی اسکرین پر تواتر سے وہ ہی مناظر چل رہے تھے سودہ کے چہرے کی ہوائیاں اڑی ہوئی تھیں اس کے چہرے پر خوف و سہم دور سے ہی صاف دکھائی دے رہا تھا جبکہ زید کے انداز میں بھرپور استحقاق و اپنائیت تھی وہ اس کو کسی کانچ کی گڑیا کی مانند سنبھال رہا تھا اس کے غصے میں بھی پیار ہی پیار چھپا ہوا تھا۔

''نہ جانے کیوں کسی کو زید کی آنکھوں میں ابلتے سودہ کی چاہت کے چشمے دکھائی نہ دیتے؟ وہ دل و جان سے اس پر فدا تھا اور کسی کو خبر نہ تھی مگر میں تمہارے خاموشی سے ہو جانے والے عشق کا پردہ ایسا چاک کروں گی سب کے آگے ایسا رسوا کروں گی کہ زندگی بھر کسی کے سامنے نگاہ اٹھانے کے لائق نہ رہو گے۔'' سرد موسم میں بھی وہ اندر کی غصیلی آگ میں جل رہی تھی۔ جب کوئی ضمیر کی صداؤں پہ کان بند کر کے نفس کی غلامی کرنے لگتا ہے پھر چین و سکون رخصت ہو جاتا ہے اور منفی خیالات و افکار اس کو گرفت میں لیے رکھتے ہیں۔ عروہ کا تعلق بھی ایسے لوگوں میں ہوتا تھا جو دوسروں کو خود سے کمتر اور خود کو سب سے برتر دیکھنے کے عادی ہوتے ہیں یہاں زید نے اس کی کسی برتری کو تسلیم نہیں کیا تھا وہ سرے سے اسے کوئی اہمیت دینے کا روادار ہی نہ تھا اس کے مقابل سودہ اس کی محبتوں کا محور تھی۔

ایک ان دیکھی آگ تھی جو اس کو جلائے دے رہی تھی کسی پل چین و قرار نہ تھا اس نے ایک نگاہ مائدہ اور عفرا کے خوابیدہ چہروں پر ڈالی اور خود کمرے سے نکل کر دوسری سمت میں بنے زید کے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی۔

❁......❁......❁
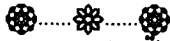
''بالی...... نانو کی طبیعت کیسی ہے دوا ٹائم پر دی تھی ان کو؟'' عاکفہ کا ڈرائیور اس کو ڈراپ کر کے گیا تو وہ آتے ہی بالی سے گویا ہوئی۔

''ہاں دوا ٹائم پر دی تھی طبیعت بھی کافی بہتر ہے۔''

''ڈنر کیا تھا' کیا دیا کھانے میں؟'' وہ پرس سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر شوز اتارتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

''مٹن کے سالن کا شوربہ چپاتی کے ساتھ دیا تھا اس سے پہلے چکن لیا تھا اب تو بخار بھی اتر گیا ہے تب ہی بے خبر سو رہی ہیں۔''

''گڈ' سچ پوچھو تو نانو کی بیماری مجھے بہت ڈسٹرب کر دیتی ہے دل کرتا ہے وہ کبھی بیمار نہ ہوں۔'' شوز اتار کر وہ بیڈ کے کراؤن سے تکیوں کے سہارے نیم دراز ہو گئی تھی' ساتھ ہی کمبل کو کھینچ کر اوڑھ لیا تھا۔

''سردی لگ رہی...... میں ہیٹر آن کر دیتی ہوں۔''

''ہیٹر آن مت کرو مجھے اچھا نہیں لگتا۔''

''توبہ تمہاری بھی عجیب منطق ہے ہیٹر ہی استعمال نہیں کرنے دیتی۔ ہیٹر سردی میں ہی استعمال ہو گا گرمیوں میں

ماحول وموسم از خود ہیٹر بن جاتا ہے۔'' وہ کہتی ہوئی قریب ہی بیٹھ گئی۔

''سردی کو انجوائے کرنے کا الگ ہی مزہ ہے ویسے بھی یہاں سردیاں کم کم ہی آتی ہیں اب ان کو بھی ہیٹر کی نذر کرکے بدذوقی کا ثبوت دو۔'' وہ ایسی ہی تھی سخت سردی میں بھی فل اسپیڈ فین آن کرکے کمبل منہ تک لپیٹ کر سو جاتی تھی' سردیوں کا موسم اس کو جنون کی حد تک پسند تھا۔

''تمہارے انجوائے منٹ میں دوسروں کی قلفی جم جاتی ہے۔''

''آئی ڈونٹ کیئر مائی ڈیئر۔''

''اوہ...... چڑاؤ مت مجھے' یہ بتاؤ کہ عاکفہ دلہن بن کر کیسی لگ رہی تھی اور بابر بھائی کیسے تیار ہوکر آئے تھے؟'' وہ بیڈ کے دوسرے کنارے پر ٹکتے ہوئے گویا ہوئی۔

''ماشاء اللہ' بہت ونڈر فل کپل ہے عاکفہ ریڈی ہوکر بہت ہی پریٹی لگ رہی تھی اور بابر بھائی بھی بہت سوبرو ڈیسنٹ دکھ رہے تھے پہلی بار ان دونوں کو میں نے خوش و مطمئن دیکھا ہے۔''

''جب دو محبت کرنے والوں کو ان کی منزل مل جاتی ہے تو پھر خوشیاں ان کو اسی طرح اپنی آغوش میں لے لیتی ہیں۔ میری چاہ ہے کوئی بابر بھائی جیسا پیار کرنے والا تم کو بھی مل جائے اور میں تم کو مسرتوں کے گلستان میں اٹھکیلیاں کرتے ہوئے دیکھوں۔''

''مجھے کوئی پیار کرسکتا ہے؟''

''تم پر دنیا مرتی ہے اور تم کسی ایک کی بات کرتی ہو' ان میں سے کسی ایک کو تم نے چننا ہوگا میری جان۔''

''مت بہلاؤ مجھے' میں کوئی خوابوں میں رہنے والی لڑکی نہیں ہوں۔'' اس کے لبوں پر استہزائیہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

''خوب صورتی اگر کسی معزز رتبے سے تعلق نہ رکھتی ہو تو پیار کرنے کے لیے نہیں صرف فلرٹ کرنے کے لیے ہوتی ہے گھر بسانے کے لیے' بندھن باندھنے کے لیے لوگوں کو شجرہ نسب چاہیے۔''

''اوفوہ' کیوں اپنے دل کو بار بار خود ہی گھائل کردیتی ہو تعلق تو تمہارا بھی اس ملک کے نامور وزیر سے ہے' اب وہ تمہیں مانے یا نہ مانے مگر تم ہو اس کی ہی اولاد' اس احساس کمتری سے نکل آؤ بلکہ میں کہتی ہوں اس بزدل شخص کو ایسا مزا چکھاؤ کہ وہ ہاتھ جوڑ کر تم کو اپنی بیٹی تسلیم کرلے' تم ایسا کرسکتی ہو انشی۔'' بالی کو اس کے چہرے پر پھیلتے حزن نے رنجیدہ کردیا تھا وہ پچھتانے لگی کہ اس نے خوامخواہ بات چھیڑی جو کہاں کی کہاں پہنچ گئی۔

''وہ کیا مجھے تسلیم کریں گے میں ہی ان کو اپنا باپ نہیں مانتی' باپ بیٹیوں کے سائبان ہوتے ہیں ان کی عزتوں کے رکھوالے ہوتے ہیں وہ شخص باپ کہلوانے کے لائق کہاں ہے۔''

''اوہ سوری انشی...... تم کتنے اچھے موڈ کے ساتھ آئی تھیں اور میں نے بے وقوفی سے تمہارا موڈ آف کردیا' بس میں چاہتی ہوں تم کو بہت خوش دیکھوں ان چند ماہ میں جو تم نے اذیتیں اٹھائی ہیں وہ بھول کر بھی پلٹ کر تمہارے پاس نہ آئیں۔''

''میں اب خوش تب ہی ہوں گی جب اس نام نہاد شریف و عزت دار شخص سے اس کو چھین لوں گی جس کو وہ سب سے زیادہ چاہتا ہے۔ اس کو جب تک اس درد و رنج سے آشنا نہ کردوں گی سکون سے نہیں بیٹھوں گی۔'' وہ متعجبانہ لہجے میں گویا ہوئی۔

''اس کی دکھتی رگ نوفل ہے' سنا ہے وہ اس کو دل و جان سے چاہتا ہے۔''

''ہاں' نانو نے ٹھیک بتایا ہے اپنی اولاد کو کچرے پر ڈالنے والا آدمی دوسرے کی اولاد کو سینے سے لگائے ہوئے اس کا

باپ بنا ہوا ہے۔"

"پھر تم نوفل کو ٹارگٹ بناؤ گی؟" بالی اچھلی۔

"ہوں۔" اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"تم کوئی اور طریقہ اختیار کرو انشی...... تم کو معلوم تو ہے وہ کس قدر سخت مزاج اور بے حس انسان ہے، وہ تمہاری کسی چال میں پھنسنے والا نہیں، کہیں ایسا نہ ہو الٹا تم پر ہی کوئی داؤ چلا دے۔" بالی کی نگاہوں میں اس کی سخت دلی و تند مزاجی کے کئی مناظر گھوم گئے اور حال میں ہی در آنے والا وہ منظر بہت تازہ تھا جب انشراح کو نانو کے متعلق پتا چلا تھا کہ وہ نوفل کو بلیک میل کر کے رقم لے رہی ہیں اور یہی بات جب کنفرم کرنے کے لیے اس نے نوفل کو بلایا تھا اور اس نے بڑی سفاکی سے نہ صرف ہامی بھری بلکہ اپنے کانچ بھرے لہجے سے اس کو بھی زخمی کر دیا تھا اور سنگ دلی کا یہ عالم تھا کہ انشی کے گرنے پر اٹھانے کی بجائے مڑ کر دیکھنا بھی گوارا نہ کیا تھا۔

"بالی...... جب عورت چال چلنے پر آتی ہے پھر مرد کے داؤ پیچ بھربھری مٹی ثابت ہوتے ہیں، مرد کو فتح عورت کی رضامندی سے حاصل ہوتی ہے اگر عورت شکست کھانا نہ چاہے تو دنیا کا کوئی مرد اس کو ہرا نہیں سکتا۔" اس کے لہجے میں قطعیت بھری حاکیت تھی۔ وہ کسی چٹان کی مانند مضبوط و مستحکم دکھائی دے رہی تھی۔

"انشی مجھے تمہارے ارادوں سے خوف آ رہا ہے۔" بالی آنے والے وقت کے خوف سے لرزاں دکھائی دے رہی تھی۔

"تم کیا سمجھتی ہو وہ مجھے ہرا دے گا، مار ڈالے گا؟"

"ہاں، وہ ایسا ہی ہے سنگ دل، بے رحم و بے حس......"

"مجھ سے زیادہ بے رحم، بے حس و سنگ دل وہ نہیں ہو سکتا تم دیکھنا اس شیر کو میں بھیڑ کس انداز سے بناتی ہوں۔"

❁......❁......❁
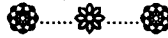
وہ ہیٹر آن کر کے چینج کرنے گیا تھا کچن میں سلپ ہونے کے باعث کپڑے پورے بھیگ گئے تھے کیونکہ سودہ فرش دھونے کے بعد وائپر سے پانی صاف کر رہی تھی اور غصے میں ہونے کے باعث وہ سنبھل نہ سکا تھا۔ کچھ دیر بعد چینج کر کے آیا تو خود کو خاصا ہلکا پھلکا محسوس کیا بالوں میں برش کرنے کے بعد کپڑوں پر پرفیوم چھڑک کر بیڈ پر لیٹ گیا۔

جب ذہن پرسکون ہوا تو اس نے محسوس کیا کہ جنید اور مائدہ کی ہٹ دھرمی کا سارا غصہ اس نے انجانے میں سودہ پر نکال دیا تھا۔ ایسا عموماً ہوتا تھا خطا کوئی کرتا اور برستا وہ اس لڑکی پر تھا جو اس کی ہر جھاڑ، ہر زیادتی سر جھکا کر برداشت کر جاتی تھی اور یہ بھی انسانی فطرت ہے کہ ہمیشہ کمزور اور بے بس کو ہی دبایا جاتا ہے، بے زبان کے سامنے سب کی زبانیں دراز ہو جاتی ہیں اور زبان دراز کے سامنے سب ہی زبان دبا کر رکھتے ہیں۔ وہ سوچوں میں گم تھا معاً دروازہ پر دستک ہوئی کیونکہ وہ لاک کرنے کا عادی نہ تھا اور اس کی اس عادت سے سب ہی واقف تھے جس کو آنا تھا وہ ناک کر کے اندر آ جاتا ابھی بھی ایسا ہی ہوا اور وہ دستک سن کر بیٹھا ہی تھا کہ عروہ کو اندر آتے دیکھ کر چونکا۔

"ارے تم...... کیا ہوا خیریت تو ہے ناں؟" وہ وال کلاک دیکھتا بولا۔

"چہ خوب آگ لگا کر پوچھتے ہو خیریت تو ہے ناں۔"

"کیا ہوا ہے عروہ......!" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"یقین تھا مجھے آپ جاگ رہے ہوں گے، نیند نہیں آئی ہوگی۔" وہ لفظ چبا چبا کر کہتی ہوئی اس کے قریب آن

کھڑی ہوئی۔

''ہاں میں جاگ رہا ہوں جلد سونے کا عادی نہیں ہوں۔''

''تم اس وقت یہاں کیوں آئی ہو جبکہ سب گھر والے سو چکے ہیں تم کو یہاں نہیں آنا چاہیے تھا واپس جاؤ ابھی اور اسی وقت۔'' وہ اس کی آزاد خیالی و بے باک فطرت سے بخوبی واقف تھا اور ایسے میں جب تمام گھر والے محوِ خواب ہوں اس کی یہاں آمد کو اچھا نہیں سمجھ رہا تھا' سخت اور کھردرے انداز میں گویا تھا۔

''ارے مجھ کو دیکھ کر آپ ایسے گھبرا رہے ہیں جیسے آپ کوئی کمزور سی لڑکی ہوں اور میں کوئی زبردست سا ولن جو آپ کو کڈنیپ کرلوں گا۔''

''شٹ اپ' بکواس کرنے کی ضرورت نہیں' کیوں آئی ہو یہاں؟'' وہ اس کی بات کاٹ کرنا گوار لہجے میں گرجا۔

''میں یہ بتانے آئی تھی' جنگل میں مور ناچا کس نے دیکھا؟ میں نے دیکھا...... میں نے دیکھا۔'' وہ معنی خیز لہجے میں ہنسنے لگی۔

''دماغ خراب ہوگیا ہے تمہارا جو اول فول بک رہی ہو۔''

''دماغ میرا خراب ہے اور نیت آپ کی خراب ہے' اس گھنی میٹی سودہ پر تب ہی کسی نہ کسی بہانے سے اس کے پاس جاتے ہیں اور اس کو چھو کر دل بہلا......'' اس کی بات ادھوری رہ گئی تھی' زید نے زوردار تھپڑ اس کے رخسار پر جڑ دیا تھا۔

''تم میری توقعات سے بڑھ کر گھٹیا ثابت ہو رہی ہو' بار بار سودہ پر الزام لگا کر کیا کہنا چاہتی ہو وہ بد چلن ہے یا میں بد کردار ہوں؟ اگر تم یہی ثابت کرنا چاہتی ہو تو کرو لیکن یاد رکھنا اس دنیا کی تم آخری لڑکی بھی ہوئی میری زندگی میں تم نہیں آؤ گی' میں تنہا مرنا پسند کروں گا مگر تم جیسی لڑکی کی پرچھائی بھی میں خود پر برداشت نہیں کروں گا انڈرسٹینڈ۔'' وہ غیض وغضب سے پاگل ہوا تھا۔

''پلیز ایسا نہ کہیں کیا قصور ہے میرا؟ میں بہت محبت کرتی ہوں آپ سے۔'' وہ اس کے پاؤں پکڑ کر رونے لگی۔

''ایسا کیا ہے اس میں جو مجھ میں نہیں ہے آج بتا ہی دیں۔'' زید پاؤں چھڑا کر دور ہوا تو وہ کارپٹ پر بیٹھے ہوئے ہی روہانسے لہجے میں بولی۔ زید نے جواب دینے کے بجائے اس کو جانے کا اشارہ کیا۔

''میں مر کر یہاں سے جاؤں گی' آپ کو بتانا ہوگا سودہ میں ایسا کیا ہے جو مجھ میں نہیں ہے وہ بھی لڑکی ہے میں بھی لڑکی ہوں' وہ حسین ہے تو میں بھی اس سے کم نہیں ہوں۔ وہ خود کو خول میں بند رکھتی ہے اور میں تو بار بار خود کو آپ کے سامنے پیش کر چکی ہوں' ہزار بار محبت و چاہت کا اظہار کر چکی ہوں۔'' اس پر ہذیان سوار ہوگیا۔

''وہ چپ رہ کر بھی سب کچھ پاگئی ہے' ابھی میں نے سب دیکھا ہے آپ دونوں جس طرح سے کچن کے فرش پر ملاقات کر رہے تھے غلطی ہوگئی اسی وقت چیخ چیخ کر سب کو بلا لینا بہتر ہوتا' اسی وقت سب کو پتا چل جاتا کہ کتنے پارسا ہو آپ دونوں؟'' زید اس کے کسی انداز سے مرعوب نہیں ہو رہا تھا اور اسے بار بار وہاں سے جانے کا کہہ رہا تھا' وہ آخرکار چڑ کر گویا ہوئی۔

زید کے تھپڑ نے اس کی زبان کو اور رواں کر دیا تھا' اس کے منہ سے آخری جملے سن کر لمحے بھر کو اس کو حیرانی ضرور ہوئی تھی کہ وہ اس کی موجودگی کو محسوس ہی نہ کرسکا تھا یقیناً وہ چھپ کر دیکھ رہی ہوگی۔

''یہی فرق ہے تم میں اور اس میں' تم خود کو پیش کرنے والی ایک کمزور اور ناقابل بھروسہ لڑکی ہو جس پر کبھی اعتبار ہی نہیں کیا جاسکتا تم جیسی لڑکی کبھی بھی باوفا ثابت نہیں ہوتی کیونکہ تم جیسی لڑکیوں کی فطرت ڈال ڈال بیٹھنے والی تتلیوں کی ہوتی ہے۔'' اس نے بھی آج اس کی طبیعت اچھی طرح صاف کرنے کی ٹھان لی تھی۔ ''سودہ جیسی لڑکیوں کے

باعث ہی آج لڑکیوں کا مان اور گھرانوں کی عزت محفوظ ہے وفا زندہ ہے وگرنہ تم جیسی لڑکیوں نے سب مٹی میں ملا دیا ہے۔ عزت وفا تقدس و مان کچھ نہیں چھوڑا۔"

"وہ آپ کو اتنی ہی پسند ہے تو شادی کیوں نہیں کر لیتے۔"

"محبت میں ملاپ کو میں ضروری نہیں سمجھتا۔"

"اوہ پھر تو آپ اعتراف کر رہے ہیں سودہ سے محبت کرنے کا؟" وہ طنزیہ انداز میں گویا ہوئی۔

"تم کچھ بھی سمجھو مجھے کوئی پروا نہیں اور پلیز یہاں سے جاؤ اب۔" اس نے دروازہ کھول کر باہر جانے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"آپ مجھے دھکے دے رہے ہیں؟"

"نہیں جاؤ گی تو سچ مچ دے دوں گا۔"

"اگر سودہ میری جگہ ہوتی تو اس کے ساتھ بھی یہی کرتے آپ؟"

"وہ ایسی گری ہوئی نہیں ہے کہ رات کے اس پہر میرے روم میں آئے۔" اس کے لہجے میں فخر و یقین تھا جو عروہ کو برداشت نہیں ہوا اور وہ بپھری ہوئی وہاں سے نکل گئی۔

❁......❁......❁

دوسرے دن کا سورج اپنے جلو میں کئی اسرار لے کر طلوع ہوا تھا۔ عمرانہ بیگم آج کچھ زیادہ ہی دیر سے سو کر اٹھی تھیں، دوپہر ڈھلنے کو تھی جب رضوانہ بیگم کی خفگی بھری آواز پر وہ بیدار ہوئیں۔

"ارے یہ صبح صبح ہی کہاں جارہی ہیں بجیا آپ؟"

"صبح ہی صبح...... آنکھیں کھول کر دیکھو صبح کب کی ختم ہوگئی اب تو شام ہونے کو ہے۔" وہ ان کی مندی مندی آنکھوں کے آگے ہاتھ لہرا کر بولیں' عمرانہ کو فوراً اٹھنا پڑا۔

"کوئی نئی بات نہیں ہے روز شام ہوتی ہے مگر آپ کہاں جارہی ہیں؟" بہن کے بگڑے تیوروں نے لمحوں میں ان کی نیند اڑنچھو کردی۔

"اپنے گھر جارہی ہوں اور کہاں جاؤں گی۔"

"لیکن اتنی جلدی کیوں جارہی ہیں؟ آپ کا موڈ بہت آف لگ رہا ہے کیا بات ہوئی ہے کسی نے کچھ کہہ دیا ہے؟" وہ نائٹ سوٹ درست کرتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اگر کوئی دوسرا کہتا تو کوئی ملال نہیں ہوتا عمرانہ...... یہاں تو زید نے ہی دشمنوں سے بدتر سلوک کیا ہے عروہ کے ساتھ۔"

"عروہ کے ساتھ......! کیا سلوک کیا ہے عروہ کے ساتھ زید نے آپ مجھے بتائیں تو سہی' بیٹھیں نہ بجیا' بیٹھ کر بات کریں۔"

"رات کو زید اور سودہ کو عروہ نے ایسی ویسی حالت میں دیکھ لیا تھا اور ان دونوں کی نگاہ بھی عروہ پر پڑ گئی رات سے ہی زید عروہ کا دشمن بن گیا کہ وہ یہ بات تم کو نہ بتائے دھمکاتے ہوئے اس کو تھپڑ بھی مارے' دیکھ سکتی ہو اس کے چہرے پر تھپڑ کے نشان۔" عمرانہ کی ذات پے درپے دھماکوں کی زد میں تھی وہ شاکڈ سی رضوانہ کی صورت دیکھ رہی تھیں۔ بالآخر وہ ہی ہوا تھا جس کا ان کو ڈر تھا' بچپن سے وہ اس کی حفاظت کرتی آرہی تھیں لمحہ لمحہ نگرانی کرتی رہی تھیں۔

"یہ کیا ہوا بجیا......! یہ آپ نے مجھے کون سی خبر سنادی؟" وہ سر پکڑ کر ان سے مخاطب ہوئیں' رضوانہ کو عروہ رات والی ساری باتیں بتا چکی تھی اور وہ دونوں بخوبی جانتی تھیں کہ زید کوئی بات ماں سے نہیں چھپاتا ہے وہ عروہ کے آنے کے بارے میں ضرور بتائے گا کہ بات اس کے خلاف ہی جارہی تھی سراسر عروہ کو بچانے کے لیے ان ماں بیٹی نے اصلیت کو جھوٹ کا رنگ دے دیا تھا اور ان کی امید برآئی تھی۔ ان کی عمرانہ کی حالت سے لگ رہا تھا اس کو شدید صدمہ پہنچا ہے اور ایسا ہی وہ چاہتی تھیں۔

"افسوس ہے تمہاری قسمت پر عمرانہ...... پہلے شوہر نے اور اب بیٹے نے تم کو دھوکہ دیا...... اسی ناپسندیدہ لڑکی کے ساتھ عشق کے پیچ لڑاتا رہا ہے اور تمہارے سامنے نفرت و بے نیازی کے ڈھونگ کرتا رہا ہے۔" وہ آگ میں پیٹرول چھڑک کر وہاں سے چلی گئی تھیں۔ عمرانہ کا گویا ذہنی توازن بگڑ گیا تھا' زید نے ان کو دھوکہ دیا تھا اس لڑکی کی خاطر اور ان کو یقین تھا سارا قصور سودہ کا ہوگا ورنہ زید ان کو دھوکہ دینے والا نہیں۔ وہ زخمی شیرنی کی طرح وہاں سے نکل کر نیچے آئیں۔

سودہ خود پر ٹوٹنے والی افتاد سے بے خبر گیلری میں رکھے منی پلانٹ کی صفائی کررہی تھی معاً عمرانہ طوفان کی مانند وہاں آئیں اور بال پکڑ کر دوسرے ہاتھ سے تھپڑ مارتے ہوئے چیخنے لگیں۔

"کمینی' ذلیل...... آخر کار تو میرے بچے کو قابو کرنے میں کامیاب ہوگئی...... میں تیرا خون پی جاؤں گی' زندہ نہیں چھوڑوں گی۔" ان کی زبان اور ہاتھ ساتھ ساتھ چل رہے تھے مارے تکلیف کے سودہ کے منہ سے گھٹی گھٹی چیخیں نکلنے لگی۔

اس شور و غل کی آوازیں سن کر صوفیہ' زمرد' منور اور بوا وہاں پہنچ گئے تھے' منور صاحب اور زمرد نے تیزی سے عمرانہ کی

گرفت سے اس کو آزاد کروایا تھا۔ صوفیہ اور بوا سودہ کا لال چہرہ اور بکھرے بال دیکھ کر آگے نہ بڑھ سکی تھیں، وہیں ہک دک کھڑی کی کھڑی رہ گئی تھیں۔

''یہ کیا حرکت ہے عمرانہ...... تم نے کیا سوچ کر اس بچی پر ہاتھ اٹھایا؟ تم کو اس پر ہاتھ اٹھانے کی جرأت کس طرح ہوئی؟'' منور صاحب اس کی حالت دیکھ کر غصے سے گویا ہوئے۔

''آپ کو اس کے کرتوت نہیں معلوم ہیں یہ آپ کی ناک کے نیچے منہ کالا کررہی ہے میرے بیٹے کو خراب کردیا ہے اس چڑیل نے۔''

''زبان کو لگام دو عمرانہ......'' سودہ کو خود سے لپٹائے زمرد نے کہا۔

''تم اس گھر کے دونوں بچوں پر الزام لگا رہی ہو۔'' منور صاحب کی بات پر عمرانہ نے رضوانہ کی زبانی سنی کہانی مزید بڑھ چڑھ کر سنادی تھی ان کی زبان دودھاری تلوار بنی ہوئی تھی۔

''میں سنی سنائی پر یقین نہیں رکھتا' زید کو آنے دو روبرو بات ہوگی تو دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہوجائے گا۔''

''تم ابھی اور اسی وقت اس گندگی کی پوٹ کو لے کر یہاں سے چلی جاؤ ورنہ میں تم دونوں کو دھکے مار کر یہاں سے نکال دوں گی۔'' عمرانہ صوفیہ سے کہتی ہوئی وہاں سے چلی گئیں۔

ماحول میں خاموشی در آئی تھی' لفظ گویا قوت گویائی سے محروم ہوگئے تھے وہ سب مجسموں کی طرح کھڑے زمین کو گھور رہے تھے عمرانہ ان کے سر پر آسمان گراگئی تھیں۔ وہاں صرف سودہ کی سسکیاں گونج رہی تھیں کچھ دیر بعد منور اور زمرد نے سودہ اور صوفیہ کو تسلی ودلاسے دیئے تھے۔ وہ سودہ کو لے کر اپنے کمرے میں آگئی تھیں سودہ ان سے لپٹ کر خوب روئی اور اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے ساری بات بتادی تھی۔

''ممی......اب ہمیں یہاں نہیں رہنا کل ہی ہم یہ گھر چھوڑ دیں گے۔''

''ہاں میں نے فیصلہ کرلیا ہے روز روز کی ذلت اب برداشت نہیں ہوتی' میں تم کو لے کر یہاں سے بہت دور چلی جاؤں گی۔'' صوفیہ کا لہجہ رنج والم سے بھاری ہورہا تھا آنسو اندر ہی اندر گررہے تھے۔ ایک عرصے سے سب کچھ برداشت کرتی آئی تھیں مگر اب حد ہوگئی تھی بیٹی کی عزت پر حرف آگیا تھا جو ناقابل برداشت تھا۔

ان کو رات کا انتظار تھا اور رات ہوتے ہی وہ کچن میں آئیں اور کیبنٹ سے زہریلی دوا نکال کر چائے تیار کی تھی اس وقت ان کا چہرہ جذبات سے تپ رہا تھا۔ چائے تیار کرکے زہریلی دوا دونوں کپوں میں ڈالی اور سودہ کے پاس چلی آئی تھیں۔

''سر میں درد ہورہا ہے ناں ایسی چائے لائی ہوں یہ درد پھر کبھی نہیں ہوگا۔''

ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ

محبوب آپ کے قدموں میں

عمارہ خان

دمک رہے ہیں میرے حرف لب پہ آئے بغیر
سمجھ رہا ہے وہ باتیں مری بتائے بغیر
یہ دو چراغ ہیں اور ایک لَو سے روشن ہیں
دیا جلا نہیں کرتا لہو جلائے بغیر
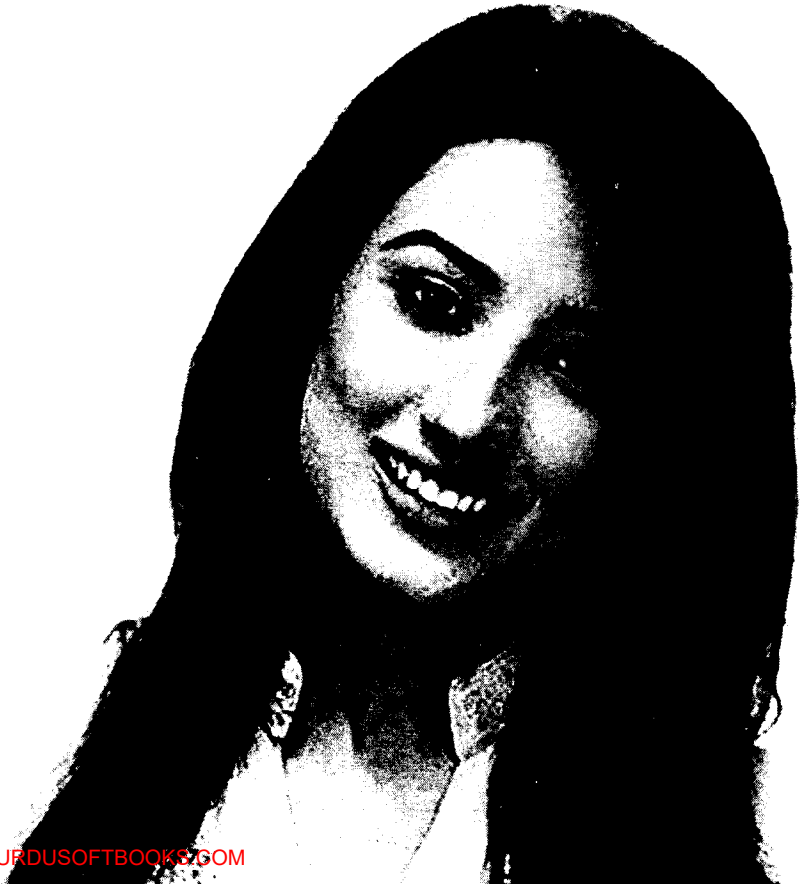
"یار فائزہ۔"
"بول یار فائقہ۔"
"ایک بات تو بتا یار۔"
"پوچھ نہ یار۔"
"مجھے یہ محبوب کب ملے گا یار۔"
"جب مجھے ملے گا یار۔"
"کیوں تنگ کر رہی ہے یار۔"
"شروع کس نے کیا تھا یار۔"
"میں سنجیدہ ہوں یار۔"
"میں کون سے شگوفے چھوڑ رہی ہوں یار۔"

"کیا بدتمیزی ہے یہ؟ کیا یار یار کا کلمہ پڑھ رہی ہو دونوں' بات کرنے کا طریقہ ہی بھول بیٹھی ہو۔" نسرین خالہ کی دھاڑ ایک دم گونجی تو دونوں جڑواں بہنیں فائزہ اور فائقہ ہڑبڑا کے' صحن کے ایک کونے میں بادام کے درخت تلے بچھے تخت پر نیم دراز تھیں سیدھا ہونے کے چکر میں دھڑام سے نیچے گر گئیں۔

"ہائے...... اُف...... اللہ توبہ...... نسرین خالہ' آپ کبھی آرام سکون سے انٹری نہیں دے سکتیں کیا؟" فائزہ نے سر سہلاتے ہوئے خالہ کی طرف دیکھا۔

"اور تم جو دن دھاڑے یار یار' محبوب محبوب کر رہی ہو' شرم بیچ کے پکوڑے کھا لیے کیا۔ کہاں گئی وہ دوسری' نکل آؤ بہن اب تخت کے نیچے سے' کیا آج ادھر ہی رہنے کا ارادہ ہے؟" نسرین نے ذرا جھکتے ہوئے تخت پر بچھی چادر کا ایک کونا پکڑ کے اوپر کرتے طنز کا ایک اور وار کیا۔ فائقہ تخت سے گرتے ہی کھسک کھسک کے تقریباً آدھی سے زیادہ تخت کے نیچے ہی جا چکی تھی۔

"اس کم بخت کو دیکھو کیسے کب سے تخت کے نیچے چھپا بیٹھا تھا۔" فائقہ نے اپنے ہیئر کلپ کو ایک چٹکی سے پکڑ کے نسرین اور فائزہ کے سامنے لہراتے ہوئے فخریہ انداز میں کہا۔

"ڈھونڈ ہی لیا ناں آج آخر۔"

"یہ...... یہ اس کے نیچے تھا......!" فائزہ نے حیرانی سے مٹی سے اٹے کلپ کو دیکھ کے پوچھا۔

"ہاں ناں' چادر کے بالکل پیچھے پڑا ہوا تھا اور ہم پورے گھر میں خوار ہوتے رہے پچھلے دنوں اسے ڈھونڈنے کے چکر میں۔"

"ہاں تو اور کیا' پورے ساڑھے تین سو کا کلپ ہے اور ایک ہی بار استعمال کیا تھا۔"

"لیکن یہ تخت کے نیچے کیسے آیا؟"

"میرا خیال ہے' ہم ادھر لیٹے ہوں گے اور تمہارے 'دو بال' جیسے پتلے بالوں سے کب پھسل کے نیچے گر گیا ہوگا تمہیں معلوم ہی نہیں ہوا ہوگا۔" فائقہ نے دانت نکالتے ہوئے حالات کا بہترین تجزیہ کیا۔ اس سے پہلے فائزہ تسلی بخش جواب دیتی ایک بار پھر نسرین خالہ کی آواز گونجی۔

"شاباش ہے تم دونوں پر' خالہ ادھر کھڑی ہے اور نہ سلام نہ دعا' لگی پڑی ہو اپنی ہی دنیا میں۔" جب تک فائزہ' فائقہ سیر حاصل گفتگو کرتی رہیں' خالہ نہ صرف ٹیکسی سے دو بیگ نکال کے صحن میں رکھ چکی تھیں بلکہ کرایہ دے دلا کے اسے فارغ بھی کر چکی تھیں۔

"اب اٹھا لو یہ بیگز نالائقوں یا آج ہی سارے ریکارڈ توڑنے کا ارادہ ہے دونوں کا۔"

"ارے واہ خالہ...... آپ رہنے آئی ہیں۔" فائقہ نے خوشی سے خالہ کے گرد ہاتھ پھیلائے۔

"ہاں تمہارے خالو دو دن کے لیے کشمیر گئے ہیں تو سوچا اپنی نالائق بھانجیوں سے مل آؤں لیکن ادھر تو محبوب کے بعد کلپ کی باری آ گئی اور میں کھڑی کی کھڑی رہ گئیں۔"

"ہاہاہا...... خالہ یار' بس امی گھر پر نہیں تو ایویں شغل کر رہے تھے آئیں ناں اندر چلیں امی کو فون کرتے ہیں کہ آپ آئی ہوئی ہیں۔" فائزہ نے خالہ کا ایک بیگ اٹھاتے ہوئے اندر کی جانب قدم بڑھائے۔

"ہاں پھر کیا معلوم امی رات کو ہی آئیں کہ خالہ تو آ گئی ہیں جوان جہان لڑکیوں کی نگرانی کے لیے' اب ذرا فرصت سے گھوم پھر لوں۔" فائزہ نے بھی خالہ کے دوسرے بیگ کو اٹھا کر انہیں اپنے ساتھ لگا کے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

نسرین خالہ نے دونوں لاڈلی بھانجیوں کو ایک ایک دھپ لگائی تو تینوں کے بلند و بالا قہقہوں نے صحن میں لگے بادام اور گوندی کے درختوں پر موجود بے فکری سے بیٹھے کچھ پرندوں کو اڑنے میں مدد دی۔

❁......❁......❁

"ہاں اب بولو نسرین کس رشتے کا بتا رہی تھیں۔" فائزہ' فائقہ کے کالج جانے کے بعد دونوں بہنیں صحن میں بچھے تخت پر فرصت سے بیٹھیں تو بلقیس بیگم نے چائے کی چسکی لیتے

ہوئے پوچھا۔

''ارے ہاں یاد آیا' وہ آپ کو میری اسلام آباد والی جٹھانی یاد ہیں۔''

''کون..... ممتاز؟''

''جی جی وہی' یہ اپنی فائزہ پچھلے دنوں جب میرے پاس رہنے آئی تھیں تو ان کا چکر لگا تھا میرے گھر' ان کے دل کو بھا گئی ہے۔'' بلقیس بیگم کے چہرے پر بیٹی کی تعریف سن کے روشنی سی پھیلی۔

''باتوں باتوں میں عندیہ دے رہی تھیں میں نے بات آگے نہیں بڑھائی کہ پہلے آپ سے پوچھ لوں۔''

''ماشاء اللہ یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔''

''جی باجی' خیر سے ان کا بیٹا بہت اچھی نوکری کررہا ہے اور ترقی کے بھی روشن امکانات ہیں۔''

''ہاں یہ سب تو ہے لیکن.....''

''کیا ہوا باجی' خیر تو ہے؟'' نسرین نے بلقیس بیگم کے چہرے پر ہچکچاہٹ کے آثار دیکھے۔

''وہ تم کو معلوم تو ہے دونوں جڑواں ہیں تو کیا یہ مناسب ہوگا ایک کا رشتہ ہوجائے اور دوسری.....''

''ارے باجی آپ بھی کہاں کی باتیں کررہی ہیں' جہاں فائزہ کا اتنا اچھا رشتہ اللہ نے بھیجا ہے وہیں وقت آنے پر فائقہ کا بھی بھیجے گا ناں اور پھر یہ تو قسمت کی بات ہے۔''

''دیکھیں پہلا ہی رشتہ اللہ نے خاندان سے اور اتنا اچھا بھیج دیا' کفرانِ نعمت نہ کریں اور بسم اللہ کریں۔ فائقہ ویسے بھی لاابالی ہے اچھا ہے ذرا رشتہ ہو تو کچھ عقل آئے اسے۔'' نسرین نے بساط بھر اپنی بہن کو سمجھانے کی کوشش کی اور بلقیس بیگم کے چہرے پر پھیلا سکون ان کو بتا گیا کہ وہ کامیاب ہوچکی ہیں۔

❁.....❁.....❁

''محبوب میرے..... محبوب میرے..... جو تُو نہیں تو کچھ بھی نہیں ہے۔ کاش..... صرف ایک بار یہ محبوب میرے بس میں آجائے ناں' بس ایک بار..... پھر میرے نخرے دیکھنا۔'' فائقہ اپنے موبائل پر ایک آن لائن اسٹور کی پکچرز دیکھتے ہوئے مسلسل بول رہی تھی۔

''اُف ظالم کو جب سے دیکھا ہے بس دل میں کھب سا گیا ہے۔''

''ہاں ہاں معلوم ہے' محبوب ملتے ہی تمہاری چال' ڈھال سب بدل جائے گی۔'' فائزہ نے کالج کا یونی فارم پریس کرتے ہوئے اسے گھوری دی۔

''ہاں تو اور کیا' تم دیکھنا فائزی' محبوب جیسے ہی میرے قدموں میں آیا میں ہواؤں میں اڑنے لگوں گی۔''

''میری مانو فائقہ ایک بار اور سوچ لو انسان کو اپنی اوقات پر بھی نظر رکھنی چاہیے۔''

''کیا کروں فائزہ..... جب سے اسے دیکھا ہے کوئی اور من کو بھا ہی نہیں رہا ناں۔'' فائقہ نے چہرے پر لاچاری لاکر بہن کی طرف دیکھا۔

''لیکن فائقہ.....''

''تم جانتی ہو فائزہ میں اپنی پسند کبھی نہیں بدلتی اور اس بار تو بالکل نہیں بس اور تم کو کیا ہے' تمہارا رشتہ تو ہوگیا ناں' سکون سے بیٹھی رہو۔ میرے نازک سے ارمانوں پر پانی نہ پھیرو اور ویسے بھی انسان کی اوقات بدلنے میں ذرا سی بھی دیر نہیں لگتی۔ ان شاء اللہ میرا بھی وقت آئے گا اور بات سن لو کل ہی امی تک میرا میسج بھیج دو پھر نہ شکایت کرنا۔'' فائقہ نے ایک بار پھر اپنا ارادہ ظاہر کرکے فائزہ کو مشکل میں ڈال دیا۔

❁.....❁.....❁

گھر بھر میں فائزہ کے رشتے کے سلسلے میں ہلچل مچی ہوئی تھی تو فائقہ نے بھی مناسب وقت دیکھ کے اپنی فرمائش داغ دی تھی۔ دو ڈزائنر سوٹ بارات ولیمے کے لیے' جیولری کے ساتھ اور صرف ایک محبوب۔

اب یہ بات الگ تھی کہ اس محبوب جیسی انوکھی فرمائش سے ابھی تک صرف فائزہ ہی واقف تھی اور وہ اپنی پانچ منٹ چھوٹی بہن کی لاابالی فطرت کو اچھی طرح جانتی تھی کہ وقتی ابال ہے' خود ہی نارمل ہوجائے گی لیکن اس بار اس نے فائقہ کو غلط جج کیا تھا اور اس کا خمیازہ آگے چل کے پورے خاندان کو بھگتنا تھا۔

سفید پوش علاقے کریم آباد سے منسلک یہ ایک چھوٹی سی رہائشی کالونی کی فیملی تھی جو صرف چار افراد پر مشتمل تھی دو جڑواں بیٹیاں اور ماں باپ۔ قدرت کی طرف سے ایک حسین انعام تھے فرخ جو بیٹیوں کی پیدائش پر ناک بھوں چڑھانے کے بجائے اللہ کا شکر ادا کرتے تھے کہ کم از کم ویران گھر تو نہیں ہے۔ آنگن میں معصوم بچوں کی آوازیں گونجتی ہیں کیونکہ بلقیس بیگم ان بچیوں کی پیدائش کے بعد مزید اولاد پیدا نہیں کرسکتی تھیں کہ بقول ڈاکٹر ان کی صحت اس کی اجازت نہیں دیتی کہ مزید بچے

ہوسکیں لیکن فرخ نے وقت گزارنے کے ساتھ ثابت کیا وہ صرف نام کے ہی ہمسفر نہیں ہیں بلکہ ہر کمی خامی میں برابر کے ساجھے دار ہیں۔

دونوں میاں بیوی نے "لڑکا" کے نہ ہونے کے دکھ میں گھر کا ماحول خراب کرنے کی جگہ اپنی باربی ڈول جیسی بیٹیوں کی اچھی تربیت کی کہ ان کو "بھائی" نہ ہونے کا کوئی غم نہ تھا۔ اعتماد سے بھرپور شخصیت بنانے میں فرخ اور بلقیس بیگم کا بہت بڑا ہاتھ تھا۔ دونوں بیٹیوں نے بھی ماں باپ کے دیئے گئے بھروسے اور اعتماد کا کبھی غلط فائدہ نہیں اٹھایا بلکہ اپنی شخصیت کو بہتر سے بہتر بنایا۔

آٹھویں کلاس سے دونوں بہنیں ہر سال کریم آباد کے مشہور زمانہ "میمن فاؤنڈیشن" میں اپنی چھٹیاں گزارتی تھیں جس کے نتیجے میں بی اے تک آتے آتے دنیا جہاں کے کورس کر چکی تھیں۔ دونوں نا صرف شکلوں میں ملتی جلتی تھیں بلکہ عادت میں بھی کافی مماثلت تھی سوائے ایک عادت کے فائزہ نسبت فائقہ کے زیادہ تحمل مزاج تھی جبکہ فائقہ اگر ایک بات کے پیچھے پڑ جائے تو اسے پورا کرکے ہی چین سے بیٹھتی تھی ورنہ دن رات اسی کام کا کلمہ پڑھتے پڑھتے فائزہ کا جینا دوبھر کر دیتی تھی۔

جیسے آج کل فائقہ کو "محبوب" نامی دورہ پڑا ہوا تھا' دوسری طرف فائزہ اسے زیادہ وقت نہیں دے پا رہی تھی کہ اس کا رشتے طے ہونے کے بعد سے شادی کی تیاریاں ایک دم بڑھ گئی تھیں اسی حساب سے اب وہ اپنی الگ دنیا میں مصروف تھی جہاں خواب' رنگ' خوشبو اس کے ساتھی تھے لیکن پھر بھی حتی الامکان فائقہ کو سمجھاتی بھی تھی۔ قسمت کے کھیل ہیں سب' کیوں اپنا وقت برباد کرتی ہو ان چیزوں کے پیچھے وہ بھی اس وقت جب امی ابو ایک بیٹی کے فرض سے خوش اسلوبی سے نمٹنے کی جستجو کر رہے تھے...... لیکن فائقہ کی سوئی اسی جگہ اٹک گئی تھی سو فائزہ نے بھی اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا تھا۔

❁......❁......❁

اسلام آباد سے بلقیس بیگم کا سمدھیانہ آیا ہوا تھا تو نسرین بھی بہن کی مدد کو آن پہنچی آخر کو ڈبل رشتہ تھا اس کی جٹھانی کا بیٹا تھا ایک طرف تو دوسری طرف بہن کی بیٹی تھی۔

پورا گھر پہلی اولاد کی شادی کے وقت کی افراتفری کا شکار تھا ایسے میں کسی کو بھی فائقہ کی خاموشی کو سیریس لینے کا وقت میسر نہیں تھا۔ ویسے بھی پورا گھر ایک مہاجر کیمپ کا سا سماں پیش کر رہا تھا۔ بلقیس بیگم کے شدید اصرار پر ممتاز جہاں اپنی بیٹی کے ساتھ ان کے گھر پر ہی رکنے پر مجبور ہو چکی تھیں۔ وہ فائزہ کی پسند کا عروسی لباس لینے اور کچھ اپنی شاپنگ مکمل کرنے کراچی آئی ہوئی تھیں پھر وہ واپس جا کر باقاعدہ بارات لانے والی تھیں۔

❁......❁......❁

خوب صورت سے تخت پر بچھی خوش رنگ رلی' صحن میں لگے بادام کے درخت اور نارنجی رنگ کی گوندنی سے بھرے درخت کے ساتھ مل کے بہار کی آمد کا اعلان کرتی محسوس ہو رہی تھی۔ لیکن اسی تخت پر بیٹھے نفوس کے چہروں پر پھیلا تناؤ اور پاس رکھی پلاسٹک کی کرسیوں پر براجمان بلقیس بیگم کی آنکھوں میں آنسوؤں کی جھلملاہٹ' نسرین خالہ کا تسلی دیتا لہجہ سب ایک لحہ کو خاموشی کی نذر ہو گیا جب فائقہ اور فائزہ چائے کی ٹرے لیے صحن میں داخل ہوئیں۔ دونوں بہنیں ماحول میں پھیلا تناؤ محسوس کرتے ہوئے خاموشی سے چائے اور ساتھ لوازمات میز پر رکھ کے اپنے کمرے کی جانب رواں ہو گئیں۔

"یہ کیسا ماحول تھا باہر ابھی۔" فائزہ نے کمرے کا سکون میسر آتے ہی فائقہ سے ایسے پوچھا جیسے اسے سب معلوم ہوگا۔

"ہوگا کوئی مسئلہ' تم کیوں فکر کر رہی ہو۔" فائقہ نے بہن کی تسلی کراتے ہوئے مسکراتے ہوئے چائے کی چسکی لی اور آنکھوں سے فائزہ کو اشارہ کیا کہ وہ بھی اپنا کپ اٹھالے۔

"لیکن ہمارے آتے ہی سب خاموش کیوں ہو گئے تھے؟" فائزہ کی تسلی بہرحال نہیں ہو رہی تھی' دو ہفتوں بعد مایوں بیٹھنے والی دلہن کے لیے یہ باعث تشویش بات تھی کہ اس کے سسرالی اس کی اماں اور خالہ کے چہرے چیخ چیخ کے کسی مسئلے کی آمد بتا رہے تھے۔

"اب اتنی بے شرم دلہن نہ بنو فائزہ بی بی...... آخر وہ ہمارے بڑے ہیں' دلہن کے سامنے ڈسکس نہ کرنے کے سیکڑوں مسائل ہوسکتے ہیں۔ دیکھو روپ نہیں آئے گا' ایسی جستجو نہ کرو' ہمارے بڑے موجود ہیں ناں وہ سب دیکھ لیں گے۔ بھروسہ کرو اور شرمیلی دلہن بننے کی ایک بار کوشش تو کرو۔" بالآخر فائزہ کے چہرے کی مسکراہٹ نے بتا دیا' فائقہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکی ہے۔

❀......❀......❀

"آپ یقین کریں بھابی! میری بھانجیاں بہت معصوم اور کردار کی مضبوط ہیں۔ آپ کو یقیناً کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"دیکھو نسرین...... کوئی اور بتاتا تو یقیناً میں شک کا فائدہ دے دیتی لیکن میں نے خود اپنے کانوں سے دونوں کی باتیں سنی ہیں۔" بلقیس بیگم سر جھکائے بیٹھی تھیں' بیس' پچیس دن بعد بیٹی کی بارات آنی تھی اور اب یہ مسئلہ وہ بھی ان کے کردار کو لے کر۔

"اچھا آپ رکیں میں ابھی فائقہ کو بلوا کر آپ کی تسلی کرا دیتی ہوں۔"

"لو پاگل ہوگئی ہو تم بھی نسرین' سب کے سامنے بچی سے پوچھو گی یہ محبوب کون ہے' جس کے پیچھے تم پاگل ہوئی پڑی ہو اور کیا تمہاری بہن بھی اس کام میں شامل ہے پھر تو وہ مسکرا کے بولے گی' جی ہاں' حد کرتی ہو۔"

"چلیں ایسا کریں' ایک دن دیں ہم آپس کے مشورے کے بعد ہی آپ کو جواب دیتے ہیں۔" فائزہ کی نند نے بلاآخر فیصلہ کن لہجے میں کہا اور جانے کے لیے کھڑی ہوگئی۔

"ارے نائلہ بیٹھیں تو ایسی کیا جلدی ہے۔" نسرین گھبراہٹ سے نائلہ کا ہاتھ تھام کے بٹھاتے ہوئے بولی۔

نسرین کی ہر ممکن کوشش تھی یہ مسئلہ ختم ہوجائے کیونکہ اس بے بنیاد بات کے پیچھے خود نسرین کا گھر بھی متاثر ہوتا جبکہ وہ اپنی بہن کے گھر کے ماحول کو بہت اچھی طرح جانتی تھی۔ ساتھ اپنی جان سے عزیز بھانجیوں کے کردار کی گواہی بھی دے سکتی تھی۔

❀......❀......❀

"نسرین میری بیٹیاں ایسی نہیں ہیں' تم جانتی ہو ناں۔" بلقیس بیگم نسرین کو فون کرتے ہی بلک کے رو پڑیں۔

"کیا ہوگیا باجی...... میرے سامنے کی پلی بچیاں ہیں کیا میں نہیں جانتی دونوں کو۔ ممتاز بھابی کو یقیناً کوئی غلط فہمی ہوئی ہے آپ فکر نہ کریں جلد ہی کوئی حل نکل آئے گا۔ اُف او باجی...... رونا تو بند کریں' فائزہ فائقہ کا ہی خیال کرلیں اور آپ نے فرخ بھائی کو تو نہیں بتایا ناں؟" نسرین کو فرخ بھائی کا خیال آیا۔

"نہیں' ان کو نہیں بتایا لیکن کب تک یہ بات چھپ سکتی ہے نسرین۔" بلقیس بیگم بے بسی سے بولیں۔

"باجی اللہ پر بھروسہ رکھیں' وہ لازمی اس غلط فہمی کو دور کرے گا۔ مجھے بس ایک دن دیں کل میں آتی ہوں فائقہ سے سکون سے پوچھتی ہوں' کون ہے یہ محبوب' آپ دیکھ لینا ممتاز بھابی نے یقیناً کچھ اور سنا ہوگا۔"

"اللہ کرے یہ مسئلہ حل ہوجائے نسرین' ورنہ بڑی جگ ہنسائی ہوگی۔"

"میں آتی ہوں کل' بس آپ حوصلہ رکھیں پلیز۔" بلقیس بیگم نے فون بند کرنے کے ساتھ اپنی آنکھیں بھی کرب سے بند کرلیں تو دونوں آنکھوں سے گرم گرم بہتا سیال ایک ماں کی بے بسی کا منہ بولتا ثبوت بنا۔

❀......❀......❀

چھوٹے سے گھر کے صحن میں بلند وبانگ قہقہے اس گھر کے مکینوں کی خوشیوں کا بھرپور ساتھ دے رہے تھے تو پورے صحن میں رنگ برنگے پھیلے کپڑے اس بات کا عندیہ دے رہے تھے کہ عنقریب اس گھر میں کسی بنت حوا کی بارات آنے والی ہے۔

"یہ لیں ناں بھابی' کوفتے چکھیں۔" نسرین نے کوفتوں کی ڈش ممتاز بھابی کے سامنے رکھتے ہوئے مسکراتے ہوئے جیسے انکشاف کیا۔

"آپ کی ہونے والی بہو نے پہلی بار پکائے ہیں' چکھ کے دیکھیں کیسا ذائقہ ہے۔ بڑے کورس کر رکھے ہیں آپ کی بہو نے۔" ممتاز بیگم نے شرمندہ شرمندہ سی نظروں سے نسرین کو دیکھا تو گویا نسرین نے بھی نظروں میں ہی ان کو حوصلہ دیا۔

"کوئی بات نہیں۔"

"ہماری بہو کو تو بلاؤ' ہم اس کو خود داد دیں گے' بڑا ذائقہ ہے اس کے ہاتھ میں ویسے۔" نسرین نے مسکراتے ہوئے اپنی جٹھانی کو دیکھا اور گردن ہلاتی ہوئی فائزہ کو بلانے اس کے کمرے کی جانب چل دیں۔

"مجھے معاف کردیں بلقیس بیگم...... انجانے میں مجھ سے......"

"ارے ارے شرمندہ نہ کریں بھابی' کوئی بات نہیں' بندہ بشر ہیں سب سے غلطیاں ہوجاتی ہیں۔"

"پھر بھی اگر یہ رشتہ ٹوٹ جاتا تو میں تاعمر نسرین کے سامنے آنکھیں جھکائے رکھتی۔"

"آپ کا بڑا پن ہے ممتاز بھابی' ورنہ آج کل کون اپنی غلطی تسلیم کرتا ہے۔"

''چلیں ختم کریں اس بات کو دیکھیں فائزہ آ رہی ہے۔''
نائلہ نے بلاآخر بات ختم کی اور سب کے چہروں پر اطمینان سا پھیل گیا۔

❁......❁......❁

شام ڈھلے فائزہ کے سسرال والوں کے واپس اسلام آباد جانے کے بعد عجیب سا سناٹا سا پھیلا گیا تھا گھر میں۔ تو دوسری طرف نسرین اور بلقیس بیگم مسکراتی آنکھوں سے ایک دوسرے کی طرف چند لمحے دیکھتی رہیں اور ایک دم دونوں کے حلق سے بے ساختہ قہقہوں نے ابل ابل کے سناٹے کو توڑ دیا تھا۔

''اس فائقہ کی بچی کا کوئی بندوبست کرلیں باجی! کم بخت نے مت مار کے رکھدی تھی۔''

''ہاں بھلا بتاؤ' اس منحوس محبوب کے پیچھے بہن کا رشتہ ٹوٹتے ٹوٹتے بچا اسے پروا ہی نہیں۔''

''وہ تو شکر ہے میں بغیر دستک دیئے ان کے کمرے میں جانے لگی تھی ورنہ دونوں کیا سوچتیں ہم ان پر شک کرتے ہیں۔''

''ہاں ہوا کیا تھا کل' پوری تفصیل تو بتادو اب۔'' بلقیس بیگم نے بھی ہشاش بشاش طبیعت سے پوچھا۔

''میں کل جب فائزہ فائقہ سے سوال جواب کرنے ان کے کمرے میں گئی تو وہاں پہلے ہی فائقہ چیخ رہی تھی۔''

''دیکھا مل گیا ناں 'میرا محبوب' جب کسی کی چاہ بہت ہو تو اللہ خود ہی سبیل نکال دیتا ہے۔'' فائقہ خوشی سے بوکھلائی اور نسرین کے کاٹو تو لہو نہیں۔ گھبراہٹ کے مارے قدم دروازے پر ہی جم گئے تھے۔

''دوبارہ چیک کرلو فائقہ' ایسا نہ ہو پہلے کی طرح بے عزتی ہو۔''

''تم چپ کرو' بدتمیز' بہن ہونے کے باوجود بددعا دیتی ہو۔''

''ہاں تو یاد نہیں' پچھلی بار بھی کیا خوب بے عزتی ہوئی تھی جب پورے دو ہفتے بعد واپس گئی تھیں تم۔''

''وہ ماضی ہوگیا' اب ہم اسمارٹ ہوگئے ہیں۔'' فائقہ نے سادھو بابا کی طرح آنکھیں بند کرکے ایک ہاتھ ہوا میں بلند کرتے ہوئے کہا۔

''اب آئے گا اصل مزا تمہاری شادی کا' تم دیکھنا فائزہ میری چال' ڈھال' نخرہ اسٹائل اُف...... آہی گیا ناں 'محبوب' میرے قدموں میں' حق ہا۔ ویسے لوگ ایسے تو نہیں محبوب کے پیچھے مرتے ناں۔''

''چلو وہ بھی دیکھ لیں گے۔'' فائزہ نے جیسے ناک سے مکھی اڑائی۔

''میرا خیال ہے ویسے کی میکسی کی لمبائی کچھ کم کرلوں؟'' فائقہ نے اچانک یاد آنے پر پوچھا۔

''ہاں اچھا ہے کرلو' اتنا پیسہ لگا ہے نظر تو آئے وہ منحوس۔'' فائزہ نے اس بار بھی تنک کے ہی جواب دیا۔

''میں نے نیٹ سے سرچ بھی کرلیا' سب اسٹائل دیکھ لیے اس بار میری رینج میں ہے محبوب......'' فائقہ کے نزدیک فائزہ کا غصہ اور بے زاری کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا آج۔

''دو انچ میکسی کم کرلوں تو کام بن جائے گا ناں؟''

''پہن کے چیک کرلو ایسا نہ ہو لاسٹ منٹ پر رو رہی ہو اور میری شادی خراب کردو۔'' فائزہ نے دھمکی دی۔

''اور اگر اس بار پھر محبوب نے دغا دی تو خبردار مجھے پریشان کیا' کان کھول کے سن لو۔''

''ہاں ہاں فکر نہ کرو' میکسی جیسے ہی آئے گی میں فوراً پہن کے چیک کروں گی' لو بھلا فائدہ ہی کیا جب محبوب نظر ہی نہ آئے۔ آخر اتنا سیاپا ڈال کے 'سینڈل' لوں گی تو نظر بھی آئے ناں' شو ماروں گی اچھی طرح۔''

''ہاں ویسے یہ تو ہے 'محبوب فٹ ویئر' کے سارے ہی ڈیزائن بہت اچھے ہوتے ہیں اور مہنگے بھی۔'' فائزہ نے ہاں میں ہاں ملائی۔

کمرے کے دروازے سے لگی نسرین بے ہوش ہوتے ہوتے بچی۔

''یہ محبوب کم بخت مارا 'فٹ ویئر' کے برانڈ کا نام ہے۔ جوتے کا نام...... استغفراللہ۔''

اور ایک دم ان کو یاد آیا یہ تو وہی محبوب تھا جس کا کریز فائقہ کو کافی وقت سے تھا اور وہ لاابالی انداز میں صرف 'محبوب محبوب' ہی کرتی رہتی تھی اور اسی چکر میں انجانے میں بہن کا گھر بسنے سے پہلے اجڑنے کے قریب ہوچکا تھا۔

''اُف یہ آج کل کی لڑکیاں بھی......'' نسرین نے ماتھے پر ہاتھ مار کے بلقیس باجی کے کمرے کی طرف تیز رفتاری سے جاتے ہوئے کہا تھا۔

چھوٹا چاند

نزہت جبین ضیاء

یوں دیکھنا اس کا کہ کوئی اور نہ دیکھے
انعام تو اچھا تھا مگر شرط کڑی تھی
کم مایہ تو ہم تھے مگر احساس نہیں تھا
آمد تیری اس گھر کے مقدر سے بڑی تھی

منظر اداس ہے، پس منظر اداس ہے
گھر بھی اداس، دیوار بھی، در بھی اداس ہے
ہے دور تک اداسی کا یہ سلسلہ گیا.....!
لگتا ہے میرے ساتھ "دسمبر" اداس ہے!

دسمبر کی آخری شام دھیرے دھیرے رات کی سیاہی میں تبدیل ہورہی تھی۔ ٹھنڈی ہوائیں اور سرد موسم نے شام سے ہی اپنا رنگ جمایا ہوا تھا۔ حسن ابھی تک آفس سے نہیں لوٹا تھا۔ آج کل ویسے بھی آفس میں کام زیادہ تھا۔ سال کے اختتام پر کام کا بوجھ بڑھ جاتا تھا۔ خوشی ابھی کچھ دیر پہلے ہی سوئی تھی آج اس نے پہلی بار اتنی ضد کی تھی گو کہ بات دوپہر میں ہوئی تھی اور اس کے سمجھانے پر خوشی چپ ہوگئی تھی.....لیکن.....قمرہ.....اس کی ضد اور باتوں سے پریشان ضرور ہوگئی تھی۔ پریشانی کے ساتھ ساتھ وہ حد درجہ اداس بھی تھی۔ خوشی کو اچھی طرح سے کمبل اوڑھا کر وہ بالکنی کی طرف آگئی، ٹھنڈی اور یخ ہوا نے اس کا خیر مقدم کیا، شال کو اچھی طرح سر پر لپیٹ کر وہیں کرسی پر بیٹھ گئی۔ آس پاس کے گھروں اور سامنے کی طرف بنی اونچی سی بلڈنگ میں نئے سال کی آمد کی تیاریاں عروج پر تھیں۔
سامنے بنگلو والے مسٹر اور مسز غازی اپنے تین عدد بچوں کے ساتھ مل کر قہقہے لگا رہے تھے۔ ان کے برابر وسیم انکل کی فیملی تھی دو بیٹے باہر تھے ان کی فیملیاں یہاں پر تھیں دونوں بیٹوں کے پانچ بچے تھے پانچوں بچے وسیم انکل اور آنٹی کے ساتھ اچھلتے کودتے خوشی خوشی جھنڈیاں لگا رہے تھے۔ بالکل برابر میں کرسچن فیملی آباد تھی بہت اچھے اور پُرخلوص لوگ تھے مسٹر اور مسز رابرٹ عمر رسیدہ تھے کوئی اولاد نہ تھی ان کا کچن بالکنی سے ملحق تھا اس وقت وہاں سے آتی کیک اور پیسٹریز کی خوشبو اس بات کی گواہی دے رہی تھی کہ وہاں بھی نیو ایئر کی تیاریاں اپنے عروج پر ہیں.....قمرہ کے لبوں سے ٹھنڈی سانس خارج ہوئی.....آج سے کچھ سال پہلے تک تو وہ بھی یونہی اہتمام کرتی تھی نئے سال کی تیاریاں بہت زور و شور سے ہوا کرتی تھیں۔
"آہ اماں، اباجی اور زویا آپی۔" سسکاری لبوں سے نکلی یکا یک وسیم انکل کے برابر والے بنگلو کے ٹیرس پر شور ہوا.....اس نے چونک کر دیکھا اس گھر کی سارے نوجوان شاید تکہ پارٹی کی تیاریوں میں مصروف تھی۔ گہما گہمی اور زندگی کے بھرپور آثار نمایاں تھے۔ ان کے چہروں پر بشاشت تھی۔ بے فکری اور خوشی سے بھرپور آزاد چہرے..... آنے والے وقت کو بھرپور طریقے سے انجوائے کرنے کی خوشی سے سرشار چہرے.....دل بے چین ہونے لگا تو وہ اٹھ کر کمرے میں آگئی..... آج دل ناداں بہت پریشان کررہا تھا.....رہ رہ کر اسے ماضی میں گھسیٹ رہا تھا.....وہی بے فکر اور لاابالی دن یاد آرہے تھے، بچپن کی یادیں، جوانی کی شرارتیں، اماں، اس کے لبوں سے سسکاری بین کی صورت نکلی۔
"آپ سچ کہتی تھیں اماں....." ماں تھیں ناں سب جانتی تھیں..... "دیکھیں تو آپ کا چھوٹا چاند کتنا بڑا ہوگیا۔ (قمرہ کے معنی چھوٹا چاند ہیں) سنجیدہ، سوبر اور بردبار....." تکیے سے سر ٹکا کر بیڈ کی پشت سے ٹیک لگائی اشکوں کے دو موتی پلکوں کی باڑ توڑتے ہوئے گالوں تک آئے..... ماضی کے دریچے وا ہوتے چلے گئے۔

☾......□......☾
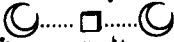
وہ ٹی وی کے سامنے بیٹھی قہقہے لگا رہی تھی کہ کمرے سے ملحق برآمدے میں بیٹھی اماں آخر کو بول پڑیں۔
"اری نیک بخت یوں ٹھٹے کس بات پر لگائے جارہے ہیں.....؟ کتنی بار کہا ہے لڑکیوں کو اتنی زور سے نہیں ہنسنا چاہیے۔" حسب عادت اماں کی ڈانٹ کا اس پر کوئی اثر نہ ہوا تھا تب ہی تو بدستور قہقہے لگا رہی تھی۔ اماں کی آواز سن کر زویا باورچی خانے سے نکل کر سیدھا کمرے میں آئی تھی۔
"ایسا کیا دیکھ لیا ٹی وی میں....." کہتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئی اسکرین پر نظر ڈالی تو وہ کارٹون نیٹ ورک چینل سے ٹام اینڈ جیری دیکھ رہی تھی۔
"یہ کیا پاگل پن ہے قمرہ؟" زویا کو غصہ آ گیا تھا۔
"آپی آپ بھی آئیں دیکھیں ناں جیری کتنی شرارتیں

کرتا ہے ٹام بیچارہ معصوم۔" الٹا زویا کو بھی دعوت دے ڈالی ساتھ ہی صوفے پر جگہ بنائی گویا اس کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔

"بند کرو یہ سب......" تب ہی بجلی چلی گئی۔

"اوہ شٹ یار۔" قمرہ بری طرح جھنجلا گئی تھی۔

"شکر اللہ کا۔" زویا کہتی ہوئی کمرے سے نکلی وہ بھی باہر آئی تو اماں تخت پر بیٹھی سیم کی پھلی بنا رہی تھیں نظر بچا کر صحن کی جانب قدم بڑھائے۔

"قمرہ ادھر آؤ میرے ساتھ بیٹھ کر یہ پھلی بناؤ' کبھی گھر کے کاموں کی طرف بھی دھیان دے لیا کرو' چھوٹی بچی نہیں ہو تم......کل کو زویا کی شادی ہوگئی تو اس گھر کا کیا بنے گا؟ جھاڑو تک تو پکڑنی آتی نہیں تمہیں......" حسب عادت اماں کا لیکچر اسٹارٹ ہوگیا تھا۔ بچت کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو وہ آ کر اماں کے سامنے تخت پر آ بیٹھی اور معصوم پھلیوں پر غصہ اتارنے لگی۔ اسی وقت ناصر صاحب بھی آ گئے۔

"ارے بھئی کیا ہوا' ہمارے چاند کے منہ پر بارہ کیوں بج رہے ہیں......؟" انہوں نے قمرہ کے پھولے ہوئے چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کیوں ناں بجیں گے بارہ......ذرا سا کام جو کہہ دیا آپ کی لاڈلی کو......آپ خود ہی سمجھائیں' میں تو کہہ کہہ کر تھک گئی ہوں کہ بچی نہیں ہو تم' مگر محترمہ کے کان پر جوں نہیں رینگتی الٹا ہمیں ہی غلط سمجھتی ہے۔ آج رات کا کھانا تم ہی پکاؤ گی۔" اماں نے غصے میں آ کر سزا بھی سنا دی تھی۔

"ٹھیک ہے۔" وہ منہ بنا کر اس انداز سے بولی کہ کچن میں چائے بناتی زویا کو بھی ہنسی آ گئی

"اف کیا بنے گا اس لڑکی کا......کب بڑی ہوگی؟" وسیمہ بیگم بڑبڑائیں۔

"ارے بیگم کیوں فکر کرتی ہو تم......دیکھنا میرا چھوٹا چاند کس طرح سے ہمارا نام روشن کرے گا' وقت آنے پر لڑکیاں سب کچھ سیکھ لیتی ہیں۔ تم ٹینشن مت لیا کرو......اسے اپنی مرضی سے زندگی گزارنے دو' لڑکیوں کے سارے ناز نخرے ماں باپ کے سامنے ہی ہوتے ہیں۔" ناصر حسین کی بات پر وسیمہ بیگم ان کو گھور کر رہ گئیں۔ ان سے یہی توقع تھی کہ وہ بجائے بیگم کی ہاں میں ہاں ملاتے ہمیشہ قمرہ کے حق میں ہی بولتے تھے۔ مغرب کی اذان شروع ہوئی تو وسیمہ بیگم اور ناصر حسین نماز کی تیاری کرنے لگے۔

ناصر حسین ایک پرائیوٹ کمپنی میں جاب کرتے تھے۔ اللہ پاک نے شادی کے سال بعد زویا کی شکل میں اولاد سے نوازا اور پھر چھ سال بعد قمرہ پیدا ہوئی۔ چھوٹی ہونے کی وجہ سے وہ ماں' باپ اور بہن کی بے حد لاڈلی تھی۔ ناصر حسین نے قمرہ کا نام خود ہی رکھا اور وہ اسے اپنا چاند ہی کہتے تھے۔ اپنا بیٹا کہتے' یہی وجہ تھی کہ قمرہ بچپن سے ہی لاابالی تھی ہر دم گھر میں شور ہنگامہ مچائے رکھنا' قہقہے لگانا' زور و شور سے باتیں کرنا اور اچھل کود کرنا' بچوں جیسی حرکتیں کرنا اور ہر دم گھر میں ہنگامہ برپا کرنا اس کی فطرت میں شامل تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس کی دوستی ہم عمر لوگوں سے زیادہ محلے کے چھوٹے بچوں سے زیادہ تھی۔ اسکول اور پھر کالج میں اس کی سہیلیاں فلموں' فیشن' میڈیا' ہیرو اور ہیروئنوں کے بارے میں باتیں کرتیں جبکہ وہ کارٹون فلمز کے علاوہ ٹی وی کم ہی دیکھتی تھی۔ وہ ساری باتیں ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے اڑا دیتی۔ فری پیریڈ میں لڑکیاں گانے سنتیں یا اپنے فرینڈز سے چیٹ کرتیں اور قمرہ لوڈو اسٹار اور کینڈی کرش کھیلتی' بڑے سے صحن میں اکثر محلے کے بچوں کو جمع کر کے کوئی نہ کوئی ہلہ گلہ کرتی رہتی۔ کبھی صحن کے کونے میں لگے بڑے سے نیم کے درخت پر جھولا ڈال کر بچوں کے ساتھ انجوائے کرتی' تو کبھی کسی ایونٹ کی پلاننگ میں سر جوڑے صبح سے شام ہو جاتی۔ اسی بات کو لے کر اماں سے اس کا جھگڑا رہتا تھا۔ وہ جب تک چھوٹی تھی اماں کو برا نہیں لگتا تھا مگر اب سترہ برس کی ہو چکی تھی۔ انٹر بھی کر چکی تھی' زویا اس سے چھ سال بڑی تھی۔ عمر کے اس واضح فرق نے زویا کو سنجیدہ اور سمجھدار

بنادیا تھا۔ وقت کے ساتھ یہ تبدیلی آئی تھی کہ اسے میوزک اچھا لگنے لگا تھا' خاص طور پر جب اماں کا پارہ ہائی ہوتا اور ان کا خفگی بھرا لیکچر اسٹارٹ ہوتا وہ کمرے میں جا کر منہ تک چادر لپیٹ کر کانوں سے ہیڈ فون لگا لیتی۔

متوسط طبقے کی آبادی میں بنا ہوا دو سو گز کا یہ گھر ناصر حسین کی عمر بھر کی محنت کی کمائی کا نتیجہ تھا۔ قمرہ کو اپنا گھر بہت اچھا لگتا تھا' تین کمرے' برآمدہ اور کھلا صحن' صحن میں دیواروں کے ساتھ بنی ہوئی کیاریاں جن کو سرخ اینٹوں سے سجا کر خوب صورت بنایا گیا تھا اور کیاریوں میں لگے گلاب' چنبیلی اور موگرے کے پودے جن میں کھلے خوب صورت پھولوں کی خوشبو سے جب آنگن مہکتا تو قمرہ کیاریوں کے پاس ہی کرسی ڈالے کتنی دیر آنکھیں بند کیے لمبی لمبی سانسیں لے کر مہک اپنے اندر اتارتی رہتی تھی۔ یہیں بیٹھ کر وہ پڑھائی کرتی' چائے کا کپ لیے بھی اسی جگہ آ جاتی۔ دنیا کا واحد کام جو اسے پسند تھا وہ پودوں کی صفائی کرنا اور ان کو پانی دینا تھا۔ ناصر حسین جو کچھ بھی کماتے سب کچھ لا کر بیوی کے ہاتھ پر رکھ دیتے اور وسیمہ بیگم سلیقے سے گھر بار چلاتیں' ساتھ ساتھ بیٹیوں کے لیے کچھ نہ کچھ پس انداز بھی کرتیں۔ وسیمہ بیگم کے میکے میں تو کوئی نہ تھا ہاں سسرال میں جیٹھ اور دیور تھے وہ لوگ پیسے والے تھے اس لیے ذرا کم ہی ملتے تھے۔ ویسے بھی ہمارے معاشرے کا یہ المیہ ہے کہ جس گھر میں بیٹیاں ہوں اور وہ مالی لحاظ سے مستحکم بھی نہ ہوں اور بیٹیاں خوب صورت بھی ہوں تو دیگر رشتے دار ان لوگوں سے کترانے لگتے ہیں کہ مبادا ان کا معصوم بیٹا ان لڑکیوں کے حسن کے دام میں الجھ کر شادی کا مطالبہ نہ کر بیٹھے۔ یہی حال ناصر حسین کے بھائیوں کا تھا کہ جن سے ملاقات خاندان کی کسی تقریب میں سرسری انداز سے ہوتی اور خواتین کی کوشش ہوتی کہ ان کے بیٹوں کی نظروں میں سجی بنی لڑکیاں نہ آ سکیں' اس بات کو ناصر حسین کے ساتھ ساتھ وسیمہ بیگم بھی اچھی طرح جانتی تھیں اسی لیے ''ہم بھلے ہمارا گھر بھلا'' کے مصداق اپنی دنیا میں مگن رہتے تھے۔ زویا نے گریجویشن مکمل کیا تو ناصر حسین کے دوست کے توسط سے اس کے لیے جاسم کا رشتہ آ گیا' جاسم اچھا شریف لڑکا تھا اس لیے رشتہ پا گیا تھا اور شادی دو سال بعد طے پائی تھی۔

ان کے پڑوس میں فراز احمد کی فیملی رہتی تھی۔ فراز جس کو زویا اور قمرہ بھائی کہتی تھیں اس کے تین بچے احسن' کاشی اور فروا تھے۔ چھ' پانچ اور چار سالہ تینوں بچے قمرہ سے بہت اٹیچ تھے' جبکہ فراز کی بیوی عاتکہ بھی بہت پُرخلوص اور اچھی تھی۔ زویا اور قمرہ کو بہت پیار کرتی تھی۔ اس کا میکہ دوسرے شہر میں تھا تو وہ وسیمہ بیگم اور ناصر حسین کی بیٹی بنی ہوئی تھی۔ ویسے بھی گلی کے آدھے سے زیادہ بچے قمرہ کے دیوانے تھے۔ وہ سارے بچوں کی آپی تھی۔

''ارے بھئی ناصر حسین کچھ سمجھائیں اپنے چاند کو...... اب بڑی ہو گئی ہے کچھ گھرداری بھی سیکھے...... زویا کے بعد اس کی بھی شادی کرنی ہے۔'' وسیمہ بیگم نے ناصر حسین کو مخاطب کیا جو ساتھ بیٹھے چائے پی رہے تھے۔

''بیگم...... جس بیٹی کو لے کر تم اتنی پریشان ہوتی ہو وہ کیسے بدلتی ہے...... ذمے داری آئے گی ناں تو تم خود حیران رہ جاؤ گی کہ یہ وہی بچی ہے...... مجھے یقین ہے اور اپنی تربیت پر پورا بھروسہ بھی۔'' شوہر کی بات پر وسیمہ بیگم ناامیدی سے سر جھٹک گئیں۔ قمرہ چھوٹی چھوٹی خوشیوں' بڑے بڑے ایونٹ کو بھرپور طریقے سے مناتی' وہ حال میں رہ کر جینے کی عادی تھی۔ وقت کے ایک ایک لمحے سے خوشیاں اور گہما گہمی کشید کر کے اسے انجوائے کرنا چاہتی تھی۔ شور شرابہ اور ہنگامے اسے پسند تھے' عید' بقر عید ہو' جشن آزادی کا موقع ہو یا نیو ایئر وہ ہر موقع پر اہتمام کرتی' نئے سال کی آمد پر محلے کے سارے بچوں کے ساتھ مل کر مختلف پروگرام بناتی اور تیاریاں کرتی تب اسے نہ موسم کا اثر ہوتا نہ طبیعت بگڑتی بچوں کے ساتھ بچی بن جاتی۔

دوپہر کے کھانے کے بعد وسیمہ بیگم کچھ دیر آرام کرتیں' زویا زیادہ تر اپنے جہیز کے حوالے سے کچھ نہ کچھ سلائی کڑھائی لے کر بیٹھ جاتی۔ اس روز بھی وسیمہ بیگم ظہر کی نماز سے فارغ ہوئیں تو زویا نے دستر خوان لگا دیا

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

کھانے سے فارغ ہوکر وہ حسب معمول اپنے کمرے میں سونے کے لیے گئیں تو پیچھے سے ثمرہ بھی آ گئی۔

"اماں...... مجھے ذرا بازار تک جانا ہے۔"

"ہائیں...... تمہیں بازار کا کون سا کام یاد آ گیا اس وقت؟" اماں نے چونک کر حیرت سے اسے دیکھا۔

"اماں احسن اور کاشی کو چودہ اگست کے حوالے سے کچھ چیزیں لینی ہیں' فراز بھائی کے پاس وقت نہیں ہے اور عاتکہ بھابی کی طبیعت ٹھیک نہیں' میں نے سوچا میں ہی لے جاتی ہوں۔" اس نے معصوم شکل بنا کر تفصیل بتائی۔

"ہاں تم تو جیسے عبدالستار ایدھی مرحوم کی جانشیں ہو ہر ایک کی مدد کو وقت سے پہلے پہنچ جاتی ہو۔ سارے زمانے کا درد تمہارے ہی ننھے سے کلیجے میں سمایا رہتا ہے۔" اماں جل کر بولیں۔

"ارے اماں آپ تو بس...... دیکھیں ناں کیسے معصوم بچے بیچارے انتظار میں کھڑے ہیں۔" صحن میں کھڑے احسن اور کاشی کی طرف اشارہ کیا۔

"اچھا اچھا...... بھئی جاؤ' تم نے کون سا میری بات ماننی ہے۔" اماں جھنجلائیں۔

"اماں ایک اور بات۔" دانتوں تلے ہونٹ دبا کر وہ اماں کے قریب آئی اور ان کے کاندھوں پر پیار سے ہاتھ رکھا اور انتہائی مسکینی انداز اپنایا۔

"اب کیا؟" ان کی جھنجلاہٹ برقرار رہی۔

"اماں میں بھی تھوڑی سی جھنڈیاں اور بیج لے کر آ جاؤں اپنے لیے......؟" انداز ایسا کہ وسیمہ بیگم سے انکار نہ ہو پایا۔

"اچھا جاؤ زویا سے پیسے لے لو۔" انہوں نے لہجے کو نرم کیا۔

"ارے واہ......! جیو میری اماں۔" اس نے آگے بڑھ کر اماں کے گال پر پیار کیا اور پلٹ کر تیزی سے زویا کے کمرے کی طرف بھاگی۔

"اف توبہ نہ جانے کب سدھرے گی یہ لڑکی کب اس کا بچپن ختم ہوگا۔" وسیمہ بیگم سر پر ہاتھ مار کر بڑبڑائیں اور اپنے بیڈ کی طرف بڑھ گئیں جب ڈیڑھ گھنٹے بعد وہ ساز و سامان سے لدی پھندی گھر لوٹی تو زویا نے سر پیٹ لیا اماں ابھی تک سو رہی تھیں۔

"کتنے پیسے خرچ کر دیئے تم نے؟" ڈھیر ساری جھنڈیاں' جھالریں' پاکستانی جھنڈا اور دیگر چیزیں دیکھ کر زویا نے پوچھا مگر وہ خوشی اور جوش سے ایک ایک چیز نکال رہی تھی حتیٰ کہ جب سفید اور ہری نیل پالش نکال کر دکھائی تو زویا کو ہنسی آ گئی۔

"ارے آپی اس میں ہنسنے والی کون سی بات ہے۔ دیکھو تو کتنی اچھی لگے گی' میں ٹرائی کر کے لائی ہو۔" اس نے انگلی آگے کی۔

پھر شام تک بچوں نے ان کا صحن جھنڈیوں اور جھالروں سے سجا دیا' ہوا کے ساتھ تیزی سے ہلتی جھنڈیاں اور جھالریں خوب صورت لگ رہی تھیں اپنے گھر کی سجاوٹ سے مطمئن ہو کر وہ احسن اور کاشی کے ساتھ عاتکہ بھابی کے گھر جانے لگی تاکہ ان کا گھر سجا سکے۔ وہ گھر سے نکل رہی تھی کہ ناصر حسین آ گئے۔

"السلام علیکم ابا جی۔" بچوں نے بھی سلام کیا۔

"وعلیکم السلام' ارے بھئی یہ قافلہ کہاں چلا؟" انہوں نے خوشگوار انداز میں ان سب کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"دیکھیں ابا جی...... ہم نے اپنا گھر سجا دیا کتنا اچھا لگ رہا ہے ناں؟ اب عاتکہ بھابی کے ہاں جا رہی ہوں۔" ثمرہ نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"اچھا ذرا جلدی آنا۔" انہوں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"جی ابا جی۔" دوپٹے کو سر پر لیتے ہوئے کہا۔

متوسط طبقے کے اور سلیقہ شعار لوگ جن کو چادر دیکھ کر پیر پھیلانے ہوتے ہیں' وہ زندگی کی گاڑی کو چلانے کے لیے سوچ بچار کر کے' بجٹ بنا کر اور توڑ جوڑ کر کے ہی سفید پوشی برقرار رکھ سکتے ہیں' یہی حال اس فیملی کا بھی تھا تب ہی رمضان المبارک ہو یا عید بقر عید سب کا اہتمام کچھ ماہ پہلے سے ہی شروع ہو جاتا' رمضان المبارک کی آمد سے کافی

پہلے ہی گھر کا سودا سلف آنا شروع ہوجاتا' ضرورت کی وہ اشیا جو خاص طور پر استعمال ہوتیں ان کو لاکر صفائی کر کے' چھان' پیس کر مرتبانوں میں محفوظ کردیا جاتا' یہی ماحول قمرہ نے بچپن سے دیکھا تھا۔ اس کے ساتھ قمرہ کو چھوٹی چھوٹی خوشیاں بانٹنا اور منانا اچھا لگتا وہ سب کی سالگرہ کا دن یاد رکھتی' دوسروں کی خوشی بھرپور طریقے سے منانا اچھا لگتا تھا اور وہ بھی یہی چاہتی کہ اس کے حوالے سے بھی لوگ اسی سوچ کا اظہار کریں۔

☾......□......☾
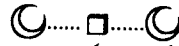
گھر میں زویا کی شادی کی تیاریاں شروع ہوچکی تھیں۔ قمرہ زویا کی شادی کو لے کر بے انتہا خوش اور پُرجوش تھی' اسے چمک دمک' گوٹا کناری والے رنگین کپڑے پہننے تھے' بھاری جیولری' شوخ و تیز میک اپ کرنا ہے' اس روز بھی تینوں ماں بیٹیاں شاپنگ کر کے آئیں اور برآمدے میں تخت پر شاپرز رکھ دیئے زویا ٹھنڈا پانی اور گلاس لے آئی۔ اسی وقت عاتکہ بھی آگئی۔

"بیٹھیں بھابی۔" زویا نے اس کے لیے جگہ بنائی اور اسے کپڑے دکھانے لگی۔

"ماشاء اللہ بہت پیارے جوڑے ہیں اللہ پاک اچھے نصیب کرے اور تمہیں اپنے گھر میں آباد رکھے (آمین)" عاتکہ نے دعا دی۔

"ارے واہ یہ سوٹ تو بہت پیارا ہے زویا' تم پر سوٹ بھی کرے گا۔" مرجنٹا اور گرین کومبینشن والے بھاری نگینوں اور اسٹون کے کام والا فراک اٹھا کر عاتکہ نے کہا۔

"بھابی یہ میرا نہیں قمرہ کا سوٹ ہے بارات کے لیے۔" زویا جلدی سے بولی۔

"بھابی کیسا ہے؟ یہ والا اور یہ نیوی بلو اور گولڈن والا یہ دونوں میرے ہیں۔" قمرہ نے بتایا۔

"بہت پیارے ہیں۔ مگر لگتا ہے کہ شادی زویا کی نہیں بلکہ تمہاری ہورہی ہے اس کے سوٹوں کے کلرز لائٹ ہیں اور تمہارے شوخ اور بھاری۔" عاتکہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ارے بھئی یہ تو ہمارے گھر کی تتلی ہے' اڑتی پھرتی ہے' چاند کی طرح چمکتی ہے تو اس کی پسند بھی تو ایسی ہی ہوگی ناں۔" زویا نے پیار سے قمرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں یہ بات تو ہے' ہمارے محلے کی رونق ہے واقعی تتلی کی طرح ہر جگہ اڑتی پھرتی ہے۔ رونق لگا دیتی ہے' اللہ پاک اس کا نصیب اچھا کرے' آمین۔" زویا اور وسیمہ بیگم نے ایک ساتھ کہا۔

☾......□......☾

زویا بھی زمانے کی ریت کو نبھاتے ہوئے رخصت ہوکر جاسم کے ساتھ چلی گئی تھی' فی الحال جاسم اپنی فیملی کے ساتھ کسی رشتے دار کے یہاں مقیم تھا اور شادی کے بعد ولیمے کی تقریب تھی پھر انہیں لاہور چلے جانا تھا۔

زویا کے جانے کے بعد گھر میں ایک دم اداسی چھا گئی۔ وسیمہ بیگم بہت اپ سیٹ ہوگئی تھیں۔ ناصر حسین کو بھی زویا کی کمی شدت سے محسوس ہوئی۔ قمرہ نے خود کو پڑھائی میں مصروف کرلیا' زویا نے بچپن سے لے کر آج تک ہر معاملے میں اس کی سپورٹ کی تھی' اس کی ہر فرمائش پوری کرتی تھی' قمرہ رات کو بستر پر لیٹتی تو چپکے چپکے زویا کو یاد کر کے آنسو بہاتی' اب اس نے اپنے اردگرد بچوں کا سرکل بڑھا لیا تھا شام کو بچوں کو ٹیوشن پڑھانے لگی تھی' وسیمہ بیگم نے کچن سنبھال لیا تھا اور قمرہ کی وہی مصروفیات اور وہی پُرجوش زندگی شروع تھی۔ اب بچوں کی رونق بڑھ گئی تھی' سہ پہر ڈھلتے ہی آنگن بچوں سے بھر جاتا اور مغرب تک پڑھائی' کھیل کود اور ہنگامے چلتے رہتے۔

دسمبر کا مہینہ اختتام کی جانب رواں دواں تھا۔ سردی اپنے عروج پر تھی۔ زویا نے بھی آنے کا کہا تھا۔ قمرہ بہت خوش تھی۔ پورے چار ماہ بعد زویا آرہی تھی اور پھر نیو ایئر کی آمد بھی تھی۔ قمرہ یہ خوشیاں بھرپور طریقے سے منانے کی تیاری کرنے لگی۔ گھر میں خوشگوار چہل پہل تھی۔ جاسم کو کام کے سلسلے میں ایک ماہ کے لیے دبئی جانا تھا اور پورے ایک ماہ کے لیے زویا آرہی تھی۔

نئے سال کی تیاری زور پر تھی وہ اسٹول پر کھڑی

اولادِ نرینہ، تھیلسیمیا، اٹھرا، کا کامیاب علاج

محمد شہباز اپنے تندرست بچے محمد عمر کے ساتھ

شہادت نمبر 1 ہمارے ہاں بچے بوجہ گردتھ خرابی پیٹ میں ہی خراب ہو جاتے تھے ڈاکٹری علاج بشمول نشتر ہسپتال ملتان بہت کرایا مگر تمام بچے خراب ہونے کی وجہ سے ڈاکٹروں کی رپورٹ پر 4 مرتبہ چھٹے ماہ ضائع کرانا پڑے پھر ہم نے مشن ہسپتال ملتان سے علاج کرایا انہوں نے خالی پیٹ شروع سے ہی بھرپور علاج کیا مگر پھر بھی بیمار بیٹا پیدا ہوا جس کا دماغ مفلوج تھا پٹھے ناکارہ تھے، خون کی کمی تھی، شوگر بھی LOW تھا اور بچہ بھی فوت ہوگیا۔ ہم بہت پریشان تھے خواتین کا اسلام کراچی (میگزین) کے ذریعے معلوم ہونے پر حضرت مولانا محمد شفیع صاحب کی خدمت میں کوٹ ادو حاضر ہوئے دعا کرائی اور علاج حاصل کیا اللہ تعالیٰ کے فضل سے علاج کامیاب ہوا اور مورخہ 16 ستمبر 2017ء کو بالکل تندرست بیٹا محمد عمر پیدا ہوا۔ یہ علاج کامیاب اور اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ **فیضیاب**

محمد شہباز ولد محمد یلیین سیال بستی خداداد نادر آباد پھاٹک ملتان
0300-6395573

عکس رپورٹ مشن ہسپتال ملتان جس میں بیمار بچہ پیدا ہو کر فوت ہوا

NISHTAR MEDICAL COLLEGE & HOSPITAL
NISHTAR LABS
LAB REPORT

عکس رپورٹ نشتر ہسپتال ملتان جس کی وجہ سے بچے ضائع کرانے پڑے

یہ طریقہ علاج ان کیلئے ہے جن کے ہاں مسلسل بیٹیاں پیدا ہوں اور بیٹے نہ ہوں یا بچے زندہ نہ رہتے ہوں یا بچے گردتھ خرابی کی وجہ سے پیٹ میں خراب ہو جاتے ہوں یا تھیلسیمیا کا عارضہ لاحق ہو۔

نوٹ: اولادِ نرینہ کیلئے شدید خواہش مند حضرات جن کے بچے میجر اپریشن سے پیدا ہوتے ہوں اور چانسز کم باقی ہوں تو انہیں علاج درجہ اول حاصل کرنا ضروری ہے۔ اور جن کے بچے زندہ نہ رہتے ہوں یا گردتھ خرابی کا عارضہ لاحق ہو تو انہیں امید ہونے پر بروقت علاج حاصل کرنا ضروری ہے۔

حصول علاج کیلئے ایڈریس

مرکزی جامع مسجد چوک کالی پل جی ٹی روڈ کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ رابطہ نمبر: **0331-6002834**

ہمارا مقصد صرف قرآن وسنت کی روشنی میں کامیاب طریقہ علاج سے فیضیاب لوگوں کی شہادتوں و تاثرات سے اولادِ نرینہ کے خواہش مند حضرات کو آگاہ کرنا ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اولادِ نرینہ جیسی نعمت سے مستفید ہو سکیں۔ ضرورت مند انٹر نیٹ پر دی گئی تفصیلات سے بھی معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔

جسکا ایڈریس یہ ہے: **www.facebook.com/male progeny through the means of Quran and sunnah**

تحریر: طارق اسماعیل بھٹہ پریس رپورٹر کوٹ ادو

جھالریں صحن کی دیواروں پر لگا رہی تھی کہ آس پاس بچے بھی موجود تھے۔

"ارے چندا آرام سے کہیں سلپ نہ ہو جاؤ۔" ناصر حسین اور وسیمہ بیگم جو کہ برآمدے میں بیٹھے تھے ناصر حسین نے آواز لگائی۔

"نہیں ابا جی، دیوار کو پکڑ رکھا ہے میں نے۔" اس نے وہیں سے آواز لگائی اور اپنی اچھل کود جاری رکھی۔

"یا اللہ اس لڑکی کی فکر مجھے ہولائے دیتی ہے۔ جانے کیا بنے گا اس کا۔ میں تو کہہ کہہ کر تھک گئی ہوں کہ اپنی روش کو بدل لو آگے چل کر یہ سب کام نہیں آنے والا مگر اس کی سمجھ میں کچھ آئے تو بات ہے ناں۔" وسیمہ بیگم جو پچھلے آدھے گھنٹے سے اسے اسٹول پر اچھلتا کودتا دیکھ رہی تھیں آخر کار بول پڑیں۔ "چین سے ٹک کر بیٹھنا تو سیکھا ہی نہیں ہے اس نے۔"

"وسیمہ بیگم سچ پوچھو تو یہی تو ہمارے آنگن کی رونق ہے اس کے شور اور ہنسی سے ہمارا گھر مہکتا ہے اور جب میں دن بھر کا تھکا ہارا آفس میں دماغ کھپا کر گھر آتا ہوں تو اس کے کھلے کھلے چہرے کو اس کی باتوں کو سن کر ساری تھکن کافور ہو جاتی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ بچیاں ماں باپ کے گھر میں ہی آزادی سے زندگی گزارتی ہیں اپنی مرضی اور پسند کے مطابق نہ کوئی خوف نہ کوئی اندیشہ نہ کسی کا ڈر ہوتا ہے نہ جانے آگے چل کر کیسے حالات کا سامنا کرنا پڑ جائے اس لیے اسے اپنی مرضی کرنے دیا کرو بس اللہ پاک ہماری بچیوں کے لیے خوشیاں اور کامیابیاں لکھ دے ان کے نصیبوں کو بلند کرے یہ دعا کیا کرو۔" ناصر حسین کی بات پر وسیمہ بیگم سر ہلا کر رہ گئیں۔

"مگر مجھے ڈر لگتا ہے ناصر حسین۔" وہ دل کی بات لبوں پر لے آئیں۔ "لڑکیوں کا یوں منہ زور ہونا قہقہے لگانا اچھا نہیں ہوتا۔"

"دیکھنا وسیمہ بیگم چھوٹا چاند کیسے اپنے گھر میں اجالا بکھیرے گا راج کرے گی ہماری بیٹی..... شہزادے کا رشتہ آئے گا اس کے لیے۔" ناصر حسین جذب سے کہتے تو وسیمہ بیگم ان کی بات پر آمین کہتیں اور بظاہر کام کرتی ہوئی قمرہ بھی ماں باپ کے درمیان ہونے والی گفتگو سنتی اور زیر لب مسکرا دیتی۔

زویا آ گئی گویا گھر میں عید کا سماں بندھ گیا اتنے دنوں بعد بیٹی گھر آئی تھی قمرہ کی تو فرمائشیں اسٹارٹ ہو گئی تھیں۔ "آپی آپ نے چکن پلاؤ، کٹلس اور ٹرائفل سب سے پہلے پکانا ہے میرا بہت دل کر رہا تھا آپ کے ہاتھ کی پکی یہ چیزیں کھانے کا اور میں انتظار کر رہی تھی آپ کا۔"

"اچھا یعنی میری یاد اس لیے آ رہی تھی۔" زویا نے مصنوعی غصہ دکھایا تھا۔

"نہیں، نہیں، میری پیاری آپی ایسی بات نہیں ہے آپ کی یاد تو قسم سے بہت آتی تھی۔" قمرہ کی آنکھیں نم ہو گئیں تو زویا نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگا لیا تھا۔ زویا آئی تو عاتکہ بھی ملنے آ گئی تھی۔ دن اس تیزی سے گزر گئے کہ پتہ بھی نہ چلا اور مہینہ پورا ہونے کو آ گیا تھا۔

شام دھیرے دھیرے اپنے پر پھیلا رہی تھی ناصر حسین بھی آج جلدی آفس سے آ گئے تھے۔ سب لوگ صحن میں بیٹھے چائے پی رہے تھے کہ عاتکہ بھی آ گئی اس کے بچے تو اسکول کے بعد بیشتر وقت یہیں قمرہ کے ساتھ گزارتے تھے۔

"بھابی آپ کے لیے چائے لاؤں؟" قمرہ نے عاتکہ کو مخاطب کیا۔

"ضرور بھئی تمہارے ہاتھ کی چائے پینے کا کم کم موقع ملتا ہے۔" عاتکہ نے ہنستے ہوئے کہا۔ تھوڑی دیر بعد وہ گرما گرم چائے لیے حاضر تھی۔ "واہ بھئی بچی واقعی سگھڑ ہو گئی ہے۔" عاتکہ نے چائے کا کپ ہاتھ سے لیتے ہوئے اسے سراہا۔ "اور آنٹی جی اسی سگھڑاپے کو دیکھتے ہوئے میں قمرہ کے لیے اچھا سا رشتہ لے کر آئی ہوں۔" قمرہ چائے دے کر بچوں کی جانب متوجہ ہو گئی تو عاتکہ نے وسیمہ بیگم کو مخاطب کیا۔ ساتھ ناصر حسین اور زویا بھی متوجہ ہو گئے۔ گو کہ عاتکہ لڑکے کو نہیں جانتی تھی وہ فراز کے دوست کا واقف کار تھا لیکن فراز کے دوست کے بقول لڑکا بہت شریف،

نیک اور پڑھا لکھا ہے اکیلا ہے گھر، گاڑی اور اچھی جاب ہے صورت شکل میں بھی خاصا اچھا ہے اس کی کوئی ڈیمانڈ بھی نہیں بس شریف فیملی کی لڑکی کا رشتہ درکار تھا۔

"آنٹی جی...... اگر آپ لوگ مناسب سمجھیں تو اپنی قمرہ کے لیے بات کروں فراز سے......؟" عاتکہ کی بات پر وسیمہ بیگم سوچ میں پڑ گئیں۔

"ہاں بھابی اگر لڑکا اچھا ہے اور فراز بھائی مطمئن ہیں تو ضرور بات کریں ویسے بھی قمرہ کی شادی تو کرنی ہی ہے ناں۔" زویا نے جلدی سے کہا۔ وسیمہ بیگم نے نگاہ اٹھائی قمرہ، احسن اور کاشی کو دیکھا جو فروا کے ساتھ صحن میں کرکٹ کھیل رہی تھی۔ اس کے دم سے تو گھر میں رونق تھی۔ شور شرابہ اور زندگی کے بھرپور آثار تھے، قمرہ کی جدائی کے تصور سے ان کی آنکھیں نم ہوگئیں۔

"ارے آنٹی...... آپ ابھی سے کیا سوچنے لگیں، آج نہیں تو کل شادی تو کرنی ہی ہے ناں...... اور جب تک آپ اور انکل مطمئن نہ ہوجائیں کوئی فیصلہ مت کریں اور قمرہ ہماری بہن جیسی ہے۔" عاتکہ نے بغور وسیمہ بیگم کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کو دیکھتے ہوئے نرمی سے ان کے ہاتھ تھام کر پُرخلوص لہجے میں کہا تو وسیمہ بیگم کے ساتھ ساتھ ناصر حسین بھی سر ہلا کر رہ گئے۔

"اللہ پاک ہر بیٹی کا نصیب اچھا کرے، آمین۔" وسیمہ بیگم نے گلوگیر لہجے میں کہا۔

☾......□......☾

"ارے آپی...... کیا ہوگیا ہے آپ لوگوں کو......؟ میں کیسے کہیں جاسکتی ہوں، اماں ابا کو چھوڑ کر آپ منع کردیں عاتکہ بھابی کو، مجھے نہیں کرنی شادی وادی۔" قمرہ نے سنا تو صاف انکار کردیا۔

"ارے پاگل ہوئی ہو کیا؟ ایسے نہیں کہتے شادی تو کرنی ہی ہوگی آج نہیں تو کل...... اگر وقت پر اچھے رشتوں کو منع کردیں تو آگے چل کر مشکل ہوجاتی ہے ابھی کون سی بات پکی ہوگئی ہے، اگر لڑکا مناسب ہوگا تب ہی بات آگے بڑھے گی ناں۔" زویا نے اس کے ہاتھ تھام کر دھیمے لہجے میں سمجھایا۔

"نہ آج اور نہ کل...... مجھے کرنی ہی نہیں ہے شادی، جانتی بھی ہو تمہارے جانے سے ابا اور اماں کتنے اداس ہوگئے ہیں خود اتنی دور جاکر بیٹھ گئی ہو اور اگر میں بھی گھر سے چلی گئی تو......" وہ آبدیدہ ہوگئی۔

"ارے پاگل لڑکی، تم ایسی باتیں کرو گی تب ہی اماں اور ابا کو فکر رہے گی، تمہاری شادی ہوگی تو ان دونوں کو سکون ملے گا یہ بھی والدین کی ذمہ داری ہے، اور جب والدین بیٹیوں کو خوشی خوشی رخصت کرتے ہیں ناں تو ڈھیروں اطمینان ان کے اندر اتر جاتا ہے کہ اللہ پاک نے ان کو اپنی ذمےداری پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔" زویا نے کہا۔

"آپی...... تم ایک طرف سوچ رہی ہو، تمہیں یہ اندازہ ہے کہ اماں اور ابا عمر کے اس حصے میں اکیلے کیسے رہ پائیں گے؟ کیا اماں مکمل گھرداری کرسکیں گی؟ ابا جی کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں رہتی اگر ان کا خدانخواستہ بی پی شوٹ کرگیا تو اماں کیسے سنبھالیں گی ان کو...... اس گھر کو میری ضرورت ہے آپی۔"

"تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ جاسم کی کال آئی تھی وہ اگلے ہفتے پاکستان آئیں گے تو پھر اگلے سال پانچ سال کے کانٹریکٹ پر ان کو دوبارہ جانا ہے اور اس عرصے میں میں یہاں اماں ابا کے پاس رہوں گی مستقل...... اب تو تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا ناں؟" زویا کی بات پر وہ چونکی۔

"سچی تم یہاں آجاؤ گی......؟" غیر یقینی انداز میں خوشی بھی تھی۔

"ہاں بھئی مس افلاطون۔" زویا نے اس کی ناک کھینچتے ہوئے کہا تب ہی پیچھے سے عاتکہ بھی آگئی۔

"اور قمرہ چھوٹی سی چاندنی تمہیں فکر ہونی ہی نہیں چاہیے کہ تمہاری ایک اور بہن بھی ہے جس نے ہمیشہ ہی یہیں رہنا ہے آنٹی اور انکل کے برابر سے کہیں نہیں جانا اور...... تم بھروسہ کرسکتی ہو کہ میں ان دونوں کا خیال بالکل ایک بیٹی کی طرح رکھوں گی۔" عاتکہ نے بھی قریب آکر

اس کے کاندھے تھام کر پیار بھرے لہجے میں کہا تو وہ سر جھکا کر رہ گئی اس کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔

"چلو بھئی' اس خوشی کے موقع پر میری طرف سے چائے اور گرما گرم پکوڑے' تم لوگ اماں کے کمرے میں جاؤ میں ابھی فٹافٹ سب لے کر آتی ہوں۔" زویا نے ماحول بدلنے کے لیے جلدی سے آفر دی۔

"ارے واہ...... سچی میں چائے پینے کا بہت دل کر رہا تھا۔" عاتکہ نے خوش دلی سے کہا۔ ادھر سے منظوری ملی تو عاتکہ نے فراز سے کہا کہ اپنے دوست جازم سے رشتے کے حوالے سے بات کریں۔

حسن کیونکہ اکیلا تھا اس لیے فراز کے دوست جازم کے ساتھ وہ خود ہی آنے والا تھا' عاتکہ نے بتایا تو قمرہ کی رگ ظرافت پھڑ پھڑائی۔

"ارے واہ جی واہ جناب خود ہی تشریف لا رہے ہیں۔ دیکھنا ایسا گھور گھور کے دیکھوں گی ناں اور اتنا بولوں گی کہ...... بیچارہ خود ہی گھبرا جائے گا۔" قمرہ کی شرارت پر زویا نے گھور کر اسے دیکھا۔

"اے ٹارزن کی نانی اگر کچھ الٹی سیدھی حرکت کی یا کوئی چالاکی دکھائی نا تو بہت مار کھاؤ گی۔ کوئی ایسی ویسی بات یا حرکت نہ کرنا جس سے فراز بھائی کی بے عزتی ہو اور عاتکہ بھابی شرمندہ ہوں۔" زویا نے اسے شرارت سے باز رہنے کی تاکید کی مبادا وہ حسن کے سامنے کچھ اوٹ پٹانگ حرکت نہ کر دے اور وہ زیر لب مسکراتی رہی۔

حسن اسمارٹ' خوش شکل اور جاذب نظر لڑکا تھا' کچھ اماں کی سنجیدگی اور کچھ عاتکہ بھابی کی نرم باتوں نے خلاف توقع ایسا اثر دکھایا کہ قمرہ نے انتہائی شرافت کا مظاہرہ کیا اور دبلی پتلی دلکش سراپے والی من موہنی سی قمرہ حسن کو پسند آ گئی۔ حسن بھی ہر لحاظ سے اچھا لگا تھا اور فراز کی کوشش سے یہ رشتہ طے ہو گیا۔

فراز نے اپنے طور پر حسن کے بارے میں ساری معلومات اکٹھی کر لی تھیں' اس کے آفس کے لوگ' ملنے جلنے والے گو کہ حلقہ احباب بے حد مختصر تھا لیکن جتنا بھی تھا سب نے حسن کی تعریف کی کہ محنتی' شریف اور بردبار انسان ہے' سوبر ہے اپنے کام سے کام رکھنے والا والدین حیات نہیں تھے کوئی بہن بھائی بھی نہ تھا' ڈھائی سو گز پر بنا ہوا خوب صورت سا بنگلہ' گاڑی' اچھی نوکری اور اسمارٹ لڑکا یہی تو آج کل کی لڑکیوں کی ڈیمانڈ تھی۔ قمرہ خوابوں کی دنیا میں رہنے والی یا آئیڈیل پرست لڑکی نہیں تھی اسے تو ہر چیز واضح اور مکمل دیکھنے اور برتنے کی عادت تھی اسے بھی حسن اچھا لگا' ہر لڑکی کے ذہن میں اپنے گھر' شوہر اور مستقبل کو لے کر ایک خاکہ ہوتا ہے اور حسن اس خاکے کے عین مطابق تھا۔

ایک جانب گھر' ماں' باپ' بہن اور خاص طور پر بچہ پارٹی سے جدائی کا خیال افسردہ کر دیتا تو دوسری طرف حسن جیسے جیون ساتھی کا ہمیشہ کے لیے ساتھ اس کے لیے باعث اطمینان تھا۔ یونہی ہنستے کھیلتے بہت سارے دن بیت گئے اور پتہ بھی نہ چلا احساس ہوا تو اس کی شادی کے دن آ گئے تھے' تب اسے شدتوں سے بابل کا آنگن چھوڑنے کا احساس ہوا۔ شادی سے کچھ دن پہلے جاسم بھی آ گیا وہ بھی اچھا اور پرخلوص تھا اس نے ناصر حسین کو بیٹے کی کمی محسوس نہ ہونے دی فراز اور عاتکہ بھی ہر کام میں پیش پیش رہے۔

آج مایوں کی رسم تھی۔ ہلدی رنگ کے جوڑے میں پھولوں کا زیور پہنے وہ بھی پھول جیسی لگ رہی تھی۔ وسیمہ بیگم اور ناصر حسین بہت اداس تھے۔ احسن' کاشی اور فروا اس کے پہلو سے لگے بیٹھے تھے' محلے کے دیگر بچے بھی بہت اداس تھے کہ ان کی آپی چلی جائیں گی' تو فرمائشیں کون پوری کرے گا۔

"آپی آپ ہمیشہ کے لیے جا رہی ہیں...... ہم سے کبھی بھی ملنے نہیں آئیں گی؟ بہت مس کریں گے ہم آپ کو......" فروا نے آنکھیں پھیلائے معصومیت سے سوال کیا تھا۔

"ارے بھئی تم لوگ کیوں فکر کرتے ہو...... جب بھی تم لوگوں کو یاد آئے گی میں آ جاؤں گی بہت دور تھوڑی

جارہی ہوں۔" وہ خود بھی اداس تھی مگر بچوں کو بہلا رہی تھی۔

"آپی......اب ہمارے ساتھ یوم آزادی اور نیو ایئر میں کون گھر سجائے گا......؟" کاشی بھی مضمحل تھا۔

"ارے بھئی تم لوگ کیوں پریشان کررہے ہو آپی کو' آپی کہیں دور تھوڑی جارہی ہیں۔ وہ ہرایونٹ پہ آیا کریں گی اور تمہارے ساتھ ہی ہوں گی۔" زویا نے آکر بچوں کو تسلی دی۔ قمرہ کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں۔ یہ وقت ہی ایسا تھا۔

شادی کا دن بھی آگیا۔ آج صبح سے وسیمہ بیگم اور ناصر حسین کتنی بار چھپ چھپ کر روئے تھے ان کے گھر کی رونق ان کے گھر کی رُسنی ان کے گھر کا چاند اپنی چاندنی کسی اور گھر میں بکھیرنے لایا تھا۔ ایک ماں کے لیے یہ وقت بہت صبر آزما ہوتا ہے کہ اس کی نازوں پلی بیٹی جسے بچپن سے لے کر اب تک ہتھیلی کا چھالا بنا کر رکھا ہو جس کی فرمائشیں پوری کی ہوں' جس کی ایک تکلیف پر ماں کا دل تڑپ جاتا ہو یوں کسی اور کے حوالے کردینا بہت کٹھن وقت ہوتا ہے۔ آنکھیں تھیں کہ چھلکنے کو بے تاب تھیں......ادھر ناصر حسین کا بھی وہی حال تھا وہ قمرہ کا سامنا بھی نہیں کررہے تھے مبادا کہیں جذبات کی رو میں نہ بہہ جائیں۔ ان کو لگتا تھا کہ ابھی قمرہ بھاگ کر ان کے گلے سے لگ کر اماں کی شکایت کرے گی منہ بسورے گی کل کی ہی بات لگتی تھی کہ ایک دم سے وہ ننھی پری بڑی ہوگئی تھی۔

قمرہ بھی بہ مشکل' خلاف مزاج ٹک کے بیٹھی ہوئی تھی مگر مختلف خیالات دماغ میں گردش کررہے تھے۔ سب سے پہلے تو ان کے رشتے کو طے ہوئے اتنے ماہ ہوچکے تھے لیکن ایک بار بھی حسن نے اس سے بات کرنے کی کوشش نہیں کی......اس کا دل چاہتا کہ حسن کے بارے میں جانے' اس کی پسند اور ناپسند کا معلوم کرے' لیکن وہ تو بالکل لاتعلق تھا۔ اس بات کا ذکر قمرہ نے کئی بار زویا سے بھی کیا تب ہمیشہ زویا نے یہی کہہ کر سمجھایا اور تسلی دی۔

"کچھ لڑکے فطرتاً شرمیلے اور سوبر ہوتے ہیں' تمہیں تو خوش ہونا چاہیے کہ حسن آج کل کے لڑکوں جیسا نہیں ہے' بہت سینس ایبل اور سوبر لڑکا ہے۔ تم خوش قسمت ہو کہ آج کے دور میں الحمدللہ اتنا پرفیکٹ گھر اور لڑکا ملا ہے۔"

"ایسا بھی کیا سوبر پن آپی کہ انسان شادی پر بھی ہلہ گلہ نہ کرے۔" واقعی حسن کے کہنے کے مطابق شادی سادگی سے ہورہی تھی اور قمرہ جو ہلا گلا اور شور شرابے کی دلدادہ تھی وہ تو محلے کی شادیوں میں جا کر رات رات بھر گانے گاتی' لڑکیوں کے ساتھ مل کر لڈیاں ڈالتی' اس کے دم سے محلے کی شادیوں میں رونق لگ جاتی' زویا کی شادی میں تو اس نے وہ اودھم مچایا کہ سارے ارمان نکالے لیکن اس کی اپنی شادی......نہ ڈھول' نہ بینڈ باجا' نہ لڈی نہ بھنگڑا......

"دراصل حسن کی والدہ کا انتقال کچھ عرصہ پہلے ہی ہوا ہے تو اس لیے حسن نے منع کیا ہوگا۔" زویا نے جواز پیش کیا اور قمرہ سر ہلا کر چپ ہوگئی۔ سہ پہر کو وہ پارلر جانے لگی تو دل بری طرح اُمڈ آیا۔ پارلر سے سیدھا ہال جانا تھا یہ گھر......یہ آنگن......بچپن سے جڑی ایک ایک یاد......آج......آج پرائی ہونے چلی تھی۔ اس کا کمرہ......اس کی الماری......الماری میں رکھے بے شمار کھلونے......تحائف۔

یہ کیسی رسم دنیا ہے' عجب یہ سلسلہ سا ہے
میرے واسطے یہ گھر' بھلا کیوں اجنبی سا ہے
یہاں کے کونے کونے سے میرا رشتہ پرانا ہے
میں کیسے چھوڑ دوں یہ گھر' میرا آشیانہ ہے
میرے بابا نے مجھ کو اپنی بانہوں میں سلایا ہے
میری اماں نے مجھ کو سینے میں چھپایا ہے
یہ کیسی ریت ہے' کیوں مجھ کو سب چھوڑ جانا ہے
بچپن کی یادوں سے ناطے توڑ جانا ہے
میرے بابا سینے سے لگا کر ذرا سا روک لو مجھ کو
میری اماں دعاؤں کے خزانے سونپ دو مجھ کو
میری بہنا تمہارا پیار مجھ کو لے کے جانا ہے
نئی دنیا بسانی ہے نیا رشتہ بنانا ہے
میری آنکھوں سنبھل جاؤ' یہی رسم زمانہ ہے
ازل سے نبھائی ہے ابد تک یہ نبھانا ہے!
(شاعرہ: نزہت جبین ضیاء)

ڈھیروں ڈھیر دعائیں، خدشات، خوشگوار احساسات

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

لیے وہ رخصت ہوکر حسن کے گھر آ گئی۔

کیسی عجیب رخصتی تھی، نہ لڑکیوں اور نندوں کی چھیڑ چھاڑ، نہ گاڑی روک...... نہ کمرہ رکوائی...... سیدھی سادی طرح سے حسن کے ہمراہ چند لوگوں کی موجودگی میں رخصتی اور اب اس کے بیڈروم میں بیٹھی تھی؛ حسن اسے کمرے میں پہنچا کر باہر نکل گیا تھا اس نے کمرے کا جائزہ لیا اچھا بڑا خوب صورت بیڈروم تھا؛ نفاست اور سجاوٹ سے حسن کے ذوق کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے ہر چیز سوبر اور نفیس تھی کمرے کے پینٹ سے لے کر پردے، قالین دیواروں پر لگی پینٹنگ، وال کلاک، واز، سب چیزیں ہی نفیس تھیں اللہ پاک بس ہماری زندگی میں محبت اور انڈراسٹینڈنگ پیدا کردینا اس نے صدق دل سے دعا مانگی، حسن آ گیا تھا، وہ لاکھ بولڈ سہی...... مگر اس وقت تھوڑی سی نروس تھی کچھ شرمائی کچھ گھبرائی سی حسن کو اچھی لگی، وہ آ کر بیڈ پر ٹک گیا، ہاتھوں میں پکڑی خوب صورت سی میرون مخملی ڈبیہ سامنے رکھ دی، قمرہ نے غور سے ڈبیہ کو دیکھا حسن نے ڈبیہ کھولی اس کے اندر خوب صورت سا سرخ اور سبز نگینوں (زرقون) والا نازک سا طلائی کنگن نکالا۔

''ارے واہ...... بہت خوب صورت ہے۔'' قمرہ بے ساختہ تعریف کر بیٹھی۔

''یہ...... وہ کنگن ہے جو میری دادی اماں نے میری مما کو پہنائے تھے اور میری مما نے سالوں اسے سنبھال سنبھال کر رکھا تھا کہ اپنے ہاتھوں سے اپنی بہو کو پہنائیں گی لیکن اللہ پاک کو ان کی یہ خوشی ان کے ہاتھوں پوری نہیں کرنی تھی، وہ ہمیشہ کہتی تھیں یہ میری بہو کی امانت ہے یہ اب تمہاری ملکیت ہے میری مما کی نشانی اسے ہمیشہ اپنے پاس رکھنا۔'' حسن کا لہجہ بے حد دکھی ہوگیا تھا اس کی آواز میں لڑکھڑاہٹ تھی۔

''اوہ......'' قمرہ بھی اداس ہوگئی۔ ایک لمحے کے لیے ماحول سوگوار ہوگیا قمرہ نے کنگن بسم اللہ پڑھ کر اپنے سیدھے ہاتھ میں پہن لیے، اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اداسی کے ان لمحات میں کیا کہے حسن کو کیسے تسلی دے

یہ سچویشن اس کے لیے اس وقت بالکل غیر متوقع تھی وہ پہلو بدل کر رہ گئی، سائیڈ پر رکھے جگ سے پانی نکال کر حسن کی طرف بڑھایا حسن نے خاموشی سے گلاس اس کے ہاتھ سے لے کر لبوں سے لگالیا پانی پینے کے بعد شاید حسن کو بھی موقع محل کا اندازہ ہوا تب ہی کھنکار کر وہ قمرہ سے مخاطب ہوا۔

''قمرہ آج سے ہم اپنی زندگی کے نئے سفر کی شروعات کرنے جارہے ہیں تو بہتر ہے کہ میں تم کو اپنے بارے میں بتادوں میں اسٹریٹ فارورڈ بندہ ہوں کھرا اور صاف بات کرنے والا حقیقی دنیا میں رہنے والا اور غیر ضروری چیزوں کا عمل دخل مجھے بالکل پسند نہیں، سادہ مزاج ہوں ہوسکتا ہے کہ کبھی تم کو میرا رویہ روڈ بھی لگے۔ مما پاپا نے لو میرج کی تھی اس لیے صرف دادی نے ساتھ دیا تھا نہ ننھیال ساتھ تھا اور نہ ددھیال...... مجھے صرف مما اور پاپا سے سب کچھ ملا اور میری دنیا بس گھر اور میرے آفس تک محدود ہے اب تم میری زندگی میں شامل ہوئی ہو تو کوشش کروں گا کہ تمہیں خوش رکھوں، میرا گھر...... میں اور میری اچھی بری عادتوں سمیت اب سب کچھ تمہیں سنبھالنا ہے اس لیے امید کرتا ہوں کہ تمہارے لیے بھی میں اور ہمارا گھر سب سے مقدم رہے گا۔'' حسن نے دھیمے لہجے میں اپنا مدعا بیان کیا۔

''جی ان شاء اللہ پوری کوشش کروں گی کہ آپ کو شکایت کا موقع نہ دوں۔'' قمرہ نے سعادت مندی سے کہا۔

''ویری گڈ مجھے تم سے یہی امید تھی۔'' اس نے جواباً کہا۔

''اب چلو تم کپڑے چینج کرکے آرام کرلو یقیناً تھک گئی ہوگی میں بھی چینج کرکے آتا ہوں۔'' وہ تو چاہ رہی تھی کہ حسن کے ساتھ ڈھیر ساری باتیں کرے اس کی پسند ناپسند کے بارے میں اسکول کالج لائف، آفس، کاروبار، ڈھیر سارے سوالات کرنے تھے اپنے بارے میں سب کچھ بتانا تھا؛ اس کا دل بجھ گیا وہ چینج کرکے آئی تو حسن اس

معروف مصنف و کالم نگار مشتاق احمد قریشی کے قلم سے ایک اور شاہکار
پیہم خیال
مشتاق احمد قریشی
شائع ہو گئی ہے
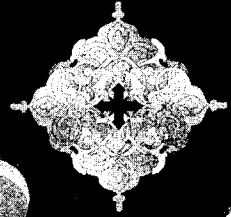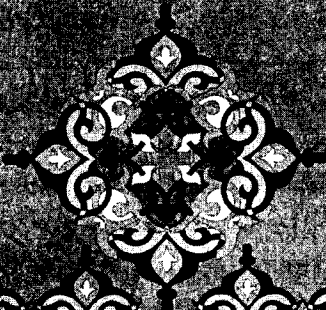
کا منتظر تھا.....اور زندگی کے نئے سفر کی رات کا ڈھیرے ڈھیرے اختتام ہو رہا تھا۔ایک رات میں ہی قمرہ کو احساس ہوگیا تھا کہ ایک لڑکی کو میکے سے سسرال تک کا سفر کر کے.....لڑکی سے عورت بننے میں صرف چند گھنٹوں کا فاصلہ ہوتا ہے۔اسے اس بات کا بھی بخوبی اندازہ ہوگیا تھا کہ حسن دکھی انسان ہے ماں باپ کی پے در پے موت نے اسے توڑ کر رکھ دیا تھا.....اس کا بھرپور خیال رکھنا اور بھرپور محبت دینی تھی، صبح قمرہ کی آنکھ کھلی تو وہ گہری نیند میں تھا' قمرہ نے اسے بغور دیکھا' سوتے میں معصوم لگ رہا تھا' گھنے بال پیشانی پر بکھرے ہوئے تھے وہ بلاشبہ جاذب نظر تھا' قمرہ آپ ہی آپ مسکرا دی' وہ واش روم سے آئی تو حسن جاگ چکا تھا اور کروٹ بدل کر مندی مندی آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''السلام علیکم! زندگی کی نئی صبح مبارک ہو۔'' قمرہ نے عادتاً اس موقع پر اسے مبارک باد دی۔

''سیم ٹو یو۔'' وہ مسکرایا۔

''زویا آپی کی کال آئی تھی' وہ کہہ رہی تھیں کہ اگر آپ کہیں تو وہ لوگ ناشتہ لے کر آجائیں نہیں تو اگر چاہیں تو ہم وہاں چلیں..... آپ کیا کہتے ہیں؟'' بالوں میں برش کرتے ہوئے قمرہ نے تفصیلی بات کی۔حسن نے اٹھ کر تکیے سے ٹیک لگائی۔

''اوکے' ہم چلتے ہیں۔''

''ٹھیک ہے آپ فریش ہوجائیں میں آپ کے لیے چائے بنا لوں پھر تیاری کرتی ہوں۔'' قمرہ نے کہا تو وہ سر ہلا کر واش روم کی طرف بڑھ گیا اور قمرہ کچن کی طرف آ گئی صاف ستھرا کچن تھا' ہفتے میں ایک بار ماسی آ کر گھر کی صفائی کر جاتی' کھانا پکا کر فریز کر دیتی تھی اور حسن ویسے بھی گھر میں کھانا کم ہی کھاتا تھا' چائے بھی باہر سے ہی زیادہ پی لیتا' مگر کچن میں چینی' پتی' خشک دودھ اور دیگر سامان رکھا تھا۔ جب تک حسن باتھ لے کر آیا قمرہ چائے لے لائی.....اور تیار ہونے لگی۔

''دیکھیں تو کیسی لگ رہی ہوں.....؟'' اس کے کہنے پر حسن نے اخبار سے نگاہ اٹھائی۔

''ارے یہ اتنی ڈارک لپ اسٹک لگائی ہے تم نے' کتنا شارپ اور چمکدار شیڈ ہے یہ۔'' وہ بے ساختہ بولا۔

''یہ..... یہ سوٹ کے ساتھ میچ کر رہا ہے ناں.....''

شاکنگ پنک اور بلو سوٹ کی طرف اشارہ کیا۔

''اف..... بہت تیز کلر ہے یار ہلکا کرو اسے۔'' وہ بیزاری سے بولا۔

قمرہ نے اس کے انداز پر حیرانی سے اسے دیکھا.....آج شادی کا دوسرا دن تھا دعوت ولیمہ ابھی باقی تھا' ایک رات کی دلہن اپنے میکے جاتی ہے تو ایسے ہی تیار ہوتی ہے.....!

''اچھا لائٹ کر لیتی ہوں۔'' وہ مری مری چال سے واپس بیڈروم کی طرف چلی گئی.....اور لپ اسٹک ہلکی کی۔

''ہنہ اب کچھ بہتر ہے۔'' حسن نے اچٹتی سی نگاہ ڈالی' وہ الجھ سی گئی۔

جیسے ہی گاڑی گھر کے دروازے پر رکی' ویسے ہی پڑوس سے احسن نے گیٹ سے سر نکالا۔

''کاشی' فروا جلدی سے آجاؤ آپی آ گئی۔'' اس نے پُر جوش انداز میں ایسے نعرہ لگایا کہ برآمدے میں بیٹھی زویا اور ارد گرد کے گھروں میں بھی واضح آواز پہنچی تھی تب ہی تو بچے باہر نکل آئے..... بچے دوڑ کر قمرہ کی طرف بھاگے اور آ کر اس سے لپٹ گئے۔ساتھ ہی زویا کے ساتھ عاتکہ اور فراز بھی آ گئے تھے۔بچوں کا یہ والہانہ انداز اور اس طرح سے اس کا استقبال..... یہ سب دیکھ کر حسن کو عجیب سا لگا.....وہ لوگ بیچ گلی میں کھڑے تھے اور بچوں نے شور مچا رکھا تھا.....اماں اور ابا جی کو دروازے میں دیکھ کر قمرہ بچوں کو چھوڑ کر ان کی جانب بڑھ گئی۔حسن کے چہرے کا تناؤ بتا رہا تھا کہ اسے یہ اچھا نہیں لگا تھا۔

اماں ابا سے مل کر قمرہ کی آنکھیں نم ہوگئیں.....کل تک یہ اس کا اپنا گھر تھا اور آج.....وہ یہاں مہمان بن کر آئی تھی' چند گھنٹوں بعد اسے لوٹ جانا تھا۔جاسم بھی تھا' حسن کو ابا جی اور جاسم نے بھرپور وقت دیا' خوشگوار ماحول

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

میں ناشتہ ہوا...... پھر احسن، کاشی اور فروا آگئے اور قمبرہ ان لوگوں کے ساتھ صحن میں آگئی جہاں کی فرمائش پر تھوڑے دیر کرکٹ بھی کھیلی...... حسن خاموشی سے سب کچھ دیکھ رہا تھا قمبرہ کو اندازہ نہ تھا کہ حسن کو یہ سب اچھا نہیں لگ رہا۔

ناشتے کے تھوڑی دیر بعد حسن نے اجازت چاہی' رات کو ولیمے کا چھوٹا سا فنکشن تھا...... گھر سے رخصت ہوتے وقت ایک بار پھر اس کا دل بھر آیا۔

''یہ کیا مچھلی بازار لگا ہوا تھا وہاں......؟'' گاڑی اسٹارٹ کرتے ہی حسن نے ونڈ اسکرین پر نگاہ جماتے ہوئے کہا۔

''جی کیا مطلب' میں سمجھی نہیں؟'' وہ کچھ نہ سمجھی تب ہی حیرانی سے الٹا سوال کیا۔

''مطلب یہ کہ ان بچوں نے مل کر گلی میں کیا تماشہ لگایا تھا کہ ہر شخص متوجہ ہو رہا تھا...... یہ کون سا طریقہ ہے خیر مقدم کرنے کا؟''

''اوہ......!'' قمبرہ نے ہونٹ سکیڑے...... ''وہ دراصل بچے مجھ سے بہت اٹیچ تھے ناں اس لیے اتنے ایکسائٹڈ ہو گئے تھے۔'' اس نے وضاحت دی۔

''وہ تو بچے تھے...... مگر تم...... تم...... تو بچی نہیں ہو ناں...... تمہیں اس بات کا اندازہ ہونا چاہیے کہ اس طرح شور ہنگامہ کرنا یوں بیچ گلی میں کھڑے ہو کر بچوں کو گلے لگانا یہ سب نہایت چیپ حرکت ہے...... اس کے بعد سب بڑوں کو چھوڑ کر ان کے ساتھ کرکٹ کھیلنا اچھلنا کودنا اور بھاگنا...... عجیب واہیات پن ہے...... بہرحال آئندہ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔'' اس نے نہایت سخت لہجے میں تنبیہہ کی اور قمبرہ انگلیوں کو مروڑتے ہوئے شرمندہ ہوتی رہی۔

''سنو......!'' گھر آ کر بھی حسن ان لمحوں کے حصار سے نہ نکلا تھا۔

''جی......'' وہ جاتے ہوئے پلٹی۔

''لڑکی کی شادی اٹھارہ برس میں ہو یا پینتیس برس میں...... شادی کے بعد خود اسے بدلنا پڑتا ہے' اچھل کود کھیل تماشے شادی کے بعد زیب نہیں دیتیں...... مجھے بہت برا لگتا ہے یہ سب...... اور حیرت تو اس بات کی ہے کہ اس بات کو وہاں کسی نے غلط محسوس بھی نہیں کیا......'' وہ مستقل بولتا رہا اور قمبرہ سر جھکائے اس کی باتوں کے کڑوے گھونٹ قطرہ قطرہ اپنے اندر اتارتی گئی۔

یہی بات تو ہمیشہ اماں سمجھایا کرتی تھیں کس طرح سے زندگی گزارنی ہے' کیا کرنا اور کیا نہیں کرنا؟ ایک دن' صرف ایک دن میں اسے یہ باور کروا دیا گیا تھا کہ اب...... اس کی زندگی پر اس کا کوئی حق نہیں رہا' اسے جینا ہے تو حسن کی مرضی اور اصولوں پر جینا ہوگا' اس کی سوچ تک پابند کر دی گئی تھی دل پر منوں بوجھ آ پڑا تھا' یہی وہ بات تھی جو وہ اپنے گھر میں سمجھ نہ پائی تھی' اس کی آنکھیں جھلکنے کو بے تاب تھیں وہ کمرے سے باہر آ گئی۔

رات کو ولیمے کی چھوٹی سی دعوت تھی۔

''مجھے پارلر کب جانا ہے......؟'' سہ پہر کو قمبرہ کو خیال آیا۔

''پارلر......؟'' اس نے حیرت سے دیکھا۔

''میرا مطلب ہے بیوٹی پارلر رات کی تیاری کے لیے۔'' قمبرہ نے وضاحت دی۔

''پارلر تو نہیں جانا......؟'' سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

''جی......؟'' قمبرہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔ ''آج ولیمہ تھا اور ولیمے کی دلہن بھی پارلر سے تیار ہوتی ہے۔''

''پارلر والیاں چہرے کو ایک دم بدل کر رکھ دیتی ہیں' اصل شناخت تو ختم ہو جاتی ہے' اللہ پاک نے جیسی بھی صورت دی ہے اس کا شکر ہے بے شک میک اپ اور بننا سنورنا عورت کا حق ہے لیکن...... خود کو بالکل بدل لینا اور سارے زمانے سے داد حاصل کرنا...... یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے...... مجھے مصنوعی چیزیں بالکل پسند نہیں' خاص طور پر چیختا' چنگھاڑتا میک اپ' چمکتا چہرہ اور بالوں کی آرائش' بہتر ہے کہ تم گھر پر ہی تیار ہو جاؤ۔''

''یا اللہ' عجیب منطق ہے اس شخص کی...... بھلا ولیمے کی دلہن گھر میں کیسے تیار ہو سکتی ہے۔'' وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔

"بھائی میری شادی ہوگی ناں تو آپ دیکھئے گا کہ کیسی تیاری کرتی ہوں...... کراچی کی ساری ماہر بیوٹیشنز کو بلواؤں گی ایسی غضب کی دلہن لگوں گی ناں میری شادی اور ولیمے کی ایسی تیاری ہوگی کہ زمانہ برسوں مثالیں دیا کرے گا۔" اس نے اتراتے ہوئے کہا تھا۔

"ہاں بھئی پتہ نہیں تم اپنی شادی میں کیا کیا کروگی تم سے یہی امید ہے۔" وسیمہ بیگم نے ٹکڑا لگایا تو وہ ان کے گلے لگ گئی۔

"جی اماں جی قمرہ ناصر حسین ہوں میں چاند ہوں چاند الگ تو لگوں گی ناں۔" ٹی وی کی زوردار آواز سے وہ حال میں واپس آ گئی۔

"جی اماں الگ تو لگوں گی ناں۔" آپ ہی آپ بڑبڑاتی وہ کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ ولیمے کی تقریب بھی ہوگئی قمرہ کے گھر والے اور کچھ دوستوں کی فیملیاں تھیں۔

"سنو......!" وہ رات کو کپڑے چینج کرکے آئی اور جیولری سمیٹ رہی تھی کہ حسن نے آواز دی۔

"جی۔" وہ قریب آ گئی۔

"بیٹھو۔" وہ بیڈ پر ٹک گئی۔

"تمہیں میری باتیں بری تو نہیں لگیں جو آج میں نے کہیں تھیں۔" لہجے میں نرمی تھی۔ "شاید میں زیادہ تلخ ہوگیا تھا اس لیے معذرت چاہتا ہوں...... لیکن میں صاف اور کھری بات کرنے کا عادی ہوں جو غلط سمجھتا ہوں نظر انداز نہیں کرتا کیونکہ تم میری زندگی کا اہم ترین حصہ ہو اس لیے میں کوئی ایسی بات برداشت نہیں کرسکتا جو میرے مزاج کے خلاف ہو اور غلط بھی ہو دراصل آج صبح گلی میں ہونے والی وہ حرکت شور شرابہ اور بے ہنگم سا تمہارا استقبال مجھے بالکل اچھا نہیں لگا...... اس لیے مجھ سے برداشت نہیں ہوا اور میں نے تنبیہہ کی۔" اس کے لہجے میں نرمی اور چہرے پر ندامت تھی۔

"نہیں...... نہیں حسن ایسی کوئی بات نہیں آپ نے کہہ دیا اچھا کیا کوشش کروں گی کہ آئندہ ایسا کچھ نہ ہو۔" سر جھکا کر دھیمے لہجے میں بولی تو حسن نے غور سے اسے دیکھا اس لمحے وہ اچھی لگ رہی تھی۔

"تھینکس مجھے تم سے یہی امید تھی۔" حسن نے اس کے ہاتھوں کو تھام کر کہا تو وہ مسکرادی بے جان اور پھیکی سی مسکراہٹ۔

کچھ دیر بعد حسن تو گہری نیند سوگیا...... لیکن قمرہ کی آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی۔ وہ مسلسل سوچوں کی زد میں تھی...... آنے والی زندگی کو لے کر کیسے کیسے خواب دیکھے تھے...... اسے لگا زندگی کے اس طویل سفر میں چلنا اس کے لیے سخت دشوار ہوگا...... وہ تو آزاد سوچ رکھنے والی...... تتلی جیسی لڑکی تھی...... جسے گہما گہمی اور ہنگامے پسند تھے...... کھل کر ہنسنے اور ہنس کر جینے کی عادت تھی اور سالوں کی عادت بچپن کی فطرت...... یوں لمحوں میں کیسے بدل سکتی تھی۔ اسے اماں کی شدت سے یاد آ رہی تھی مائیں امیر ہوں یا غریب پڑھی لکھی ہوں یا جاہل بیٹیوں کے نصیبوں سے ہمیشہ خوف زدہ رہتی ہیں کبھی کسی ماں کو بیٹی بری نہیں لگتی بیٹی کے نصیب سے خوف زدہ رہتی ہیں اگر ماؤں کا بس چلے تو اپنی خوشیاں اپنی راحت اپنا سکھ جہیز کے ساتھ رخصت کرتے وقت اس کے حنائی ہاتھوں میں تھمادیں۔ اپنی آنکھوں سے بہنے والے نمکین پانی میں بیٹی کی آنے والی زندگی کی ساری تلخیاں سارے دکھ میکے کی دہلیز پر بہا کر اسے دعاؤں کے ہالے میں وداع کریں لیکن...... مائیں خود مجبور ہوتی ہیں وہ دعاؤں کے ساتھ بیٹی کو نصیحتیں ضرور کرتی ہیں آنے والے دنوں کی اونچ نیچ اور مسائل کبھی پیار سے اور کبھی ڈانٹ کر سمجھاتی ضرور ہیں۔

"ہائے اماں آپ کتنی سچی تھیں ماؤں کو تو بیٹیوں کے بارے میں سب پتہ ہوتا ہے ناں آپ بھی مجھے یہی سمجھاتی تھیں لیکن میں سمجھ نہ پائی آدھی سے زیادہ رات یہ ہی سب سوچتے بیت گئی۔ آخر نیند کی دیوی نے اپنی آغوش میں پناہ دے دی۔ وہ رات بھر سوچ بچار کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچی تھی کہ اسے اچھی زندگی کے لیے خود کو بدلنا ہوگا۔

گزرتے وقت کے ساتھ اسے احساس ہوا کہ حسن ایک اصول پسند انسان ہے اس کی زندگی کے کچھ اصول وضوابط تھے۔ بنیادی طور پر وہ محبت کرنے والا خیال رکھنے والا تھا' اسے دکھاوا یا مصنوعی چیزیں سخت ناپسند تھیں' زندگی میں سکون' جمود اور ٹھہراؤ اسے پسند تھا' کبھی کبھی وہ قمرہ کو آدم بیزار بھی لگتا' نہ دوست نہ احباب نہ روابط' سسرال بھی بہت کم جاتا' اکثر قمرہ کو صبح آفس جاتے ہوئے چھوڑ جاتا' اور شام کو باہر سے ہی ہارن بجا کر بلوالیتا...... کبھی کبھی گھر کے اندر بھی چلا جاتا...... کبھی چائے پی کر اور کبھی ناصر صاحب کی زبردستی پر ڈنر کرنے کے لیے رک جاتا...... وہ ناصر حسین' وسیمہ بیگم کی بہت عزت کرتا تھا' نرم اور دھیمے لہجے میں بات کرتا' اس کی باتوں میں ان لوگوں کے لیے احترام ہوتا۔

قمرہ کی سالگرہ آنے والی تھی' قمرہ ہمیشہ سب کی سالگرہ کا زبردست اہتمام کرتی' اماں کے پرس سے پیسے نکال کر ان کے لیے سوٹ خرید کر لاتی اور خوب صورت پیکنگ کے ساتھ ان کو اپنی طرف سے گفٹ کرتی۔

''ارے واہ بھئی! یہ اچھا طریقہ ہے جیب بھی ہماری ہلکی ہو اور تحفہ بھی ہمیں ہی ملے۔'' ابا جی اسے پیار کرتے ہوئے مزاحیہ انداز میں کہتے۔

''تو اور کیا میرے خرچے کے پیسے بھی محترمہ نے نکال لیے تھے اور مجھے یہ سوٹ دیا تھا۔'' اماں پہنے ہوئے سوٹ کی طرف اشارہ کرتیں۔

''ارے بھئی میں کماتی تھوڑی ہوں...... دیکھنا شادی کے بعد آپ لوگوں کو اپنی طرف سے کتنے پیارے پیارے گفٹ دوں گی۔'' قمرہ اماں کی خفگی سے انجان بنی کیک سے انصاف کرتی رہتی۔

زویا نے گھر پر اس کی سالگرہ کا اہتمام کا پروگرام بنایا تھا۔ قمرہ نے باتوں باتوں میں حسن کے سامنے اپنی ڈیٹ آف برتھ کا ذکر کیا تھا۔ اسے امید تھی کہ حسن اسے ضرور وش کرے گا۔ حسب معمول حسن رات کے کھانے کے بعد اپنے آفس کا کام کررہا تھا۔ آج اس نے دن میں چھوٹا سا ماربل کیک بیک کرلیا تھا' کچھ دیر بعد بارہ بجنے والے تھے اور اس کی برتھ ڈے آنے والی تھی۔

''حسن......'' اس نے کمرے میں آ کر آواز دی۔

''ہنہ......'' حسن نے لیپ ٹاپ سے نظریں ہٹا کر اسے دیکھا۔

''میرا دل کررہا ہے آج آپ سے باتیں کروں۔'' اس نے خود سے ہی یاد دلانے کی کوشش کی۔

''اچھا' جناب' چلیں پھر کرتے ہیں باتیں۔'' خلاف توقع نہایت خوشگوار موڈ کے ساتھ اس نے لیپ ٹاپ بند کردیا۔ وہ بچوں کی طرح خوش ہوگئی۔

''یہاں آئیں ذرا لاؤنج میں......'' قمرہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا' وہ اٹھ کر اس کے ساتھ لاؤنج میں آ گیا' سامنے ٹیبل پر ٹرے میں کیک رکھا تھا...... حسن نے حیرت سے اسے دیکھا۔ تب ہی گھڑی نے بارہ بجائے اور قمرہ کا موبائل بجا...... وہ روم کی جانب بھاگی اور حسن وہیں کھڑا رہا' تھوڑی دیر بعد وہ لوٹ آئی۔

''کس کی کال تھی اس وقت خیریت تو ہے؟'' حسن نے پوچھا۔

''آپی' مجھے برتھ ڈے وش کررہی تھیں۔ میری برتھ ڈے اسٹارٹ ہوچکی ہے۔'' اس نے کہا۔

''اوہ ہپ'' حسن نے ہونٹوں کو سکیڑا ''تب ہی یہ اہتمام ہے۔'' کیک کی جانب اشارہ کیا' چہرہ کسی قسم کے جذبات سے عاری تھا۔

''وش نہیں کریں گے مجھے۔'' قمرہ کے لہجے میں ہلکا سا شکوہ تھا۔

''ہیپی برتھ ڈے۔''

''میں تو سمجھی تھی آپ کو پتہ ہوگا...... میں نے بتایا تھا ناں آپ کو۔''

''آئی ایم سوری...... کیونکہ مجھے یہ ساری باتیں بے معنی اور غیر ضروری لگتی ہیں...... کیا یہ اچھی بات ہے کہ آپ اپنی زندگی کا ایک سال کم ہوجانے پر خوشیاں منائیں......'' وہ کیک کاٹتے ہوئے چونکی۔

"مجھے یہ ساری باتیں اچھی نہیں لگتیں..... اپنی پیدائش کے دن کو آپ اللہ کے سامنے شکر گزار ہو کر سلیبریٹ کریں....." کیک کی پلیٹ قمرہ کے ہاتھوں میں لرز گئی۔ کس خوب صورتی سے حسن اس کی چھوٹی سی خوشی کو مٹی میں ملا رہا تھا۔ اس خاص اور اہم دن کو فضول، بے معنی اور غیر ضروری کہہ کر اس کے جذبات کی توہین کر رہا تھا۔

"اب جاؤں....." کیک کی خالی پلیٹ ٹیبل پر رکھ کر حسن نے پوچھا تو وہ خیالات سے چونکی۔

"جی جی....." لہجہ بے جان تھا۔ یہ..... سسرال کی پہلی سالگرہ تھی اس کی..... جس پر خود ہی وہ اپنی نظر میں شرمندہ ہو رہی تھی۔ موبائل تھا کہ مسلسل بج رہا تھا..... بچوں کے میسج آرہے تھے۔ اس نے موبائل سائیلنٹ پر لگا دیا تھا..... حسن کا رویہ اس کے لیے بہت تکلیف دہ تھا۔ زویا نے تو کل گھر پر پارٹی رکھی تھی۔ اسے اور حسن کو بلوایا تھا..... وہ سوچنے لگی۔ دوسرے دن صبح اٹھ کر ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو کر وہ میکے آ گئی۔

"ارے بھئی تم نے تو شام میں آنا تھا' اتنا سب کچھ ارینج کرنا تھا ہم نے۔" زویا نے اسے گلے سے لگا کر کہا..... اس کا چہرہ بجھا ہوا تھا۔ اماں بھی آواز سن کر کمرے سے آ گئیں۔

"ارے میری بچی آئی ہے..... اس وقت؟" انہوں نے دوڑ کر اسے سینے سے لگا لیا۔

"اماں..... اماں....." اماں کے سینے سے لگ کر اس کی برداشت ختم ہو گئی اور وہ ان کی بانہوں میں بکھر گئی۔

"ارے ارے کیا ہوا؟ اللہ رحم کرے..... سب ٹھیک ہے ناں..... حسن میاں کیسے ہیں' کہیں لڑ کر تو نہیں آئی.....؟" اماں نے بری طرح گھبرا کر بے شمار سوالات کر ڈالے۔ زویا الگ پریشان تھی۔

"قمرہ پلیز بتاؤ تو سہی ہوا کیا ہے؟" وہ تڑپ کر آگے بڑھی اسے پکڑ کر کرسی پر بٹھایا' پانی کا گلاس دیا اور پوچھا۔

"اب بتاؤ کیا ہوا ہے؟"

"اماں آپ ٹھیک کہتی تھیں آپی کسی اہتمام کی ضرورت نہیں..... حسن کو یہ سب بالکل پسند نہیں۔" حواس بحال ہوئے تو وہ بولی اس نے گزشتہ چند ماہ میں حسن کی کہی ہوئی ساری باتیں بتا دیں۔ اماں بھی غمزدہ ہو گئیں ایسے میں زویا نے آگے بڑھ کر انہیں سنبھالا۔

"بعض لوگوں کی فطرت ہوتی ہے' سوبر ہوتے ہیں ایسی چیزوں اور بے جا باتوں کو پسند نہیں کرتے' ہر انسان کی اپنی فطرت ہے' یہ کوئی ایسی بات نہیں کہ اس پر یوں ہنگامہ کیا جائے' ٹھیک ہے حسن کو پسند نہیں تو نہیں کرتے پارٹی..... اس میں سوگ منانے والی کون سی بات ہے' چلو اٹھو منہ ہاتھ دھوؤ اور جو ٹائم یہاں گزارنے آئی ہو خوشی خوشی گزارو۔" زویا کو خود بھی یہ بات بہت بری لگی تھی اس نے اور عاتکہ بھابی نے بھی قمرہ کے لیے خوب صورت گفٹ خرید کر رکھا تھا۔ بچے ایکسائیٹڈ تھے' اباجی آج دفتر سے جلدی آنے والے تھے..... سب لوگوں کو بھی یہ سن کر برا لگنا تھا' مگر زویا نے بات کو سنبھالنے اور ماحول کو بدلنے کے لیے عقل مندی سے کام لیا' ہر سال تو قمرہ خوب ہلہ گلہ کرتی اور بچوں کو شام کو گھمانے بھی لے جاتی تھی۔

آج وسیمہ بیگم کا دل بہت اداس تھا' قمرہ کو دیکھ دیکھ کر ان کی آنکھیں بھیگ جاتیں' ان کی پارہ صفت بیٹی کتنی سوبر اور سنجیدہ لگ رہی تھی۔ جیسے کسی رنگین چڑیا کے پر کاٹ دیئے گئے ہوں' قمرہ کی چپ کو انہوں نے دل پر لے لیا تھا' حالانکہ زویا لاکھ سمجھاتی' مثالیں دیتی' مثبت پہلو اجاگر کرتی لیکن وہ ماں تھیں بیٹی کی طرف سے منفی خیالات ہی ذہن میں آتے۔ قمرہ کی کوشش ہوتی کہ مکمل طور پر خود کو حسن کی پسند کے مطابق ڈھال لے' اس کے شوخ رنگوں کے کپڑے الماری کی پچھلی تہوں میں محفوظ ہو گئے ڈھیر سارا میک اپ کے سامان' تیز لپ اسٹک اور چمکتے بلش آن دراز میں قید ہو کر رہ گئے اس کی چال اور لہجہ دھیما نرم اور ہو گیا' اس کی باتوں میں سنجیدگی آتی چلی گئی تھی۔

☾.....□.....☾

رمضان المبارک کا مہینہ آنے والا تھا' قمرہ کے گھر میں تو رمضان المبارک اور عید بقر عید کا بہت اہتمام ہوتا تھا'

رمضان المبارک کے آنے سے پہلے ضروری سامان کی لسٹ بنالی جاتی' پھر ایک دن اماں' زویا اور وہ مل کر بازار جاتے اور ڈھیر سارا سامان لے آتے' جس میں بیسن' چنے' مصالحہ جات اور دیگر سامان ہوتا' چاٹ مصالحے سے لے کر ساس' کیچپ اور چٹنیاں گھر میں تیار ہوتیں' کباب' کٹلس اور فریز ہونے والی اشیاء تیار کرکے رکھ دی جاتیں تاکہ ہر کام میں آسانی ہو اور عبادت زیادہ کی جاسکے' قمرہ نے ضروری چیزوں کی لسٹ بنالی تھی۔ حسن آفس سے آیا تو قمرہ نے پوچھا کہ بازار کب چلنا ہے؟

''کیوں؟'' حسن نے اسے بغور دیکھا۔

''رمضان کے حوالے سے سامان لینا ہے میں نے لسٹ بنالی ہے۔'' اس نے وضاحت دی۔

''تو..... تمہارے جانے کی کیا ضرورت ہے میں لے آؤں گا۔'' حسن نے چائے کا کپ اس کے ہاتھوں سے لیتے ہوئے کہا۔

''وہ دراصل میں چاہ رہی تھی اپنی مرضی سے دیکھ کر چیزیں خریدوں۔'' قمرہ نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''لسٹ بنا کردے دینا مجھے' میں لیتا آؤں گا۔ مجھے خواتین کا یوں مارکیٹ میں کھڑے ہوکر چیزوں دیکھنا اور بحث کرنا بالکل اچھا نہیں لگتا..... بھانت بھانت کے لوگ آتے ہیں' شور شرابہ اور عجیب طوفان مچا ہوا ہوتا ہے' ایسے دنوں میں دکانوں پر۔'' عجیب آدمی ہے' عجیب منطق ہے اس کی' وہ جل کر سوچنے لگی۔

''اٹھا کر لے آئیں گے ہمیشہ کی طرح الٹی سیدھی چیزیں۔'' وہ کچن میں کام کرتے ہوئے مسلسل الجھتی رہی تھی۔

☾.....□.....☾
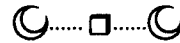
دن پہ دن گزرتے گئے' بہت سے تہوار آئے اور چلے گئے' عید' بقرعید آئی چلی گئیں' وہ عید اور بقرعید پر صرف ایک ایک بار مارکیٹ جاتی اور ساری چیزیں خرید لیتی..... اس میں بھی حسن اتنی ہڑبونگ مچاتا کہ جو ملتا خرید لیتی' اپنی پسند' اپنی مرضی اور اپنی چوائس تو جیسے اس کی زندگی سے نکل ہی گئی تھی۔ گزرتے ماہ وسالوں میں اس کی زندگی بالکل بدل کر رہ گئی تھی' وہ اس روبوٹ کی مانند تھی جس کا ریموٹ حسن کے ہاتھ میں تھا' گزرتے سالوں نے اسے بہت کچھ دیا تو بہت کچھ چھین بھی لیا تھا' سب سے پہلے تو اس کی مرضی' اس کی شخصیت کے ہر پہلو کو اس سے چھین کر صرف سر جھکانے کا عادی بنادیا تھا' وہیں پر اباجی اور اماں کا سایہ بھی چھین لیا تھا' زویا اپنے شوہر اور دو عدد بیٹوں کے ساتھ دبئی سیٹل ہوگئی تھی۔ اباجی' اماں جی کے گھر کو تالا لگادیا گیا تھا' اس کے آنگن میں خوش بخت کی شکل میں ننھی پری آگئی تھی۔ تہوار آتے جاتے رہے' عید' بقرعید' نیا سال' جشن آزادی' برتھ ڈے' سارے اہم دن یونہی گزر جاتے' نہ اب وہ جوش رہا تھا نہ شوق' نہ جذبے..... سب کچھ منجمد ہوکر رہ گیا تھا۔ حتیٰ کہ خوشی کی سالگرہ بھی عام دنوں کی طرح گزر جاتی' پچھلے سال سے خوشی اسکول جارہی تھی' بچوں کی دیکھا دیکھی وہ بھی سالگرہ کے حوالے سے ضد کرتی اس نے خاموشی سے دوسرے والدین کی طرح اسکول میں خوشی کی برتھ ڈے والے دن کیک لے جا کر دے دیا تھا اور خوشی خوش ہوگئی تھی۔ اماں اور ابا کی برسی کا دن آتا تو وہ قرآن پاک پڑھ کر بخش دیتی' ماسی کو کپڑوں کے جوڑے دے دیتی' لیکن اس بات کا حسن کو پتہ بھی نہ چلتا' زویا اماں ابا کے انتقال کے بعد دبئی گئی تھی اور دو سال بعد ابھی کچھ دن پہلے آئی تو پھر سے اماں کا گھر آباد ہوگیا تھا' قمرہ بھی چلی گئی تھی' دونوں بہنوں نے مل کر پرانی یادیں تازہ کیں خوب آنسو بہائے' گھر کے کونے کونے سے اماں ابا کی یادیں وابستہ تھیں..... اماں ابا کا کمرہ' برآمدے میں پڑا تخت جس پر بیٹھ کر اماں سبزی بناتی تھیں' نماز پڑھتی تھیں' تخت کے سامنے رکھی کرسی جس پر بیٹھ کر اباجی چائے پیتے اور اخبار پڑھتے تھے' ان دونوں کی جائے نماز' تخت' بیڈ' سب کچھ آج بھی اسی طرح موجود تھا' دن یونہی گزرتے رہے۔

موسم بدلا سردی نے اپنی آمد کا اعلان کردیا۔ دسمبر کا مہینہ' ہمیشہ سے قمرہ کو اچھا لگتا تھا' گرم مونگ پھلیاں کھانا' اماں کے ہاتھ کی گڑ والی چائے' زویا کے ہاتھ کی بنی

ہوئی اسٹرانگ کافی اور اباجی کا لایا ہوا چکن کارن سوپ اس کی کمزوری تھا۔ سب سے اچھا تو اسے نئے سال کی آمد کی تیاری کرنا لگتا تھا۔ مگر اب تو ہر دسمبر بوجھل اور اداس لگتا' پہلے وہ بہت ہنستی تھی جب دسمبر کے بارے میں کہیں اداس شاعری پڑھتی تو کہتی کہ لگتا ہے سارے شاعر حضرات کو ان کے محبوب نے دسمبر میں ہی دھوکا دیا ہے تب ہی ہر کوئی دسمبر کو کوستا رہتا ہے۔ بتاؤ تو دسمبر بیچارے نے کیا بگاڑا ہے کسی کا اور اب اسے لگتا واقعی دسمبر کتنا اداس ہوتا ہے اپنے اندر کتنی اداسیاں لے کر آتا ہے' ہر چیز اداس اور بیزار لگنے لگتی ہے۔

دسمبر جب بھی آتا ہے
بارش کی بوندوں سے
میرے کمرے کی کھڑکی کے
شیشے سارے بھیگ جاتے ہیں
میرے آنگن کے پودوں پر
اداسی سی اترتی ہے
جہاں تک دیکھتی ہوں میں
کبھی یخ بستہ راتوں میں
اکیلی جب میں ہوتی ہوں
میرے بستر کی سلوٹیں
اچانک بڑھنے لگتی ہیں
کبھی تم نے جو بھیجے تھے
وہ تحفے' پھول اور خط
میرے ٹیبل پہ جو رکھے ہیں
وہ سارے بھیگ جاتے ہیں
وہ بچپن یاد آتا ہے
وہ یادیں توڑ دیتی ہیں
میرے آنگن کی وہ خوشبو
مجھے جب یاد آتی ہے
وہ یاد کے لمحے
بیتی یاد کے منظر وہ سارے بھیگ جاتے ہیں
مجھے "تم" یاد آتے ہو!
میرا تکیہ!
میرا..... آنچل!
میری پلکوں کے کنارے!
بھیگ جاتے ہیں......!!

(شاعرہ: نزہت جبیں ضیاء)

آج وہ بہت زیادہ اداس تھی...... دن میں خوشی کی بات نے اسے پریشان کر دیا تھا۔ لنچ کے بعد وہ روم میں آئی تو پیچھے سے خوشی بھی آ گئی۔

"مما ایک بات پوچھوں......؟" چار سالہ خوشی نے قریب آ کر اس کے ہاتھ تھام کر کہا۔

"جی بیٹا ضرور پوچھو۔" قمرہ نے اسے گود میں اٹھا کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"مما...... ہم لوگ نیو ایئر کیوں نہیں مناتے؟ میری ساری فرینڈز کے مما اور پاپا تو مناتے ہیں۔" یہی وہ لمحہ تھا جس کے لیے قمرہ ہمیشہ سے ڈرتی تھی۔ خوشی اب بڑی ہو رہی تھی اپنے اردگرد خصوصاً اسکول کی بچیوں اور ٹیچرز سے اس عمر کے بچے بہت اٹیچ ہوتے ہیں اور ان کی ایک ایک بات کو نوٹ کرتے ہیں' خوشی بھی عمر کے اس حصے میں تھی۔

"بیٹا یوں شور شرابہ کرنا' ہنگامہ کرنا اچھی بات تھوڑی ہوتی ہے' نئے سال پر تو ہمیں اللہ پاک کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اچھی اچھی دعائیں مانگنی چاہئیں' سلامتی کی بھلائی کی۔" قمرہ نے اپنے طور اسے سمجھانا چاہا۔

"یہ کیا بات ہوئی مما...... شکر تو ہم روز ادا کرتے ہیں ناں' نماز پڑھ کر...... شکر کے ساتھ ساتھ تھوڑا انجوائے بھی کرنا چاہیے۔ مجھے اچھا لگتا ہے مما' ٹھیک ہے میں پاپا سے کہوں گی۔"

"ارے...... نہیں نہیں۔" قمرہ جلدی سے بولی۔ "پاپا سے کچھ مت کہنا' دیکھو ناں پاپا بیچارے کتنی محنت کرتے ہیں کام کر کے تھک جاتے ہیں' ان کو سونے کا ٹائم بھی کم ملتا ہے' تب ہی تو ہمیں اتنی ساری چیزیں ملتی ہیں' بجائے یہ کہ ہم فالتو چیزوں میں پیسے ضائع کریں ہم کسی غریب کی

ہیلپ کر سکتے ہیں۔" قمرہ کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کن لفظوں میں خوشی کو سمجھائے' مطمئن کرے۔

"مما آپ ہمیشہ یہی کہتی ہیں' مجھے پاپا سے کچھ بھی کہنے سے منع کردیتی ہیں۔ پاپا اچھے ہیں آپ گندی ہو۔" خوشی کی بات پر قمرہ کا دماغ گھوم گیا۔ وہ بچی تھی..... بات سمجھانا کتنا مشکل تھا..... وہ بات سمجھ نہیں پارہی تھی اور قمرہ اسے مطمئن نہیں کرپارہی تھی۔ خوشی اسکول جانے لگی تھی اب اسے اپنے آس پاس' ہونے والے چھوٹے چھوٹے واقعات اٹریکٹ کرنے لگے تھے۔

حسن فائل پھیلائے انہماک سے کام کررہا تھا۔

"یار حسن میں گھر جارہا ہوں۔" کولیگ عمر کی آواز پر اس نے سر اٹھایا۔

"کیوں خیریت تو ہے.....؟ ابھی چھٹی میں کافی ٹائم باقی ہے۔" اپنی گھڑی پر نظر ڈال کر حسن نے حیرانی سے سوال کیا۔

"ہاں یار سب خیر ہے بس تمہاری بھابی اور بچوں کو آج آؤٹنگ پر لے جانا ہے اور نیو ایئر کی تیاری کرنی ہے۔ گزشتہ دس سال سے ہمارا یہی معمول ہے۔"

"ارے یار اتنا سارا کام پڑا ہے اور تمہیں تفریح سوجھ رہی ہے۔" نہ چاہتے ہوئے بھی حسن کا لہجہ تھوڑا تلخ ہوگیا۔

"یار' کام تو ساری زندگی چلتے رہتے ہیں' سارا سال کام ہوتا ہے' یہ چھوٹی چھوٹی خوشیاں سلیبریٹ کرنے سے بچوں کو کتنی خوشی ملتی ہے' یہی باتیں تو ہمارے بچے یاد رکھیں گے۔" وہ کہہ کر چلا گیا اور حسن سر جھٹک کر رہ گیا۔

"عجیب پاگل سوچ ہے..... اعلیٰ تعلیم' بہترین تربیت اور بچوں کو اچھی زندگی دینا ہی ان کے مستقبل میں کام آئے گا....." وہ بڑبڑایا۔ ابھی کافی کام پڑا تھا اور دیکھا تو ایک فائل بھی مسنگ تھی' وہ فائل تو گھر پر تھی' گھڑی پر نظر ڈالی دو بجنے والے تھے ابھی تک حسن نے لنچ بھی نہیں کیا تھا' اس نے سوچا گھر جاکر لنچ بھی کرلوں گا اور فائل بھی لے آؤں گا۔ یہی سوچ کر وہ اٹھا' گاڑی کی چابی میز پر سے اٹھائی اور باہر آگیا..... سڑکوں پر کافی رونق تھی' دکانوں میں نیو ایئر کے حوالے سے کارڈ اور گفٹس کی بھرمار تھی۔

وہ جس وقت گاڑی سے اترا عین اسی وقت ماسی کام کرکے گھر سے نکلی۔ وہ کھلے دروازے سے اندر آگیا۔ کمرے سے آتی آواز نے اس کے قدم دروازے کے باہر جکڑ لیے..... وہ خاموشی سے خوشی اور قمرہ کی باتیں سننے لگا..... ایک لمحے کے لیے وہ چکرا گیا اور دوسرے لمحے الٹے قدموں سے واپس باہر کی جانب نکل گیا' بیٹی کا ایک جملہ اس کی سماعتوں میں گونج رہا تھا۔

"پاپا اچھے ہیں آپ گندی ہو.....؟ آپ مجھے ان سے بات نہیں کرنے دیتیں۔" وہ بھی اسی دنیا میں رہنے والی عام سی بچی تھی۔ جہاں آج کل کے دور میں ان چیزوں کو بہت اہمیت دی جاتی ہے اور قمرہ اسے جس طرح سے ہینڈل کررہی تھی وہ خاصا مشکل کام تھا' حسن کی طرف سے کوئی برائی نہ آئے اس لیے خود کو برا ثابت کررہی تھی' آج خوشی تھی کل کو دوسرے بچے کی آمد آمد تھی..... وہ کب تلک بچوں کو ایسی چھوٹی چھوٹی خوشیوں سے روکنے کے لیے حیلے بہانے کرتی رہے گی؟ وہ معصوم بچی حقیقت جان لے کہ اس کا باپ ان چیزوں کے خلاف ہے تو..... وہ کل کو ماں کے ساتھ باپ کو بھی غلط سمجھنے لگے گی..... اگر ماں باپ ہی بچوں کی چھوٹی چھوٹی خوشیوں کا خیال نہ رکھیں گے تو بچے یقیناً باہر ایسی خوشیاں تلاش کریں گے..... احساس محرومی کا شکار ہوسکتے ہیں..... اور..... خدانخواستہ کوئی الٹا سیدھا قدم اٹھا سکتے ہیں..... وہ لمحوں میں صدیوں کا سفر طے کرچکا تھا' واپس لوٹا تو دل و دماغ میں عجیب سی کشمکش جاری تھی' آفس جاکر بھی اس کا دل نہیں لگا' سچ ہے کہ اولاد کا دکھ جاننا' اولاد کی خواہشات اور اولاد کی ضرورتوں کا خیال ماں باپ کا فرض ہے تو کیا..... وہ اپنی اولاد کے ساتھ انصاف کررہا ہے.....؟ بے چینی اور بیقراری عروج پر تھی۔ اپنے ہی سوالوں پر وہ لاجواب تھا..... آج ساری دلیلیں' ساری مثالیں اور اصول دم توڑ رہے تھے..... آج صرف دل میں معصوم بچی کی باتیں گردش کررہی تھیں..... اس نے اپنی شادی شدہ پانچ سالہ

زندگی پر نظر ڈالی' عید' بقرعید' جشن آزادی' نیو ایئر اور کتنی سالگرہ آئی تھیں مگر...... سوائے عید' بقرعید کے موقع پر دو بازاروں کے چکر لگانے کے اور اس نے قمبرہ کی کوئی مرضی نہ چلنے دی تھی' بے شک اس نے قمبرہ کی زندگی میں کسی چیز کی کمی نہ رہنے دی ہر چیز کا وقت سے پہلے خیال رکھا' گرمیوں کے آنے سے پہلے لان کے جوڑے' سردیوں کی آمد سے پہلے لینن کے سوٹس' کھانا' پینا' ہر آسائش مگر اس نے قمبرہ کو مکمل طور پر بدل ڈالا تھا۔ پارہ صفت' چلبلی سی لڑکی کو دوسرے دن ہی سوبر اور سنجیدگی میں ڈھل جانے کا لیکچر مل گیا تھا' اس نے اپنی خواہشات کا گلہ گھونٹ دیا...... ملنا ملانا ختم کردیا...... کتنا مشکل ہوا ہوگا اسے یکسر بدل جانا...... کتنی اذیت سے گزری ہوگی وہ لڑکی...... اپنے آپ کو کتنا مارا ہوگا اس نے تب کہیں جاکر اس مقام تک آئی ہوگی...... اور میں...... اپنی فطرت کے آگے...... اپنے اصولوں کے سامنے...... کبھی بھی اس اذیت کو محسوس نہ کرسکا...... بظاہر محبت کرتا رہا لیکن' اس کے اندر جھانک کر نہیں دیکھ سکا۔

''یااللہ......'' حسن نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا' یونہی سوچتے ہوئے شام ہوگئی تھی' بے چینیاں حد سے بڑھنے لگیں' تو وہ مارکیٹ آ گیا۔

شاپنگ سینٹر سے واپسی پر ایکسیڈنٹ کیس دیکھا کوئی اور وقت ہوتا تو شاید وہ سائڈ سے گاڑی نکال لیتا لیکن آج...... سوچوں کا نیا دور وا ہوا تھا...... وہ گاڑی سے اتر آیا بائیک والا مار کر چلا گیا تھا ایک بوڑھا غبارے فروخت کرنے والا روڈ پر بیٹھا تھا' اس کے ساتھ ایک چھوٹا سا بچہ بھی تھا۔ بوڑھے کے پیر پر چوٹ لگی تھی اور خون بہہ رہا تھا۔ وہ بڑے میاں اور بچے کو گاڑی میں بٹھا کر ہسپتال لے گیا' مرہم پٹی کروائی۔

''بابو جی غبارے لے لو...... تھوڑے سے باقی رہ گئے ہیں......'' بچے نے عاجزی سے کہا تو اس نے سارے غبارے خرید لیے قریب ہی کچی بستی میں ان کی رہائش تھی دونوں کو وہاں چھوڑ کر نکلا تو رات کے دس بج چکے تھے۔ آج اس نے راستے میں موجود ایک ایک چیز کا بغور جائزہ لیا تھا' اسے دنیا الگ لگ رہی تھی' دراصل اس کی سوچ کی تبدیلی نے ماحول کو تبدیل کردیا تھا' دنیا تو ہمیشہ سے ایسی ہی تھی۔ اسے ندامت محسوس ہو رہی تھی' رنگوں' روشنیوں اور لوگوں کی گہما گہمی کو محسوس کرتا رہا' ہنستے بستے چہرے' تفریح کرتے لوگ' خوش باش فیملیاں اچھلتے کودتے بچے' اپنے آپ میں مگن تھے' سرد موسم نے بھی ان پر کوئی اثر نہیں کیا تھا۔ کیونکہ اندر سے خوش تھے۔ جوش اور جذبہ تھا' نئے سال کی تیاریاں تھیں' وہ گیارہ بجے کے بعد گھر میں داخل ہوا' خوشی سوچکی تھی' قمبرہ اس کی منتظر تھی۔

''کھانا لگادوں......؟'' قمبرہ نے پوچھا۔

''تم نے کھالیا؟'' حسن نے پوچھا۔

''نہیں میں کہاں کھاتی ہوں آپ کے بغیر۔'' لہجے میں شکایت تھی۔

''او کے ابھی ٹھہر کے لگانا۔ ادھر آؤ۔'' حسن نے اسے بلایا وہ سامنے آ کر بیٹھ گئی' دل ویسے ہی آج اداس تھا۔

''قمبرہ ایک بات سچ سچ بتاؤ تم اپنی زندگی سے مطمئن ہو......؟''

''ارے یہ کیسا سوال کررہے ہیں آپ؟ الحمدللہ میں خوش ہوں۔'' حسن کے بے تکے سوال پر وہ گڑبڑائی اور جلدی سے بولی۔

''ادھر دیکھو میری طرف۔'' حسن نے اس کے گال چھوئے۔

''جی......'' قمبرہ نے پلکیں اوپر اٹھائیں۔

''آئی ایم سوری قمبرہ...... شاید...... شاید...... میں اچھا شوہر اور اچھا باپ نہیں بن سکا۔'' اس کا لہجہ ٹوٹا ہوا تھا۔

''کیا ہوگیا ہے حسن...... پلیز اگر مجھ سے کوئی شکایت ہے تو صاف کہہ دیں...... میں نے کچھ غلط کیا ہے؟'' قمبرہ کو اس کی باتوں سے خوف آ رہا تھا۔

''نہیں میری جان تم نے تو کبھی شکایت کا موقع ہی نہیں دیا۔ میرے سخت اصولوں پر میرے ضابطوں پر آنکھ بند کرکے عمل کیا اور اب...... اب میری بیٹی کو بھی

انہی اصولوں پر چلا رہی ہو..... قمرہ میں نے اپنی فطرت کے آگے کچھ سوچا ہی نہیں اور انجانے میں غلطی کرتا رہا..... مجھے اندازہ ہی نہیں ہوا کہ میں تمہارے ساتھ ساتھ اپنی اولاد کے ساتھ بھی انجانے میں زیادتی کررہا ہوں' آج..... دن میں جب ماسی گھر سے جارہی تھی تب میں آفس کے کام سے گھر آیا تھا اور تمہاری اور خوشی کی باتیں سن لی تھیں..... تب مجھے احساس ہوا کہ میرے اصولوں پر چلتے ہوئے تم خود کو تو مٹا چکی ہو..... لیکن..... بیٹی کو سمجھانے کے لیے تمہیں کتنی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے..... تم کس طرح سے خوشی کو ہینڈل کرتی ہو..... اپنے گھر کو بچانے اور میرے اصولوں پر چلتے ہوئے تم کتنا تھک جاتی ہوگی قمرہ..... مجھے آج اس بات کا احساس ہوگیا ہے..... لیکن آج کے بعد میں اپنے آپ کو بدلنے کی کوشش کروں گا..... اس زندگی کو تمہارے اور اپنے بچوں کے ساتھ بھرپور طریقے سے انجوائے کرنے کا وعدہ کرتا ہوں..... آج اس بات کا عزم کرتا ہوں کہ ہم ان شاءاللہ آئندہ زندگی میں اپنی اولاد کو کسی محرومی کا شکار نہیں ہونے دیں گے۔" وہ بول رہا تھا اور قمرہ آنکھیں پھاڑے حیرت اور خوشی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ حسن نے آگے بڑھ کر اسے گلے سے لگالیا۔ ساری تھکن' ساری کوفت' ساری تلخیاں' آنسوؤں کی شکل میں قمرہ کی آنکھوں سے بہہ گئیں۔

"پلیز آنسو بہا کر مجھے مزید شرمندہ مت کرو۔" قمرہ نے بھیگی پلکیں اٹھا کر حسن کو دیکھا..... پانچ سال میں آج پہلی بار اس کے چہرے پر سکون' اطمینان نظر آیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں اعتماد' بھروسہ تھا۔ "اب چلو جلدی سے اٹھو شاپرز سے سامان نکالو آج میں تم لوگوں کے لیے ڈھیر سارے تحائف نیو ایئر کی خوشی میں لایا ہوں' ساتھ میں غبارے اور سجاوٹ کا سامان بھی ہے اور ہاں کیک اور کچھ کھانے پینے کی چیزیں بھی ہیں۔ جلدی سے خوشی کو جگاؤ' ہم سب مل کر اس خوشی کو آج بھرپور طریقے سے منائیں گے کہ گزشتہ ساری تلخیاں ختم ہوجائیں گی۔" قمرہ سامنے دیکھنے لگی اور حسن خوشی کو جگانے لگا۔

تھوڑی دیر بعد جیسے ہی گھڑی نے بارہ بجائے سارا محلہ آتش بازی کے شور سے گونج اٹھا' ٹی وی پر نئے سال کی آمد پر امن' سلامتی اور خوشیوں کے لیے دعائیں مانگی جارہی تھیں' ساری سوسائٹی جگمگ جگمگ کررہی تھی' مسٹر اور مسز غازی بچوں کے ساتھ دیئے جلا رہے تھے' وسیم انکل کے پوتے پوتیاں پھلجھڑیاں جلا رہے تھے..... وسیم انکل کے برابر کے گھر میں نوجوان پارٹی میوزک پر بھنگڑا ڈال رہی تھی۔ مسز رابرٹ کیک کاٹ رہی تھیں..... یہ ہنگامے تو کئی سالوں سے ہورہے تھے مگر آج..... قمرہ کے ساتھ ساتھ حسن کو بھی یہ سب کچھ بھلا لگ رہا تھا۔ وہ بھی خوشی کے ساتھ غبارے پھاڑ رہا تھا..... خوشی کے چہرے پر چمکتی انوکھی سی خوشی دیکھ کر حسن کی آنکھیں نم ہوگئی تھیں وہ آج کتنی خوش تھی اتنی سردی کے باوجود وہ کتنی فریش لگ رہی تھی..... قمرہ غور سے حسن اور خوشی کو مستی کرتا دیکھ رہی تھی۔

"اماں..... ابا جی دیکھیں آج آپ کا چھوٹا چاند بڑا اور مکمل ہوگیا ہے..... آج چاند نہیں چاندنی بن کر اپنے چاند اور ستارے کے ساتھ زندگی کو انجوائے کررہی ہوں....." خوشی کے ان لحات میں ایک لمحے کے لیے اماں ابا کی یاد آگئی..... حسن جو خاموشی سے قمرہ کے چہرے کو دیکھ رہا تھا' وہ دو قدم آگے آیا اور اس کی پلکوں پہ چمکتے موتیوں کو اپنے پوروں پر چن لیا۔

شب ہجر کی پہلی بارش

نازیہ کنول نازی

دل اس قدر اداس بھی پہلے کبھی نہ تھا
غم میرا اک رفیق تو تھا، زندگی نہ تھا
بکھری ہوئی تھی شہر میں چہروں کی بازگشت
جس شخص کی تلاش تھی، بس اک وہی نہ تھا

گزشتہ قسط کا خلاصہ

زاویار لندن سے واپس آتا ہے تو عائلہ اسے مریہ کی خراب طبیعت کا بتاتی ہے' زاویار فوری ہسپتال پہنچ جاتا ہے۔ دوسری طرف ہوزان مذہب اسلام قبول کرنے کے بعد عمر عباس کی محبت میں گرفتار ہوجاتی ہے' عمر عباس کے دل کو مریہ رحمان کی سچی محبت نے جکڑا ہوا ہوتا ہے۔ اس لیے وہ کسی اور کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ ہوزان عمر عباس کو ہسپتال جانے سے منع کرتی ہے مگر عمر عباس مریہ کی طبیعت کا سوچ کر چلا جاتا ہے۔ پریہان ایلی کو ساویز کے حوالے سے بتاتی ہے وہ اپنے گزشتہ رویہ پر شرمندہ ہونے کے ساتھ معافی کا طلب گار ہوتا ہے اور دوبارہ پریہان کی زندگی میں شامل ہونا چاہتا تھا' اپنی بات کرتے پریہان ایلی کی خاموشی محسوس نہیں کرپاتی۔ ایلی مصر چلا جاتا ہے تب ساویز پریہان سے ملنے اس کے آفس آتا ہے اور اسے ایلی سے دور رہنے کا کہتا ہے۔ ساویز پریہان کو واپس پاکستان چلنے کا کہتا ہے جس پر پریہان سارا بیگم کے لندن آنے کا بتاتی ہے۔ شیر دل کی نگاہیں شہرزاد کے خالی کان پر جمی رہ جاتی ہیں' اس کی آنکھوں اور چہرے کا رنگ بھی بدل جاتا ہے اس سے پہلے کہ شہرزاد اپنے بچاؤ کے لیے کوئی کہانی بنا کر شیر دل کو سناتی وہ خود بات بنا کر اسے حیران کرتا اپنے عتاب کا نشانہ بناتا ہے۔ شہرزاد بوکھلا جاتی ہے' شیر دل اس کو رسی سے باندھ کر جیپ میں ڈال کر دوسری جگہ لے جانا چاہتا ہے تب عبدالہادی اپنے دوست ڈی ایس پی عظیم رانا کے ساتھ مل کر اس کا راستہ روکتا ہے اسے شہرزاد کو چھوڑنے کا کہتا ہے ڈی ایس پی عظیم رانا شیر دل پر فائر کرتا اسے ابدی نیند سلا دیتا ہے۔ شہرزاد خوش تھی کہ اس نے نئی حویلی کے سپوتوں سے اپنے پرکھوں کا بدلہ لے لیا تھا۔ عائلہ سدید کو خواب میں دیکھتی اس کو پکارتی نیند سے جاگ جاتی ہے' زاویار جو کمپیوٹر پر کام کررہا ہوتا ہے اس کی چیخ سن کر متوجہ ہوتا ہے صمید حسن پچھلے تین دن سے گھر نہیں آئے تھے مجبوراً عائلہ کو زاویار کے کمرے میں سونا پڑ رہا تھا۔ شہرزاد گھر واپس آجاتی ہے اس کا ارادہ ہوزان کے ساتھ مریہ کو دیکھنے ہسپتال جانے کا ہوتا ہے' درمکنون آفس جاچکی ہوتی ہے تب زاویار گھر میں داخل ہوتا ہے اور شہرزاد کو دیکھ کر چونک جاتا ہے۔ زاویار شہرزاد کو دیکھ کر اپنی پہلی ہی ملاقات میں کھو جاتا ہے اور شہرزاد کو ہسپتال ساتھ چلنے کی آفر کرتا ہے۔ شہربانو دونوں کا تعارف کرواتی ہیں' ہسپتال آکر شہرزاد مریہ کو دیکھ کر رو پڑتی ہے تب زاویار مریہ کا ہاتھ تھام کر اسے زندگی کی طرف لوٹ آنے کا کہتا ضد توڑنے کی بات کرتا ہے اور مریہ کے ہاتھ میں جنبش محسوس کرتا ڈاکٹر کو زور زور سے پکارتا ہے۔

اب آگے پڑھیے

مجھے آواز مت دینا
کبھی پُرنور صبحوں میں
کبھی رنگین شاموں میں
کبھی خوابیدہ راتوں میں
مجھے آواز مت دینا
کہ صوت وحرف کے جتنے تعلق تم سے قائم تھے
وہ سب نامعتبر ٹھہرے
محبت کی جنوں خیزی تو بس اک عارضی شے تھی
قبائے شوق کے سب رنگ کچے تھے

سو میں نے اب ڈوپٹے کسی پلو سے
کوئی بھی گرہ باقی نہیں رکھی
کوئی خواہش' کوئی چاہت' کوئی حسرت نہیں رکھی
جو کوئی کانچ کا ٹکڑا
کسی وعدے کا بوسیدہ یقین
یا کوئی امید کا اک پل
تمہارے پاس رکھا ہو
''تو لوٹا دو''
مجھے اب یاد آیا ہے
کہ آخر کو یہ ہونا تھا
یہی آخر میں ہوتا ہے

''زاویار۔'' ڈاکٹر اسد اور ان کے دو رفیق ابھی کمرے میں داخل ہوئے تھے جب مجسمے کی طرح ساکت لیٹی مریرہ رحمان کے لبوں نے بے نام سی جنبش کی۔ زاویار کی آنکھوں کے گوشے نم ہوگئے' یہ اس کی زندگی کی نوید تھی' اس نے ڈاکٹرز کی موجودگی میں شدت سے مریرہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں دبایا۔

''مما...... مما آنکھیں کھولیں پلیز' میں یہیں ہوں۔ آپ کا زاویار' آپ کا گناہ گار۔'' اس کی آواز بھیگی تھی۔ برف کے مجسمے کی بند آنکھ سے ایک آنسو پھسل کر گالوں کو بھگوتا ہوا گرا اور تکیے میں جذب ہوگیا۔

ڈاکٹر متحرک ہوگئے تھے' عمر عباس کو لگا اس کے تن مُردہ میں پھر سے جان آگئی ہو۔ مریرہ رحمان کومہ سے Vegetative State میں آگئی تھی اور بلاشبہ یہ کسی معجزے سے کم نہیں تھا۔ ڈاکٹرز بے حد خوش اور حیران تھے' واقعی ڈاکٹروں کے ڈاکٹر کے پاس کوئی بھی مرض ناقابل شفاء نہیں۔

زاویار نے صمید حسن کو کال کی تو پتا چلا کہ وہ تبلیغی جماعت کے ساتھ بیرونی ممالک کے دورے پر ہیں۔ اس نے ایک گہری سانس لی اور ایک عجیب سے سکون کو اپنے اندر اترتا محسوس کیا بلاشبہ اس بار صمید حسن جس راہ پر تھے وہ خسارے کی راہ نہیں تھی۔

❁......❁......❁
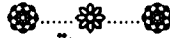
مریرہ رحمٰن Mimimalliy Consclousness میں تھی جب زاویار بناء کسی کو بتائے ہسپتال سے نکل آیا۔ باہر بارش ہورہی تھی' سرد موسم کے باوجود اس نے گاڑی کے استعمال کی بجائے سڑک پر پیدل چلنے کو ترجیح دی تھی۔ برف جیسی سرد بوندوں میں پور پور بھیگتا جس وقت وہ مسجد پہنچا' اس کا ایک ایک عضو جیسے اپنے خالق کائنات کے حضو سجدہ ریز ہورہا تھا۔ بے شک اس کے رب نے اسے مایوس نہیں لوٹایا تھا۔

اس نے بے حد عاجزی کے ساتھ اس پاک پروردگار کے حضور اس کے پیارے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں اپنی ماں کی زندگی مانگی تھی' اسے بھیک مل گئی تھی۔ شہہ رگ سے بھی قریب اس رحمٰن و رحیم نے اس کا دل ٹوٹنے سے بچالیا تھا' وہ کتنی ہی دیر سجدے میں پڑا روتا رہا۔ مریرہ رحمٰن کی زندگی اب خطرے سے باہر تھی' وہ اس حالت میں سکون محسوس کرتا اپنے پاک رب کا شکر ادا کرتا رہا۔

ہسپتال سے عمر عباس کی کال آرہی تھی' وہ دانستہ نظر انداز کرتا رہا' وہ نہیں چاہتا تھا کہ مریرہ اسے پھر سے سامنے

دیکھے اور اس کے دماغ پر کوئی برا اثر پڑے وہ اب زندگی میں کچھ بھی برا نہیں چاہتا تھا۔ اگلے چوبیس گھنٹوں کے دوران مریرہ کا وینٹی لیٹر ہٹا کر آئی سی یو سے کمرے میں شفٹ کر دیا گیا۔ سب سے پہلے جب اس نے آنکھ کھولی درمکنون کا چہرہ اس کی نگاہوں کے سامنے تھا' وہ اگلے ہی پل پھر سے پلکیں موند گئی۔ اس کا سر بے حد بھاری ہو رہا تھا اور دماغ کے ایک حصے میں شدید تکلیف کا بھی احساس تھا مگر ڈاکٹرز اس کے بارے میں زیادہ فکر مند نہیں تھے ان کا کہنا تھا کہ یہ تکلیف وقت کے ساتھ ساتھ خود ہی دور ہو جائے گی۔

درمکنون بے حد خوش تھی' شہرزاد اور ہوزان کو البتہ عمر عباس نے گھر بھیج دیا تھا' شہر بانو نے اپنی لندن کے لیے ٹکٹ مزید ایک ہفتہ آگے کروالی۔ مریرہ رحمان کی زندگی کی خوشی میں عمر عباس نے شہرزاد کو بھی معاف کر کے گلے لگا لیا تھا' اس کی زندگی جو خزاں کی صورت اجڑ کر رہ گئی تھی اب پھر سے پیار کا لبادہ اوڑھ کر نکھر گئی۔ مریرہ رحمان نے آنکھ کیا کھولی اسے لگا زندگی نے آنکھ کھولی ہو۔

زاویار کے نزدیک شہرزاد کی ذات خوش قسمت تھی اس کے لیے کیونکہ جونہی اس نے ہسپتال میں قدم رکھے زندگی نے اس کی ماں کا آنچل تھام لیا تھا۔ وہ جو پہلے ہی دل و جان سے اس پر فدا ہو چکا تھا' اب دل میں اس کی قدر مزید بڑھ گئی تھی۔

❁......❁......❁

عائلہ اس روز گھر کے کچھ ساز و سامان کی خریداری کے لیے مارکیٹ آئی تھی جب اس کی آنکھ نے وہ منظر دیکھا۔ سڑک کے اس پار ایک کشمیری رنگ روپ کی لڑکی ایک چھوٹے سے بچے کو گود میں اٹھائے کچھ بول رہی تھی اور اس کے سامنے گرے شلوار سوٹ میں ملبوس کھڑا وہ لڑکا ہولے ہولے مسکرا رہا تھا۔ جانے کیوں اسے دیکھ کر اس کا دل بے ساختہ زور سے دھڑکا تھا۔ اسے لگا وہ چہرہ جیسے اس کا شناسا ہو تبھی وہ خریداری بھول کر تقریباً بھاگتے ہوئے اس کے قریب پہنچی تھی۔

"سدید......" دھڑکتے دل کے ساتھ اس نے اسے پکارا تھا جواب میں وہ گردن پھیر کر اسے دیکھنے لگا۔

"مجھ سے کچھ کہا آپ نے؟" وہ پوچھ رہا تھا' عائلہ کو لگا جیسے اس کے سر پر آسمان آ گرا ہو۔

وہ جس کی ذات کے ساتھ اس کی سانسیں جڑی تھیں' وہ زندہ تھا مگر اس کا نہیں تھا اس کی آنکھوں اور لہجے میں اجنبیت تھی۔ وہ پتھر بنی کھڑی رہی' اس کے برابر میں کھڑی کشمیری نقوش والی وہ لڑکی اب بہت توجہ سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی' شاید تبھی اس نے پوچھا تھا۔

"کیا آپ انہیں جانتی ہیں؟" اپنے لب و لہجے سے بھی وہ کشمیری لگتی تھی' عائلہ کا سر اثبات میں ہلا۔

"ہوں۔"

"میں ان کی بیوی ہوں' فاطمہ بنت اللہ یار...... میں آپ سے ملنا چاہوں گی اگر آپ تھوڑا وقت دے سکیں۔" ایک آسمان تھوڑی دیر پہلے سر پر گرا تھا دوسرا اب گرایا گیا تھا۔ وہ ہونق بنی اس کا منہ دیکھتی رہی۔

"ایکسکیوزمی۔" لڑکی اس کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ ہلا رہی تھی' اس نے جلدی سے آنکھوں کی نمی چھپائی۔

"ٹھیک ہے یہ میرا ایڈریس ہے' میں منتظر رہوں گی۔" جانے کس دل سے کاغذ پر اپنا ایڈریس لکھ کر اسے تھماتے ہوئے اس نے کہا تھا' سامنے کھڑی لڑکی نے ہاتھ بڑھا کر وہ کاغذ پکڑ لیا۔

"شکریہ۔" عائلہ وہیں کھڑی رہی مگر وہ لڑکی آگے بڑھ گئی تھی۔ اس نے سنا سدید اس لڑکی سے کہہ رہا تھا۔

"اس نے کہا کہ وہ مجھے جانتی ہے اور تم نے اس کی بات پر یقین کر لیا' تم بھی ناں فاطمہ بہت سادہ ہو۔" وہ وہیں

پیپل کے پیڑ کے قریب فٹ پاتھ پر بیٹھتی چلی گئی۔
ٹانگوں میں مزید وزن سہارنے کی ہمت ہی نہیں رہی تھی اس کا دماغ جیسے آندھیوں کی زد میں آ گیا تھا۔ گزرے ہوئے وقت میں سدید کے ساتھ بیتے ہر لمحے کی یاد اس کے دل میں اٹھتی رہی۔ آتے جاتے لوگ اسے روتا دیکھ کر گزر رہے تھے مگر اسے جیسے کسی کی پروا نہیں تھی' شہر دل اجڑ چکا تھا وہ فٹ پاتھ پر بیٹھی روتی رہی۔
اچھی طرح دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے بعد وہ گھر واپس آئی تو ملازمہ سے پتا چلا کہ مریرہ کی زندگی اب خطرے سے باہر ہے لہٰذا وہ اپنی تھکن اور حالت کی پروا کیے بغیر اسی وقت وضو کر کے جائے نماز پر کھڑی ہوگئی۔
اگلے روز عصر کے قریب وہ ابھی کچن سے فارغ ہی ہوئی تھی جب دروازے پر بیل ہوئی۔ گھر پر اس وقت اس کے سوا کوئی نہیں تھا لہٰذا دوپٹہ اچھی طرح سر پر سیٹ کر کے جونہی اس نے دروازہ کھولا سامنے کھڑی فاطمہ بنت اللہ دیار کو دیکھ کر ایک دم سے اس کے دل میں ٹیس اٹھی۔
''السلام علیکم!'' اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی اس نے سلامتی بھیجی' عائلہ کو ناچار راستہ دینا پڑا۔
''وعلیکم السلام آیئے۔'' اس کا دل سنسان ہو کر رہ گیا تھا مگر ابھی یہ بات فاطمہ بنت اللہ دیار کو معلوم نہیں تھی' جسے گیسٹ روم میں بیٹھا کر وہ چائے بھی لے آئی۔
''کل جنہیں آپ نے مارکیٹ میں میرے ساتھ دیکھ کر پکارا ان کا نام حدید ہے' ابھی پچھلے سال شادی ہوئی ہے ہماری۔ انہی کے حوالے سے میں آپ سے کچھ معلومات لینے آئی ہوں' امید ہے آپ مجھ سے تعاون کریں گی۔''
''تعاون؟''
''ہوں تعاون......'' اس کے تعجب سے پوچھنے پر فاطمہ نے اثبات میں سر ہلا کر بے حد اطمینان سے کہا پھر بولی۔
''اصل میں' میں اپنے شوہر کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی سوائے اس کے کہ کچھ عرصہ قبل وہ اپنے کسی مشن کے سلسلے میں کشمیر آئے اور ہمارے گھر ٹھہرے تھے پھر چلے گئے۔ انہوں نے اپنا نام حدید بتایا تھا' نجانے یہ بھی اصلی نام ہے یا فرضی' بہر حال وہ ایک حادثے کا شکار ہوئے ہیں جس میں ان کی یادداشت کو نقصان پہنچا ہے اسی لیے میں آپ سے ان کے بارے میں جاننا چاہتی ہوں' کیا آپ بتا سکتی ہیں کہ آپ انہیں کیسے جانتی ہیں؟''
''ہوں۔'' اس کے تفصیلی جواب پر عائلہ نے ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔
''میرے فیانسی رہ چکے ہیں وہ اور محبوب بھی' سدید علوی اصل نام ہے ان کا۔ پاک آرمی میں جاب کر رہے تھے جب دل میں شہادت کی تمنا لیے اپنے مشن پر روانہ ہوئے کچھ عرصہ قبل ان کی یونٹ اور افسران کی طرف سے ان کی شہادت کی اطلاع ملی تھی مگر میرے دل نے اسے تسلیم نہیں کیا تھا۔''
''اوہ...... یہ تو بہت غلط ہو گیا پھر۔'' فاطمہ کو افسوس ہوا تھا عائلہ کا سر مزید جھک گیا' اس کی آنکھیں بھر آ رہی تھیں۔
''بخدا مجھے اگر ذرا سا بھی ان کی پچھلی زندگی کے بارے میں کچھ علم ہوتا تو میں ہرگز یہ قدم نہ اٹھاتی' اصل میں مجھے خود بہت مجبوری میں یہ تعلق بنانا پڑا۔ میرا سارا خاندان بھارتی فوج کی بربریت کی بھینٹ چڑھ گیا۔ ایک جانثار منہ بولے بھائی نے ہماری شادی کروا کر زبردستی کشمیر سے دور بھیج دیا تاکہ ہم محفوظ رہیں۔ آزاد فضا بھی بہت بڑی نعمت ہے میرے مولا کی' خیر میری ایک رشتے کی خالہ یہاں رہتی ہیں' پاکستان میں انہی کے پاس رہتی ہوں میں اور میرے شوہر جو اب میرے ایک بیٹے کے باپ بھی ہیں اور انہی کے بیٹوں کے ساتھ مل کر کاروبار کرتے ہیں۔'' اب وہ اسے اپنے بارے میں بتا رہی تھی۔
''میں جانتی ہوں آپ کے ساتھ بہت غلط ہوا ہے مگر بخدا یہ سب میرے رب کی طرف سے ہے' کسی انسان کا

اس میں کوئی قصور نہیں۔ میں آپ کی تکلیف کو سمجھ سکتی ہوں مگر پھر بھی میری آپ سے ایک التجا ہے اگر آپ پوری کرسکیں تو......" اس کے عاجزانہ انداز پر بے ساختہ وہ سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔

"میں نے زندگی میں بہت دکھ دیکھے ہیں مجھ میں اب مزید کسی امتحان سے گزرنے کی ہمت نہیں ہے لہٰذا پلیز دوبارہ میرے شوہر کے سامنے مت آیئے گا۔ ہم دونوں نے بہت مشکل سے ایک دوسرے کے ساتھ خوش رہنا سیکھا ہے' پلیز ہماری زندگی کو پھر سے کسی مشکل کی نذر مت کیجیے گا آپ کا ماضی جیسا بھی ہے اسے ایک خواب سمجھ کر بھول جائیں پلیز۔" اس نے اب عائلہ کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے تھے۔

وہ خالی خالی نگاہوں کے ساتھ اسے دیکھے گئی' کیا کسی کو اپنا دھڑکتا دل نکال کر دینا اتنا بھی آسان ہوتا ہے جتنا کہ فاطمہ بنت اللہ یار نے سمجھ لیا تھا؟

شاید نہیں...... مگر اس کے پاس کوئی اور راستہ بھی تو نہیں تھا' سدید علوی اب اس کا سدید نہیں رہا تھا' اس کی یادداشت کے ساتھ ہی اس کی ساری خوشیاں اور خواب بھی مٹی کا ڈھیر بن چکے تھے تبھی اس نے بائیں ہاتھ کی پشت سے اپنا گال رگڑ ڈالا۔

"ٹھیک ہے' نہیں آؤں گی سامنے' جیسا آپ نے کہا ویسا ہی ہوگا۔" وہ یہی کہہ سکتی تھی۔ فاطمہ بنت اللہ یار نے خوشی سے اس کا ہاتھ دبا کر چھوڑ دیا۔

وہ کشمیر کی بیٹی تھی اور عائلہ نے اپنا دل نکال کر اس کے سپرد کردیا تھا' کشمیر کی بیٹی کے لیے وہ اس سے بڑھ کر کوئی اور قربانی پیش کر بھی نہیں سکتی تھی۔

❁......❁......❁

اگلے روز عائلہ تیز بخار کی لپیٹ میں آ گئی تھی۔ زاویار ہسپتال سے گھر آیا تو وہ بستر پر نڈھال پڑی تھی اور اس کا پورا جسم آگ کی مانند دہک رہا تھا۔ جانے وہ کب سے اس حال میں تھی۔ اس نے تھرمامیٹر سے بخار چیک کیا ایک سو تین بخار تھا' اسے گمان ہی نہیں تھا کہ وہ اکیلی گھر پر کسی ایسی صورت حال سے بھی دوچار ہوسکتی ہے تبھی فریج سے ٹھنڈے پانی کی بوتل نکال کر اس میں رومال بھگویا اور جلدی سے عائلہ کی پیشانی پر رکھ دیا۔

اس کی سمجھ میں ہی نہیں آرہا تھا کہ وہ اس صورت حال میں ایسا کیا کرے کہ وہ ٹھیک ہوجائے۔ اس کے کمرے میں بخار کی دوا موجود تھی وہ ہتھیلی پر نکال کر جلدی سے پانی کا گلاس بھرا اور بیڈ پر عائلہ کے قریب بیٹھ کر اسے اپنے بازو کا سہارا دیتے ہوئے گولیاں اس کے منہ میں ڈال دیں۔ عائلہ کے وجود میں اتنی سی سکت بھی نہیں تھی کہ وہ خود سے اٹھ کر بیٹھ ہی جاتی۔

زاویار نے ہی اسے دوا دے کر سیدھا لٹایا اور اس پر کمبل سیٹ کیا پھر اس کے ہاتھوں اور پاؤں کو مسلا مگر بخار تھا کہ کسی طور کم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ اس کی گاڑی درمکنون کے استعمال میں تھی جبکہ بائیک پر وہ اس حال میں عائلہ کو باہر لے کر جا نہیں سکتا تھا ورنہ وہ اسے فوری کسی قریبی کلینک پر ضرور لے جاتا۔ دوا کھانے کے بعد عائلہ سوگئی تھی وہ بیڈ کے سرہانے ٹیک لگا کر وہیں اس کے قریب بیٹھ گیا۔ عائلہ کے چہرے پر زردی تھی جبکہ آنکھوں کے نیچے حلقے گہرے ہورہے تھے اسے جانے کیوں اس سادہ سی لڑکی پر بے حد ترس آیا۔ زندگی کی بھاگ دوڑ میں خود اپنی ذات کا بھرم رکھتے ہوئے وہ کتنی تھک گئی تھی' وہ ٹکٹکی باندھے اسے کافی دیر تک دیکھتا رہا۔ ہسپتال سے اب درمکنون کی کال آرہی تھی' وہ چاہتے ہوئے بھی نظر انداز نہ کرسکا۔

"ہیلو۔"

''بھائی آپ کہاں ہیں' مما کو ہوش آ گیا ہے کیا آپ ان سے نہیں ملیں گے؟'' وہ پُر جوش تھی' زاویار نے آنکھیں موند کر سر تکیے پر ٹکا دیا۔

''نہیں۔''

''کیا......! مگر کیوں؟'' اسے شاید تعجب ہوا تھا' زاویار پلکیں موندے بیٹھا رہا۔ کچھ لمحوں کی خاموشی کے بعد اس نے درمکنون کو بتایا۔

''کیونکہ مما کی جو حالت رہی ہے اس کا ذمہ دار میں ہوں' شاید میری وجہ سے ہی ان کا ایکسیڈنٹ ہوا' یہ بات میرے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ اسی لیے میں ان کے سامنے نہیں آ سکتا دری' میں نہیں چاہتا مجھے اچانک سے سامنے دیکھ کر انہیں کوئی گزری بات یاد آئے اور ان کے دماغ پر اس کا اثر پڑے' فی الحال ان کا دماغ کسی بھی جھٹکے کا متحمل نہیں ہو سکتا۔'' اس کا جواب اتنا غیر متوقع مگر جامع تھا کہ درمکنون مزید ایک لفظ تک نہیں کہہ سکی۔ زاویار اس کے بولنے کا انتظار کرتا رہا جب اس نے چپکے سے کال ڈس کنکٹ کر دی تھی۔

عائلہ کو پسینہ آ رہا تھا' زاویار نے اس کے گال پر ہاتھ رکھ کر بخار چیک کیا' اب بخار کچھ کم تھا' وہ کمبل دوبارہ سیٹ کر کے خود بھی وہیں لیٹ گیا۔ بہت دنوں کی تھکن تھی' لیٹتے ہی کب نیند غالب آ گئی پتا ہی نہیں چلا۔ رات کا نجانے کون سا پہر تھا جب عائلہ کی آنکھ کھلی۔ کمرے میں مکمل اندھیرا تھا اور اس کے ساتھ جیسے کوئی موجود تھا اس نے بے حد گھبراہٹ کے عالم میں ہاتھ بڑھا کر جلدی سے ٹیبل لیمپ آن کیا تو دیکھا بیڈ پر زاویار بے خبر سو رہا تھا' اس کا دل بے ساختہ زور سے دھڑک اٹھا۔

اللہ جانے وہ کب اور کیوں وہاں آ کر لیٹ گیا تھا' اس کا دوپٹہ بھی اسی کے بازو کے نیچے دبا تھا' وہ دھڑکتے دل کے ساتھ اسے دیکھے گئی۔ کھڑے کھڑے تیکھے نقوش کا حامل' یونانی دیوتا سا وہ شخص بلاشبہ حسن کا شاہکار تھا' عائلہ اس سے جتنی الرجک تھی۔ اب اس کا دل اتنا ہی اس کی خوبیوں کا معترف ہو چکا تھا۔ وہ اسے یک ٹک دیکھ رہی تھی جب پھر سے اسے سدید علوی یاد آ گیا اور اس کی آنکھیں پھر سے بھر آئیں۔

پچھلے دو دن سے رو رو کر تھک چکی تھی' کوئی ایسا پل نہیں تھا جس میں اس کی آنکھیں خشک رہی ہوں۔ زندگی اس کے ساتھ اتنا برا ہاتھ کرے گی اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ وہ کیسے بھول جاتی اس شخص کو جو بچپن کا ساتھی تھا' بچپن سے اس کے دکھ بانٹنے والا تھا' جو اس کے مزاج کے سارے موسموں سے شناسا تھا۔ جتنا وہ اسے بھولنے کی کوشش کرتی تھی اتنا ہی وہ اور شدت سے یاد آتا تھا' اسی کشمکش نے اسے بخار میں مبتلا کر دیا تھا۔

ابھی بھی اس کا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا' سائیڈ ٹیبل سے جگ اٹھا کر اس نے گلاس بھرا اور ایک ہی سانس میں پی گئی۔ کمرے میں اچھی خاصی سردی تھی مگر اس کا تن من جل رہا تھا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے' زاویار کے چہرے پر تھکن تھی وہ اس سے قدرے فاصلہ رکھ کر وہیں لیٹ گئی۔ زندگی کے اس موڑ پر اس کے لیے جیسے سارے راستے ہی بند ہو گئے تھے' اپنے ہی بازو پر سر رکھ کر کروٹ کے بل لیٹی وہ انہی سوچوں میں گم ہونے کی کوشش کر رہی تھی جب زاویار کا ہاتھ اس کے اوپر آن ٹھہرا۔

وہ نیند میں تھا اس نے دانستہ ایسا نہیں کیا تھا مگر وہ پوری جان سے لرز گئی تھی۔ اس کے پہلو میں لیٹا وہ شخص اس پر مکمل حق رکھتا تھا اگر جو اس کی خواہش جاگ اٹھی؟ اس نے سوچا اور فوراً اپنے اوپر سے اس کا ہاتھ ہٹایا مگر اس کی یہ حرکت خود اس کے حق میں نقصان دہ ثابت ہوئی کیونکہ جونہی اس نے زاویار کا ہاتھ ہٹایا اس نے نیند میں ہی اسے ہاتھ بڑھا کر اپنی طرف کھینچ لیا' عائلہ کو سنبھلنے کا موقع ہی نہیں ملا۔

❀......❀......❀

اگلی صبح زاویار کی آنکھ کھلی تو عائلہ کمرے میں نہیں تھی‘ وہ بالوں میں ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔ تقریباً دس بجے کے قریب جس وقت وہ فریش ہو کر کمرے سے باہر آیا‘ عائلہ ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھی خاموشی سے ناشتا کر رہی تھی‘ وہ اس کے قریب آ بیٹھا۔

”السلام علیکم! صبح بخیر۔“

”وعلیکم السلام!“

”ناراض ہو؟“ وہ اس کی خاموشی کو ناراضگی سمجھ رہا تھا۔ عائلہ نے نفی میں سر ہلایا۔

”نہیں۔“

”شکریہ‘ مجھے لگا شاید تم مجھ سے ناراض ہو‘ اصل میں میں اپنی رات والی حرکت پر بے حد شرمندہ ہوں۔ میرا یقین کرو میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا پتا نہیں ایک دم سے اچانک کیا ہو گیا تھا۔“ وہ وضاحت دے رہا تھا‘ عائلہ کا سر جھک گیا۔

”کوئی بات نہیں۔“

”اب کیسی طبیعت ہے؟“ اپنی شرمندگی زائل کرنے کے لیے شاید وہ اس کا دھیان بٹانا چاہتا تھا‘ عائلہ دل ہی دل میں ہنس دی۔

”ٹھیک ہے۔“

”اپنا خیال رکھا کرو پلیز۔“

”کس کے لیے؟“ اس کے ذہن میں سدید علوی کی شبیہہ تھی تبھی بھرائی آنکھوں کے ساتھ پوچھا تو وہ بے ساختہ نظر چرا گیا۔ کچھ لمحے خاموشی کی نذر ہو گئے‘ جب اس نے بتایا۔

”مما کو ہوش آ گیا ہے‘ الحمدللہ وہ اب پہلے سے بہت بہتر ہیں۔“

”شکر ہے میرے مالک کا‘ گھر کب تک آئیں گی؟“

”ابھی کچھ وقت لگے گا مگر تم کیوں پوچھ رہی ہو؟“

”میں ان کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں اس لیے۔“

”ٹھیک ہے‘ مما گھر آ جائیں تو چلی جانا ان کے پاس۔“

”ناشتا لاؤں آپ کے لیے؟“

”نہیں میں آل ریڈی لیٹ ہو چکا ہوں ابھی سیدھا آفس جاؤں گا پھر وہاں سے ہسپتال۔“

”مجھے ساتھ لیتے ہوئے جایئے گا‘ میں ملنا چاہتی ہوں ان سے‘ انہیں دیکھنا چاہتی ہوں۔“

”ٹھیک ہے‘ تین بجے تک تیار رہنا‘ آ جاؤں گا لینے۔“

”شکریہ۔“ ہاتھوں کے ناخنوں سے کھیلتی وہ سر جھکائے بیٹھی رہی پھر زاویار اٹھ کر چلا گیا۔

ان کا رشتہ کاغذ اور مجبوری کا رشتہ تھا مگر پھر بھی زاویار نے اسے اپنا لیا تمام حقوق کے ساتھ اور اسے اس پر کوئی شرمندگی یا پچھتاوا نہیں تھا۔ بہت دنوں کے بعد وہ پہلی صبح تھی جب وہ سدید علوی اور کرنل صاحب سے ہٹ کر کچھ اور سوچ رہی تھی‘ اس گھر میں اپنی حیثیت اور مقام کو سوچ رہی تھی۔

اس نے سدید علوی کو چاہا تھا مگر اللہ نے اس کے نصیب میں زاویار حسن کا ساتھ لکھ دیا جو اس کی چاہت تھی اس پر

رب کی چاہت غالب آ گئی اور یقیناً اس کے پاک رب نے بہتر ہی کیا تھا۔ اس نے سوچ لیا تھا وہ سدید علوی کی ہر یاد کو کھرچ دے گی اگر اس کے رب کو وہ اس کی زندگی میں پسند نہیں تھا تو وہ بھی اسے بھول جائے گی چاہے اس کے لیے اسے خود اپنے آپ کو اپنے اندر مار کر دفن کرنا پڑے۔

کچھ عہد خود سے کرنا مشکل ہوتے ہیں اور نبھانا اس سے بھی مشکل عائلہ علوی نے بھی اپنی لکھی ہوئی "عمر" کو "پورا" کرنے کے لیے خود سے ایسا ہی ایک عہد کر لیا تھا۔

❀......❀......❀

مریرہ رحمٰن کی میڈیکل تھراپی مکمل ہوگئی تھی۔ صد شکر کہ کومہ نے اسے مفلوج نہیں کیا تھا' اس کی یادداشت سلامت تھی' نظر اور سماعت کو بھی کوئی خاص نقصان نہیں پہنچا تھا تبھی میڈیکل تھراپی مکمل ہوتے ہی وہ ہسپتال سے گھر شفٹ ہوگئی۔

زاویار اس دوران لحہ لحہ اس کے آس پاس موجود رہا مگر دانستہ سامنے نہیں آیا۔ مریرہ زیادہ وقت خاموش رہتی تھی مگر ان سب کے لیے اس کا زندہ ہونا ہی ایک نعمت تھی۔ زاویار نے مریرہ کا بزنس اپنی نگرانی میں لیا تو اُدھر بھی حالات بہتر ہونے شروع ہوگئے' درمکنون اب زیادہ وقت گھر پر ہی رہتی تھی۔ زاویار نے پرہیان کو کال کر کے مریرہ کی موجودہ حالات کے بارے میں مطلع کر دیا' جس پر وہ بے حد خوش تھی۔ عمر نے اپنے آفس میں شہزاد کو منیجر کی سیٹ پر رکھ لیا۔ زاویار کے ساتھ اس کی اچھی خاصی دوستی ہوگئی تھی' دونوں کے درمیان بلا کی انڈراسٹینڈنگ تھی۔ مریرہ کی حالت رفتہ رفتہ بالکل نارمل ہوگئی تھی' اس روز عمر آفس سے سیدھا اس کی طرف آیا تو اس نے اسے گھیر لیا۔

"عمر......"

"ہوں۔"

"کیا مجھے تم سے یہ پوچھنے کی ضرورت ہے کہ تم نے مجھ سے کتنی محبت کی؟"

"نہیں۔"

"اگر میں کہوں کہ تم میری ہر خواہش اور خوشی کا مان رکھنے والے ہو تو کیا میں غلط ہوں۔"

"نہیں۔"

"تم جانتے ہو ناں عمر...... میں نے زندگی میں کبھی تم سے کچھ نہیں مانگا اگر میں مانگتی تو کیا تم مجھے مایوس لوٹاتے؟"

"نہیں' مگر تم یہ سب کیوں پوچھ رہی ہو؟" وہ اس کے زیادہ بولنے پر حیران تھا' مریرہ نے سر تکیے پر ٹکا دیا۔

"میں تمہارے دل میں اپنی محبت کی گہرائی آزمانے کے لیے تم سے کچھ منوانا چاہتی ہوں۔"

"کیا؟"

"پہلے وعدہ کرو' جو میں کہوں گی تم کرو گے۔"

"وعدے کی ضرورت نہیں' تم کہہ کر تو دیکھو عمر جان بھی دے سکتا ہے تمہارے لیے۔"

"اگر ایسی بات ہے تو میری بات رد نہیں ہونی چاہیے۔"

"تم اب مجھے فضول میں الجھا رہی ہو میرو......" وہ اس کے لیے پھل کاٹ رہا تھا' مریرہ نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا وہ بہت کمزور ہو چکا تھا' اس شخص نے اس کے عشق میں اپنی ہر خوشی تیاگ دی تھی۔

اپنی ساری جوانی اور جذبے رول دیئے تھے اور اب وہ بڑھاپے کی طرف قدم بڑھا رہا تھا' مریرہ نہیں چاہتی تھی وہ لاوارث مرے تبھی جب شہربانو نے اپنی لندن فلائٹ سے ایک روز قبل اسے ہوزان کی محبت کے بارے میں مطلع کیا

تو اس نے اسے پار لگانے کا فیصلہ کرلیا۔ اپنی طرف سے اس نے شہر بانو اور در مکنون کو چپکے چپکے ساری تیاری مکمل کرنے کا عندیہ دے دیا مگر ہوزان اور عمر ابھی اس سے بے خبر تھے۔

''کیا ہوا' برا مان گئیں؟'' اسے خاموشی سے اپنی طرف دیکھتے پا کر عمر اس کی طرف متوجہ ہوا تھا' مریہ نے نفی میں سر ہلایا۔

''نہیں' برا نہیں مانتی میں۔''

''پھر؟''

''پھر یہ کہ میں نے تمہاری شادی طے کردی ہے اسی جمعہ کو نکاح ہے تمہارا۔''

''کیا......! تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہوگیا؟'' اس کی توقع کے عین مطابق وہ اچھلا' مریہ مسکرادی۔

''نہیں الحمدللہ میرا دماغ بالکل ٹھیک ہے۔''

''بالکل ٹھیک ہے تو فضول باتیں سوچنا اور کرنا چھوڑ دو۔''

''یہ فضول بات نہیں ہے۔''

''تمہارے لیے نہیں ہوگی میرے لیے ہے۔''

''مجھے پروا نہیں۔'' وہ بے نیازی دکھا رہی تھی' عمر چڑ گیا۔

''تم نے بہت سکھ پالیے شادی کروا کر جواب مجھے سولی پر لٹکانا چاہتی ہو۔'' اس نے بے ساختگی میں کہا' مریہ کے لب سل گئے۔ عمر کو بے ساختگی مہنگی پڑی تبھی وہ نرم پڑا تھا۔

''میری زندگی میں تمہارے سوا دنیا کی کسی بھی لڑکی یا عورت سے شادی کرنے کا کوئی تصور نہیں ہے میرو...... تم نے کی نہیں' کسی اور کو دینے کے لیے میرے پاس کچھ ہے نہیں۔'' وہ سچا کھرا شخص تھا لگی لپٹی نہیں رکھتا تھا۔ مریہ کے اندر ڈھیر ساری تھکن اتر گئی وہ بولی تو اس کا لہجہ بے حد شکستہ تھا۔

''تم میرے نصیب میں نہیں تھے عمر...... میں کیا کرتی۔''

''تب کچھ بھی نہیں کرسکتی تھیں تو اب بھی کچھ مت کرو پلیز...... جہاں اتنی عمر تمہاری چاہ میں گزر گئی وہیں جو تھوڑی بہت باقی بچی ہے وہ بھی گزر جائے گی۔''

''اس کا مطلب ہے تم میری خوشی کے لیے کچھ نہیں کرسکتے؟''

''جان دے سکتا ہوں اس سے زیادہ کچھ نہیں۔''

''مجھے تمہاری جان کی ضرورت نہیں ہے۔''

''جانتا ہوں تمہیں لحہ لحہ مارنے میں مزا آتا ہے۔''

''کچھ بھی سمجھو اور کہو' میں نے اس جمعہ کو تمہارا نکاح پکا کردیا ہے' شہر بانو بھابی بھی آجائیں گی۔''

''میں فارغ نہیں ہوں اس جمعہ کو' آؤٹ آف سٹی کام ہے مجھے۔''

''میں کچھ نہیں جانتی۔''

''چلو...... خود ہی نکاح کرلینا پھر جس کے ساتھ طے کیا ہے۔'' چڑ کر خفگی سے کہتے ہوئے وہ کمرے سے نکل گیا تھا' عائلہ جو کچن میں تھی اور یہ ساری گفتگو سن رہی تھی مسکرائے بغیر نہ رہ سکی۔ چائے لے کر جس وقت وہ کمرے میں آئی مریہ بیڈ پر تکیوں کے سہارے لیٹی کسی گہری سوچ میں گم تھی۔

''عمر انکل پر خاصا رعب ہے آپ کا۔'' چائے کپ میں انڈیلتے ہوئے اس نے مسکرا کر کہا' مریہ کے لبوں پر بھی

مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

''ہم بچپن کے دوست ہیں عائلہ...... یونہی لڑتے جھگڑتے کب بچپن اور جوانی گزر گئی پتا ہی نہیں چلا۔''

''اب کیسی طبیعت ہے آپ کی؟''

''کافی بہتر ہے اور یہ بہتر تمہارے آنے سے ہوئی ہے۔''

''آہا...... آپ دنیا کی واحد ساس ہیں جو اپنی اکلوتی بہو کے لیے ایسے الفاظ استعمال کررہی ہیں۔''

''بہو کے لیے نہیں بھتیجی کے لیے۔''

''بھتیجی اب آپ کی بہو بن چکی ہے پھوپو جی......'' اپنے اندر کی اداسی کا گلا گھونٹ کر اس نے مصنوعی مسکراہٹ کا سہارا لیتے ہوئے کہا تھا جب مریرہ پھر خاموش ہوگئی۔ اسے خاموش پاکر وہ بیڈ پر اس کے پاس بیٹھی تھی پھر اس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ہاتھ میں لیا۔

''آپ کو پتا ہے پھوپو جب آپ کومہ میں تھیں تو کون سب سے زیادہ آپ کے لیے رویا...... کس نے ساری ساری رات سجدے میں گر کر اللہ رب العزت کی پاک ذات سے آپ کی زندگی کی بھیک مانگی؟''

''کس نے؟''

''آپ کے بیٹے نے...... زاویار صمید حسن نے۔''

''تم اس کی بیوی ہو تمہیں اس کی صفائی میں اتنا بڑا جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں۔''

''میں جھوٹ نہیں بول رہی' میں نے بھی اسی شخص کی زیرِ نگرانی پرورش پائی ہے جو آپ کے سرپرست تھے ہمیں انہوں نے جھوٹ بولنا نہیں سکھایا پھوپو' میں سچ کہہ رہی ہوں زاویار بہت رویا ہے۔ آپ کو میرا یقین نہیں ہے تو عمر انکل سے پوچھ لیں' وہ بہت پیار کرتا ہے آپ سے' درمکنون سے' اسی نے آپ کے بزنس کو بھی سنبھالا ہے' درمکنون کو تحفظ اور پیار دیا' جب سے آپ زندگی کی طرف واپس آئی ہیں اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔''

''عائلہ ٹھیک کہہ رہی ہیں مما۔'' درمکنون نجانے کب وہاں چلی آئی تھی' مریرہ کو بے حد حیرانی ہوئی۔

''ایسا کیسے ہوسکتا ہے؟''

''ایسا ہی ہوا ہے مما...... میرے بھائی کی دعاؤں اور کوششوں سے ہی میرے پاک رب نے آپ کو زندگی بخشی ہے یہ میرا دل کہتا ہے۔''

''اگر ایسا ہے تو اب تک سامنے کیوں نہیں آیا وہ؟''

''ڈرتا ہے مما...... اسے لگتا ہے اگر وہ آپ کے سامنے آیا تو کہیں پھر سے آپ کے دماغ پر کوئی برا اثر نہ پڑ جائے کیونکہ اس کا یہ ماننا ہے کہ اس کی وجہ سے آپ کا ایکسیڈنٹ ہوا لہٰذا آپ اسے کبھی معاف نہیں کریں گی۔'' درمکنون کے الفاظ آبِ حیات نہیں تھے مگر مریرہ کو آکسیجن مل رہی تھی۔

زاویار صمید حسن کی بدتمیزی اور نفرت پر اس کا سارا غصہ صابن کا جھاگ بن گیا تھا بلکہ اس کا نہیں' ایک ماں کا...... اسے پتا ہی نہیں چلا کہ کب اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔ درمکنون نے لوہا گرم دیکھ کر چوٹ لگانے میں ایک پل بھی ضائع نہیں کیا' اس نے فوری چپکے سے زاویار کو میسج کر ڈالا۔ زاویار ابھی نہا کر نکلا تھا جب ڈریسنگ ٹیبل پر بال بناتے ہوئے اس کی نظر اپنے سیل کی اسکرین پر پڑی۔ درمکنون کا میسج شو ہو رہا تھا' اس نے سیل اٹھا کر انباکس کھولا تو درمکنون کا میسج آنکھوں کی سامنے آ گیا۔

''جلدی سے ادھر آ جاؤ بھائی...... مما بلا رہی ہیں۔'' اسے لگا شاید اسے پڑھنے میں غلطی ہوئی ہے تبھی دھڑکتے دل

کے ساتھ دوبارہ پڑھا پھر بار بار پڑھا اور خوشی سے جھوم اٹھا۔ اگلے دس منٹ کے بعد اس کی گاڑی عمر عباس کے گھر کے راستوں کی طرف فراٹے بھر رہی تھی۔

❀......❀......❀
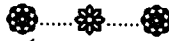
''مما ٹھیک تو ہیں ناں؟'' وہ کوریڈور میں تھا جب مریرہ نے اس کی آواز سنی اور اس کا دل بے قرار ہوا تھا۔

''ہوں ٹھیک ہیں۔'' عائلہ نے جواب دیا تھا' وہ وہیں رک گیا۔

''پھر مجھے کیوں بلایا انہوں نے' میرا کس نے بتایا انہیں؟''

''یہ تو وہی بتاسکتی ہیں۔''

''تمہیں بھی تو کچھ پتا ہوگا کوئی بات تو ہوئی ہوگی۔''

''میرے سامنے تو کوئی بات نہیں ہوئی۔''

''بات تو ہوئی ہوگی یہ اور بات کہ تم بتانا نہ چاہو۔'' وہ چڑ اٹھا' عائلہ کے لبوں پر بے ساختہ مسکراہٹ بکھر گئی۔

''آپ مل لیں پھوپو سے ڈر کیوں رہے ہیں؟''

''ڈر نہیں رہا ہمت نہیں ہورہی' پتا نہیں مما کیسا سلوک کریں۔''

''کیا مطلب کیسا سلوک کریں' وہ آپ کی ماں ہیں' پیار ہی کریں گی۔''

''تم مرواؤ گی مجھے۔'' بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ مریرہ کے کمرے کی طرف آیا پھر دہلیز پر رک گیا۔

''مما کی طبیعت تو بالکل ٹھیک ہے ناں؟''

''جی ہاں' الحمدللہ ان کی طبیعت بھی بالکل ٹھیک ہے اور یادداشت بھی۔''

''اسی کا تو ڈر ہے۔'' دھیمی بڑبڑاہٹ کے ساتھ وہ آگے بڑھا' سامنے بیڈ پر تکیوں کے سہارے بیٹھی مریرہ اسی کی راہ دیکھ رہی تھی' وہ جیسے وہیں ساکت ہوگیا۔

ایک عرصے تک وہ اس وجود کو ساکت مجسمے کی طرح بے حس وحرکت دیکھتا رہا تھا اب جو زندہ جاوید' صحت مند دیکھا تو آنکھیں بے یقین سی ہوگئیں' اس میں اتنی ہمت ہی نہ رہی کہ وہ آگے بڑھ کر اس کی شفیق گود میں منہ چھپالیتا تبھی چھوٹے بچے کی طرح دروازہ پکڑ کر کھڑا رہا یہاں تک کہ خود مریرہ کی آنکھوں سے آنسو پھسل کر گریبان میں جذب ہوگئے۔

''یہاں آؤ نالائق' خبر لوں میں تمہاری۔'' بلآخر اس نے لبوں کو زحمت دی' زاویار نم آنکھوں کے ساتھ آگے بڑھ کر ان سے لپٹ گیا۔

''مما......ایم سوری مما...... آپ تو زندگی ہیں میری' میں بھلا آپ سے دور کیسے رہ سکتا ہوں۔'' اب اس کا لہجہ بھرا رہا تھا۔ مریرہ نے اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں کے پیالے میں تھام کر چوم لیا۔

''کوئی بات نہیں' جاؤ سارے قصور معاف کیے تمہارے۔'' ایک ہی پل میں ایک ماں نے اپنے بیٹے کو معتبر کردیا تھا' زاویار نے اپنا چہرہ ان کے سینے میں چھپالیا۔

''میں بہت برا ہوں مما...... بہت تکلیف دی ہے میں نے آپ کو' اپنے ایک ایک گزرے لمحے پر ہزار بار پچھتایا ہوں میں۔ بہت رویا ہوں' بے چین رہا ہوں' آپ سے دور ہوجانے کے بعد مجھے پتا چلا میں تو آپ کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوں۔'' مریرہ کے ہاتھوں کو چومتے ہوئے وہ اسے بتا رہا تھا تبھی در مکنون پاس آبیٹھی۔

''نری ایموشنل بلیک میلنگ۔''

''تمہیں زیادہ پتا ہے۔'' پلٹ کر درمکنون کو دیکھتے ہوئے وہ غصہ ہوا...... وہ مسکرا دی۔

''مجھ سے زیادہ کس کو پتا ہے آپ کا' بتاؤں گی میں مما کو جیسے مجھے ڈانٹتے ڈپٹتے رہے ہیں آپ۔''

''تو یوں کہو ناں دل کے پھپھولے پھوڑ رہی ہو میرے جذبات کی توہین تو مت کرو۔'' اس نے پھر ڈپٹا' درمکنون منہ چڑا کر رہ گئی۔

''آج سے مما صرف میری مما ہیں تم اپنے ناز نخروں کے لیے کوئی اور بندوبست کرو۔'' اپنے بازو مریرہ کے گرد حمائل کرتے ہوئے اس نے لاڈ سے کہا جب وہ بولی۔

''واہ مائیں ہمیشہ بیٹیوں کی ہوتی ہیں' ہے ناں مما...... بیٹوں کا کیا ہے وہ تو بیویوں کے پیچھے لگ کر چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔''

''ہاں' تم جیسے ساری عمر مما سے چپکی بیٹھی رہو گی' بیٹیاں جاتی ہیں صحیح معنوں میں ماں باپ کو چھوڑ کر۔ میری تو ویسے بھی بیوی تمہارے ساتھ ہے پتا نہیں سارا دن کیا کیا کہہ کر ورغلاتی رہتی ہو میرے خلاف۔''

''مما سن رہی ہیں آپ بھائی کی باتیں۔'' درمکنون نے اس کے الزام پر احتجاج کیا' مریرہ کی مسکراہٹ اور گہری ہوتی گئی۔

اس کی زندگی میں حادثے تو بے شمار ہوئے تھے مگر اس تازہ حادثے نے جیسے اس کی ساری محرومیوں اور دکھوں کو نگل کر اس پر خوشیوں کے در وا کر دیئے تھے۔ زندگی کے اتنے بڑے احسان پر وہ جتنی دیر بھی اپنے پاک پروردگار کے حضور سجدہ ریز ہوتی کم تھا۔

❁......❁......❁
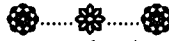
جمعہ کا دن آ پہنچا تھا' عمر عباس نے صبح ہی صبح مریرہ کو کال کر دی۔

''میں ضروری کام سے کچھ روز کے لیے شہر سے باہر جا رہا ہوں میرا انتظار مت کرنا۔''

''مجھے انتظار کرنے کی ضرورت نہیں' شام سات بجے تک سارے کام نپٹا کر گھر پہنچ جانا' مولوی صاحب زیادہ دیر نہیں رکیں گے۔'' اس کا لہجہ عمر سے زیادہ سنجیدہ تھا۔

''میں کوئی نکاح نہیں کر رہا' سنا تم نے۔''

''نہیں میری قوت سماعت آج کل کام نہیں کر رہی۔''

''کیوں ہاتھ دھو کر پیچھے پڑ گئی ہو میرے' وہ بھی ایک نہایت فضول کام کے لیے۔''

''فضول کام نہیں یہ سنت رسول ﷺ ہے۔'' اس نے تصحیح کرنا ضروری سمجھا وہ اور چڑا۔

''میں کچھ نہیں جانتا' میں نہیں آؤں گا۔''

''تمہارے تو اچھے بھی آئیں گے عمر عباس...... سات تو بجنے دو' دیکھتی ہوں کیسے نہیں آتے تم۔''

''سات بجیں یا آٹھ' مجھے پروا نہیں' اللہ حافظ۔'' کہنے کے ساتھ ہی اس نے کھٹاک سے فون بند کر دیا تھا' درمکنون جو ساتھ جڑ کر بیٹھی تھی پوچھے بغیر نہ رہ سکی۔

''کیا کہا عمر انکل نے؟''

''کچھ نہیں' ابھی انکار کر رہا ہے مگر میں جانتی ہوں وہ ضرور آئے گا۔''

''لیکن اگر وہ نہ آئے تو؟''

''سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔''

''اتنا یقین ہے آپ کو عمر انکل پر؟''

''عمر پر نہیں اس کے دل میں موجود اپنی قدر اور محبت پر یقین ہے مجھے۔''

''آہم...... کاش عمر انکل کی آپ سے شادی ہو جاتی مما تو آج حالات ایسے نہ ہوتے۔'' درمکنون نے گہری سانس بھر کر کہا' مریہ کو چپ لگ گئی۔

''ہوزان کیا کر رہی ہے؟'' چند لمحوں کی خاموشی کے بعد اس نے پوچھا' جواب عائلہ نے دیا۔

''عمر انکل کے کمرے کی صفائی کر رہی ہے۔''

''میرے پاس بلا کر لاؤ اسے' ضروری بات کرنی ہے۔''

''ٹھیک ہے۔'' اثبات میں سر ہلا کر اگلے پانچ منٹ کے بعد وہ ہوزان کو بلا لائی۔

''السلام علیکم آنٹی...... آپ نے بلایا مجھے۔''

''ہاں' یہاں بیٹھو ضروری بات کرنی ہے تم سے۔''

''خیریت؟''

''خیریت ہی سمجھو۔''

''جی بتائیں۔'' وہ بیڈ کے کونے پر ٹک گئی تھی' مریہ نے تمہید ضروری سمجھی۔

''عمر عباس کے بارے میں کیا جانتی ہو' کیسا انسان ہے؟''

''آپ یہ سوال مجھ سے کیوں پوچھ رہی ہیں؟'' وہ چونکی ہوئی' مریہ نے احتیاط سے کام لیا۔

''ضروری ہے اس لیے۔''

''بہت اچھے انسان ہیں بالکل فلموں' کہانیوں کے ہیروز جیسے۔''

''ہمسفر کی حیثیت سے پسند کرو گی اسے؟'' ایک دم سے جیسے بم بلاسٹ ہوا تھا' بھلا یہ کیسے ہو سکتا تھا وہ حیرانی سے مریہ کو دیکھے گئی۔

''یہ کیسے ممکن ہے؟'' دل کی بات زبان پر بھی آ گئی تھی تبھی مریہ بولی۔

''ممکن ناممکن کو چھوڑو' یہ بتاؤ اگر عمر عباس کے ساتھ تمہاری شادی طے کر دی جائے تو تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں۔''

''نہیں...... مگر وہ ایسا نہیں کریں گے' کبھی بھی نہیں کریں گے۔''

''اس کی چھوڑو تم اپنی تیاری کرو' ابھی عائلہ اور دری مل کر تمہیں پارلر لے جائیں گی' رات نو بجے نکاح ہے تمہارا عمر عباس کے ساتھ۔'' مریہ رحمٰن کا لہجہ سنجیدہ تھا' ہوازن بے یقین نگاہوں کے ساتھ اسے دیکھے گئی۔

''واقعی......!''

''ہاں...... واقعی۔'' وہ اسے یقین دلا رہی تھی' ہوزان نے شدت جذبات میں لپک کر اس کا منہ چوم لیا۔

''تھینک یو...... تھینک یو سو مچ...... آپ واقعی عظیم ہیں۔'' اس کا بس نہ چل رہا تھا وہ ہواؤں میں اڑنے لگے' مریہ اسے خوش دیکھ کر خود بھی مطمئن ہو گئی۔ وہ لڑکی واقعی عمر عباس جیسے بے مثال شخص کا ساتھ ڈیزرو کرتی تھی۔

❀......❀......❀
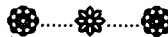
رات کے آٹھ بج چکے تھے' ہوزان پارلر سے تیار ہو کر دلہن بنی بیٹھی تھی۔ گھر کے باقی لوگ بھی تیار تھے' مولوی صاحب کا انتظام بھی ہو گیا تھا مگر عمر عباس کا دور دور تک کہیں نام و نشان بھی نہیں تھا۔ مریہ کی نظریں مسلسل وال کلاک

پر تھیں' ٹک ٹک کرتی گھڑی کی سوئیوں کے ساتھ اس کا دل بھی شدت سے دھڑک رہا تھا وہ یہ فرض بھی نہیں کرنا چاہتی تھی کہ عمر نہیں آئے گا۔

جیسے جیسے وقت آگے بڑھتا جا رہا تھا زاویار' درمکنون' عائلہ اور شہر بانو جو تھوڑی دیر پہلے ہی پاکستان پہنچی تھیں میں مایوسی بڑھتی جا رہی تھی۔ عمر عباس ایک ضدی انسان تھا اور وہ سب اس کی ضد سے بخوبی واقف تھے۔ مریرہ نے آج کی تقریب کے لیے حمنہ حسین کو بھی خصوصی طور پر مدعو کر لیا تھا اب یہ عمر پر تھا کہ وہ اتنے سارے لوگوں میں مریرہ کی عزت رکھتا ہے یا اس کا مذاق بنواتا ہے۔

سب شدت سے اس وقت صرف اسی کے منتظر تھے' وقت آگے بڑھا جا رہا تھا گھڑیال نے ساڑھے آٹھ کا الارم بجایا' ہوزان کی ساری خوشی ماند پڑ گئی۔ وہ جانتی تھی عمر اس سے شادی کے لیے کبھی راضی نہیں ہوگا اور اس کا یہ خدشہ سچ ثابت ہو رہا تھا وہ دلہن بنی بیٹھی چپ چاپ آنسو بہاتی رہی' آٹھ بج کر چالیس منٹ پر مریرہ بھی مایوس ہوگئی' اسے اپنا یقین ٹوٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ وہ خود کو ہوزان کی مجرم سمجھ رہی تھی' کوئی حق نہیں تھا اسے صرف اپنے یقین کی بساط پر کسی کے خالص جذبات کے ساتھ کھیلنے کا۔ عائلہ اسے مغموم دیکھ کر اس کے پاس چلی آئی جبکہ درمکنون نے ہوزان کے ہاتھ تھام لیے۔

''حوصلہ رکھو ہوزان...... میرا دل کہتا ہے عمر انکل ضرور آئیں گے' ہوسکتا ہے وہ کسی مشکل میں پھنس گئے ہوں۔'' وہ اس کی خوشی کافور ہوتے نہیں دیکھ سکتی تھی مگر ہوزان کو اب کسی تسلی پر یقین نہیں تھا تبھی جیسے ہی گھڑیال نے نو بجائے وہ اٹھ کر کمرے میں چلی گئی' اگلے پانچ منٹ میں بلند آواز سے روتے ہوئے اس نے اپنا چہرہ چھپا لیا تھا۔

مریرہ کو امید نہیں تھی وہ زندگی میں پہلی بار یوں اس کا یقین توڑے گا' اتنے لوگوں کے سامنے شرمندگی الگ محسوس ہو رہی تھی۔ مولوی صاحب بھی اب مسلسل انتظار سے اکتا گئے تھے تبھی مریرہ نے بناء نکاح کے انہیں اپنی طرف سے پیسے دے کر زاویار کو حکم دے دیا کہ وہ انہیں ان کے گھر یا مسجد چھوڑ آئے' اس نے مہمانوں کے لیے ہوٹل سے جو کھانا منگوایا تھا وہ بھی رکھا رہ گیا تھا۔

مولوی صاحب ابھی اپنی چیزیں سمیٹ رہے تھے جب گیٹ پر عمر کی گاڑی کا ہارن سنائی دیا' بجھے چہروں کے چراغ ایک دم سے جل اٹھے تھے۔ عمر گاڑی پارک کر کے اندر آیا تو یہ منظر دیکھ کر لب بھینچ کر رہ گیا۔ مریرہ کی آنکھیں اسے دیکھتے ہی بھر آئی تھیں۔

''تو یہ طے ہے کہ تم اپنی ضد نہیں چھوڑو گی میرو......'' وہ تھکا ہوا تھا مریرہ پھٹ پڑی۔

''بھاڑ میں جاؤ تم' مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے تمہاری زندگی کے بارے میں سوچنے کی۔'' وہ شروع سے ایسے ہی جذباتی تھی' عمر کو مجبوراً ہتھیار ڈالنے پڑے۔

''میں شادی کے لیے تیار ہوں۔'' خفا خفا سا وہ واش روم میں گھس گیا تھا۔ تقریباً پندرہ منٹ کے بعد فریش ہو کر واپس آیا تو زاویار اسے ڈائننگ روم میں لے گیا جہاں مولوی صاحب بیٹھے اسی کا انتظار کر رہے تھے۔

ٹھیک ڈیڑھ گھنٹے بعد نکاح کی تقریب اپنے اختتام کو پہنچی تو حمنہ حسین کو زاویار کے ساتھ اس کے گھر روانہ کر کے وہ مریرہ کے قریب آ بیٹھا۔

''اچھا نہیں کیا تم نے میرے ساتھ میرو...... بتا رہا ہوں میں تمہیں۔''

''سن لیا ہے' اب جاؤ ہوزان انتظار کر رہی ہوگی' پہلے ہی بہت ہرٹ کر چکے ہو تم اسے' خبردار جو ایک لفظ بھی کہا تو......''

''ھوزان مائی فٹ۔'' بے حد خفگی کے ساتھ کہتے ہوئے وہ فوراً ہی اٹھ گیا' اندر کمرے میں ھوزان اپنی چیزیں سمیٹ کر الماری میں رکھ رہی تھی' وہ اس پر چڑھ دوڑا۔

''کیا ضرورت تھی تمہیں مریرہ کو جذباتی کرکے میرے پلے پڑنے کی۔''

''میں نے کسی سے کچھ نہیں کہا۔'' وہ بھی خفا خفا سی تھی' وہ سر پر ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔

''اسے خواب نہیں آیا ہوگا کہ میری شادی تمہارے ساتھ ہونی چاہیے۔''

''یہ آپ ان سے ہی پوچھیں تو بہتر ہے۔''

''اس سے کیوں پوچھوں وہ تو سدا کی دشمن ہے میری' تمہارا تو کچھ نہیں بگاڑا میں نے پھر تم کیوں اس کے ساتھ مل کر سکون حرام کرنے پر تل گئیں میرا۔'' وہ اس پر اپنی فرسٹریشن نکال رہا تھا' ھوزان کا دل بھر آیا وہ پلٹی اور بھرائی آنکھوں کے ساتھ اس کے عین سامنے آ کھڑی ہوئی۔

''بس کریں عمر عباس...... آج کے لیے اتنی بے عزتی کافی ہے۔'' کہنے کے ساتھ ہی وہ کمرے سے باہر نکل گئی تھی' عمر اپنی ہتھیلی پر مکا رسید کرکے رہ گیا۔

❁......❁......❁
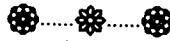
موسم بے حد سرد تھا' عائلہ سبزی کی ٹوکری اٹھا کر مریرہ کے کمرے میں لے آئی۔ زاویار اور درمکنون دونوں آفس گئے ہوئے تھے۔ مریرہ نے ہاتھ میں موجود قرآن پاک بند کرکے الماری پر رکھ دیا۔

''عمر انکل کے غصے کا درجہ حرارت کچھ کم ہوا کہ نہیں؟'' اس نے پوچھا جب مریرہ بولی۔

''ہوجائے گا آہستہ آہستہ' زیادہ دن اکڑ کر رہنے والا شخص نہیں ہے وہ۔''

''اللہ کرے ایسا ہی ہو' ھوزان بہت چپ رہنے لگی ہے۔''

''آہستہ سب کچھ ٹھیک ہوجائے گا' میں جانتی ہوں عمر کو' تم پریشان مت ہو۔'' وہ تسلی دے رہی تھی۔

''زاویار کیسا رہتا ہے تمہارے ساتھ؟''

''ٹھیک ہے۔''

''مگر تمہیں دیکھ کر نجانے کیوں لگتا ہے جیسے سب ٹھیک نہیں ہے' جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے تمہاری نسبت کسی اور لڑکے کے ساتھ طے تھی جو کرنل صاحب کے ساتھ رہتا تھا بعد میں شہید ہوگیا' ہے ناں۔''

''جی ہاں مگر وہ شہید نہیں ہوا' زندہ ہے۔''

''مگر میں نے تو سنا تھا کہ وہ شہید ہوگیا ہے۔''

''جی سب نے یہی سنا تھا مگر یہ سچ نہیں تھا بچ گیا تھا وہ۔''

''اوہ کہاں ہوتا ہے اب وہ؟''

''پتا نہیں' شادی کرلی ہے اس نے کسی کشمیری لڑکی سے۔''

''تمہیں کیسے پتا چلا؟''

''ایک روز مارکیٹ میں دیکھا تھا اسے اس کی بیوی کے ساتھ' بعد میں وہ گھر چلی آئی۔''

''ہم...... زاویار کے ساتھ شادی کیسے ہوئی پھر؟''

''صمید انکل اور بابا نے آپس میں بات کرکے زبردستی یہ شادی کروائی کیونکہ تب نہ زاویار میری شکل دیکھ کر راضی تھا نہ میں اس کی۔''

"تایا ابو کی موت کیسے ہوئی...... مجھے یاد کیا کبھی؟"

"آپ کو وہ کبھی بھولے ہی نہیں تھے مرنے سے پہلے بھی ان کی آخری خواہش ہی یہی تھی کہ وہ ایک بار آپ سے مل لیں آپ کو دیکھ لیں۔ اچانک ہارٹ اٹیک ہوا اور بس...... سب ختم ہوگیا۔" بات کرتے ہوئے اس کا چہرہ پھر افسردہ ہوگیا تھا' مریرہ نے پلکیں موند لیں۔

"مریرہ پھوپو مجھے ایک ضروری بات کرنی تھی آپ سے۔"

"ہوں کہو۔"

"درمکنون کی شادی کے لیے کیا سوچا ہے آپ نے؟"

"کھل کر کہو عائلہ...... کیا بات ہے' میں نے ابھی فی الحال اس کے بارے میں کچھ نہیں سوچا۔"

"اب سوچ لیں۔"

"میں سمجھی نہیں۔"

"میں سمجھا دیتی ہوں' دیکھیے ایک لڑکا ہے صیام...... شاید آپ جانتی ہوں اسے' آپ کے آفس میں کام کرتا تھا۔ دری اسے پسند کرتی ہے شاید وہ بھی پسند کرتا ہو دری کو' مجھے وہ لڑکا بہت پسند ہے دری کے حوالے سے۔ اسی لیے میں چاہتی ہوں آپ اس سے ملیں اور اپنی بیٹی کے مستقبل کے بارے میں کوئی بہتر فیصلہ کریں۔"

"ہوں یہ تو بہت اہم بات بتائی ہے تم نے' میں آج ہی زاویار سے بات کرتی ہوں۔"

"شکریہ مگر پلیز خیال رکھیے گا کہ فی الحال درمکنون تک یہ بات نہ پہنچے۔"

"ایسا ہی ہوگا تم فکر مت کرو۔" عائلہ کو تسلی دے کر وہ درمکنون کے حوالے سے سوچنے لگی تھی شاید اللہ نے اسے دوبارہ زندگی ہی اس لیے دی تھی کہ وہ اپنے رشتوں کی بیچ منجدھار میں ڈولتی کشتیاں پار لگا سکے۔

شہر بانو انگلینڈ واپس چلی گئی تھیں' مریرہ روز عمر سے ضد کرتی کہ وہ اسے کرنل صاحب کی قبر پر لے جائے مگر وہ ہر روز ٹال دیتا تھا اب تو اس نے زاویار کو بھی سختی سے منع کر دیا تھا کہ جب تک مریرہ کی حالت بالکل ٹھیک نہیں ہو جاتی اسے کہیں لے کر نہیں جانا۔ اس روز شام میں مریرہ نے صیام کو گھر بلایا تھا۔ درمکنون کی ضروری میٹنگ تھی اس نے کال کر کے اپنے دیر سے آنے کی اطلاع دے دی۔ صیام نے جو مریرہ کا نمبر دیکھا وہ خوشی سے پھولے نہ سمایا اگر وہ عدینہ کے ساتھ ملک سے باہر نہ گیا ہوتا تو لازمی طور پر اسے مریرہ کے صحت یاب ہونے کی خبر مل جاتی۔

ابھی کل رات وہ وطن واپس پہنچا تھا اور آج مریرہ کی طرف سے کال آ گئی تھی' وہ بستر سے نکلا اور جلدی جلدی تیار ہو کر عمر عباس کے گھر پہنچ گیا۔

"السلام علیکم!" دروازہ عائلہ نے کھولا تھا' صیام کو کچھ تسلی ہوئی۔

"وعلیکم السلام! کیسے ہیں آپ؟"

"الحمدللہ' مریرہ آنٹی کی کال آئی تھی بلایا تھا انہوں نے مجھے۔"

"ہاں وہ اندر انتظار کر رہی ہیں' آپ چلئے میں چائے لے آتی ہوں۔" وہ قدرے متفکر تھا کہ اللہ جانے مریرہ نے اچانک کیوں بلایا ہے اور عائلہ اس کے یوں پزل ہونے پر دل ہی دل میں مسکرا دی تھی۔

اسے اس کا پیار نہیں ملا تھا' وہ جانتی تھی من چاہا ساتھی نہ ملے تو دل کو کتنی تکلیف ہوتی ہے۔ اس نے یہ تکلیف سہی تھی مگر وہ اپنے پیارے رشتوں کو اس تکلیف سے بچانا چاہتی تھی تبھی بناء درمکنون کے علم میں لائے اس نے یہ قدم اٹھا لیا تھا۔
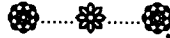
مریرہ ابھی مغرب کی نماز سے فارغ ہوئی تھی جب اسے صیام کے آنے کی اطلاع ملی۔ گہرے سرمئی سوٹ میں ملبوس اونچا لمبا خوب صورت نوجوان ہمیشہ سے اسے پسند رہا تھا تبھی وہ چاہتی تھی کہ شہرزاد کی شادی اس سے ہوجائے مگر ایسا نہیں ہوا تھا اسے وجہ تو معلوم نہیں تھی مگر اب عائلہ کی زبانی ساری حقیقت جان کر دلی اطمینان ضرور ہوا تھا۔

''السلام علیکم!'' صیام کی آنکھوں میں اسے زندہ سلامت دیکھ کر جو خوشی چمکی تھی وہ مریرہ سے پوشیدہ نہ رہ سکی تھی۔

''وعلیکم السلام! آؤ بیٹھو۔''

''مجھے آپ کو بالکل صحت مند دیکھ کر یقین جانیے بہت خوشی ہورہی ہے۔''

''جانتی ہوں' گھر والے سب کیسے ہیں؟''

''الحمدللہ سب ٹھیک ہیں' میں ملک سے باہر تھا اس لیے آپ کی صحت یابی کا فوری پتا نہ چل سکا ورنہ امی کو ساتھ لاتا وہ بہت دعائیں کرتی ہیں آپ کے لیے۔''

''اللہ انہیں زندگی اور صحت دے اللہ رب العزت کے کرم کے بعد یہ دعائیں ہی تھیں جو مجھے موت کے منہ سے نکال کر زندگی کی طرف واپس لائیں۔ خیر چھوڑو یہ بتاؤ جاب کیسی چل رہی ہے؟ عائلہ بتارہی تھی تم نے کوئی اور کمپنی جوائن کرلی ہے۔''

''جی۔'' سامنے بیٹھا وہ شرمندہ سا سر جھکا گیا تھا' تو یہ بات تھی جس کے لیے مریرہ نے اسے طلب کیا تھا۔ البتہ مریرہ کے مشفق لہجے میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔

''کیوں...... کیا دری کے ساتھ کوئی مسئلہ ہوگیا تھا یا کوئی اور بات تھی؟''

''مسئلہ تو کوئی نہیں تھا بس دردی میم نے مجھے کہا کہ انہوں نے میری جگہ پر عائلہ صاحبہ کو سیٹ دے دی ہے لہٰذا میں کہیں اور اپنا بندوبست کرلوں' اسی لیے مجبوراً آپ کی کمپنی چھوڑنی پڑی۔''

''چلو کوئی بات نہیں یہ بتاؤ شادی کے کیا ارادے ہیں کہیں بات طے ہوئی؟''

''بات تو بچپن سے طے تھی مگر میں نے ختم کردی۔''

''کیوں؟''

''کیونکہ مجھے وہ لڑکی پسند نہیں تھی۔''

''صرف وہ لڑکی پسند نہیں تھی یا کوئی اور لڑکی پسند تھی؟''

''دونوں ہی باتیں تھیں۔''

''پھر اب کیا سوچا ہے تم نے؟''

''کچھ نہیں جی' میں نے کیا سوچنا ہے بس زندگی جیسی گزر رہی ہے بہتر ہے۔''

''میں سمجھی نہیں' کیا تم شادی نہیں کرنا چاہتے۔''

''نہیں۔''

''کیوں؟'' اس کے صاف انکار پر وہ متعجب ہوئی تھی' صیام خاموش رہا۔

''دیکھو بیٹے جو بھی بات ہے تم کھل کر مجھ سے شیئر کرسکتے ہو' میں ماں جیسی ہوں تمہاری' ماؤں سے کچھ بھی چھپانا نہیں چاہیے۔''

''ایسی بات نہیں ہے اللہ آپ کو زندگی اور صحت دے اصل میں' میں جس لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں اس کا

اسٹینس میری اوقات سے بہت بڑھ کر ہے اور مجھ میں اتنی ہمت نہیں کہ میں خود کو اس کے برابر لا سکوں۔"
"یہ تو کوئی اتنی بڑی بات نہیں۔" مریہ نے کہا تبھی عائلہ چائے لے کر آ گئی۔
"آپ صاحب حیثیت ہیں آپ کے لیے بڑی بات نہیں ہوگی' میں ابھی نامساعد حالات کا شکار ہوں میرے لیے بہت بڑی بات ہے۔" وہ قدرے دلبرداشتہ تھا' مریہ مسکرا دی۔
"ایسا مت سوچو صیام...... تم پڑھے لکھے ہنر مند قابل انسان ہو جو بھی لڑکی تمہاری زندگی میں آئے گی۔ مجھے یقین ہے تم اسے ناخوش نہیں رکھو گے۔ میری بہت پہلے سے خواہش تھی کہ تم میرے داماد بنو' بنا کسی فرق کو اہمیت دیئے مگر میں صرف اپنی خواہش کے لیے تمہاری خوشیوں کو داؤ پر نہیں لگا سکتی۔" اس نے پتا پھینکا تھا اب یہ صیام پر تھا کہ وہ اس پتے سے بازی جیت جائے یا ہار جائے۔ عائلہ نے چائے کا کپ سامنے رکھ دیا۔
"آپ میرے لیے میری ماں جیسی ہیں اور مائیں اپنے بچوں کے دل کا حال ان کے کہے بغیر بھی جانتی ہیں اگر آپ کی نظر میں امیری غریبی کا فرق کوئی اہمیت نہیں رکھتا تو پلیز مجھے درمکنون کا ساتھ بخش دیں' میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں زندگی کے کسی موڑ پر کبھی اپنی وجہ سے اس کی آنکھ میں آنسو نہیں آنے دوں گا۔" وہ موقع ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا' مریہ کے دل میں اطمینان اتر گیا۔
"اللہ کرے ایسا ہی ہو اپنی والدہ سے کہنا وہ پرپوزل لے کر آ جائیں میں انہیں مایوس نہیں لوٹاؤں گی۔" اللہ اچانک کیسے مہربان ہوتا ہے صیام کو اس وقت پتا چلا تھا۔ اس کا بس نہ چل رہا تھا کہ وہ ہواؤں میں اڑنے لگے' مریہ کے ہاتھ چوم لے تبھی مسرور لہجے میں بولا۔
"دری میم شاید راضی نہ ہوں ان سے بات ہوئی آپ کی؟"
"اس کی تم فکر نہ کرو' وہ میری بیٹی ہے میری رضا اور حکم سے باہر نہیں جائے گی۔"
"بہت شکریہ' میں آپ کی یہ نوازش زندگی کی آخری سانس تک یاد رکھوں گا۔"
"ایسی کوئی بات نہیں' اللہ تم دونوں کو خوش اور آباد رکھے' آمین۔ بس میری بیٹی کو کبھی تکلیف مت دینا صیام پ بہت دکھ دیکھے ہیں اس نے زندگی میں۔"
"میں سمجھتا ہوں آپ مجھ پر اعتبار رکھیں میں آپ کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچاؤں گا۔" وہ یقین دلا رہا تھا' مریہ نہال ہو گئی۔
"میں اب چلتا ہوں مگر سچ کہتا ہوں مریہ آنٹی آج آپ نے مجھے وہ خوشی دی ہے کہ جس کا کوئی نعم البدل نہیں' ایسا لگتا ہے جیسے آپ نے ساری دنیا کی راحتیں اٹھا کر میری جھولی میں ڈال دی ہوں۔" مسرور سا وہ کہہ رہا تھا وہ نہ بھی کہتا تب بھی مریہ اس کی آنکھوں اور چہرے کی چمک سے اس کے اندر کی خوشی کا اندازہ لگا سکتی تھی۔
صیام کے جانے کے بعد آرام کی غرض سے وہ لیٹ گئی' اب اسے مناسب وقت دیکھ کر نہ صرف عمر اور زاویار سے بات کرنی تھی بلکہ نکاح کا بندوبست بھی کرنا تھا۔ اگلے روز وہ عمر عباس کے گھر سے مریہ پیلس شفٹ ہو گئی تھی۔

❁......❁......❁

وہ گیا تو ساتھ ہی لے گیا' سبھی رنگ اتار کے شہر کا
کوئی شخص تھا میرے شہر میں' کسی دور پار کے شہر کا
چلو کوئی دل تو اداس تھا چلو کوئی آنکھ تو نم رہی
چلو کوئی در تو کھلا رہا شب انتظار کے شہر کا

سو متاعِ جاں کو لیے ہوئے پلٹ آئے تیرے گرفتہ دل
کیسے بیچتے کہ ملا نہیں' کوئی اعتبار کے شہر کا
مری طرزِ نغمہ سرائی سے کوئی باغباں بھی تو خوش نہ تھا
یہ میرا مزاج ہے کیا کروں کہ میں ہوں بہار کے شہر کا
کسی اور دیس کی اور کو سنا ہے فراز چلا گیا
سبھی غم سمیٹ کے شہر کے' سبھی قرض اتار کے شہر کا

فضا میں ٹھنڈک کا راج تھا' عائلہ نے کچن سمیٹ کر جس وقت ٹیبل پر زاویار کے لیے رات کا کھانا لگایا شب کے ساڑھے گیارہ ہو رہے تھے۔ در مکنون مریرہ کے ساتھ سونے جاچکی تھی' زاویار فریش ہو کر کھانے کی طرف چلا آیا۔

''بیٹھ جاؤ۔'' میز پر کھانا لگا کر وہ پلٹ رہی تھی جب زاویار نے قورمہ کے ڈونگے کا ڈھکن اٹھاتے ہوئے آہستہ سے کہا' عائلہ بیٹھ گئی۔

''خیریت؟''

''ہوں' خیریت ہے؟'' تھوڑا سا قورمہ اپنی پلیٹ میں نکالتے ہوئے وہ جیسے خود کو کوئی خاص بات کرنے کے لیے تیار کر رہا تھا۔ عائلہ خاموشی سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی' زاویار نے روٹی کا پہلا لقمہ توڑ کر منہ میں رکھا۔

''کچھ ضروری بات کرنی ہے تم سے۔'' اسے خاموشی سے اپنی طرف دیکھتے پا کر اس نے وضاحت دی' عائلہ متوجہ رہی۔ کچھ لمحے پھر خاموشی کی نذر ہو گئے تھے جب وہ بولا۔

''تم جانتی ہو عائلہ ہماری شادی کن حالات میں بڑوں کی رضا سے ہوئی' نہ تم اس شادی کے لیے خوشی تھیں نہ میں۔ یہ صرف پیپر میرج تھی جس میں پاپا نے میرے سامنے یہ عہد رکھا تھا کہ انہیں جب بھی تمہارے لیے مجھ سے بہتر کوئی لڑکا نظر آیا وہ تمہیں مجھ سے ڈائیورس دلوانے میں ایک لمحے کی تاخیر نہیں کریں گے۔ بدقسمتی سے ابھی تک ایسا کوئی لڑکا سامنے نہیں آیا' شاید پاپا خود ڈھونڈنا بھی نہ چاہتے ہوں بہرحال میں اپنی اور تمہاری زندگی کو زبردستی کے رشتے کی بھینٹ نہیں چڑھنے دوں گا' اسی لیے میں نے ایک فیصلہ کیا ہے۔''

''کیسا فیصلہ؟'' عائلہ کی نظریں اس کے چہرے پر گڑی تھیں۔ زاویار نے ایک دو لقموں کے بعد کھانے سے ہاتھ روک لیا۔

''میں...... میں تمہیں طلاق دینا چاہتا ہوں عائلہ......'' وہ اس کی طرف دیکھ نہیں رہا تھا ورنہ عائلہ کے چہرے کا فق ہوتا رنگ ضرور دیکھ لیتا۔

''کیا......؟'' وہ حیران ہوئی تھی جیسے اسے یقین ہی نہ آیا ہو۔ زاویار نے نیپکن سے ہاتھ صاف کر لیے۔

''ہاں عائلہ...... یہ بہت ضروری ہے تاکہ میں بھی زندگی اپنی خوشی اور مرضی سے گزار سکوں اور تم بھی۔'' صاف مگر مختصر لہجے میں کہنے کے بعد وہ وہاں ٹھہرا نہیں تھا' عائلہ پتھر بنی وہیں بیٹھی رہ گئی تھی۔

ان شاء اللہ باقی آئندہ شمارے میں

بے خبر سا تھا مگر سب کی خبر رکھتا تھا
چاہے جانے کے سبھی عیب و ہنر رکھتا تھا
اس کی نفرت کا بھی معیار جدا ہے سب سے
وہ الگ اپنا اِک اندازِ نظر رکھتا تھا

الوینہ تیز رفتاری سے گاڑی دوڑا رہی تھی کہ اچانک اسے پوری قوت سے بریک لگانا پڑے۔ وجہ سامنے آجانے والی بچی تھی' چار سالہ بچی بے فکری سے چلتی ہوئی اچانک سامنے آگئی تھی مٹی سے اٹے بال' برش سے سنوارے شاید برش کیے بھی برسوں ہوگئے تھے' بنا چپل کے میلی سی فراک اور گندے سے چہرے سمیت اس بچی کو وہ تقریباً پہچان گئی تھی۔

بچی کی ماں تیزی سے آئی اور بنا کچھ کہے ایک نظر الوینہ پر ڈالتی بچی کو پکڑ کر لے گئی۔ اس کا حلیہ بھی کم وبیش بچی جیسا ہی تھا' تن پر تینوں کپڑے ہی رنگ برنگے تھے۔ سڑک کی فٹ پاتھ پر خیمہ لگائے یہ لوگ کچھ عرصے سے یہاں مقیم تھے جس میں ایک عورت ایک مرد اور کئی بچے تھے۔ اینٹوں کا چولہا بنائے ان میں لکڑی پھونکتی عورت بھی کچھ پکاتی نظر آتی تھی' بچے بے فکری سے سڑک پر دوڑتے رہتے اور اچانک کسی تیز رفتار گاڑی کی آمد پر سہم جاتے۔ نیم کے پیڑ کے عین نیچے انہوں نے اپنا آشیانہ بنا رکھا تھا اور خیمے کی ڈوریاں بھی نیم کے مضبوط پیڑ سے باندھ رکھی تھیں جس کے سائے میں ان کی زندگی بسر ہورہی تھی۔ اردگرد لائن سے بنگلے ہی بنگلے بنے تھے' یہ پوش علاقہ تھا جس میں خانہ بدوش لوگ عجیب منظر پیش کررہے تھے۔

''جانے انہیں یہاں سے کوئی ہٹاتا کیوں نہیں۔'' الوینہ ممکنہ حادثے سے بچنے کے بعد غصے سے سوچ کے رہ گئی' اس نے ایک بار پھر گاڑی کا رخ اپنے بنگلے کی طرف کردیا تھا۔

وہ گھر میں داخل ہوئی تھی کہ وہائٹ پپی اسے دیکھتے ہی بھاگا چلا آیا۔ اس نے جھک کر اسے اٹھا کر اس کی پیٹھ سہلانا شروع کردی۔ زوار سگار سلگائے بیٹھے تھے تو شمع اپنے نیلو فائل کرنے میں مگن ان کے سوالوں کے جوابات دے رہی تھیں۔

''کیا باتیں چل رہی ہیں مام ڈیڈ؟'' وہ ان کے سامنے والے صوفے پر براجمان ہوئی۔

''موسم بدل رہا ہے' سردیاں آنے والی ہیں میں شاپنگ کے لیے دبئی جارہی ہوں' تم چلوگی؟'' شمع نے اس سے استفسار کیا۔

''کیوں نہیں مام۔'' وہ تیار ہوگئی۔

''پچھلے سال ہی تم دونوں نے سردی کی ڈھیر ساری شاپنگ کی تھی' میری مانو تو پچھلے سال کی چیزوں سے ہی کام چلالو۔ شاپنگ کسی اور چیز کے لیے کرلو۔'' زوار صاحب نے اپنی ادنیٰ سی رائے دی تھی' شمع نے ناک چڑھائی۔

''کچھ بھی ہو لیکن شاپنگ تو کرنے جائیں گے ہی اب کیا دوست احباب میں پرانے سردی کے کپڑے دکھاؤں؟'' الوینہ نے بھی ماں کی حمایت میں سر ہلایا۔

''اور پرانے کپڑوں کے لیے یقیناً تم نے نیا وارڈ روب بھی لینا ہوگا۔'' زوار صاحب نے چڑایا۔

''اب پورے گھر کو وارڈ روب سے تو نہیں بھر سکتی۔ سوچ رہی ہوں کچھ کپڑے کسی ویلفیئر ٹرسٹ کو دے دوں۔'' شمع نے خیال ظاہر کیا تو الوینہ کی نظر میں خیمہ میں موجود بچے گھوم گئے' اس کی شارٹ جیکٹس' جینز' سوئٹر باآسانی ان بچوں کو پورے آسکتے تھے اس نے بارہ سے چار سال کی عمر تک کے بچوں کو دیکھا تھا۔

''ڈیڈ...... یہ اچانک ہماری اسٹریٹ میں خیمہ کہاں سے آگیا؟'' اس نے اپنی حیرت کو زبان دی۔

''خانہ بدوش ہیں' لوگوں کی نظر نہیں پڑی ابھی شاید ورنہ خیمہ اکھاڑ پھینکیں گے۔''

''ہاں کچھ بدنما سا لگ رہا ہے' علاقہ کے لوگ کمپلین نہیں کررہے ہیں تو آپ کردیں۔'' شمع نے راہ دکھائی۔

''چھوڑو' کیوں غریبوں کے سر سے چھت چھینوں۔ سڑک پر ہی پڑے ہیں ناں۔'' زوار صاحب کو غریبوں کی بددعاؤں سے بڑا ڈر لگتا تھا بھلے ان سے دعا لینے کا کوئی عمل کریں یا نہ کریں بددعا سے ضرور

ڈرتے تھے۔

"خیر جانے دو اس ذکر کو تمہارے نام پر ایک نیا بنگلہ خرید رہا ہوں وہی جو تمہیں بہت پسند آیا تھا۔" شمع کسی دوسرے کے سر سے چھت چھیننے کا کہہ رہی تھیں اور ان کے شریک سفر انہیں ایک اور نئی چھت کی نوید دے رہے تھے۔

❁......❁......❁

اگلے ہی دن الوینہ شمع کے ہمراہ شاپنگ کے لیے دبئی چلی گئی تھی پپی بھی اس کے ہمراہ تھا۔ سوئٹر، لانگ کوٹ، گرم اسکارف، شارٹ جیکٹس، کوٹ شوز کی خریداری کے ساتھ پپی کے لیے بھی اس نے دل کھول کر شاپنگ کی تھی۔ یہاں کا موسم کچھ نارمل محسوس ہو رہا تھا، لگے ہاتھوں انہوں نے دوستوں اور رشتہ داروں کے ساتھ بھی چند دن گزار لیے۔

دونوں واپس آئیں تو شہر میں سردی کی لہر پھیل گئی تھی اس بار توقع کے برخلاف سردی بڑھنے کی پیشن گوئی تھی۔ ائیر پورٹ سے گھر تک کے سفر میں الوینہ پر کپکپی طاری ہوگئی تھی، وہ بار بار ہاتھوں کو آپس میں رگڑتی رہی تھی، گاڑی کا ہیٹر خراب تھا جس کی وجہ سے ڈرائیور اس کے عتاب کی زد میں تھا۔ گاڑی ان کی اسٹریٹ میں داخل ہوئی تو اس کی نظر بے ساختہ دائیں طرف خیمہ پر پڑی، سرد ہوا سے خیمہ پنچھی کی طرح پھڑپھڑا رہا تھا۔ الوینہ کو ایک لمحے کے لیے اس خیمہ کے بچے یاد آگئے۔

"میں کل ہی پچھلے سال کے گرم کپڑے انہیں دے دوں گی۔" وہ کبھی بھی اتنی دریا دل نہیں رہی تھی لیکن جانے کیوں اس گھڑی اس کے اندر یہ خیال جڑ پکڑنے لگا۔ اس نے اپنی گود میں بیٹھے پپی کو ایک نظر دیکھا، سوئٹر پہنانے کے باوجود اس نے اسے چھوٹے سے کمبل میں لپیٹ رکھا تھا، ٹھنڈ سے بچتا پپی بھی سردی سے کچھ ناخوش لگ رہا تھا۔

"اُف سردی تو غضب کی ہوگئی ان چند دنوں میں۔ جلدی سے کافی لاؤ بھئی۔" شمع نے گرم لاؤنج میں قدم رکھتے ہی ملازم کو حکم دیا تو وہ تعمیل کو چل دیا۔

سرد برفیلی ہواؤں کے بعد ہیٹر کی گرمائش والا ماحول الوینہ کے بھی حواس بحال کرنے لگا تھا اس نے پپی کو صوفے پر بٹھا دیا۔ الوینہ اس کے لیے فکرمند ہوگئی تھی۔ پپی کو سردی لگ گئی تھی وہ بیمار ہوگیا، الوینہ کے دو تین دن پپی کی فکر میں نکل گئے مختلف ڈاکٹرز کو دکھاتی وہ اس کے لیے متفکر ہوئی۔

آج پپی کی طبیعت قدرے بہتر ہوئی تو الوینہ کو بھی چین آیا، روم میں ہیٹر چل رہا تھا ڈرائی فروٹس کے ساتھ گرما گرم کافی کمبل کے اندر بیٹھ کر پیتے الوینہ پپی کو دیکھ رہی تھی جو اس کے پاس کمبل اوڑھے سو رہا تھا۔ کمرے کے دروازے، کھڑکیاں تو بند تھیں جانے برفیلی ہواؤں کا جھونکا کہاں سے آ رہا تھا، اس نے کمبل سے نکل کر دبیز پردوں کو آگے پیچھے کر کے دیکھا تھا کہ شاید ملازمہ سے کوئی کھڑکی کھلی رہ گئی ہو اور اس کا شک درست نکلا آخری کھڑکی کا پٹ کھلا رہ گیا تھا۔ صبح ملازمہ کی کلاس لینے کا سوچ کر اس نے آگے بڑھ کر پٹ بند کرنا چاہا کہ خطرناک حد تک برفیلی سرد لہروں نے اسے چھوا تو اس کے وجود میں پھریری سی دوڑ گئی۔ اس کی نظریں بے ساختہ سڑک پر پڑی تھیں، ہواؤں نے جیسے آج خیمہ اکھاڑ دینے کی ٹھانی تھی۔ اس کی نظریں ایک پل کو یہ منظر دیکھ کر ٹھٹک گئیں۔

صبح انہیں گرم کپڑے پہنچانے کے خیال کو اس نے ایک بار پھر اپنے اندر مضبوط کیا، دل نے کہا کہ ابھی جا کر انہیں گرم کپڑے، کمبل دے آئے مگر اتنی شدید سردی میں دو سیکنڈز میں اس کے ہاتھ برف بن گئے تھے، باہر نکلی تو شاید اسے نمونیہ ہی ہو جاتا۔

"صبح گرم کپڑے ضرور دے دوں گی۔" اس نے خود کو ریمائنڈ کروایا اور کمبل کے اندر گھس گئی۔

❁......❁......❁

"اماں کوئی گرم کپڑا ڈال دے۔" چار سالہ بچی

کے وجود میں جیسے کرنٹ دوڑ گیا تھا' وہ بری طرح لرز رہی تھی۔

تیز ہوا کے سبب ان کا خیمہ پھڑ پھڑا رہا تھا' نیم کے مضبوط پیڑ سے ڈوری باندھنے کے باوجود بڑے پتھر سے خیمہ کو باندھا گیا تھا پچھلی کئی راتوں سے خیمہ ان برفیلی سرد ہواؤں کا مقابلہ کرتے کرتے اب جگہ جگہ سے چھلنی ہوگیا تھا۔ چاروں طرف سے آتی سرد ہوائیں خیمہ کے مکین کو ٹھٹھرا رہی تھیں۔ عورت و مرد اپنی اپنی جگہ پر سمٹے ہوئے مسلسل کئی راتوں سے اس سرد موسم کا مقابلہ کرتے ہوئے اب جیسے تھکنے لگے تھے۔

بچی کی پکار پر ماں نے اسے اپنے مزید قریب گھسیٹ لیا تھا کہ شاید اس کے سرد جسم کی تھوڑی سی بھی حرارت سے بچی کی کپکپاہٹ کم ہوجائے۔ وہ سب جلد از جلد رات بیتنے کی دعا کررہے تھے تاکہ ان منہ زور ہواؤں کا زور تو ٹوٹتا۔ باہر سے چن کر لائی لکڑیاں جلا کر کئی دنوں سے حرارت کا سامان کررہے تھے لیکن سردی تھی کہ رگوں میں خون جمائے دے رہی تھی۔ تیز ہوا کی بدولت آگ بھی مسلسل جلنے سے انکاری تھی۔

❁......❁......❁
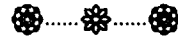
سردی اتنی تھی کہ اس نے روم میں ہی اپنا ناشتا منگوا لیا تھا' پپی کو بھی ناشتا کروا کر اس نے دوبارہ کمبل میں لپیٹ دیا تھا۔

الوینہ یونیورسٹی جانے کے لیے نکلی تو' فرنٹ سیٹ پر گرم کپڑوں کے ڈھیر کو دیکھ کر اس کے چہرے پر آسودہ مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ بالآخر آج وہ اپنی سوچ کو عملی جامہ پہنانے میں کامیاب ہو ہی گئی تھی لیکن اسٹریٹ میں سے خاصا رش نظر آیا تھا' میونسپلٹی کی گاڑیاں اور ایمبولینس کو دیکھ کر اس کی گاڑی کو بریک لگ گئے تھے۔ وہ بے ساختہ اتری تھی' خیمہ اسے کہیں نظر نہیں آیا تھا۔ سرد ہواؤں کا مقابلہ کرتے ہوئے جانے کس پہر نیم کے مضبوط پیڑ سے ڈوری چھڑاتا سرد انگلیوں کی گرفت سے نکل چکا تھا اور اب سات لاشیں ایک دوسرے سے چمٹی اکڑی پڑی تھیں' الوینہ کے قدم جیسے لرزنے لگے تھے۔

''امیروں کے لیے ہر موسم کے کپڑے ہیں اور بڑی وافر تعداد میں۔ سردی کے لیے لانگ کوٹ' شوز' بوٹس' کتے بلیوں تک کے لیے گرم کپڑوں کی شاپنگ یورپ دبئی سے کرتے ہیں۔ سردی سے بچنے کے لیے ہیٹر والے کمرے میں کمبل تلے بیٹھ کر ڈرائی فروٹس اور کافی سے محظوظ ہوتے انہیں فرصت نہیں ہوتی کہ کھڑکی کھول کر ایک لمحے کے لیے سرد ہوا میں باہر گلی میں جھانک لیں کہ کوئی سردی سے ٹھٹھر کر مرنے سے پہلے جینے کے لیے ایڑیاں نا رگڑ رہا ہو۔'' ایمبولینس میں موجود ایک رضا کار تلخی سے کہہ رہا تھا' وہ بہت ینگ تھا اور شاید نیا بھی اور شاید...... اکڑی لاشیں اٹھانے کا اس کا پہلا موقع تھا تب ہی وہ ہزاروں کنال پر مشتمل بنگلوں کو نفرت بھری نظر سے دیکھتے کہہ رہا تھا۔

کتے بلیوں کو اہمیت دینے والوں کی نظر میں آج انسانیت کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ خیمہ اکھاڑ کر انہیں دربدر کرنے والے ان کے لیے چھت مہیا نہیں کرسکتے تھے اور اب وہ زندہ لوگ لاشوں میں بدل کر ایمبولینس کا سفر طے کررہے تھے۔ اس لڑکے کے جملے الونیہ کی روح تک کو مضطر کرگئے تھے۔

''کاش...... کہ میں رات انہیں گرم کپڑے دے آتی۔'' الوینہ کی آنکھ سے ایک آنسو نکلا تھا۔

ابھی تو پھول کھلنے ہیں

شبانہ شوکت

اس کے یوں ترکِ محبت کا سبب ہوگا کوئی
جی نہیں مانتا وہ بے وفا پہلے سے تھا
تیرے آنے سے تو بس زنجیر ہی بدلی گئی
ہم اسیروں پر جفا کا باب' وا پہلے سے تھا

"یہ...... یہ کیا ہو رہا ہے؟" ان کے لبوں سے بے اختیار یہ فقرہ ادا ہوا تھا۔ سلویٰ نے ہلکے سے جھٹکے سے گاڑی روک دی۔ سامنے لوگوں کا جمگھٹا لگا ہوا تھا۔ یقیناً کوئی حادثہ؟

"بیٹا...... اتر کر دیکھو کیا ہوا ہے؟" ان کے کہنے پر سلویٰ اثبات میں سر ہلاتی ہوئی گاڑی سے اتری اور کچھ ہی دیر میں واپس بھی آ گئی۔

"دو گاڑیوں کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے ایک گاڑی والے تو بچ گئے ہیں دوسری گاڑی والے کو کافی چوٹیں آئی ہیں۔" اس نے تفصیل بتائی۔

"اللہ رحم کرے...... میں دیکھ لوں؟" اجازت طلب نظروں سے سلویٰ کو دیکھا' جس نے سر کو یوں دائیں بائیں ہلایا جیسے کہہ رہی ہو "آپ نہیں رہیں گی بغیر دیکھے اور دیکھ کر اپنی جو طبیعت خراب کریں گی اففف......"

وہ قریب پہنچیں' وہاں دو تین مرد مل کر اس آدمی کو گاڑی میں ڈال رہے تھے بس ایک پل کو اس کا چہرہ ان کے سامنے ہوا اس کے ماتھے سے خون بہہ رہا تھا' وہ بے ہوش تھا مگر انہیں ایک لمحہ بھی نہیں لگا تھا اسے پہچاننے میں' وہ کرنٹ کھا کر پیچھے ہوئی تھیں۔

❁...... ○❁○ ...... ❁

"میں جس دن بھلا دوں تیرا پیار دل سے
وہ دن آخری ہو میری زندگی کا
یہ آنکھیں اسی رات ہو جائیں اندھی
جو دیکھیں سوا تیرے سپنا کسی کا"

وہ کچن کے کام کرتے ہوئے مسلسل گنگنا رہی تھی۔

"اوہو...... یہاں ہمارے لیے گانے گائے جا رہے ہیں اور ہم بدھوؤں کی طرح آفس میں بیٹھے بس کام ہی کیے چلے جا رہے ہیں۔" ولید اچانک آیا اور وہ تیزی سے پلٹی تھی۔

"کوئی نہیں' میں تو بس یونہی اور آپ بھی آفس میں نہیں بلکہ گھر کے کچن میں موجود ہیں۔" وہ ہنستا ہوا قریب آیا۔

"گرامر کی غلطیاں نکالنے کے بجائے اس جملے کے پیچھے چھپی ہوئی محبت کو محسوس کرو نا' ڈارلنگ۔"

"وہ مجھے پتا ہے' اب زیادہ فرینک ہونے کے بجائے اندر چلیں' میں چائے لا رہی ہوں۔" اس نے ولید کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر اسے پیچھے کیا' وہ ہنستا ہوا لاؤنج میں چلا گیا' وہ چائے کے ساتھ تھوڑا بہت اہتمام ضرور کرتی تھی' سو اس وقت بھی براؤنیز اور سینڈوچز موجود تھے۔ وہ ٹرالی لے کر لاؤنج میں آئی' ٹرالی کے نیچے سے ایک ٹرے نکال کر ایک پلیٹ میں براؤنیز اور دوسری میں سینڈوچ رکھ کر چھوٹی پیالی میں کیچپ نکالی اور ساتھ ہی کپ میں چائے ڈال کر ٹرے تیار کر کے حدید کے روم میں آ گئی' وہ کمپیوٹر میں اتنا محو تھا یا اسے دیکھ کر ہو گیا تھا' وہ جان نہ پائی عنیزہ نے مسکراتے ہوئے ٹرے اس کے کمپیوٹر کے ساتھ رکھ دی۔

"یہ چائے......" حدید نے نگاہ غلط بھی اس پر نہیں ڈالی' وہ پلٹ گئی' سدید اٹھ چکا تھا' اس کا ہاتھ منہ دھلا کر باہر لے آئی' وہ والہانہ باپ کی طرف بڑھ رہا تھا۔

"میری جان......" ولید نے اسے گود میں اٹھا لیا' عنیزہ مسکراتے ہوئے ولید کو پلیٹ میں سینڈوچ رکھ کر دینے لگی' وہ خود بھی کھا رہا تھا اور سدید کو بھی چھوٹے چھوٹے بائٹس دے رہا تھا۔ ہنستے مسکراتے میاں بیوی' کھلکھلاتا بچہ' کسی نے بڑی نفرت سے یہ خوشگوار منظر دیکھا تھا۔

❁...... ○❁○ ...... ❁

"سلویٰ' پلیز اس کے بارے میں معلوم کرو وہ ٹھیک تو ہے ناں۔ اسے زیادہ چوٹیں تو نہیں آئیں' میرا دم گھٹ رہا ہے' سلویٰ بیٹا' جلدی پتا کرو اس کا۔"

"اسی لیے مام میں آپ کو منع کرتی ہوں کہ آپ نہ دیکھا کریں ایسے سین' آپ میں برداشت تو ہے نہیں۔" سلویٰ کو غصے کے ساتھ ماں پر پیار بھی آ رہا تھا' جو کسی کو زخمی' بیمار یا دکھی نہیں دیکھ سکتی تھیں۔

"میری بچی مجھے بس اتنا پتا کر کے بتا دو کہ وہ ٹھیک تو ہے ناں' اسے کوئی بڑی چوٹ تو نہیں آئی ہے ناں۔ یا اللہ اسے اپنے حفظ و امان میں رکھنا' اے رب کریم' کرم فرما' رحم

فرما میرے مالک۔" وہ گڑگڑا کر دعائیں مانگ رہی تھیں' سلویٰ نے الجھ کر انہیں دیکھا۔

"ماں تو کچھ زیادہ ہی ایموشنل ہورہی ہیں...... اب اس کا پتا کرنے کے لیے ہاسپٹل جانا پڑے گا۔"

"تو تم احمر کو ساتھ لے کر چلی جاؤ۔" مشورہ حاضر تھا' وہ گہری سانس لیتی احمر کو بلانے چلی گئی۔

❁...... ○❁○ ...... ❁

بلو چیک والی شرٹ اور بلو ہی پینٹ میں ملبوس وہ کالج جانے کے لیے تیار تھا۔ عنیزہ نے نظر بھر کر اسے دیکھا' وہ بہت خوب صورت تھا بلاشبہ' بڑی بڑی آنکھوں میں مقناطیس کی سی کشش تھی' گھنی بھنویں' تیکھی ناک اور چھوٹے سے دہانے میں مقید خوب صورت ہونٹ' صاف رنگت مگر ایسی جاذبیت جو گورے رنگ میں بھی نہ ہو عنیزہ کو وہ بہت اچھا لگتا تھا' بہت پیارا' حالانکہ وہ اس سے بہت اکھڑ کر بات کرتا تھا مگر پھر بھی اس کا دل اس کی طرف کھنچتا تھا جیسے لوہا مقناطیس کی طرف' وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ وہ اسے پسند نہیں کرتا مگر پھر بھی وہ جان بوجھ کر اس سے مخاطب ہوتی' آگے بڑھ کر اس کے کام کرنے کی کوشش کرتی' وہ اگر اسے ناپسند کرتا بھی تھا تو بھی اس کے ساتھ کوئی بدتمیزی نہیں کرتا تھا' بس اسے دیکھ کر کسی اور طرف متوجہ ہوجاتا تھا' سدید سے بھی بات نہیں کرتا تھا' وہ کوئی بات کرتا بھی تو مختصر جواب دے کر اِدھر اُدھر ہوجاتا...... موقع ہی نہیں دیتا تھا کہ کوئی اس سے فری ہوپائے' صرف ولید سے وہ بہت احترام ادب سے مخاطب ہوتا تھا' وہ ناشتہ ٹیبل پر لگادیتی' وہ آ کر چپ چاپ بیٹھ کر ناشتہ کرتا اور کالج چلا جاتا' اسی طرح کھانا چاہے رات کا ہو یا دن کا' وہ بہت خاموشی سے کھا کر اپنے کمرے میں چلا جاتا' عنیزہ سے بالکل مخاطب نہیں ہوتا تھا' ولید اور عنیزہ اگر ساتھ بیٹھے ہوتے یا کھانا' چائے وغیرہ نوش کررہے ہوتے وہ اپنے کمرے میں رہنا پسند کرتا مگر ان کے ساتھ کبھی شامل نہیں ہوتا تھا' پہلے پہل تو عنیزہ اسے بلانے کے لیے اس کے کمرے میں جایا کرتی تھی' مگر اس کی پیشانی کے بل' اس کے چہرے کے ناگوار تاثرات نے اسے سمجھا دیا تھا کہ وہ اپنی حد میں رہے تو بہتر ہے پھر اس نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا' سدید کی پیدائش سے اس کا دھیان بھی بٹ گیا تھا اور اب تو سدید بھی تین سال کا ہوگیا تھا۔

❁...... ○❁○ ...... ❁

"ان کی دونوں ٹانگیں زخمی ہوئی ہیں اور بائیں بازو پر چوٹ آئی ہے۔ ابھی کچھ دن انہیں ہاسپٹلائزڈ رہنا ہوگا مگر اچھی بات یہ ہے کہ چوٹیں زیادہ سیریس نہیں ہیں۔" سلویٰ نے ہاسپٹل سے آ کر انہیں پوری رپورٹ دی۔ انہوں نے اثبات میں سر ہلایا۔

"صبح مجھے بھی لے چلنا اور ناشتہ وغیرہ بھی لے چلیں گے۔" سلویٰ کا دل چاہا اپنا سر پیٹ لے۔

"مجھے دیر ہوجائے گی ماں۔" وہ جھنجلائی۔

"تو ایک دن دیر ہوجانے سے کیا ہوتا ہے بیٹا' اللہ تعالیٰ اجر دے گا تمہیں' ایک بیمار کی عیادت کتنا ثواب کا کام ہے۔ پھر وہ تو ہے بھی دوسرے شہر کا۔" روانی سے کہتے ہوئے انہیں اندازہ ہی نہیں ہوا کہ وہ کیا کہہ بیٹھی ہیں' یہ تو سلویٰ کے حیرت سے کھلے منہ اور پھیلی ہوئی آنکھوں کو دیکھ کر وہ ایک دم چپ ہوئیں۔

"آپ کو کیسے پتا ماں کہ وہ دوسرے شہر سے ہیں' آپ ان کو جانتی ہیں اسی لیے آپ اتنی بے چین ہیں۔" وہ پے در پے سوال کررہی تھی اور وہ صرف نفی میں سر ہلا رہی تھیں' ان کی آواز بند ہوگئی تھی۔

❁...... ○❁○ ...... ❁

نذیراں صفائی کررہی تھی' اس کی بیٹی رخشی نے مشین لگائی ہوئی تھی۔ عنیزہ کھانے کی تیاری میں لگی ہوئی تھی۔ کال بیل کی آواز پر رخشی نے دروازہ کھولا اور عالیہ اندر آ گئیں۔

"عالیہ آپا' آیئے آیئے۔" وہ محبت سے ان کے گلے لگی' ان کے ساتھ سوہا بھی تھی اور بلیک اینڈ ریڈ کنٹراسٹ کے جدید لباس میں' ہلکا پھلکا میک اپ کیے بہاروں کی ساری تازگی اپنے اندر سموئے وہ پندرہ سالہ لڑکی' جس کی نوجوانی

Hankies
Facial Tissues
Premium
200 x 2 Ply Facial Tissues
Premium
Premium
Makers of Quality
Hygiene Products
Available in
4 different colors
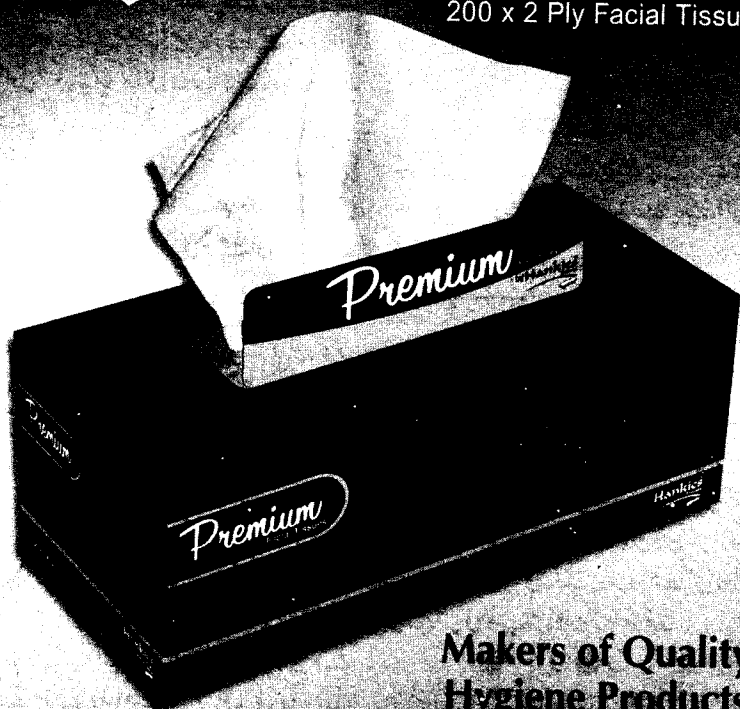
کا آغاز ہوا تھا' وہ جوانی کی تمام تر خوب صورتیاں اپنے وجود میں لیے منظر نامے کو کتنا خوب صورت بنا رہی تھی۔ کوئی عنیزہ سے پوچھتا۔ اسی وقت رخشی صابن اور کدوکش لیے وہیں فرش پر بیٹھ گئی اور پلیٹ میں کدوکش رکھ کر تیز تیز صابن کش کرنے لگی۔ صابن کے لچھے تیزی سے پلیٹ میں گرتے ہوئے ایک نرم سا ڈھیر بنا رہے تھے۔

"اوئی لڑکی یہ کیا کر رہی ہے۔" عالیہ مارے حیرت کے منہ میں انگلی دے کر بمشکل بول پائیں۔

"اف مامی' یہ آپ کیا صابن کا حلوہ بنوائیں گی۔" سوہا کا تو سوچ کر ہی دل متلانے لگا تھا۔ عنیزہ جو کچن میں چلی گئی تھی' ہنستی ہوئی باہر آئی۔ رخشی تو پہلے ہی لوٹ پوٹ ہو رہی تھی۔

"صابن کا حلوہ؟"

"چلو اسے جلدی سے موزے میں ڈالو۔" رخشی نے مٹھیاں بھر کر وہ صابن ایک جراب میں ٹھونسنا شروع کر دیا۔

"یہ ہو کیا رہا ہے' کچھ بتاؤ تو؟" عالیہ سے رہا نہ گیا۔

"آپا یہ اس طرح صابن کش کر لیتی ہے تو جلدی گھل جاتا ہے اور موزے میں ڈال کر آگے سے گرہ لگا دے گی تو کپڑوں سے چپکتا نہیں' اسی نے یہ طریقہ کہیں سے سیکھا ہے' میں تو اب عادی ہو گئی ہوں۔" عنیزہ نے مسکراتے ہوئے وضاحت کی تو سوہا کی رکی ہوئی سانس خارج ہوئی۔

"مائی گڈنیس......" اس نے جھرجھری لی۔ عنیزہ نے پہلے تو پرتکلف چائے کا اہتمام کیا پھر کھانے کا اور کھانا شروع ہونے سے پہلے حدید بھی آ گیا تھا' اسے دیکھ کر سوہا کی آنکھوں میں تو قندیلیں روشن ہوئیں تھیں' اس کی آنکھوں میں بھی قمقمے جلنے لگے تھے۔ عنیزہ جانتی تھی وہ کتنا ہی روکھا کیوں نہ ہو مگر سوہا کی آمد یا عالیہ آپا کے گھر جانا اس کی طبیعت میں چونچال لے آتا تھا' وہ سب سے نظر بچا کر سوہا کو دیکھتا اور سوہا کی اٹھتی' گرتی پلکیں اور دم بہ دم گلابی پڑتا چہرہ عنیزہ کو بے اختیار دونوں پر پیار آتا تھا۔ کھانا بہت ہی خوشگوار ماحول میں کھایا گیا اور شام کو ولید کے آنے پر پھر سے ایک ہائی ٹی کا بندوبست کیا گیا تھا۔ جس میں عنیزہ کا ساتھ سوہا اور عالیہ نے بھی دیا بلکہ ولید بھی باہر سے بہت کچھ لے آیا تھا' چائے کے بعد وہ جانے کے لیے تیار ہوئیں۔ حدید انہیں چھوڑنے گیا تھا۔ اسے ڈرائیونگ سیکھے بھی سال بھر ہوا تھا' سو شہر کے اندر تو آرام سے گاڑی چلا لیتا تھا۔

"یار اب اتنا کچھ کھانے کے بعد تو ڈنر کی بالکل خواہش نہیں رہی۔" ولید نے اس کے پوچھنے پر منع کرتے ہوئے کہا۔ وہ کچن سمیٹ کر آئی تو حدید سے پوچھنے اس کے کمرے میں آئی۔

"آپ کے لیے کھانا لاؤں؟"

"لے آئیں جی۔" وہ کوئی بک پڑھ رہا تھا' اس لیے سر اٹھائے بغیر بولا۔ عنیزہ نے کچن میں آ کر اس کے لیے تازہ روٹی پکائی اور سالن گرم کر کے ٹرے رکھ کر اسے دے آئی۔ دودھ وہ چولہے پر رکھ چکی تھی۔ سدید کا فیڈر اور ولید اور حدید کے دودھ کے گلاس تیار کر کے ان کی سائیڈ ٹیبلز پر پہنچائے اور حدید کے کھانے کے برتن کچن میں رکھ کر وہ اپنے کمرے میں آ گئی۔ اب چونکہ وہ سخت تھکی ہوئی تھی اس لیے اس کی طلب اس کا نرم گرم بستر تھا۔

❁......○❁○......❁

انہوں نے ایک فلاسک چائے کا تیار کیا' انڈے ابال کر انہیں نفاست سے کاٹ کر نمک اور کالی مرچ چھڑکی' چھوٹے سے ٹفن باکس میں پیک کیے' دو انڈے فرائی کیے' ایک چیز آملیٹ بنایا' ایک خستہ پراٹھا اور تازہ ڈبل روٹی کا پیکٹ' دودھ اور جوس کے ڈبے اس کے علاوہ تھے' سلوئی خاموشی اسے نہیں دیکھتی رہی۔ دو بڑے سائز کے شاپرز تیار کر کے نکلنے لگیں کہ عامر کے ساتھ اشعر اور احمر آ گئے۔

"یہ کہاں کی تیاری ہے آپا؟" عامر نے حیرت سے سارے سامان پر نظر ڈالی۔

"سوشل ویلفیئر...... آپ کو تو پتا ہے ناں ہماری مام کا' کوئی بندہ دکھی یا زخمی نظر آ تو جائے' بس اب یہ سب ایک

بندے کی عیادت کے لیے ساتھ لے جایا جا رہا ہے۔" سلوی نے دونوں ہاتھ پھیلا کر کندھے اچکائے' عامر نے مسکراتے ہوئے بہن کے کندھوں کے گرد بازو پھیلایا۔

"میری بہنا کی کیا بات ہے' یہ تو فرشتے کی مانند ہیں۔"

"آؤ بیٹھو' تم یہ سامان گاڑی میں رکھو جب تک۔" عامر کو ساتھ لیے وہ لاؤنج کی طرف بڑھیں' اشعر سلوی کے ساتھ وہ سامان گاڑی میں رکھوانے لگا۔

"عانیہ کے لیے آج اریش کے گھر والوں نے آنا ہے تو ثوبیہ آپ کو بلا رہی ہے کہہ رہی تھی آپا آئیں گی تو ہی سارا پروگرام ڈیسائیڈ ہوگا' مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آرہی۔"

"ہاں...... ہاں کیوں نہیں' میں یہ تھوڑے سے کام نمٹالوں تو چلتی ہوں تمہارے ساتھ۔" وہ تو ایرے غیرے کے کام آنے کے لیے ہر دم تیار رہتی تھیں یہ تو جان سے پیاری بھتیجی کا معاملہ تھا۔ وہ ایک دم ایکسائیٹڈ ہوئیں۔

"تو یہ جو آپ کہیں جا رہی ہیں۔"

"وہ...... ہاں...... وہ۔" وہ چپ سی ہوئیں۔ "سلوی کو کہتی ہوں اشعر کے ساتھ ہو آئے' میں تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔" لمحوں میں فیصلہ کیا اور اٹھ گئیں۔

"یہ اچانک پروگرام بنا ہے ان کا؟"

"ہاں' ابھی دس بجے فون آیا ہے کہ ہم شام کو آرہے ہیں۔ ثوبیہ کے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے' مجھے بھگایا آپ کی طرف کہ آپا کو لاؤ' وہی کچھ کریں گی۔"

"سلوی کو کہہ دو کہ وہیں آجائے' چلو میں تیار ہوں۔" انہوں نے موبائل پرس میں رکھا اور چشمہ لگا کر' چادر اوڑھتی ان کے ساتھ چل دیں۔

❁...... ○❁○ ......❁

وقت تیزی سے گزر رہا تھا' حدید نے M.B.A کر لیا اور سدید کلاس ٹو میں پہنچ گیا۔ حدید کو ایک بہت اچھی جاب مل گئی تھی۔ وہ اب بہت خوش رہتا تھا۔ عنیزہ سے بھی کچھ بہتر رویہ ہو گیا تھا' بدتمیزی تو پہلے بھی نہیں کی تھی مگر اب وہ کھنچاؤ جو پہلے اس کے رویے میں محسوس ہوتا تھا وہ نہیں رہا تھا۔ وہ نہ صرف کھانا ان کے ساتھ کھاتا بلکہ تھوڑا بہت ہنس بول بھی لیتا تھا' وہ خوش تھی کہ اس کے دل میں جگہ بنانے میں کامیاب ہوگئی تھی' اس دن وہ آفس سے آیا تو لاؤنج میں ہی بیٹھ گیا' عنیزہ اس کے لیے چائے لے آئی' سدید لان میں سائیکل چلا رہا تھا۔

"آج تھکاوٹ ہوگئی ہے تو سوچا چائے پی کر ہی روم میں جاؤں۔" وہ مسکرایا۔

"ہاں چائے پی کر تھوڑا ریسٹ کرلو' فریش ہو جاؤ گے۔" چائے پی کر وہ اٹھا اور اس کے ساتھ جڑ کر بیٹھ گیا۔ عنیزہ غیر ارادی طور پر تھوڑا سا پیچھے کھسکی۔ حدید نے اس کا ہاتھ پکڑ کر سامنے کیا۔

"آپ کے ہاتھ کتنے خوب صورت ہیں۔" اب وہ اس کا ہاتھ اپنے ہونٹوں تک لے جا رہا تھا۔ عنیزہ نے نرمی سے ہاتھ چھڑایا اور مسکرانے کی کوشش کی۔ نجانے اسے کیوں عجیب سا لگ رہا تھا شاید اس لیے کہ وہ اس سے پہلے کبھی اتنا فری نہیں ہوا تھا' مگر آج اس کی حیرت ختم ہونے والی نہیں تھی' وہ اس کی کمر کے گرد بازو حمائل کر کے اس کے چہرے کے بالکل قریب اپنا چہرہ لایا وہ جھٹکے سے دور ہوئی۔

"حدید...... تم حواسوں میں تو ہو؟"

"نہیں تم نے مجھے حواسوں میں رہنے ہی نہیں دیا۔" یہ طرز تخاطب' دیکھنے کا یہ انداز' وہ دم بخود اسے دیکھ رہی تھی کہ وہ مزید قریب ہوا۔ "تم نے مجھے پاگل کر دیا ہے' میں اب تمہیں پانا چاہتا ہوں' میں تمہیں اتنی محبت......"

"عنیزہ......" عنیزہ نے گھبرا کر دروازے کی طرف دیکھا۔ جہاں سدید کی انگلی تھامے ولید کھڑا تھا' حیران' بے یقین' حدید ایک دم کھڑا ہوا۔

"انہوں نے مجھے......"

"بس......" ولید ضبط کی انتہا پر تھا۔ "چپ رہو تم۔" عنیزہ کا رنگ سفید پڑ گیا' وہ کھڑی ہوئی تو یوں جیسے ابھی گر جائے گی' ولید نے حدید کو سخت لہجے میں مخاطب کیا۔

"تم جاؤ اپنے روم میں اور تم آؤ میرے

ساتھ۔'' وہ مجرموں کی طرح سر جھکائے اس کے پیچھے بیڈ روم میں آئی۔

''مجھ میں کوئی کمی ہے' کون سی تمہاری طلب پوری نہیں ہوتی کہ تم اس بائیس سال کے لڑکے کو استعمال کرنے لگی تھیں' بغیر خیال کیے کہ تمہارا اور اس کا کیا رشتہ ہے؟''

''کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ؟'' وہ بلبلائی۔

''ابھی میں نے جو وہ سب دکھا ہے دیکھ کر میں اور کیا کہہ سکتا ہوں؟'' اس کے لہجے کی کاٹ نے عنیزہ کو زخمی کر دیا تھا۔

''آپ کو مجھ پر اتنا سا بھی اعتماد نہیں...... آپ کے خیال میں ایسی ہوں میں؟''

''ایسی نہیں تھیں تو بھی بننے میں کتنی دیر لگتی ہے۔'' وہ ضبط کے کڑے مراحل سے گزر رہا تھا۔ عنیزہ کے سر پر تو چھت آ پڑی تھی۔ اتنے دھماکے ہو رہے تھے کہ اسے کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ معاً دروازے پر دستک دے کر حدید اندر آیا۔

''آئی ایم سوری مگر میں نے جان بوجھ کر کچھ نہیں کیا' انہوں نے مجھے ایسے فزیکل کیا کہ...... بٹ آئی ایم سوری پاپا۔'' گڑگڑ کرتی پوری ٹرین عنیزہ کے وجود کے پرخچے اڑاتی گزر گئی تھی۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے حدید کو دیکھ رہی تھی جو ابھی مزید کہہ رہا تھا۔ ''یہ بہت دنوں سے مجھ سے فرینک ہو رہی تھیں' گر یجولی مگر آج یہ کچھ زیادہ ہی......''

''بس...... آگے کچھ نہیں۔'' اسے روک کر ولید عنیزہ کی طرف مڑا۔

''تم ہرگز ایسے پاکیزہ رشتوں کی اہل نہیں ہو' تم کسی کے ساتھ ایسے مقدس بندھن میں بندھی رہنے کی اہل بھی نہیں ہو' تم اٹھو میں تمہیں تمہارے گھر چھوڑ آتا ہوں' تم اب میرے ساتھ نہیں رہ سکتیں۔'' اس کا لہجہ بے لچک تھا۔

''نہیں ولید' یہ سب جھوٹ ہے' ایسا کچھ نہیں ہے۔'' وہ تڑپ کر ولید کی طرف بڑھی مگر وہ پیچھے ہٹ گیا۔

''نہیں' ایک لفظ اور مزید نہیں کہنا' اٹھو اور چلو' میں چھوڑ دوں گا تمہیں ورنہ دوسری صورت میں غلط طریقے سے نکالی جاؤ گی۔'' ولید کی آنکھیں خون چھلکا رہی تھیں اور لہجہ بہت سنگین تھا۔ عنیزہ تڑپ کر رونے لگی۔

''نہیں ولید' پلیز ایسا نہ کریں' میں نے کچھ نہیں کیا۔''

ولید بغیر کچھ کہے دروازے سے باہر نکل گیا۔

''کیوں کیا تم نے میرے ساتھ ایسا کیا بگاڑا تھا میں نے تمہارا؟'' وہ حدید کی طرف دیکھ کر روتے ہوئے چیخی۔ وہ مبہم سا مسکرایا' اس کی خوب صورت مقناطیسی آنکھوں کی چمک دوگنی ہوگئی تھی۔ معصوم چہرے پر خباثت ہی خباثت تھی۔

''عنیزہ آؤ......'' باہر کھڑے ولید کی آواز سن کر وہ متوحش ہوئی' سدید کہاں تھا؟ شاید ولید کے ساتھ وہ تیزی سے لاؤنج کراس کر کے پورچ میں آئی۔

''سدید کہاں ہے؟''

''تم گاڑی میں بیٹھو۔'' سرد آواز بے مہر لہجہ۔

''پر سدید کو تو آنے دیں۔''

''وہ نہیں آئے گا۔'' ولید اس کی طرف دیکھے بغیر ونڈ اسکرین سے باہر دیکھتا رہا' اس نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

''کیوں نہیں آئے گا وہ میرے بغیر کیسے رہ سکتا ہے اور میں اس کے بغیر......؟''

''جب حدید اپنی ماں کے بغیر رہ لیا تو سدید بھی رہ جائے گا' میرے بچوں کے نصیب میں ہی ماں نہیں ہے۔'' لہجے سے کرب جھلکا تھا۔ وہ گاڑی سے دور ہوگئی۔

''میں اپنے بیٹے کو لیے بغیر نہیں جاؤں گی۔''

''میں تم جیسی بدکردار عورت کے حوالے اسے نہیں کروں گا' ضد کرو گی تو بہت برا ہوگا......'' اس نے نفی میں گردن ہلائی۔ عنیزہ کو لگ رہا تھا کہ آج اس کے لیے قیامت برپا ہو چکی ہے' اس کے الفاظ پتھروں کی شکل میں سنگساری کر رہے ہیں' زمین' آسمان پھٹ چکے ہیں اس کے لیے کوئی جائے پناہ نہیں تھی۔

❀...... ○❀○ ...... ❀

اریش اور اس کے گھر والوں کی آمد نے ایک خوشگوار

ہلچل مچائی تھی' سارا دن خوش گپیوں اور مہمان داری میں گزر گیا تھا۔ وہ ثوبیہ کے ساتھ مصروف رہیں' رات کو گھر واپس آئیں تو کچن میں رکھے برتنوں کو دیکھ کر وہ زخمی یاد آ گیا۔

''سلویٰ بیٹا اس کی طبیعت کیسی تھی؟''

''بہتر تھا مام۔'' اس نے بغیر چونکے ایسے جواب دیا جیسے وہ ان کی طرف سے اس سوال کی منتظر تھی۔

''کچھ کہا تو نہیں ناشتہ دیکھ کر۔'' وہ کچھ ہچکچاہٹ' اشتیاق سے پوچھ رہی تھیں۔

''کہہ رہے تھے آپ نے اتنا تکلف کیوں کیا اور حیران بھی ہو رہے تھے' دوبار پوچھا آپ کون ہیں اور مجھے کیسے جانتی ہیں؟'' وہ اسی بے پروا انداز میں بتا رہی تھی۔

''پھر' تم نے کیا کہا؟''

''میں نے کہا کل میں اور میری مام گزر رہے تھے تو ہم نے آپ کو زخمی حالت میں دیکھا تو ہاسپٹل کا تو وہیں پتا چل گیا تھا' نام بھی ایک صاحب نے آپ کے آئی ڈی کارڈ سے پڑھ کر سب کو بتا دیا تھا تو ہم نے ڈھونڈ لیا اور میری مام آپ کے لیے بہت فکر مند تھیں تو انہوں نے یہ ناشتہ خود اپنے ہاتھوں سے تیار کر کے بھیجا ہے۔''

''پھر کیا کہا اس نے؟'' ان کا وہی حال تھا۔

''تھینکس کہا اور پھر ان کی فیملی آ گئی تھی' وہ آپس میں باتیں کرنے لگے اور ہم دونوں چلے آئے۔'' وہ ابھی شاید اس کی فیملی کی تفصیل بھی پوچھنا چاہ رہی تھیں پر سلویٰ اپنا اسائنمنٹ بنانے کے لیے اٹھ گئی تھی۔

❀...... ○❀○ ...... ❀

انسان مر جاتا ہے تو کم از کم دنیا کی نظروں میں تو پُرسکون ہو جاتا ہے' ہر اذیت' درد' تکلیف سے نجات پا لیتا ہے' مگر زندہ انسان جو ایک ساتھ اتنی مشکلات اور تکالیف میں مبتلا ہو جائے وہ دنیا کے لیے ایک تماشا بن جاتا ہے' چاہے دل بہلانے کو تماشا دیکھا جائے' چاہے عبرت حاصل کرنے کے لیے دیکھا جائے مگر اسے بار بار دیکھا ضرور جاتا ہے' اور بار بار نہ سہی تو ایک بار تو ضرور سہی' تو عنیزہ بھی ایک تماشا بن گئی تھی لوگوں کے لیے'

ہنستا بستا گھر اجڑ گیا۔ بیٹا چھن گیا' نہ راتوں کو سوتی تھی نہ دن کو سکون میسر تھا' سات سال سے زیادہ کا عرصہ گزر گیا تھا۔ سدید جسے وہ اسے اپنے ہاتھ سے کھانا کھلاتی تھی' اپنے ساتھ سلاتی تھی اور اب اس کے بغیر اس کا کلیجہ منہ کو آتا تھا' ایسی بے قراری کہ دل چاہتا ننگے پاؤں دوڑتی ہوئی جائے اور اپنا سدید لے آئے مگر پھر بھربھری مٹی کی طرح ڈھے جاتی' کھانا سامنے رکھا رہتا' اسے ہوش نہیں ہوتا تھا کہ وہ کھا لے' اس کی امی زبردستی کھلاتیں تو وہ چند لقموں کے بعد اٹھ کر منع کر دیتی' چند دنوں میں وہ آدھی ہو گئی تھی' امی روہانسی ہو جاتیں۔

''عنیزہ بیٹا' خود پر قابو پاؤ ایسے کیسے زندگی گزرے گی؟''

''یہی تو سمجھ نہیں آتا امی' یہی تو سمجھ نہیں آتا کہ کیسے رہ پاؤں گی میں اپنے بچے کے بغیر' کیسے جیوں گی میں؟ میری آنکھوں کے آگے سے وہ ہٹتا ہی نہیں۔'' اس کے آنسو روانی سے بہہ نکلے تھے۔

''نماز پڑھو میری بیٹی' دیکھو قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بے شک دلوں کا سکون اللہ کی عبادت میں ہے تم اس کی عبادت میں لگ جاؤ گی تو سکون بھی آ جائے گا۔''

''پڑھوں گی نماز' لیکن امی آپ بھائی سے کہہ کر دیکھیں ولید سے میرا بچہ مجھے لا دیں' ان سے کہیں کہ میں ایسی نہیں ہوں' میں ایسی کیسے ہو سکتی ہوں' انہیں یقین دلائیں تو وہ ضرور میرا سدید مجھے دے دیں گے۔'' وہ ان کی منت کر رہی تھی' ان کی آنکھیں نم ہو گئیں' کیسی آزمائش ہے یہ اولاد بھی' خود اپنی اولاد کے لیے تڑپتے ہوئے بھول جاتی تھی کہ وہ ان کی اولاد ہے اور وہ اسے یوں بے چین دیکھ کر خود کتنی بے چین و بے قرار ہو جاتی ہیں ان کے دونوں بیٹے ولید کے پاس گئے تھے مگر اس کا رویہ بے لچک تھا۔ وہ عنیزہ کو کوئی رعایت دینے کے لیے تیار نہیں تھا' طلاق تو دے ہی چکا تھا اب اور کچھ نہیں دینا تھا اسے' کچھ بھی نہیں' عنیزہ کا جہیز کا سامان' اس کی جیولری سب وہیں تھا' نہ ان کی

طرف سے طلب کیا گیا نہ اس نے بھیجا' رفتہ رفتہ عنیزہ نماز کی طرف راغب ہونے لگی' دل کی وحشت و بے کلی کو کچھ دیر کے لیے قرار آتا اور پھر سجدے میں بلکنے لگتی۔

''اے میرے اللہ' میرے دل کو سکون دے' مجھے میرے بچے سے ملا دے' اللہ مجھ پر رحم فرما۔'' اس کی امی اور اس کے بھائی کوشش کررہے تھے کہ اس کا ذہن بٹ جائے' اس دن اس کے بڑے بھائی اس کے پاس آ کر بیٹھے۔

''عنیزہ تم اپنی جاب پھر سے جوائن کیوں نہیں کرلیتی' دانش مجھے ملا تھا کہہ رہا تھا کہ عنیزہ جیسی ذہین لڑکی پھر نہیں ملی' وہ تمہیں اسی پوسٹ پر رکھنے کو تیار ہے' زیادہ سیلری کے ساتھ' تم بتاؤ کروگی؟''

''پتا نہیں میں کرپاؤں گی یا نہیں۔'' اس کا انداز خود کلامی کا سا تھا' انہوں نے اس کا سر تھپتھپایا۔

''تم ضرور کرلوگی۔'' پھر وہ اسے ساتھ لے کر گئے' کچھ دن وہ کنفیوزڈ رہی پھر آہستہ آہستہ سیٹ ہوگئی۔ مصروفیت نے اس کی اذیت کم کردی تھی' وقت کے گزرنے پر امی ساتھ چھوڑ گئیں' بڑے بھائی کو سعودیہ میں اچھی جاب ملی تو وہ وہاں شفٹ ہوگئے مگر اس کے لیے ایک سرپرائزنگ گفٹ چھوڑ کر' جو آئندہ آنے والے وقت میں ان کے جینے کا سامان بنا تھا۔

❋......○❋○......❋

آذر بھائی کا فون تھا' وہ مسکراتی ہوئی کچن میں آئیں بھائی' بھابی سے بات کرکے موڈ خوشگوار ہوگیا تھا۔

''سلویٰ پتا کرو' وہ لڑکا ہسپتال میں ہے یا ڈسچارج ہوگیا؟''

''لڑکا'' وہ منہ بنا کر بولی۔ ''آئی تھنک وہ اچھے خاصے مرد ہیں لڑکے تو نہیں۔'' عنیزہ کو ہنسی آئی۔

''اچھا بابا' میرے لیے تو وہ لڑکا ہی ہے۔ چلو ناں میری بٹی' پتا تو کرو۔'' وہ کہہ کر اپنا فون لینے کے لیے کمرے میں چلی گئی۔

''وہ ابھی ہاسپٹل میں ہی ہیں۔''

''آؤ چلیں دیکھنے' راستے سے فروٹ اور جوس بھی لے لیں گے۔'' وہ اٹھ گئیں۔ سلویٰ نے انہیں دیکھا اور اپنے کمرے میں چلی گئی۔

وہ ہاسپٹل کے اس روم کے سامنے آ پہنچیں' جس میں وہ زخمی مقیم تھا۔ دستک کے جواب میں لیس سن کر ان کی دھڑکنیں بے ربط ہوئیں مگر سلویٰ کے دروازہ کھولنے پر وہ اندر داخل ہوگئیں' وہ دروازے کی طرف ہی منتظر نظروں اسے دیکھ رہا تھا' انہیں دیکھ کر اس کی نظریں ساکت ہوگئی تھیں۔

''السلام علیکم' کیسے ہو بیٹا؟'' وہ اسی نرمی و حلیمی سے مسکرائی جو ان کا خاصا تھی۔

''آپ......! آپ......آپ کیسے؟'' وہ ہکلایا۔

''ہاں میں' اب کیسے ہو؟'' وہ یوں بات کررہی تھیں جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو' درمیان کا یہ جو اٹھارہ سالہ عرصہ گزر گیا' وہ بیچ میں آیا ہی نہ ہو۔ اس نے بمشکل تھوک نگلا۔

''ٹھیک ہوں اب۔''

''مام آپ بیٹھیں۔'' سلویٰ نے انہیں کرسی پیش کی۔ وہ بیٹھ گئیں۔ وہ حیرت سے سلویٰ کو اور کبھی انہیں دیکھ رہا تھا۔

''یہ آپ کی......؟''

''بھتیجی ہے میری' آذر بھائی کی بیٹی۔'' وہ پھر شفقت سے مسکرائیں۔ وہ یک ٹک انہیں دیکھ رہا تھا۔ اتنے میں واش روم کا دروازہ کھلا اور سوہا باہر آئی' ان پر نظر پڑتے ہی وہ وہیں منجمد ہوگئی۔ ایک لمحہ نہیں لگا تھا حدید اور سوہا کو انہیں پہچاننے میں۔ اٹھارہ سال بعد' وہ دونوں انہیں دیکھ رہے تھے اور سوائے عمر بڑھ جانے کے ان میں کوئی چینج نہیں آیا تھا۔ وہ خوب صورت چہرہ' وہی نرمی' شفقت و ملائمت سے بھرپور مسکراہٹ' سوہا کو دیکھ کر وہ اٹھ گئیں۔

''کیسی ہو بیٹا؟'' اس سے گلے مل کر وہ دوبارہ بیٹھ گئیں۔

''ٹھیک ہوں۔'' وہ حدید کے قریب بیڈ پر ہی بیٹھ گئی۔

''ہم دونوں گھر جارہی تھیں کہ راستے میں حدید کو زخمی

دیکھا...... میں تو آج آئی ہوں' سلویٰ پہلے بھی آچکی ہے۔" انہوں نے وضاحت دی۔

"آپ ٹھیک ہیں؟" حدید نے مدہم آواز میں پوچھا۔

"الحمدللہ۔" وہ مسکرائیں۔ "تم اب یہاں ہوتے ہو یا کسی کام سے آئے تھے؟"

"یہیں ہوتا ہوں' ٹرانسفر کروالی ہے میں نے۔"

"تو......" وہ رکیں۔ "وہ...... میرا مطلب ہے......"

"آپ سدید کا پوچھنا چاہ رہی ہیں...... وہ ٹھیک ہے۔" وہ سمجھ گیا کہ وہ کیوں اٹک رہی ہیں۔ انہوں نے سکون کی سانس لی۔

"بڑا ہوگیا ہوگا اب تو۔"

"کچھ زیادہ ہی بڑا ہوگیا ہے۔" اس بار حدید کے لہجے میں تلخی جھلکی' بالکل پرانے حدید کی طرح جو ہمہ وقت سب سے ناراض دکھتا تھا۔

"کچھ زیادہ بڑا؟" وہ الجھیں لیکن اس بار اس نے کوئی جواب نہیں دیا' سو ہاتو ویسے ہی خاموش تھی۔

"اب چلیں مام۔" سلویٰ اکتا گئی تھی ان کا دل چاہ رہا تھا وہ سدید کے متعلق کچھ اور پوچھیں ایک پیاس کا صحرا جو اندر ہی اندر ریت اڑا رہا تھا اس پر کچھ چھینٹے پانی کے پڑ جائیں' کچھ تو اس جاں نکالتی پیاس کا ازالہ ہوجائے' پر حدید تو بالکل چپ تھا اور خود سے وہ اور کتنا پوچھتیں' سو اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"اچھا چلتی ہوں اب......" وہ کچھ اور کہتیں کہ دروازہ کھلا اور تین بچے ایک تقریباً سولہ سال کا لڑکا' بارہ یا تیرہ سال کی لڑکی اور چھوٹا شاید سات سال کا لڑکا تیزی سے اندر آئے اور حدید سے باری باری ملنے لگے۔

"پاپا...... پاپا۔" عنیزہ کا دل چاہ رہا تھا تینوں کو پیار کریں خصوصاً چھوٹے کو دیکھ کر تو دل بہت کھنچ رہا تھا' یوں جیسے سدید آنکھوں کے سامنے آگیا ہو۔

"ماشاءاللہ وقت کتنا آگے بڑھ گیا ہے۔" انہوں نے دل میں سوچا اور سلویٰ کو اشارہ کرتی ہوئی آگے بڑھیں کہ دروازے سے اندر آتے ولید کو دیکھ کر وہیں جم گئیں' وہ بھی ان پر نظر پڑتے ہی ٹھٹک گئے تھے۔ ان کے چہرے اور آنکھوں میں حیرت جیسے جم سی گئی تھی' پتا نہیں کب تک یہ سکتہ چھایا رہتا کہ وہی چھوٹے والا چہکا۔

"دادو...... آئیں ناں' پاپا سے ملیں۔"

"ہاں آں......" وہ چونکے اور سائیڈ میں ہوگئے۔ عنیزہ تیزی سے آگے چلی گئیں۔ سلویٰ تیز تیز قدم اٹھاتی پیچھے آئی تھی۔

"آپ بھی ناں مام کہاں تو اٹھ ہی نہیں رہی تھیں اور کہاں ایک دم اتنی تیزی سے آئیں کہ مجھے بھی ساتھ نہیں لیا۔" وہ خاموشی سے چلتی گئیں۔ گھر واپس آکر وہ بالکل خاموش اور اداس تھیں۔

"مام' طبیعت تو ٹھیک ہے آپ کی؟"

"ہاں ٹھیک ہوں' تھوڑی دیر لیٹنا چاہتی ہوں۔"

"اوکے......" وہ اپنے کمرے میں چلی گئی اور وہ اپنی سوچوں سے الجھنے لگیں۔ وہ بہت ضبط' حوصلے سے زندگی گزار رہی تھیں لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں تھا ناں کہ وہ سب بھول بھی چکی تھیں' انہیں سب یاد تھا' سب کچھ وہ بے درد' جس نے محبت کے' ساتھ زندگی گزارنے کے وعدے کیے' وہ آٹھ سال محبت نبھاہ کر ہی تھک گیا اور جس طرح بدگمان کیا گیا' اسی طرح ہو بھی گیا' پل نہیں لگایا تعلق توڑنے میں کہ کہیں' کسی کمزور لمحے کی گرفت میں آکر یا اس کی آہ وزاری سے متاثر ہوکر فیصلہ کرنا مشکل نہ ہوجائے۔ اس کا معصوم بچہ چھین لیا' جس سے بچھڑنے کی اذیت زندگی کی ہر خوشی پر بھاری تھی' ہر رات ان کا تکیہ ان کے آنسوؤں سے بھیگ جاتا تھا' دن بھر وہ ضبط کرتی رہتیں ہر رات کو سدید کی یاد اس شدت سے حملہ آور ہوتی کہ وہ تڑپتی' سسکتی نجانے کس پہر نیند کی آغوش میں چلی جاتیں' صبح جب سب لوگ فریش اٹھتے' وہ بھاری سر کے ساتھ نماز ادا کرتیں' ان اٹھارہ سالوں میں نہ دل ہلکا ہوا تھا نہ سر' دونوں پر بوجھ لدا رہتا تھا۔ اسی دکھ کی چادر لپیٹ کر یہ اٹھارہ سال گزار دیئے اور جنہوں نے دکھ دیئے وہ اپنی زندگی میں کتنے خوش تھے' وہ خدانخواستہ ان کی خوشی میں ناخوش تو نہیں تھیں

لیکن ایک ملال سا تھا کہ کسی کو کبھی' کہیں ان کی کمی محسوس نہیں ہوئی تھی' کسی کے چہرے پر کوئی افسوس' کوئی حسرت انہیں نظر نہیں آئی تھی' تو سدید وہ بھی یقیناً خوش ہوگا' بچہ ہی تو تھا جب ان سے الگ ہوا تھا تو اب تو بڑے ہوکر اس کی اور کتنی ہی دلچسپیاں ہوں گی' جن میں مگن اسے ماں کی کہاں یاد آتی ہوگی اور آتی بھی کیوں' بدکردار ماں' جسے اس کے باپ نے اس کی گمراہی کی بنا پر نہ صرف گھر سے نکال دیا بلکہ طلاق بھی دے دی' اس کے متعلق اسے کیا کیا بتایا گیا ہوگا' وہ تو ایسی ماں کا ذکر بھی سننا نہیں چاہتا ہوگا' حدید اور سوہا کی شادی ہوگئی' یعنی حدید تو بے قصور ہی جانا گیا' سوہا نے بخوبی گھر سنبھال لیا' اس کے بچوں نے گھر میں چہکاریں بکھیر دیں' تو ان کی کمی محسوس کی بھی کیسے جاتی' ولید کچھ کمزور ہوگئے تھے' عمر کا بھی تقاضا تھا' حدید ویسا ہی شاندار خوب صورت اور مغرور' سوہا بھی دلکشی میں اس سے کم ہرگز نہیں تھی' بچے بھی بہت پیارے' صرف سدید کو دیکھنا نصیب نہیں ہو پایا ان کا تڑپتا دل کہیں قرار نہیں پاتا تھا' بس ایک جھلک سدید کی دیکھنے کی اتنی تڑپ تھی کہ وہ ہر پل بے کل رہتی تھیں' آنسو تواتر سے تکیے میں جذب ہورہے تھے' دل اتنا بے چین ہورہا تھا کہ ابھی ہاسپٹل پہنچ جائیں اور حدید کی منت کریں کہ انہیں ایک بار' صرف ایک بار سدید سے ملوادے' وہ اٹھ کر بیٹھ گئیں' موبائل فون اٹھا کر ٹائم دیکھا' رات کے بارہ بج چکے تھے۔ پتا نہیں وہاں جانا مناسب تھا یا نہیں' وہ کشمکش میں تھیں کہ دروازے پر دستک دے کر سلویٰ اندر چلی آئی۔

''ماما آپ جاگ رہی ہیں ناں' مجھے بھی نیند نہیں آرہی تو میں آپ کے پاس چلی آئی۔''

''اچھا کیا' اسٹڈیز مکمل ہوگئی۔'' وہ پھیکا سا مسکرائیں۔

''جی' سب ہوگئی' اب آپ یہ بتائیں کیوں نہیں سوئیں؟''

''ایسے ہی نیند نہیں آرہی تھی۔''

''پاپا کا فون آیا تھا' آپ سے بات کرنا چاہ رہے تھے مگر میں نے کہا میں دیکھ لوں' سو نہ گئی ہوں۔''

''کروادو بات' وہ میرے فون پر نہیں کرسکتا تھا' اسے ٹائم دیکھنے کی کیا پڑی تھی۔'' وہ اپنا فون اٹھانے لگیں' مگر اتنی دیر میں سلویٰ کال ملا چکی تھی۔

''یہ لیں۔'' انہوں نے فون اس کے ہاتھ سے لیا اور

''السلام علیکم!'' کہا۔

''وعلیکم السلام کیسی ہو عنیزہ؟''

''اللہ کا شکر ہے' آپ سنائیں کیسے ہیں' عطیہ بھابی اور بچے؟''

''سب ٹھیک ہیں' تم اپنی سناؤ...... دس بجے سو جانے والی میری بہن کیسے ابھی تک جاگ رہی ہے؟'' وہ خوش دلی سے پوچھ رہے تھے۔

''بس یونہی......'' کیا کہتیں' اتنا بول کر ہی چپ ہوگئیں۔

''خیر یونہی تو نہیں' مجھے لگ رہا ہے تم کسی وجہ سے ڈسٹرب ہو' مجھے نہیں بتاؤ گی؟'' محبت بھرے لہجے نے انہیں رلا دیا تھا' ان کے دونوں بھائی' کسی بہن' سہیلی کی طرح ان کے دل کا حال جان لیتے تھے' وہ کچھ بھی نہ کہتیں' انہیں پتا چل جاتا تھا' وہ انہیں بتاتی گئیں' ساتھ ساتھ آنسو بھی بہتے رہے۔

''جہاں اتنا صبر کیا ہے کچھ اور کرلو' اللہ نے چاہا تو تمہاری بے گناہی ثابت ہوکر رہے گی' ہم جا کر مل بھی لیں تو فائدہ نہ پہلے ہوا تھا نہ اب ہوگا...... پتا نہیں وہ سدید کے دل میں تمہارے خلاف کتنا زہر بھر چکے ہوں کہ وہ تم سے ملنے کو ہی تیار نہ ہو' پھر سوچو تمہارا کیا حال ہوگا' بس دعا ہی کرسکتے ہیں۔'' یہی سوچ تو عنیزہ کو روکے ہوئے تھی ورنہ اسے تو ان کا ایڈریس آج بھی یاد تھا' کئی بار دل چاہا کہ ہر حد بندی توڑ کر اپنے سدید سے مل آئیں مگر پھر آگے کے رویے سوچ کر وہیں ڈھے جاتی تھیں۔ بہت دیر آذر بھائی اسے سمجھاتے رہے' جب فون بند کیا تو ایک بج چکا تھا' سلویٰ نے ایک ٹیبلٹ اور پانی ان کے آگے کیا انہوں نے مسکراتے ہوئے گولی نگل لی۔ ایک پُرسکون نیند کی بہت ضرورت تھی انہیں اس

وقت۔ وہ ہر یاد سے پیچھا چھڑا کر سو جانا چاہتی تھیں، انہیں لٹا کر سلویٰ ان کا سر دباتی رہی جب تک کہ وہ سو نہ گئیں۔ ان کے سو جانے کے بعد اس نے ان کے اوپر چادر درست کی اور خود بھی لیٹ کر آنکھیں موند لیں۔

❁...... ○❁○ ...... ❁

"سدید......" ولید لاؤنج میں اس کے منتظر بیٹھے تھے۔ وہ حدید کے گھر شفٹ ہوتے ہی واپس آ گئے تھے، انہیں سدید کی فکر تھی۔ وہ اکیڈمی سے واپس آیا تھا، وہ ان کی آواز پر ان کے پاس آ گیا۔

"السلام علیکم!"

"وعلیکم السلام کیسے ہو؟" انہوں نے محبت سے اسے دیکھا۔

"ٹھیک ہوں۔" مختصر جواب، منتظر نگاہیں کہ کب اذن ملے اور وہ اپنے کمرے میں جائے۔

"حدید کا نہیں پوچھو گے کہ وہ کیسا ہے اب؟" ان کی آواز میں نرمی تھی، اس کے چہرے کے عضلات میں تناؤ آ گیا۔

"ٹھیک ہی ہوں گے، تب ہی تو آپ واپس آئے ہیں۔" وہ کتنی ہی دیر اسے دیکھتے رہے۔

"بھائی ہے تمہارا۔"

"نئی اطلاع ہے۔" اس کا لہجہ استہزائیہ تھا، ولید کو ضبط کے کڑے مرحلے سے گزرنا پڑا۔

"فریش ہو کر آ جاؤ پھر دونوں کھانا کھائیں گے۔" وہ خاموشی سے اپنے کمرے میں چلا گیا، ولید نے سر صوفے کی بیک پر رکھا اور آنکھیں موند لیں۔ بند آنکھوں میں پھر سے عنیزہ آ گئیں۔ کل سے یہی ہو رہا تھا، وہ کسی طرح انہیں جھٹک نہیں پا رہے تھے۔ پنک کاٹن کے سوٹ میں ہم رنگ اسکارف چہرے کے گرد لپیٹے، شانوں پر سلیقے سے دوپٹہ جمائے ویسی کی ویسی، خوب صورت، نرم تاثرات والے چہرے کے ساتھ، حتیٰ کہ وہ معصومیت جو ان کا خاصہ ہوا کرتی تھی وہ بھی اسی طرح قائم تھی، ولید کو تو یہ یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ وہ حدید کو دیکھنے کے لیے آئی تھی، اپنے مجرم کو جس نے اس کی ازدواجی زندگی تباہ و برباد کر دی تھی، وہ انہیں دیکھ کر فوراً وہاں سے چلی گئی مگر وہ تادیر سوچوں میں ڈوبے رہے، حدید اور سوہا ان کی کیفیت سمجھ کر خاموش ہی رہے تھے۔ عنیزہ کو طلاق دے کر اس سے سدید چھین کر اپنے تئیں انہوں نے خود سے کی گئی اس کی بے وفائی کا انتقام لے لیا تھا۔ سدید بہت بری طرح روتا، بلکتا، ماں کو یاد کرتا، انہوں نے عالیہ آپا کو کچھ دن کے لیے بلا لیا، وہ اپنی سی کوشش کرتی ہار گئیں پر وہ بچہ قابو میں نہ آیا، پھر حدید نے اسے اپنے ساتھ لگائے رکھا، جسے پہلے کبھی بلاتا بھی نہ تھا، اس پر اپنا سارا ٹائم لٹانے لگا، رفتہ رفتہ وہ بہل ہی گیا مگر خود ولید بہت چپ چپ رہنے لگے تھے۔ ان کی پہلی شادی بہت کم عمری میں ہی ان کی کزن ربیعہ سے ہوئی تھی۔ حدید دو سال کا تھا کہ اسے بریسٹ کینسر ہوا اور چار سالہ حدید کو چھوڑ کر وہ ابدی نیند سو گئی۔ کتنا عرصہ ولید یونہی اپنے کام میں مگن رہے کہ بہنوں کو لگا وہ شادی کریں گے ہی نہیں کہ انہوں نے خود ان کے آگے عنیزہ کا نام پیش کیا، وہ انہی کے آفس میں کام کرتی تھیں، جب ان کی اور عنیزہ کی شادی ہوئی تو حدید چودہ برس کا ہو چکا تھا، وہ ولید کی والہانہ محبت کا محور و مرکز تھا، اسے ان کی توجہ اکیلے سمیٹنے کی عادت ہو چکی تھی، پھر یہ عورت اس کے بعد اس کا بیٹا، دونوں اس کے باپ کی محبت میں شراکت دار بن گئے تھے، جب بھی ولید سدید کو گود میں اٹھاتا، اسے پیار کرتا، حدید کے اندر شعلے بھڑکنے لگتے، اس کا بس نہیں چلتا تھا، وہ عنیزہ اور سدید کو اپنے گھر سے، اپنے باپ کی زندگی سے باہر نکال پھینکے، وہ پوری کوشش کرتا کہ وہ ان لوگوں کے پاس نہ ہی بیٹھے ناپسندیدہ منظر نہ خود دیکھے نہ دوسروں پر اپنی ناپسندیدگی ظاہر کرے، سو وہ زیادہ تر اپنے کمرے میں ہی رہتا تھا، عنیزہ اس کی سنجیدگی سے خائف اور اپنی پہلی کوششوں میں ناکامی کے بعد اسے اب باہر بلانے کے بجائے کمرے میں ہی سب کچھ پہنچا جاتی تھیں۔ اس کے ذہن میں لاوے پکتے رہتے، پھر اسے موقع مل ہی گیا، سب کچھ اس کی مرضی کے مطابق ہوا تھا، اس کا مشن کامیاب رہا تھا، وہ

بہت خوش تھا مگر ایک چیز غلط ہوگئی تھی' ولید نے سدید کو اپنے پاس رکھ لیا تھا' حدید تو یہی سمجھا تھا کہ وہ بھی عنیزہ کے ساتھ چلا جائے گا مگر مجبوری تھی ایسے میں اس کی اور سوہا کی شادی جلد ہی کرنی پڑی' عورت کے نہ ہونے سے پورا گھر ڈسٹرب ہو چکا تھا' سواب سوہا ہی اس کمی کو پورا کر سکتی تھی' سوہا نے خوش اسلوبی سے گھر سنبھالا تھا بلکہ وہ سدید کا بھی بہت خیال رکھتی تھی' اس کا بڑا بیٹا عبدالمعید پیدا ہوا تو عالیہ اس کے پاس آ گئیں' اس کی اور بچے کی دیکھ بھال' گھر کے کام سب خوش اسلوبی سے نبھا رہی تھیں' اس وقت وہ سوہا کے پاس بیٹھی تھیں' تھکے ہارے ولید اپنے کمرے میں جبکہ سدید کوچنگ میں اور حدید آفس میں پورے گھر پر صرف اور صرف سوہا کا راج تھا' انہوں نے سرشاری سے سوچا' وہ یہی تو چاہتی تھیں کہ اس گھر میں راجدھانی ان کی سوہا کی ہو' حدید کی مسلسل برین واشنگ کرنا' عنیزہ کے متعلق ولید سے کچھ نہ کچھ غلط بیانی کرنا' سوہا کا حدید کو بھڑکاتے رہنا' ان سب چیزوں کا یہی تو انجام ہونا تھا' آج ان کی بیٹی بلا شرکت غیرے ہر چیز کی مالک تھی' وہ سیاہ کرے یا سفید کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں تھا۔

''ہونہہ بڑے ٹھاٹھ سے رہتی تھی' میرا تو اندر تک جل جاتا تھا جب اسے عیش کرتے دیکھتی تھی۔'' اور اب بھائی کی ویران زندگی دیکھ کر کوئی خلش بھی پیدا نہیں ہوتی تھی۔

وقت گزرتا گیا' حدید اور سوہا کے تین بچے ہوئے اور بڑے بھی ہوگئے' سدید بھی اب چوبیس سال کا ہو چکا تھا' وہ ایم کام کر رہا تھا۔ اس شام وہ نڈھال سا لیٹا ہوا تھا' اکیڈمی بھی نہیں گیا۔

''بھابی! پانی دے دیں۔'' اس نے پکارا۔

''آئی سدید......'' وہ بچوں کے لیے فرنچ فرائز بنا رہی تھی چولہا بند کر کے پانی گلاس لے کر اس کے کمرے میں آئی تو وہ لیٹا ہوا تھا۔

''کیا ہوا سدید؟'' اس نے سائیڈ ٹیبل پر گلاس رکھا اور اس سے پوچھا۔

''سر میں بہت درد ہے۔'' اس کی آواز بھاری ہو رہی تھی۔

''ٹیبلیٹ لا دوں؟'' سوہا کو تشویش ہوئی۔ وہ مڑی تا کہ کچن سے اس کے لیے ٹیبلیٹ لے آئے کہ سدید نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا......وہ حیرت سے مڑی کہ سدید نے جھٹکا دے کر اسے قریب کر لیا...... وہ اس کے سینے سے جا ٹکرائی......وہ کھڑا ہو چکا تھا' اس کے سنبھلنے سے پہلے اس نے اسے بازوؤں میں جکڑ لیا...... حیرت وصدمے کی زیادتی نے سوہا کو منجمد کر دیا تھا۔

''سدید......'' وہ حواسوں میں آ کر چیخی۔ ''یہ کیا کر رہے ہو تم؟''

''محبت کر رہا ہوں آپ سے......اس میں غصے کی کیا بات ہے؟'' وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا دھیمی آواز میں بولا تھا' وہ کانپ سی گئی۔

''بکواس کر رہے ہو تم' چھوڑو مجھے۔'' وہ اور زور سے چیخی۔

''چیخیں اور چیخیں......'' عجیب فرمائش تھی۔ سوہا کے پاس تو حیران ہونے کا بھی وقت نہیں تھا وہ سچ مچ بری طرح چیخنے لگی تھی' ولید اپنے کمرے سے دوڑتے ہوئے آئے' بچے لان سے اور حدید جو آفس سے ابھی واپس آیا تھا' اندر کا منظر دیکھ کر اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا' اس نے اپنا لیپ ٹاپ' فون اور چابیاں صوفے پر پھینکیں اور سدید پر جھپٹا تھا۔

''تم خبیث انسان' تم اتنا گر گئے ہو' تمہیں اپنے اور اس کے رشتے کی حرمت کا پاس بھی نہیں رہا۔'' اس نے جھٹکے سے سوہا کو الگ کیا اور پے در پے تھپڑ سدید کے منہ پر دے مارے تھے۔

''انہوں نے خود میرے ساتھ...... یہ خود آئیں تھیں میرے کمرے میں......'' اس نے جھٹکے سے خود کو چھڑایا۔

''بکواس نہیں کرو سدید۔'' سوہا چیخی۔

''میں صحیح کہہ رہا ہوں' یہ خود آئیں تھیں میرے پاس' یہ بہت دنوں سے مجھے......''

''سدید......بس کرو' مت بولو اتنا جھوٹ...... وہ

تمہاری بھابی ہے' تمہارے بھائی کی بیوی' وہ تمہارے ساتھ ایسا کیوں کرے گی؟ تمہیں شرم نہیں آتی ایسی......"

"آپ کو آئی تھی؟" یہ سوال تھا یا چابک' حدید بے ساختہ پیچھے ہوا......"جب ایک عورت ماں ہوکر اپنے سوتیلے بیٹے کو ورغلا سکتی ہے تو ایک بھابی اپنے دیور کو کیوں نہیں ورغلا سکتی؟" ولید تو بس پھٹی ہوئی آنکھوں سے اسے دیکھ رہے تھے' وہ کچھ بولنے کے قابل نہیں رہے تھے۔

سوہا کو لگ رہا تھا چھت اس پر آ گری ہو اور ملبے تلے سے سانس لینا دشوار ہو رہا ہو' حدید سفید رنگت لیے اسے دیکھ رہا تھا یک ٹک۔

"اب آپ بھی انہیں طلاق دے کر گھر سے نکال دیں' بچے اپنے پاس رکھ لیں کیونکہ جس عورت کا اپنا کردار ٹھیک نہیں' وہ بچوں کی کیا تربیت کرے گی' آپ کیوں خاموش کھڑے ہیں' کیا سوچ رہے ہیں؟" سدید نے حدید کو مخاطب کیا تو اتنی دیر میں اس نے ایک لمبی سانس آزاد کی تھی۔

"تو تم نے جان بوجھ کر یہ سب کیا' انتقام لینے کے لیے؟" اس بار اس کی آواز ہموار تھی اور لہجہ مضبوط' سدید کا رنگ تبدیل ہوا۔

"نہیں آپ کی بیوی مجھے استعمال کرنا چاہتی تھی۔"

"اللہ کے قہر سے ڈرو سدید' میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے جو تم میرے ساتھ یہ سب کر رہے ہو؟" سوہا بلبلا کر روتے ہوئے چیخی۔

"اللہ ہی سے ڈرتا ہوں اور کسی سے نہیں۔ میرا جو بگاڑنا تھا' آپ سب نے مل کر بگاڑ دیا۔ اب مجھے کسی کی پروا نہیں ہے۔"

"سدید' بدتمیزی مت کرو' کسی نے تمہارا کچھ نہیں بگاڑا' کون تمہارے ذہن میں یہ بکواس ڈالتا رہتا ہے۔" ولید آگے بڑھے' اس نے تنفر سے انہیں دیکھا۔

"آپ کو مجھ سے سوال جواب کا کوئی حق نہیں' اس گھر میں پہلے بھی قصور وار عورت ٹھہرائی گئی تھی تو اب مرد سے پوچھ گچھ کیوں ہو رہی ہے' اب بھی وہی اصول دہرایا جانا چاہیے ناں۔" ولید کچھ کہنے لگے کہ حدید پہلے بول اٹھا۔

"یعنی تم چاہتے ہو کہ میں سوہا کو طلاق دے دوں؟"

"ہونا تو یہی چاہیے؟" اس نے کندھے اچکائے۔

"مگر میں نہیں دوں گا کیونکہ مجھے پتا ہے کہ میری بیوی بے گناہ ہے' جو کچھ بھی ہے وہ صرف تمہاری ایک گھٹیا سازش ہے۔" حدید کی بات پر سدید کا چہرہ سیاہی مائل ہوا۔

"میری ماں بھی بے گناہ تھی' مگر وہ آپ کی گھٹیا سازش کی بھینٹ چڑھ گئی' آپ کو اپنی بیوی کی بے گناہی کا اس لیے یقین ہے کیونکہ صرف آپ کو ہی یہ پتا ہے کہ میری ماں بھی بے گناہ تھی۔" اس کی زبان کوڑے برسا رہی تھی' نہ دکھائی دینے والے کوڑے جو حدید کے جسم ہی نہیں روح کو بھی زخمی کر رہے تھے' پر وہ نہ کراہ سکتا تھا نہ تڑپ سکتا تھا' ہر دو صورتوں میں اسی کی رسوائی تھی۔

"تو تم سانپ کی طرح زہر اپنے اندر جمع کرتے رہے' جسے آج ہم پر اگل رہے ہو۔" سوہا چیخی۔

"آپ کو اتنی تکلیف کیوں ہو رہی ہے' آپ کو تو آپ کے شوہر نے اپنا پورا اعتماد دیا ہے' آپ کو تو فخر سے سر اٹھا کر رہنا چاہیے' آپ لوگوں نے مل کر میری ماں کو اس گھر سے نکالنے کی کامیاب سازش کی اور آج بھی ایک دوسرے پر اعتبار ہے' پاپا کو ماما پر اعتماد نہیں تھا انہوں نے بغیر وقت ضائع کیے انہیں فارغ کر دیا' نہ میرا سوچا' نہ میری ماں کی وفاداری پر نظر ثانی کی اور صرف ان کے کہنے پر......" اس نے حدید کی طرف انگلی سے اشارہ کیا۔

"صرف ان کے ڈرامے پر یقین کر کے میری ماں کو طلاق دے دی اور یہ آپ پر شک تک نہیں کر رہے' کتنے شاطر' کتنے مکار ہیں یہ' جب چاہیں جسے چاہیں برباد کر دیں اور اپنے گھر کی طرف آتے کسی طوفان کا جیسے چاہیں رخ موڑ دیں' یہ دوسروں کا سب کچھ تباہ کر سکتے ہیں' پر دوسرے ان کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔"

"آپ سن رہے ہیں یہ اعتراف کر رہا ہے کہ اس نے یہ سب جان بوجھ کر کیا ہے۔" حدید نے باپ کو مخاطب کیا' وہ دکھ سے شل ہوئے کھڑے تھے' بچے کچھ کچھ صورت

حال سمجھ کر تنفر سے سدید کو دیکھ رہے تھے۔

"پاپا کے دونوں بیٹوں سے ایک ہی جرم دوبار سرزد ہوا ہے انہوں نے ایک کو سزا نہیں دی تو دوسرے کو کیسے دیں گے؟" سدید کے لہجے کی کاٹ نے ولید کو اندر تک زخمی کر دیا تھا۔

اس رات کسی نے گھر میں کھانا نہیں کھایا' حدید اور اس کی فیملی اپنے کمرے میں تو سدید اپنے کمرے میں بند تھا' ولید بھی اپنے بیڈروم میں آ کر لیٹ گئے۔ انہیں تو کبھی پتا ہی نہیں چلا کہ سدید اپنے اندر اتنی نفرت جمع کر رہا ہے' اس پر ماں کی جدائی نے اتنے منفی اثرات مرتب کیے ہیں کہ وہ اندر ہی اندر انتقامی منصوبے بناتا رہا' انہیں بس یوں لگتا تھا کہ وہ دن بہ دن خاموش ہوتا جا رہا ہے پر کیوں وہ آج پتا چلا تھا۔ ٹھیک ہی کہہ رہا تھا وہ کہ انہوں نے بغیر تحقیق کے عنیزہ کو طلاق دے دی تھی اور حدید نے سرے سے سوہا پر شک کرنے سے ہی انکار کر دیا تھا' اگر وہ بھی ان کی طرح جذباتی ہو کر انتہائی قدم اٹھا لیتا تو اس کے تو تین بچے تھے ان کی زندگی کتنی بری طرح متاثر ہوتی۔ جیسی سدید کی ہوئی' جیسے ان کی اپنی ہوئی' غصے میں طلاق دینے کے بعد کچھ ہی عرصے میں انہیں پتا چل گیا کہ زندگی خصوصاً گھریلو زندگی عنیزہ کے بغیر کتنی مشکل بن گئی تھی' نہ دن کا سکون رہا تھا نہ راتوں کا چین' اشتعال میں بے سوچے سمجھے کیے گئے اقدام نے ان کی زندگی کو ایک بھونچال کے سپرد کر دیا تھا لیکن انہوں نے کبھی حدید کو قصوروار نہیں جانا تھا' انہیں وہ بچہ لگتا تھا' عنیزہ نے ہی اسے ورغلایا ہوگا' یہ خیال ہی دل ودماغ میں آگ لگا دیتا تھا' وہ جو ایک کسک سی سدید کو روتے تڑپتے دیکھ کر پیدا بھی ہوتی تو اس خیال کے آتے ہی اپنی موت آپ مر جاتی تھی' پر آج...... آج سدید نے ان کی آنکھیں کھول دی تھیں جو غفلت کی پٹی ان کی آنکھوں پر بندھی ہوئی تھی ایک جھٹکے سے کھول دی تھی۔ کیا واقعی حدید نے ڈرامہ کیا تھا' وہ عنیزہ سے اتنی نفرت کرتا تھا کہ ہر حد سے ہی گزر گیا تھا۔ اف سوچتے ہوئے انہیں لگ رہا تھا ان کے دماغ کی رگیں پھٹ جائیں گی' وہ تو شکر کہ ان کی آنکھ لگ گئی تھی' دستک کی آواز پر آنکھ کھلی تو انہوں نے دیکھا حدید کھلے دروازے پر دستک دے رہا تھا۔

"اندر آ جاؤ۔" وہ اٹھ بیٹھے' وہ ان کے پاس چلا آیا۔

"السلام علیکم پاپا' آپ فریش ہو کر آ جائیں مجھے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں' میں یہیں ہوں ابھی۔" وہ واش روم چلے گئے' اچھی طرح ہاتھ منہ دھو کر آئے تو وہ منتظر بیٹھا تھا۔

"میں سوہا کو آنٹی کی طرف چھوڑ رہا ہوں کچھ دن کے لیے' میری ٹرانسفر تو کتنے دنوں سے ہو چکی ہے مگر میں ہی رکوانے کی کوشش کر رہا تھا' اب مناسب ہے کہ میں یہاں سے چلا جاؤں' سوہا بھی یہاں رہنے کے لیے تیار نہیں ہے' خوامخواہ کوئی نیا ایشو بننے سے بہتر ہے کہ ہم چلے ہی جائیں۔" صبح صبح ان کے حواسوں پر یہ بم پھوڑا تھا۔ وہ اسے دیکھتے ہی رہ گئے' کہہ بھی کیا سکتے تھے' وہ ان سے اجازت طلب نہیں کر رہا تھا انہیں اطلاع دے رہا تھا' جانے سے پہلے وہ ایک خانساماں کا بندوبست کر گیا تھا۔ اسے گئے صرف ایک ہفتہ ہی ہوا تھا کہ یہ حادثہ پیش آ گیا' وہ فوری طور پر اس کے پاس چلے گئے' انہوں نے تو سدید سے بھی کہا تھا مگر اس نے فوری انکار کر دیا تھا' اب واپس آ جانے پر بھی اس کی خیریت تک نہیں پوچھی تھی وہ کچھ ہی دیر میں ان کے پاس آ بیٹھا اور انہیں پتا نہیں کیا ہوا کہ وہ کہہ بیٹھے۔

"تمہاری ماما بھی تھیں اس کے پاس ہاسپٹل میں۔" وہ جوان کی بات کے آغاز میں انہیں دیکھ رہا تھا' بات کے اختتام تک جیسے سکتے میں چلا گیا۔

"میری ماما' ہاسپٹل میں؟" بمشکل اس کے لبوں سے نکلا اور جیسے کسی نے اس میں کرنٹ چھوڑ دیا۔ "ماما...... ماما وہاں ہوتی ہیں اس شہر میں؟ آپ نے انہیں دیکھا اور ان سے ان کا ایڈریس یا فون نمبر لیا؟ میں ان سے مل سکتا ہوں ناں' آپ کو پتا ہے وہ کہاں رہتی ہیں؟" وہ تواتر سے سوال پر سوال کیے جا رہا تھا' بغیر انہیں بولنے کا موقع دیئے' اس کا چہرہ جوش سے تمتمانے لگا تھا۔ وہ کچھ توقف سے بول پائے تھے۔

''نہیں میری تو کوئی بات نہیں ہوئی ان سے۔''

''اوہ......'' اس کا سارا جوش جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔

''ہوسکتا ہے حدید کو کچھ علم ہو میں صبح اس سے پوچھ کر تمہیں بتاؤں گا۔'' انہوں نے اسے تسلی دی۔

''آپ ابھی پوچھ لیں پلیز پاپا۔'' اس نے منت بھرے لہجے میں کہا۔ وہ بے بس ہوئے۔ ''اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے آرام کررہا ہوگا۔''

''پاپا' پلیز...... مجھے اپنی ماما سے ملنا ہے پلیز۔'' اس کے لہجے میں بے چینی تڑپ' ماں سے ملنے کی تمنا تھی۔ انہوں نے فون اٹھا کر حدید کا نمبر ملایا' دوسری ہی بیل پر کال ریسیو ہوگئی۔

''ہیلو پاپا......''

''ہاں بیٹا' کیسی طبیعت ہے اب؟''

''ٹھیک ہوں۔ آپ کیسے ہیں؟''

''میں بالکل ٹھیک' وہ ایک کام تھا تم سے کچھ پوچھنا تھا۔'' ان کے لہجے میں جھجک محسوس کرکے وہ بے چین سا ہوا۔

''کیا پوچھنا ہے پاپا' پوچھیں؟''

''وہ عنیزہ تم سے ملنے آئی تھیں تو اپنا کوئی کونٹیکٹ نمبر یا ایڈریس بتا کر گئی تھیں؟'' وہ کچھ دیر خاموش رہا۔

''پہلے تو نہیں مگر دوسرے دن جب میں ڈسچارج کیا جارہا تھا تو آپ کاؤنٹر پر بل پے کروانے اور ڈسچارج سلپ بنوانے گئے ہوئے تھے تو وہ میرے پاس آئی تھیں اور اپنا نمبر اور ایڈریس بھی دیا اور سدید کا بھی نمبر لے گئیں' سدید کی تصویر بھی دکھانے کے لیے کہا مگر میرے پاس تھی ہی نہیں۔'' وہ جیسے جیسے بتا رہا تھا' سدید کی آنکھوں میں دیئے روشن ہورہے تھے اب وہ ایڈریس بتا رہا تھا۔

''حدید بیٹا ٹیکسٹ میں یہ ایڈریس لکھ کر بھیج دو۔''

''اوکے پاپا۔'' انہوں نے فون بند کرکے سدید کو دیکھا۔ اس کا چہرہ تمتما رہا تھا۔

''پاپا' میں کل ہی ان سے ملنے جاؤں گا۔ میں اپنی ماما سے ملوں گا' وہ آئے دن میرے خوابوں میں آتی ہیں' میں ان سے سچ میں ملنا چاہتا ہوں۔''

''میں تمہیں دلبر (ڈرائیور) کے ساتھ بھجوادوں گا' تم تیاری کرلو کل دس بجے نکل جانا۔''

''پاپا دی گریٹ......'' وہ ان سے لپٹ گیا' وہ ہلکا سا مسکرائے' دل کی کیفیت اتنی عجیب ہورہی تھی کہ مسکرانا بھی ایک مشکل مرحلہ بن گیا تھا۔

❀...... ○❀○ ...... ❀

وہ کب سے فون ہاتھ میں لیے اسے گھور رہی تھیں' دل میں کیسے کیسے خیال آرہے تھے' جب سے وہ حدید سے اس کا نمبر لائی تھیں تو ایسی بے تابی تھی کہ بس گھر پہنچتے ہی اس سے بات کریں گی' اس کی میٹھی آواز سنیں گی' اسے اپنی بے قراری کے قصے سنائیں گی مگر فون ہاتھ میں لیتے ہی ایک خوف نے ان پر حملہ کردیا' سدید ان کے بارے میں جانے کیا سوچتا ہو؟ اسے ان کے متعلق کیا بتایا گیا ہو' وہ ان سے نفرت ہی نہ کرتا ہو' وہ انہیں ایک بری ماں نہ سمجھتا ہو' وہ ان سے بات کرنا بھی پسند نہ کرے تو......؟ متضاد خیالات نے انہیں بے دم سا کردیا تھا' نہ کل وہ اسے فون کرنے کا حوصلہ کر پائی تھیں نہ آج' آج وہ آفس بھی نہیں گئیں' مسلسل فون ہاتھ میں لیے ایک گھنٹے سے زائد ہوگیا تھا۔

سلویٰ یونیورسٹی گئی ہوئی تھی۔ مختاراں اور عظمت اپنے اپنے کاموں میں لگی ہوئی تھیں۔ کال بیل کی آواز گونجی اور تا دیر گونجتی ہی رہی' کوئی بیل پر انگلی رکھ کر اٹھانا بھول گیا تھا۔

''کون آگیا؟'' انہوں نے کوفت سے سوچا' عظمت کے بولنے کی آواز آئی' وہ متوجہ نہیں ہوئیں' یونہی فون پر موجود سدید کے نام پر انگلی پھیرتی رہیں۔ کچھ دیر کے بعد انہیں احساس ہوا کہ کوئی اور بھی یہاں موجود ہے' انہوں نے فون سے نظر اٹھا کر بائیں جانب دیکھا' چونک کر کھڑے ہوتے ہوئے انہوں نے اس کا چہرہ دیکھا' اتنا خوب صورت چہرہ' جوش سے تمتماتا ہوا' چمکتی ہوئی خوب صورت آنکھیں' کون تھا وہ؟ انہیں کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ ان کا کیا لگتا تھا یہ کسی کو بتانے کی ضرورت نہیں تھی۔ ان کے ہونٹ لرزنے لگے۔

''تم......تم......!'' فون ان کے ہاتھ سے گرا' انہیں کسی چیز کا ہوش نہیں تھا' ان کے سارے حواس تو اس چاند چہرے کے طواف میں مصروف تھے' وہ مسکراتا ہوا مزید قریب ہوا۔

''ماما......میں سدید۔''

''یااللہ یہ خواب ہے تو مجھے کبھی جاگنا نصیب نہ ہو' یہ حقیقت ہے تو مجھے یقین عطا کر کہ یہ حقیقت ہی ہے۔'' وہ اب شدت جذبات سے کانپ رہی تھیں' جسے دیکھنے' ملنے کے لیے اٹھارہ سالوں سے تڑپ کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگیں تھیں وہ سامنے آیا تو ان سے ہلا بھی نہیں جارہا تھا کہ وہ اس سے لپٹ ہی جائیں' اس کا لمس محسوس کرسکیں' سدید آگے آ کر خود ان سے لپٹ گیا۔

''ماما......'' انہوں نے اسے اپنے بازوؤں کے حصار میں لے لیا۔ وہ ان کی پیشانی کو چوم رہا تھا' پھر ان کی برستی آنکھوں کو' پھر ان کے سر پر اپنا گال ٹکا کر انہیں مزید خود میں بھینچ لیا' رفتہ رفتہ انہیں یقین آنے لگا کہ وہ سچ مچ ان کے پاس ہے' ان کے وجود کو اپنے سینے سے لگائے کھڑا ان کے اپنے وجود کا حصہ' ان کا بیٹا' ان کا سدید ہی ہے' انہوں نے اس کا چہرہ اپنے دنوں ہاتھوں میں تھاما اور بے تحاشا چومنے لگیں۔

''میری جان' میرا بچہ......'' وہ نم آنکھوں سے مسکراتا رہا۔

''آئیں ماما بیٹھتے ہیں۔'' اس نے کندھوں سے تھام کر انہیں بٹھایا اور خود بھی ساتھ بیٹھ گیا' خاصی دیر بعد ان کے جذبات میں اعتدال آیا تھا' حواس بحال ہوئے تو انہیں فکر ہوئی۔

''تم سفر سے آرہے ہو' تمہیں تو بھوک لگی ہوگی' اوہ مجھے تو خیال ہی نہیں رہا۔'' وہ اٹھنے لگیں کہ اس نے پھر بٹھا دیا۔

''ابھی کچھ بھی نہیں' ابھی ہم دونوں باتیں کریں گے پھر کھانا پینا سب ہوجائے گا۔''

''نہیں' بس میں ابھی آئی۔'' وہ اٹھ کر کچن میں آئیں فریزر سے کباب' نگٹس اور رولز نکالے' نمکو اور بسکٹ سب گھر میں موجود تھا' انہوں نے عظمت کو سب سمجھایا اور خود سدید کے پاس آبیٹھیں۔ سلویٰ یونیورسٹی سے آئی تو لاؤنج کا منظر دیکھ کر وہیں دروازے میں ہی جمی رہ گئی۔ مام کے ساتھ بیٹھا یہ لڑکا کون تھا' جسے وہ اتنی مسکرا مسکرا کر اور نوالے بنا بنا کر کھلا رہی تھیں اور وہ بھی ان سے ہنس ہنس کر باتیں کررہا تھا۔

''سلویٰ' آؤ بیٹا آؤنا...... وہاں کیوں رک گئیں؟'' عنیزہ کی نظر سلویٰ پر پڑی تو پکارا' سدید نے بھی مڑ کر اسے دیکھا اور کچھ دیر کے لیے دیکھتا ہی رہ گیا۔

''السلام علیکم مام۔'' وہ آگے بڑھی۔

''مام......!'' سدید نے انتہائی استعجاب سے پہلے اسے پھر عنیزہ کو دیکھا' اس کا مطلب ہے کہ انہوں نے شادی کرلی تھی' عنیزہ اس کی سوچوں سے بے خبر اسی شفقت سے مسکراتی ہوئی اٹھیں اور اس کے کندھے پر بازو پھیلا کر سدید کے قریب لے آئیں۔

''سدید یہ سلویٰ ہے تمہارے آذر ماموں کی بیٹی۔''

''اوہ......!'' سدید کے تنے ہوئے اعصاب ایک دم ڈھیلے ہوئے۔ ''مائے گڈنیس۔''

''سلویٰ یہ سدید ہے۔'' کتنا مکمل تعارف تھا اس کا کہ یہ سدید ہے' سدید جوان کا بیٹا تھا۔ سب [illegible] ہونا چاہیے کہ سدید تو بس ایک ہی ہے' جو عنیزہ کا بیٹا ہے اور بس...... سلویٰ کھل کر مسکرائی۔

''السلام علیکم کیسے ہیں آپ؟''

''الحمدللہ آپ سنائیں اور آپ کے گھر والے سب ٹھیک ہیں؟'' اس نے بھی اخلاق نبھایا۔

''جی سب ٹھیک ہیں' میں مام کے پاس ہوتی ہوں' وہ سب تو سعودیہ میں ہوتے ہیں۔''

''اچھا......اچھا۔'' وہ مسکرایا۔

''سلویٰ' تم فریش ہوجاؤ' تو عامر اور آذر بھائی کو سدید کے آنے کا بتادو۔''

''اوکے ماما۔'' وہ اپنے کمرے میں چلی گئی' وہ پھر سے

سدید سے باتیں کرنے لگیں۔ سلویٰ نے عامر انکل کو فون کیا' وہ تو آفس سے اٹھ کر سیدھے وہیں آ گئے۔

آنٹی اور بچے بھی آ گئے' آذر' عطیہ' عروی' عنصر اور اسفر سب نے فون پر سدید سے بات کی' بے پناہ خوشی تھی جو سب کے رویوں سے' چہروں سے ظاہر ہو رہی تھی' سب نے باری باری عنیزہ کو مبارک باد دی تھی' ان کی بہن کی آزمائش ختم ہو گئی تھی۔ جس بیٹے کے لیے وہ تڑپتی تھیں وہ آن ملا تھا۔ رات کو سب چلے گئے' سلویٰ بھی سونے کے لیے چلی گئی مگر ان ماں بیٹے کی باتیں صبح تک چلتی رہیں۔ نماز پڑھ کر سدید تو سو گیا مگر وہ نہیں سوئیں' اسے دیکھتی رہیں' ان آنکھوں کی پیاس ایک دن' رات میں بجھنے والی نہیں تھی وہ دو دن رہا اور ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اس کے لیے کیا کیا نہ کر ڈالیں' دو دن وہ جاب پر نہیں گئیں۔ پھر چوتھے دن وہ واپسی کے لیے تیار تھا' ان کے اشک بہہ رہے تھے مگر دل پُر سکون تھا۔

''اب دیکھو کب تمہارا چکر لگتا ہے؟''

''جلد ہی ان شاء اللہ......'' وہ عزم سے مسکرایا۔

آج کل وہ جس قدر خوش تھیں سلویٰ نے اپنے ہوش میں انہیں کبھی اتنا خوش نہیں دیکھا تھا۔

❁......○❁○......❁

''تمہیں ایک بار حدید سے معافی مانگ لینی چاہیے۔ تم نے اچھا نہیں کیا؟'' ولید نے اسے اچھے موڈ میں دیکھ کر بات کی۔

''لیکن مجھے کوئی افسوس نہیں ہے' انہوں نے جو کچھ میری ماں کے ساتھ کیا......وہ معافی کے لائق نہیں' نہ میں اسے بھولا ہوں' نہ کبھی بھلا پاؤں گا۔'' اس کا لہجہ قطعی تھا۔

''تو دونوں بھائیوں میں یہ نفرت کبھی ختم نہیں ہوگی' ایسے ہی رہو گے دونوں الگ الگ۔''

''آپ بے فکر رہیں وہ یہاں واپس تو ضرور آئیں گے جس گھر پر حکومت کرنے کے لیے سوہا بھابی اور عالیہ آنٹی نے حدید بھائی کے ساتھ مل کر اتنی بڑی سازش کی اور ماما کو نکال کر پورے گھر کی مالکن بننے کا منصوبہ کامیاب بنایا' اس گھر کو وہ ایسے تو چھوڑنے والے نہیں ہیں۔'' اس کے زہر خند لہجے نے انہیں بھونچکا کیا اس کے انکشاف نے' وہ سمجھ نہیں پائے۔

''تم ہر کسی سے بدگمان ہو چکے ہو' ہر کسی کے خلاف ......''

''نہیں' میں نے اپنے کانوں سے عالیہ آنٹی اور بھابی کی باتیں سنی ہیں۔ میرے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ انڈیلا جاتا تو بھی اتنی تکلیف نہ ہوتی' جتنی ان دونوں کی باتیں' ان کی خوشی سے چہکتی آوازوں سے ہوئی۔ میں نے اس دن جتنی تکلیف سے گزرنا تھا گزر گیا۔ میں نے سوچ لیا تھا کہ میں ایک بار ان سب کو سبق ضرور سکھاؤں گا۔ انہیں پتا تو چلے کہ کسی کی زندگی برباد کر کے' کسی کا گھر تباہ کر کے اس کے ملبے پر اپنا خوشیوں بھرا محل کیسے سجایا جاتا ہے۔'' اس کا لہجہ ہنوز ویسا ہی زہر خند تھا۔

''خدانخواستہ حدید کوئی غلط قدم اٹھا لیتا تو......'' انہوں نے ناراضگی سے اسے دیکھا' اس کے لبوں پر عجیب سی مسکراہٹ تھی۔

''مجھے پتا تھا کہ وہ ایسا کچھ نہیں کریں گے کیونکہ ان سے زیادہ کسی کو پتا نہیں ہو سکتا تھا کہ سوہا بھابی بے گناہ ہیں۔''

''جب تمہیں سب پتا چل گیا تو بھائی کے متعلق تو دل صاف کر لو' اس نے خود تو یہ سب نہیں کیا ناں' اس سے باقاعدہ پلاننگ کر کے......'' حالانکہ وہ خود اندر سے ڈھے گئے تھے یہ جان کر کہ بہن اور بھانجی ان کی ازدواجی زندگی کی تباہی کی ذمے دار ہیں مگر اب اوپر سے مضبوط بننا ہی تھا' یہی وقت تھا کہ وہ بکھرتے آشیانے کو سنبھال لیتے' ورنہ تباہی تو سامنے نظر آ رہی تھی۔ ایک تلخ مسکراہٹ سدید کے لبوں پر پھیلی۔

''ان کے اندر اتنی نفرت تھی کہ صرف راستہ دکھانے کی دیر ہوئی اور وہ ساری نفرت انہوں نے اس راستے سے باہر نکال دی' ان کے کیے کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ میری ماں کہیں ہے تو باپ کہیں' میں ایک کے پاس رہوں تو دوسرے کی یاد

چین نہیں لینے دیتی‘ ہر پل کی بے چینی‘ اذیت اور اس پر طرہ یہ کہ اپنے کیے پر کوئی ندامت بھی نہیں‘ کسی سے کوئی معذرت بھی نہیں۔“

”تو تم یہ چاہتے ہو کہ وہ معذرت کرے۔“

”کہنے سے کی تو کیا معذرت کی‘ ویسے وہ بہت انا پرست ہیں‘ ان کی انا سرنگوں نہ ہوجائے اپنی غلطی تسلیم کرلینی سے۔“ وہ تلخی سے کہتا ہوا اپنے کمرے میں چلا گیا‘ فون اس نے چارجنگ پر لگایا ہوا تھا‘ اس کی بیل کی آواز سن کر ہی وہ وہاں سے اٹھا تھا۔ دوسری جانب عنیزہ تھیں۔ انہوں نے جو بات اسے بتائی‘ اسے سن کر وہ سکتے میں رہ گیا۔

❁......❍❁❍......❁

”مام کچھ لوگ آئے ہیں آپ سے ملنے۔“ عنیزہ سلویٰ کے لیے چکن چاؤمن بنارہی تھیں‘ کبھی کبھی وہ یونہی اس کے لاڈ اٹھاتی تھیں‘ وہ پھولی ہوئی سانس کے ساتھ کچن میں آئی تھی‘ اس کی پھیلی ہوئی آنکھوں سے حیرت ظاہر ہورہی تھی‘ وہ کچھ الجھیں‘ کون سی فیملی‘ کون سے لوگ وہ سمجھ نہ پائیں؟

”وہ جنہیں دیکھنے آپ ہاسپٹل گئی تھیں۔“ اس نے یاد دلایا اور عنیزہ کے ہاتھ سے چمچ چھوٹ گیا۔

”حدید اور سوہا؟“ انہیں یقین نہیں آیا۔ افتاں وخیزاں ڈرائنگ روم میں داخل ہوئیں اور سامنے بلاشبہ وہ دونوں موجود تھے۔ ان کے اندر داخل ہوتے ہی احتراماً اٹھ کھڑے ہوئے۔

”کیسے ہو بیٹا‘ اب کیسی طبیعت ہے؟“ بیٹھنے کے بعد انہوں نے حدید سے پہلا سوال یہی کیا۔

”ٹھیک ہوں اب آپ کیسی ہیں؟“

”اللہ کا شکر ہے اور بچوں کو بھی لے آتے ناں۔“

”کچھ ضروری باتیں کرنی تھیں‘ ان کی موجودگی مناسب نہیں تھی۔“ وہ ویسا ہی سنجیدہ تھا۔

”ضروری باتیں......! کیسی ضروری باتیں؟“

”اپنے گناہوں کا اعتراف‘ اپنی غلطیوں کی معافی طلب کرنا‘ ان کا ذکر کرنا شاید بچوں کے سامنے ہمارا رہا سہا امیج بھی ختم کردیتا۔“ عنیزہ تو حیرت زدہ رہ گئیں۔

”کک...... کیسا...... اعتراف...... کک...... کس غلطی کی معافی؟“ سوہا اٹھ کر ان کے قدموں میں آبیٹھی‘ ان کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر وہ ملتجی انداز میں گڑگڑائی۔

”مامی پلیز ہم دونوں کو معاف کردیں‘ ہم نے جو گناہ کیا‘ آپ کے ساتھ جو ظلم کیا اس کے لیے ہمیں معاف کردیں‘ پلیز۔“ اس نے دونوں ہاتھ ان کے سامنے باندھ دیئے۔ وہ سوہا جو سلویٰ کے بقول اتنی مغرور تھی کہ ان سے ایک بات نہیں کی‘ وہ یوں ہاتھ باندھ کر ان کے سامنے کارپٹ پر بیٹھی انہیں ششدر کرگئی تھی۔ حدید بھی اس کے ساتھ ہی آکر بیٹھ گیا۔

”میں نے آپ کی زندگی کا اتنا بڑا نقصان کیا‘ جس کی کوئی تلافی نہیں ہوسکتی‘ صرف معافی ہوسکتی ہے۔ آپ کا ظرف بہت بڑا ہے‘ میں آپ سے معافی کا طلب گار ہوں‘ گناہ گار ہوں آپ کا‘ جو سزا دینا چاہیں مجھے قبول ہے‘ میں نے بہت زیادتی کی‘ بہت بڑا گناہ کیا‘ میں کبھی خوش نہیں رہا‘ کبھی بھی نہیں‘ بس اوپر سے خوش نظر آنے کی ایکٹنگ کرتا تھا ورنہ جب سدید راتوں کو اٹھ اٹھ کر روتا تو میں خود بھی اس کے ساتھ ہی رو پڑتا تھا‘ پہلے جیلسی میں اسے اپنے قریب نہیں آنے دیتا تھا‘ پھر اپنی غلطی کے تدارک کے لیے اسے خود سے قریب کیا اور پھر رفتہ رفتہ مجھے محسوس ہوا کہ وہ مجھے بہت اچھا لگنے لگا ہے‘ اس کی ہنسی اس کی معصوم باتیں‘ سب مجھے اٹریکٹ کرنے لگیں‘ دو ماہ پہلے تک ہم دونوں میں بہت محبت تھی‘ سگے بھائیوں جیسی مگر پھر پتا نہیں کیوں وہ بدلنے لگا‘ مجھ سے‘ سوہا سے اور بچوں سے کھنچا کھنچا نظر آنے لگا‘ میں اپنی ٹرانسفر کروانے کے لیے جان توڑ کوششوں میں مصروف رہا اور اندازہ ہی نہیں لگا پایا کہ وہ مجھ سے کتنا دور جاچکا ہے‘ مجھ سے کتنی نفرت کرنے لگا ہے بلکہ میری اصلیت جان گیا ہے۔“ عنیزہ نے کرنٹ کو چھولیا تھا‘ یوں ایک جھٹکے سے پیچھے ہوئیں‘ وہ ان کی کیفیت محسوس کرکے افسردگی سے مسکرایا۔

''ہاں اسے سب پتا چل چکا ہے' سب جان گیا ہے وہ۔''

''کس نے اس سے یہ سب شیئر کیا اور کیا ضرورت تھی یہ نفرت کی بھٹی سلگانے کی؟''

''پتا نہیں مگر سچ چھپتا بھی تو نہیں ہے ناں' کبھی نہ کبھی تو اسے پتا چلنا ہی تھا' مجھے سزا ملنی ہی تھی۔''

''کیا سزا دی اس نے تمہیں اور وہ کون ہوتا ہے تمہیں سزا دینے والا...... میں آج ہی اس سے بات کرتی ہوں۔'' ان کا تنفس تیز ہوا تھا۔

''نہیں آپ اس سے کچھ نہیں کہیں گی' وہ ٹھیک کر رہا ہے' اسے یہی کرنا چاہیے۔ بس آپ مجھے میرے کیے کی معاف دے دیں' شاید میری ذہنی اذیت میں کچھ کمی آ جائے۔'' اس کی آواز میں کرب تھا' سوہا کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے' سلویٰ جو اندر چائے کی ٹرالی لیے آئی تھی وہیں جم گئی۔ وہ دونوں میاں بیوی جنہیں اس نے مغرور کا خطاب دیا تھا' وہ اس وقت کس طرح مام کے قدموں میں بیٹھے معافی مانگ رہے تھے۔ عنیزہ نے حدید کا سر اپنے ساتھ لگا کر اس کے بالوں کو چوم لیا' دوسرے ہاتھ سے سوہا کو لپٹا لیا۔

''میرے بچوں' ماں تو ماں ہوتی ہے نہ سگی نہ سوتیلی' بس ماں ہوتی ہے' وہ بھی اس وقت غصے میں تھے ورنہ ایک بار تو سوچتے کہ کیا کوئی ماں اپنے بیٹے کے ساتھ......'' ان کی آواز کپکپائی۔

''مگر شیطان نے آگے کا کام آسان کر دیا۔'' شرمندگی کی ایک لہر تھی جو حدید کے اندر دوڑی تھی۔ اس کا ضمیر اسے جو ملامت کرتا تھا' عنیزہ کی وسعت قلبی کے سامنے تو وہ ملامت کچھ بھی نہیں تھی' اس کا سر مزید جھک گیا تھا۔

''چلو اٹھو چائے پی لو آئندہ بچوں کو بھی ساتھ لے کر آنا۔'' کچھ دیر بعد معتدل فضا میں سب چائے سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ سوہا' سلویٰ سے چھوٹے چھوٹے سوال کر رہی تھی۔

''اس دن ہم ہاسپٹل میں آپ لوگوں سے ملنے گئے تو آپ نے تو مام سے کوئی بات ہی نہیں کی تھی؟'' سلویٰ نے دل میں چبھتا ہوا سوال باہر نکال ہی دیا۔

''ایک تو میں حیران تھی' پھر اس سے زیادہ پشیمان' کچھ سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا کیا بولوں؟'' سوہا افسردگی سے مسکرائی۔

''اچھا اب سنڈے کو بچوں کو لے کر یہاں آؤ' سب مل کر چھٹی منائیں گے۔'' عنیزہ نے ماحول بدلنے کے لیے بات کا رخ موڑا۔

''ضرور۔'' حدید ہلکا سا مسکرایا۔

''آپ کب سے مامی کے پاس ہیں؟'' سوہا نے سلویٰ سے پوچھا۔

''چار سال کی تھی' اب تو لگتا ہے' پیدا بھی یہیں ہوئی ہوں۔ میں نے مام سے پرامس کر رکھا ہے کہ ہمیشہ انہی کے پاس رہوں گی۔''

''لیکن لڑکیاں تو ہمیشہ اپنے پیرنٹس کے پاس نہیں رہ سکتیں' انہیں شادی کے بعد جانا ہی پڑتا ہے۔'' سوہا نے شرارت سے کہا۔ اس کا چہرہ ایک پل کے لیے گلابی ہوا۔

''میں نے مام سے کہا ہے کہ گھر داماد ڈھونڈ لیں' میں کہیں نہیں جانے والی۔'' سب ہنس پڑے تھے۔

⁂

''اب میرا بیٹا بڑا ہو گیا ہے' شادی کے قابل' تو کیا خیال ہے پھر؟'' عنیزہ نے محبت سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

''بڑا نیک خیال ہے' میں تو ہر دم تیار ہوں' آپ بتائیں کب کرنی ہے؟'' اس کی تابعداری پر انہوں نے ایک چپت لگائی۔

''شادی سے پہلے دیگر لوازمات بھی پورے کرنے ہوتے ہیں' سب سے پہلے تو کوئی جاب ڈھونڈو پھر اپنے پاپا کو دیکھو' انہوں نے تمہارے لیے کیا سوچ رکھا ہے پھر ایسا قدم اٹھانا۔''

''جاب تو مل جائے گی اور لڑکی مجھے پسند آنی چاہیے پاپا کو نہیں اور میں پسند کر چکا ہوں۔'' اس کے اطمینان نے

انہیں حیران کیا۔

"کون ہے وہ؟"

"سلویٰ......" وہ دم بخود اسے دیکھتی رہ گئیں۔ وہ سیدھا ہوکر بغور ان کا چہرہ دیکھنے لگا۔ "کیوں آپ کو یہ بات اچھی نہیں لگی؟"

"نہیں، ایسی بات نہیں مگر......" وہ ہچکچائیں۔

"کیا مگر...... ماما آپ کھل کر بات کریں۔" وہ سنجیدہ ہوا۔

"تمہارے پاپا سوچیں گے......"

"وہ کچھ نہیں سوچیں گے انہوں نے مجھے یہ اختیار دیا ہوا ہے کہ میں جس سے شادی کرنا چاہوں کرسکتا ہوں اور میں انہیں سلویٰ کے متعلق بھی بتاچکا ہوں۔"

"تم اسے پسند کرتے ہو؟" وہ اسے دیکھ رہی تھیں۔

"پہلے دن، پہلی نظر سے وہ ہے ہی اتنی پیاری۔" انہوں نے دھپ اس کے کندھے پر لگائی۔

"زیادہ ہی فری ہورہے ہو۔" مسکراہٹ ان کے لبوں پر پھول کھلا رہی تھی۔

"پھر یہ بھی سوچتا ہوں کہ آپ سے اتنی محبت کوئی اور بہو نہیں کرے گی جتنی یہ مام مام کرتی ہوئی پھرتی ہے۔" وہ کھلکھلا کر ہنس دیں۔

دوسرے دن چونکہ اتوار تھا...... وہ دس بجے تک ناشتے سے فارغ ہوتے ہی لنچ کی تیاری میں لگ گئی تھیں۔ تقریباً دو بجے حدید، سوہا اور بچے کیک، مٹھائی اور فروٹس کے ساتھ آپہنچے تھے۔ چہل پہل سی ہوگئی تھی۔ سدید کہیں گیا ہوا تھا، آیا تو لاؤنج کی رونق دیکھ کر وہیں چلا آیا۔

"السلام علیکم!" وہ حدید کے قریب آیا تو وہ بھی کھڑا ہوگیا۔

"سوری بھائی۔" حدید نے کچھ کہے بغیر اسے گلے لگالیا، کچھ دیر بعد دونوں الگ ہوئے تو سدید نے سوہا کی طرف دیکھا۔

"بھابی......" سوہا نے ہاتھ اٹھا کر منع کردیا۔

"مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی کیونکہ تم بہت بدتمیز ہوچکے ہو۔" مگر وہ اس کے ہونٹوں کے کناروں سے پھوٹتی مسکراہٹ دیکھ چکا تھا، سو ہنستا ہوا آگے بڑھا اور بھتیجوں اور بھتیجی سے ملنے لگا۔ بہت خوشگوار ماحول میں کھانا کھایا گیا۔

"بھائی آپ پلیز اپنی ٹرانسفر واپس وہیں کروالیں، کیونکہ پاپا کی تنہائی کے احساس سے میں یہاں سکون سے نہیں رہ پاؤں گا۔" سدید نے ملتجی ہوکر حدید سے کہا۔

"رہ پاؤں گا۔" حدید نے دہرایا۔ "تم یہیں ماما کے پاس رہنا چاہتے ہو؟"

"آپ خود سوچیں شادی کے بعد میرا یہاں سے جانے کو کیسے دل چاہے گا؟" سوائے عنیزہ کے سب کو سانپ سونگھ گیا تھا۔ سلویٰ بھی ہاتھ روک کر اسے حیرت سے دیکھ رہی تھی۔

"تم یہاں کسی سے شادی کرنے میں انٹرسٹڈ ہو؟" بڑی دیر بعد حدید کا سکتہ ٹوٹا تھا۔

"ہاں ناں، یہی اپنی سلویٰ کے ساتھ۔" سوہا کو اچھو لگ گیا تھا، بچے کبھی سدید کو اور کبھی سلویٰ کو دیکھ رہے تھے۔ جو ہکابکا سدید کو دیکھ رہی تھی، جواب اطمینان سے کولڈ ڈرنک اپنے گلاس میں انڈیل رہا تھا۔ حدید نے بے ساختہ عنیزہ کی طرف دیکھا جو سلویٰ کو دیکھ رہی تھیں، نگاہیں پھیر کر حدید کو دیکھا اور ہلکے سے مسکرائیں۔ وہ بھی مسکرادیا، ساتھ ہی آنکھ سے سلویٰ کی طرف اشارہ کیا جو ابھی تک سدید کو دیکھ رہی تھی۔ سوہا کھنکاری۔

"کیا ہوا سلویٰ...... تمہیں سدید کی بات پسند نہیں آئی؟"

"نہیں......" اس کے منہ سے نکلنے والے نہیں نے سب کو ساکت کردیا تھا۔ سوائے سدید کے جو اطمینان سے کولڈ ڈرنک کے سپ لے رہا تھا۔ مسکراتی ہوئی نظریں سلویٰ پر تھیں جو اٹھ کر کھڑی ہوچکی تھی۔

"کیوں، کیا کمی ہے اس میں، تم غور تو کرو...... یہ......"

"بات کمی کی نہیں، بات طریقے کی ہے، اسے پراپر پہلے مام سے بات کرنی چاہیے تھی، پھر وہ جو مناسب سمجھتیں، یہ کیا

طریقہ ہے سب کے سامنے ٹیبل پر یوں اعلان کردینا۔" وہ سچ مچ ناراض تھی' سدید نے اپنی مچلتی مسکراہٹ چھپانے کے لیے گلاس ہونٹوں سے لگا لیا تھا' سوہا نے سلویٰ کی تائید کی۔

"ہاں بات تو ٹھیک ہے سلویٰ کی۔"

"وہ میں کرچکا ہوں' ماما سے پوچھ لیں۔"

"تم کمرے میں چلو' میں آتی ہوں تو بات کرتی ہوں۔" عنیزہ نے سلویٰ کو پچکارا' وہ چلی گئی تو انہوں نے حدید اور سوہا کو ساری بات سے آگاہ کیا۔ ماما' سلویٰ کے ساتھ اس کے کمرے میں جاچکی تھی اور عبدالمعید اور ذی العید' سدید کے لیپ ٹاپ پر مصروف ہوگئے تھے۔ سو وہ چاروں' بیٹھے سکون سے باتیں کررہے تھے۔

"تمہارے پاپا سے رائے لے لوں پھر میں آذر بھائی سے بات کروں۔"

"جی بالکل' ویسے سلویٰ کو دیکھتے ہی مجھے سدید کا خیال آیا تھا' بہت اچھا کپل بنے گا۔" سوہا نے مسکراتے ہوئے حدید سے تائید چاہی' اس نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

❁......○❁○......❁

"مجھے مام نے جب حدید بھائی کی خیریت معلوم کرنے کے لیے ہاسپٹل بھیجا تو میں نے پہلے ریسپشن سے ان کا نام معلوم کیا' پھر پاپا کو بتایا تو انہوں نے کہا کہ میں ہر طرح سے مام کا خیال رکھوں اور وہ جیسا کہیں ویسا کروں' انہوں نے مجھے حدید بھائی کے متعلق بتایا' پھر جب مام ان سے ملنے گئیں تو وہاں ولید انکل بھی آگئے' ان سب سے مل کر وہ بہت ڈسٹرب ہوچکی تھیں۔ میں نے پاپا کو بتایا تو وہ بہت بے چین ہوگئے' انہوں نے مجھے کہا کہ میں ان کے پاس ہی سوؤں اور انہیں کوئی ٹرنکولائزر دے دوں تاکہ وہ سو جائیں۔ اس رات پاپا نے مام سے بہت دیر بات کی' ممی سے بھی کروائی' مام بہت روئی تھیں۔ میرا بس نہیں چل رہا تھا کہ میں آپ کو کہاں سے لے آؤں' میں اپنی مام کو ان کی زندگی کی واحد خوشی کیسے لادوں' کوئی ترکیب سمجھ نہیں آتی تھی کہ آپ خود چلے آئے' میں نے اپنے شعور میں انہیں اس سے زیادہ خوش کبھی نہیں دیکھا' اللہ تعالیٰ ان کی خوشی قائم رکھے۔"

"آمین......" سدید نے مسکرا کر اس کے خوب صورت چہرے پر نظر ڈالی جو اس کی ماں کی محبت میں جگمگا رہا تھا۔

"یاد رہے کہ مجھ سے تمہاری شادی بھی ان کی خوشی بلکہ بہت بڑی خوشی ہوگی۔"

"اسی لیے تو ہاں کی ہے۔" سلویٰ نے اسے چڑایا' پر وہ کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

"بہت شکریہ میڈم آپ نے ہم ماں بیٹے کا دل رکھ لیا۔"

"نہیں......ویسے میں بھی تو یہی چاہتی تھی ناں کہ مام کو چھوڑ کر نہ جانا پڑے تو یہ خواہش پوری ہوجائے گی۔"

"اچھا صرف اس لیے......" وہ اس کے سامنے آ کھڑا ہوا' سلویٰ نے ہلکا سا رخ موڑ لیا' بڑا مشکل تھا اس کی جگنوؤں کی طرح چمکتی آنکھوں میں دیکھنا' سدید کے ہونٹوں پر شریر مسکراہٹ تھی۔

"اچھا جی خیر' آپ کی مہربانی' نوازش' یہ بتادوں کہ جب تک حدید بھائی کی ٹرانسفر نہیں ہوجاتی' میں یونہی آیا کروں گا' ویک اینڈ پر' مس تو کروگی ناں؟"

"نہیں......" وہ نفی میں سر ہلاتی آگے بڑھ گئی اور وہ مسکراتے ہوئے خوشیاں' بہار کے پھولوں کی طرح اپنے اردگرد بکھیرتے دیکھنے لگا' جب خوشیاں آتی ہیں تو پچھلے سارے دکھ' پریشانیاں بھول جاتے ہیں' اسی کا نام زندگی ہے۔

زندگی زندہ دلی کا نام ہے
مردہ دل کیا خاک جیا کرتے ہیں......!

جنون سے عشق تک

سمیرا شریف طور

کیا عشق ایک زندگیِ مستعار کا
کیا عشق پائیدار سے ناپائیدار کا
کر پہلے مجھ کو زندگیِ جاوداں عطا
پھر ذوق و شوق دیکھ دلِ بے قرار کا

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

ٹیپو ہاسٹل چلا جاتا ہے' شایان اور زوبیہ بھی شمالی علاقہ جات کی طرف چلے جاتے ہیں' افکن بھی اپنے چند ضروری امور نمٹا کر فرح کے ہمراہ لاہور چلا جاتا ہے' عثمان صاحب اور فائقہ کی وہی روزمرہ کی روٹین ہوتی ہے اماں بی سب بہت خاموشی سے دیکھ کر ان کے درمیان کشیدگی محسوس کررہی ہوتی ہیں۔ شہرینہ افکن کی وجہ سے سوئمنگ پر نہیں جاتی بس ہفتے میں ایک دو بار ضرور جاتی ہے جبکہ اماں بی اسے سمجھانے کی کوشش کرتی افکن کے حوالے سے بات کرتی ہیں لیکن وہ افکن کا نام سن کران کے پاس سے اٹھ جاتی ہے۔ وہ افکن کی طرف سے ابھی بھی بدظن ہوتی ہے اور یہی بات اماں بی کو پریشان کردیتی ہے۔ عثمان صاحب اور فائقہ کو بیرون ملک جانا ہوتا ہے ایسے میں اماں بی شہرینہ کے تنہا گھر میں رہنے پر اعتراض کرتی ہیں فائقہ کو ساتھ جانے سے منع کرتی ہیں لیکن عثمان صاحب بضد ہوتے ہیں انہیں ساتھ لے جانے پر۔ شہرینہ کی سوئمنگ کلب میں ثقلین سے ملاقات ہوتی ہے شہرینہ اسے کوئی خاص اہمیت نہیں دیتی اور اپنی دوستوں کے ساتھ مصروف ہوجاتی ہے تب ثقلین اس سے فری ہونے کی کوشش کرتا ہے جس پر شہرینہ اس کی بے عزتی کرتی اسے غصہ دلا جاتی ہے۔ اماں بی شہرینہ کی طرف سے فکرمند ہوتی ہیں انہیں گاؤں واپس لے جانے کے لیے افکن بھی آجاتا ہے لیکن رات زیادہ ہوجانے اور شہرینہ کے گھر واپس نہ آنے پر اماں بی افکن کو شہرینہ کو لینے بھیجتی ہیں' سوئمنگ کلب میں افکن شہرینہ کے ساتھ ثقلین کو بدتمیزی کرتے دیکھ لیتا ہے اسے شہرینہ کے قریب بھی نہ آنے کی وارننگ کرتا وہ شہرینہ کو وہاں سے لے جاتا ہے۔ افکن راستے میں شہرینہ سے اس کے رویہ کے حوالے سے بات کرتا ہے جس پر شہرینہ افکن پر اپنا آپ عیاں کرتی رو دیتی ہے افکن اسے حوصلہ دیتا اس کا ہاتھ تھام لیتا ہے جس پر شہرینہ اسے اپنے عتاب کا نشانہ بناتی ہے اماں بی شہرینہ سے دیر سے آنے کی وجہ دریافت کرتی اسے اپنے ساتھ گاؤں چلنے کا کہتی ہیں جس پر وہ انہیں بھی اپنے معاملات میں نہ پڑنے کا کہتی بدتمیزی کرجاتی ہے افکن یہ سب دیکھ کر ششدر رہ جاتا ہے۔

افکن مسلسل زبیدہ سے رابطے میں ہوتا ہے اور شہرینہ کی پل پل کی خبر زبیدہ کے ذریعے حاصل کرتا رہتا ہے شہرینہ کے وہی شب و روز ہوتے ہیں صبح کالج جاتی تو واپسی پر دارالاطفال چلی جاتی۔ شہرینہ دارالاطفال کے بچوں کے ساتھ سیر وتفریح کے لیے روانہ ہوجاتی ہے اور اپنا موبائل بھی آف کردیتی ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

❖......O......❖

افکن پریشان تھا وہ حویلی میں ہی تھا جب زبیدہ کی کال آئی تھی۔ بابا صاحب کی طبیعت اب بہتر تھی اماں بی ملازمین سے حویلی کی صفائی کروارہی تھیں افکن باہر آیا تو انہوں نے اسے دیکھا وہ کسی کام سے لاہور گیا ہوا تھا رات میں ہی واپسی ہوئی تھی لیٹ نائٹ سونے کی وجہ سے وہ اب لیٹ اٹھا تھا رات والے لباس میں ہی وہ اٹھ کر کمرے سے نکل آیا تھا۔

”کیا بات ہے افکن پریشان ہو؟“ وہ بار بار اپنے موبائل سے کوئی نمبر ملا رہا تھا صحن میں اِدھر سے اُدھر ٹہل رہا تھا اماں بی نے قریب آ کر پوچھا تو وہ رکا۔

”ہاں کچھ نہیں، بس ویسے ہی۔“ اس نے موبائل کان سے ہٹاتے اماں بی کو ٹالا۔ وہ اماں بی کو تو پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔

وہ جانتا تھا اماں بی شہرینہ کی طرف سے پہلے ہی کافی فکرمند رہتی ہیں اس نے مسکرا کر ان کو دیکھا اور موبائل پینٹ کی جیب میں ڈالا تھا۔

”بابا صاحب کہاں ہیں۔“

”ناشتہ کرتے ہی وہ کھیتوں کی طرف نکل گئے تھے گھر رہ کر اکتا گئے ہیں۔“

”اچھی بات ہے ان کی طبیعت پر اچھا اثر پڑے گا۔“

”تم ناشتہ کرو گے۔“ انہوں نے اسے پوچھا۔

”نہیں ابھی موڈ نہیں...... تھوڑی دیر میں کروں گا۔“

”جب بھی کرنا ہو بتا دینا میں تیار کرا دوں گی۔“ افکن

سر ہلا کر اندر کی طرف چلا گیا' اماں بی نے سنجیدگی سے اسے جاتے دیکھا وہ پھر سے موبائل نکال کر کوئی نمبر ڈائل کررہا تھا۔

"پتا نہیں کیا مسئلہ ہے شکل سے تو پریشان ہی لگ رہا ہے۔" انہوں نے اسے جاتے دیکھا تھا۔ افکن واپس کمرے میں آیا اس نے چچا کے گھر کال کی تو زبیدہ نے اٹھائی۔

"تمہیں کچھ اندازہ نہیں کہ وہ کہاں جاسکتی ہے۔"

"نہیں صاحب ان سے پوچھوں تو وہ کچھ نہیں بتاتیں۔"

"اس کے دوستوں کا علم ہے کہاں کہاں سے ہیں۔"

"نہیں صاحب۔"

"او کے، خالہ جان کی کال آئے تو ان کو ضرور بتانا میں ان کے نمبر پر ٹرائی کررہا ہوں لیکن وہ کال ہی پک نہیں کررہیں اور شہرینہ کا نمبر بھی مسلسل آف جارہا ہے۔"

"جی صاحب۔" افکن نے ایک دو مزید ہدایات دینے کے بعد کال بند کردی۔

شہرینہ محض ضد میں یہ سب کررہی تھی وہ اچھی طرح جانتا تھا وہ ماں باپ سب سے قطع تعلقی اختیار کیے ہوئے تھی ایسے عالم میں وہ بھلا اپنے نفع و نقصان کی کہاں پروا کرتی' افکن کو رہ رہ کر افسوس ہورہا تھا کہ آتے وقت خوامخواہ اس سے الجھا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ یہ سب ضد میں کررہی ہے لیکن اسے کچھ سمجھانا بھی فضول تھا۔ وہ موبائل ایک طرف بستر پر رکھ کر واش روم میں گھس گیا۔

❖......O......❖
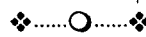
وہ لوگ بہت جلد مری پہنچ گئے تھے۔ یہ سارا علاقہ اس کا دیکھا بھالا تھا وہ بارہا ادھر آچکی تھی' اس کا بچپن یہاں ہی گزرا تھا لیکن ہر بار یہاں آکر وہ پُرسکون ہوجاتی تھی ہاسٹل کی لائف اگرچہ اس کے لیے بہت تلخ تجربہ رہا لیکن اس سب سے ہٹ کر یہ ماحول اسے بہت اٹریکٹ کرتا تھا۔ وہ بچوں کے ساتھ مصروف ہوگئی تھی۔

دارالاطفال والوں نے مال روڈ کے ایک ہوٹل میں رکنے کا فیصلہ کیا تھا۔ بچوں کے لیے کھانے پینے کا ارینج بھی تھا بچوں کو مختلف گروپس میں ڈیوائڈ کرکے اسٹاف کے مختلف لوگوں کی ذمہ داری میں دے دیا گیا تھا۔ شہرینہ نے بھی بطور خاص کہہ کر کچھ بچوں کی ذمہ داری اپنے سر لے لی تھی۔ اس کے گروپ میں بھی چار بچیاں اور کچھ لڑکے تھے' سبھی نو دس سال کی عمر کے تھے' وہ اپنے گروپ کے ساتھ مال روڈ کی طرف نکل آئی۔ مال روڈ پر کافی رش تھا۔ اس نے وہاں موجود دکانوں سے بچوں کو کافی چیزیں خرید کردیں' ایک جگہ اچھا سا لنچ بھی کرایا' بچے بہت خوش تھے وہ کیمرے میں ہر طرح کے خوب صورت مناظر محفوظ کررہی تھی۔ بچوں کی کھلکھلاہٹیں ان کے خوب صورت چہروں کی معصومیت۔

سارا رستہ اس نے اپنا نمبر بند رکھا تھا لیکن مری آنے کے بعد اس نے اپنے موبائل میں دوسری سم لگا کر موبائل آن کرلیا تھا۔ موبائل کا نیا نمبر ادارے والوں کو لکھوا دیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ گھومنے پھرنے کے دوران اگر کسی کو ضرورت ہوئی تو وہ اس سے رابطہ کرسکتے ہیں۔ وہ ادارے والوں کو کال کرکے بچوں کو لے کر "پی سی" بھوربن کی طرف آگئی تھی۔ جبکہ باقی لوگ مال روڈ پر ہی تھے وہ شام تک ادھر ہی رہے اور اس نے بچوں کو خوب انجوائے کرایا تھا۔

شام کے بعد وہ بچوں کو لے کر واپس مال روڈ کی طرف آئی اس نے کیب ہائر کی تھی جو آج سارا وقت ان کے ساتھ ہی رہی تھی۔ واپس ہوٹل آکر اپنے کمرے میں آتے ہی وہ بستر پر گر گئی تھی۔ وہ آج سارے دن کی بھاگ دوڑ سے بہت تھک گئی تھی۔ اس نے موبائل نکالا اور نیو سم نکال کر اس نے واپس پرانی سم لگائی۔ سم لگاتے ہی بے تحاشا میسجز آنا شروع ہوگئے تھے جن میں سے کچھ اس کی دوستوں کے تھے اور باقی سارے افکن کے تھے ان تمام میسجز میں بس یہی تھا کہ وہ اس وقت کہاں ہے۔ تمام میسجز پڑھنے کے بعد اس نے مسکرا کر تمام میسجز ڈیلیٹ کردیے تھے۔ اس نے صبا اور حوریہ کے میسجز کا جواب دے دیا تھا۔

"میں کچھ بہت خاص دوستوں کے ساتھ مری میں ہوں بہت انجوائے کررہی ہوں۔"

"ہائے ہم سے بھی زیادہ خاص کوئی اور دوست بھی

ہیں......!" حوریہ کا میسج آیا۔

"ہاں لیکن وہ بہت معصوم سے دوست ہیں۔" جواباً حوریہ کا غصے سے بھرے چہرے والا اسمائلی آیا۔اس نے بھی جواباً قہقہے لگاتا اسمائلی سینڈ کردیا۔

"کون ہیں وہ دوست۔"

"واپس آ کر بتاؤں گی۔"

"مری میں ہو، پکس تو بنوائی ہوں گی۔" حوریہ کا میسج آیا۔

"ہاں، بہت ساری بنائی ہیں۔"

"اچھی، اچھی پکس مجھے سینڈ کرو۔"

"نہ کروں تو......"

"تو بہت لڑائی ہوگی۔" پھر غصے والی اسمائیلی آیا۔اس نے منہ چڑاتا اسمائیلی سینڈ کردیا۔

"پلیز شہرینہ۔" جواباً اس نے پی سی میں بچوں کے ساتھ لی گئی پک سینڈ کردی۔

"ہائے یہ اتنے سارے بچے......! کس کے ہیں؟"

"یہ سارے بچے میرے بہت ہی خاص الخاص قسم کے دوست ہیں میں ان لوگوں کے ساتھ ہی مری آئی ہوئی ہوں۔"

"اوکے۔" ابھی وہ میسج ٹائپ ہی کررہی تھی جب افگن کی کال آنا شروع ہوئی اس نے چند پل موبائل کو گھورا۔

"ہیلو۔" کچھ توقف کے بعد اس نے کال پک کی۔

"السلام علیکم۔" دوسری طرف سے کہا گیا تو وہ خاموش رہی۔

"کہاں ہو تم؟"

"آپ کی پہنچ سے بہت دور۔" جواباً افگن نے دوسری طرف سے ایک گہرا سانس لیا۔

"وہ تو مجھے پتا ہے لیکن دور ضرور رہوں گی لیکن میری پہنچ سے باہر نہیں شہرینہ شیر افگن صاحبہ۔" دوسری طرف سے پھر وہی دوٹوک انداز جو شہرینہ کو ضد دلاتا تھا۔

"ایک وقت وہ بھی آنا ہے جب آپ نے پچھتانا ہے اور میں نے آپ کی پہنچ میں بھی نہیں ہونا۔" جواباً وہ ہنسا۔

"کیا کررہی ہو؟"

"ہماری ایسی کوئی خاص دوستی تو ہے نہیں کہ میں اپنے شب وروز کا احوال آپ سے ڈسکس کروں۔" شیر افگن کی ہنسی بے اختیار تھی۔

"دوستی کرنے کا کیا ہے فقط ایک مخلصانہ ہاتھ بڑھاؤ تم مجھے اپنے کسی بھی اچھے دوست سے کم نہ پاؤ گی۔"

"آپ سے دوستی کروں گی بڑی خوش فہمی ہے آپ کو۔" وہ طنزیہ بولی۔

"بعض اوقات خوش فہم ہونا بھی خوش قسمتی کی علامت ہوتی ہے، خوش فہمیاں ہمیں بعض اوقات ایسے بہت سے تکلیف دہ حقائق سے بچالیتی ہیں جو اگر انسان جان لے تو شاید سینے کے اندر اسے سانس لینا بھی دشوار لگے۔"

"ایسی خوش فہمیوں کا کیا فائدہ جس پر سے پردہ ہٹنے پر دم گھوٹ دینے والے حقائق ناگ کی طرح منہ کھولے کھڑے ہوں۔" وہ نا چاہتے ہوئے بھی افگن کے ساتھ الجھ رہی تھی اور دوسری طرف وہ شاید اسے الجھانا ہی چاہتا تھا۔

"کیسی رہی پھر آؤٹنگ۔"

"آپ کی توقع کے برعکس بہت اچھی۔" شیر افگن پھر ہنس دیا۔

"میری توقع کے برعکس اور کیا کچھ اچھا ہورہا ہے۔"

"آپ کو ہر بات کی رپورٹ دینا مجھ پر فرض نہیں۔"

"خام خیالی ہے تمہاری بحیثیت منکوحہ تم پر تو اور بھی بہت کچھ فرض ہے۔" پھر وہی بات چل نکلی جس سے وہ ہمیشہ بھاگنا چاہتی تھی۔

"جس خوش فہمی میں رہنا چاہتے ہیں آپ وہ میں اول روز سے واشگاف الفاظ میں کہہ چکی ہوں میں اس رشتے سے انکاری ہوں آج بھی، کل بھی اور ہمیشہ رہوں گی۔"

"اچھی بات ہے خیر ہم بھی دیکھیں گے کہ کہاں تک آپ پہلو بچاتی ہیں۔" شہرینہ نے موبائل کو گھورا۔

"خالہ جان کافی پریشان ہیں ان کی کال آئے تو پلیز ریسیو کرلینا۔" افگن نے مزید کہا تو شہرینہ کی بھنویں تن گئیں۔

"مجھے کسی سے کوئی بات نہیں کرنی، میں جہاں ہوں بہت مزے میں ہوں اور بہت خوش بھی، بتادیجیے گا اپنی خالہ کو بھی مجھ سے رابطہ کرنے کی کوشش مت کریں تو بہتر ہوگا۔" اس نے کال بند کردی۔

وہ عثمان یا فائقہ دونوں میں سے کسی کا بھی ذکر نہیں سننا چاہتی تھی۔ ان لوگوں کی ہی وجہ سے وہ آج اس مقام پر تھی۔ اس نے سوچ لیا تھا وہ اپنی زندگی کو اپنے انداز و ڈھب سے گزارے گی اس نے موبائل سائیڈ پر رکھ دیا تھا۔ تھکاوٹ کی وجہ سے وہ اب سونا چاہتی تھی لیکن افگن کی کال کے بعد اس کا ذہن پھر منتشر ہونا شروع ہوگیا تھا۔ وہ بیڈ کی کراؤن سے ٹیک لگائے اسی طرح لب چباتی بیٹھی رہی، ابھی چند لمحے ہی گزرے تھے کہ اس کا موبائل پھر بجنے لگا۔ اس نے موبائل کی اسکرین دیکھی اجنبی نمبر تھا اس نے لائن کاٹنا چاہی تھی لیکن پھر نجانے کیا سوچ کر کال پک کرلی۔

"ہیلو۔" اس نے کال پک کرکے موبائل کان سے لگایا۔ اس کی توقع کے مطابق وہی انسان تھا جو پچھلے چند روز سے اسے مسلسل کالز کرکے تنگ کررہا تھا۔

"کون ہو تم۔" اس نے دوبارہ ہیلو کہا تو اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"بہت جلد اپنا تعارف بھی کرادوں گا یہ بتاؤ مری کی سیر تو بہت انجوائے کررہی ہو ناں؟" شہرینہ کے اعصاب عجیب سے انداز میں جھنجلائے۔ یعنی یہ شخص اس کے متعلق ہر طرح کی خبر رکھے ہوئے ہے۔

"کون ہو تم؟" اس نے اب کی بار کچھ خوف زدہ انداز میں پوچھا۔

"بس ایک دو دن اور انتظار کرلو، پھر بہت جلد تمہیں علم ہوجائے گا کہ میں کون ہوں شہرینہ عثمان فاروق صاحبہ۔" شہرینہ کے چہرے پر ایک دم پریشانی کی لہر پیدا ہوئی۔ یہ افگن نہیں تھا اور نہ ہی اس کا لب ولہجہ تھا تو پھر کون تھا یہ۔

"کیا جانتے ہو تم میرے بارے میں؟"

"یہی کہ شہرینہ، عثمان فاروق کی بیٹی ہے اور عثمان فاروق کو کون نہیں جانتا اتنے بڑے سیاستدان سے متعلق معلومات اکٹھی کرنا کوئی مشکل کام تو نہیں دو بھائی ہیں تمہارے جو ابھی زیر تعلیم ہیں آج کل منسٹر صاحب سیاسی دورے پر ملک سے باہر ہیں اور ان کی یہ حسین چڑیا سیر و تفریح کی خاطر مری میں موجود ہے۔"

"شٹ اپ۔" وہ غصے سے پھنکاری۔ "تم ہوتے کون ہو میرے متعلق اس طرح کی خبر رکھنے والے مقصد کیا ہے تمہارا؟"

"بس ایک دو دن اور انتظار کرلو پھر سب کچھ تمہارے سامنے روز روشن کی طرح عیاں ہوجائے گا۔" وہ دوسری طرف سے ہنسا۔

"ایک تصویر واٹس اپ کررہا ہوں دھیان سے دیکھنا۔" اس نے کہہ کر کال بند کردی۔

شہرینہ موبائل ہاتھ میں تھامے گم صم سے حالت میں تھی جب واٹس ایپ پر میسج کی ٹون بجی۔ اس نے واٹس ایپ کھولا اور ان نان نمبر سے آنے والے فوٹوز کو اوپن کیا اور پھر شہرینہ کو لگا کہ جیسے اس کی آنکھوں کے سامنے زمین و آسمان گھوم گئے ہوں اس کے سامنے جو تصویر تھی وہ اس تصویر کو آنکھیں پھاڑے دیکھ رہی تھی۔

❖......○......❖

افگن اسلام آباد آیا ہوا تھا وہ دوپہر میں گاؤں سے روانہ ہوا تھا اور شام سے پہلے اسلام آباد پہنچ گیا تھا، وہ اس وقت اپنے ایک دوست کے ہمراہ تھا اس کا ارادہ رات چچا کے ہاں گزارنے کا تھا۔ شہرینہ سے کال کے بعد اس نے اپنے دوست کو نمبر لکھوا کر لوکیشن ٹریس کرنے کو کہا تھا دوست نے کچھ دیر بعد لوکیشن ٹریس کرالی تھی۔ لوکیشن مری میں مال روڈ کے قریب کسی ہوٹل کی تھی۔ افگن نے گوگل سے ہوٹل کا نام لکھ کر سرچ کیا اور کنٹیکٹ نمبر حاصل کرکے اس نے دوست کو ہوٹل کے منیجر سے بات کرنے کو کہا۔ اس کا یہ دوست انٹیلی جنٹس آفیسر تھا کچھ دیر بعد ہوٹل میں موجود گیسٹس سے متعلق معلومات مل چکی تھیں۔ ہوٹل میں ٹھہرنے والی ایک فیملی تھی جن کا تعلق اسلام آباد سے تھا فیملی ممبرز میں میاں بیوی اور ایک بچہ تھا جبکہ دوسرے جو لوگ ٹھہرے

ہوئے تھے وہ دارالاطفال بچوں کا ایک ادارہ تھا جنہوں نے کل دوپہر میں بکنگ کرائی تھی جبکہ اسلام آباد والی فیملی ایک دن پہلے سے وہاں تھی۔

''میرا خیال ہے وہ اسی گروپ کے ساتھ ہوگی۔'' اس کے دوست نے ساری معلومات دے کر آخر میں خیال آرائی کی تو افگن نے محض سر ہلایا۔ اس نے قطعی نہیں بتایا تھا کہ شہرینہ سے اس کا کیا تعلق ہے اس نے محض کزن کہہ کر تعارف کرایا تھا۔

''ویسے مسئلہ کیا ہے؟''

''کچھ خاص نہیں چچا یہاں نہیں ہیں اور وہ اماں بی کے پاس تھیں آؤٹنگ کا کہہ کر بتائے بغیر چلی گئی...... اماں بی پریشان تھیں اور وہ بتا بھی نہیں رہی تھی کہ اس وقت کہاں ہے تو معلوم کرانا پڑا۔''

''کیوں اپنے والدین کو بھی نہیں بتایا کیا؟'' دوست نے مزید پوچھا۔

''ایسی بات نہیں بس رابطہ ہی نہیں ہوسکا چچا بھی بزی تھے او کے چلتا ہوں اس قدر تعاون کے لیے بہت بہت شکریہ۔'' وہ مزید سوالات سے بچنے کے لیے فوراً کھڑا ہوا۔ دوست نے بھی مسکرا کر ہاتھ ملایا تھا۔

''یہ میرے لیے بالکل معمولی کام تھا رات ادھر ہی رکو میری طرف میں گیسٹ روم کھلوا دیتا ہوں۔'' وہ دوست کے گھر اس کے مہمان خانے میں بیٹھا تھا۔ اس نے مسکرا کر نفی میں سر ہلایا۔

''تھینکس یار، چچا کی طرف ہی جاؤں گا اماں بی منتظر ہوں گی۔''

''جیسے تیری مرضی۔'' دوست نے کہا تو وہ اس سے بغلگیر ہوا۔ اللہ حافظ کہہ کر وہ وہاں سے نکل گیا تھا۔ وہاں سے سیدھا چچا کی طرف آیا۔

زبیدہ اسے دیکھ کر حیران ہوئی وہ وہاں کچھ دیر رک کر سیدھا دوست کی طرف آیا صد شکر ہے کہ جس کام سے آیا تھا وہ تو ہوگیا تھا۔ ان کے ہاں ایسا نہیں ہوتا تھا کہ ان کی خواتین بغیر بتائے کہیں بھی چلی جائیں لیکن شہرینہ غیر حاضر تھی اور یہی بات جب فائقہ کی کال آنے پر افگن نے انہیں بتائی تو وہ پریشان ہوئی تھیں۔

''دیکھو تمہارے چچا کے ساتھ آنا میری مجبوری تھی لیکن شہرینہ یہ بات نہیں سمجھتی، وہ یہ سب ضد میں کررہی ہے بیٹا تم پتا تو کرو وہ کہاں ہے، کس کے ساتھ ہے؟ آج کل تو ویسے بھی عثمان کو بڑی دھمکیاں مل رہی ہیں، اس لیے تو وہ تمہارے اور شہرینہ کے نکاح کے لیے راضی ہوئے تھے۔''

''کیا مطلب......!'' ان کی بات سن کر افگن بھی حیران ہوا۔

''ایک لمبی کہانی ہے تم اب شہرینہ کے شوہر ہو تمہیں لاعلم رکھنا اب بہتر نہیں میں واپس آتی ہوں تو سب بتاؤں گی بس یہ سمجھ لو کہ شہرینہ کی ذات کا دفاع اب صرف تم ہی کرسکتے ہو۔'' انہوں نے رندھی ہوئی آواز میں کہا دوسری طرف شیر افگن پریشان ہوگیا تھا۔

''عثمان آگئے ہیں پھر کال کروں گی اور پلیز تم شہرینہ کا پتا کرو کہ وہ کہاں ہے، میں رات میں پھر کال کروں گی۔'' انہوں نے کال بند کردی اور تب سے افگن پریشان تھا۔

اس نے سوچا تھا کہ وہ اماں بی سے پوچھے گا لیکن پھر اماں بی کو پریشان کرنے والی بات تھی سو وہ ان کو ایک ضروری کام کا کہہ کر اسلام آباد آ گیا تھا۔ وہ مسلسل شہرینہ سے رابطہ کرنے کی کوشش کررہا تھا لیکن نمبر بند تھا جیسے ہی رابطہ ہوا تو اس نے جان بوجھ کر باتوں میں الجھا کر کال لمبی کی تھی۔ شہرینہ کے کال بند کرلینے کے بعد اس نے دوست سے رابطہ کرکے نمبر لکھوایا اور ٹریس کرنے کو کہا تھا اور پھر خود بھی اس کے پاس آ گیا تھا۔ افگن سارا راستہ کچھ نہ کچھ سوچتا رہا تھا۔ اسے چچا اور خالہ کی زندگی عجیب بھید بھری سی لگی تھی۔

''شہرینہ سے اس کا نکاح ہونا اس کے پیچھے کوئی وجہ تھی۔ بھلا چچا جان کو کس سے دھمکیاں مل رہی تھیں۔'' وہ سوچتا ہوا گھر آ گیا تھا۔

وہ اندر آیا تو گھر میں کوئی بھی نہ تھا اتنا بڑا اس قدر خوب صورت انداز میں ڈیکوریٹڈ گھر لیکن اس وقت ویران تھا، افگن کچھ پل گھر کو دیکھتا رہا اور پھر وہ ٹی وی لاؤنج میں آ بیٹھا،

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

اس نے ٹی وی آن کیا تھا کچھ دیر بعد زبیدہ آ گئی۔

''صاحب کھانا کھائیں گے؟'' اس نے پوچھا تو افگن نے نفی میں سر ہلا دیا۔

''کھانا میں باہر سے کھا کر آیا ہوں چائے پلا دو۔''

''میں ابھی لائی صاحب۔'' وہ چلی گئی وہ کوئی ٹاک شو لگا کر دیکھتا رہا کچھ دیر بعد زبیدہ چائے لے آئی' وہ ابھی چائے پی رہا تھا جب اس کا موبائل بجا۔ اس نے دیکھا فائقہ کی کال تھی۔

''السلام علیکم خالہ جان۔''

''وعلیکم السلام کیسے ہو؟''

''ٹھیک ہوں۔''

''کچھ پتا چلا شہرینہ کا۔''

''شام کے بعد اس کا نمبر آن تھا میں نے کال کی تو بات ہوئی تھی اس سے۔''

''اچھا' کیا کہہ رہی تھی۔'' وہ ایک دم خوش ہوئیں۔

''کہا تو کچھ نہیں بس اپنے مزاج کے مطابق ہی بول رہی تھی۔''

''بتایا اس نے کہاں ہے وہ۔''

''نہیں...... لیکن میں نے اپنے ایک جاننے والے کے تھرو کال کی لوکیشن ٹریس کرائی ہے وہ اس وقت مری میں ہے مال روڈ کے نزدیک ایک ہوٹل میں ٹھہری ہوئی ہے۔''

''کیا مری میں۔'' وہ حیران ہوئیں۔

''جی ہاں۔''

''وہاں وہ کیا کرنے گئی ہے؟''

''زبیدہ کو تو آؤٹنگ کا ہی کہہ کر گئی تھی۔'' افگن نے کہا تو زبیدہ نے ایک گہرا سانس لیا۔

''کچھ اور علم ہوا اس کے بارے میں؟''

''مزید تو علم نہیں ہوسکا لیکن کل کی ڈیٹ میں اسلام آباد سے مری اس ہوٹل میں جا کر رہنے والا بچوں کی دیکھ بھال کرنے والا ایک ادارہ ہے...... دارالاطفال نام ہے اس سینٹر کا۔''

''دارالاطفال۔'' دوسری طرف سے فائقہ بڑبڑائی۔

''مجھے یاد نہیں آ رہا لیکن یہ نام کچھ سنا سنا سا لگ رہا ہے۔''

''آئی تھنک آپ ایز آ گیسٹ شاید یہاں جا چکی ہوں۔'' افگن نے پوچھا تو دوسری طرف فائقہ سوچنے لگیں۔

''نہیں...... یاد نہیں آ رہا' تم نیٹ سے اس کو سرچ تو کرو۔''

''میں نے سرچ کیا ہے اتنا فنس نہیں ہے' کوئی خاص لوکیشن ٹریس نہیں ہو رہی۔''

''میں عثمان سے پوچھ کر کال کرتی ہوں شاید ان کو علم ہو۔''

''اوکے میں انتظار کروں گا۔'' اس نے کال بند کر دی۔ وہ پُرشوق نظروں سے اسکرین کو دیکھتے کچھ سوچنے لگا۔

❖......○......❖

فائقہ کال کے بعد عثمان کی طرف آئیں' وہ اس وقت ہوٹل کے روم میں ہی تھے اور کوئی فائل دیکھ رہے تھے۔

''آپ اسلام آباد میں کسی دارالاطفال نامی ادارے کو جانتے ہیں؟'' فائقہ کے پوچھنے پر عثمان نے فائل سے نگاہ اٹھا کر بیوی کو دیکھا۔

''کیوں خیریت؟'' فائقہ نے ایک گہرا سانس لیا۔ فائقہ نے ابھی تک شہرینہ کی گھر سے غیر حاضری کے بارے میں ان کو نہیں بتایا تھا۔

''کیا آپ جانتے ہیں؟''

''دارالاطفال......'' انہوں نے یاد کرنے کی کوشش کی لیکن یاد نہ آیا تو پھر بیوی کو دیکھا۔

''وجہ کیا ہے کیوں جاننا چاہ رہی ہیں؟'' سنجیدگی سے پوچھا۔

''بات یہ ہے کہ شہرینہ آؤٹنگ کے لیے کہیں چلی گئی ہے بتا کر بھی نہیں گئی۔''

''تو اس میں پریشان ہونے والی کون سی بات ہے دوستوں کے ساتھ ہوگی۔'' انہوں نے نارمل لہجے میں کہا تو فائقہ نے حیران ہو کر انہیں دیکھا۔

''یعنی آپ کو کوئی فرق نہیں پڑتا وہ کہیں بھی بتائے بغیر چلی جائے۔''

''اب ایسا بھی نہیں۔ وہ میری بیٹی ہے اور میں جانتا ہوں وہ کسی غلط جگہ پر نہیں گئی ہوگی۔'' فائقہ نے ایک گہرا سانس لیا۔

''میں کب کہہ رہی ہوں وہ غلط جگہ پر گئی ہوگی' میں بس یہ کہہ رہی ہوں کہ وہ آؤٹ نک پر گئی ہوئی ہے لیکن زبیدہ کو نہیں بتایا' میں تو جب سے یہاں آئی ہوں ایک بار بھی میری کال ریسیو نہیں کی' افگن سے بات ہوئی تھی اس نے بتایا تھا کہ اس نے میرے کہنے پر شہرینہ سے رابطہ کیا تھا شہرینہ نے اسے بھی نہیں بتایا۔''

''تو مسئلہ کیا ہے اس کی فرینڈز سے پتا کرلیں۔''

''اس کی فرینڈز کے نمبر میرے پاس نہیں...... میں نے افگن سے کہا تھا اس نے کال لوکیشن ٹریس کرائی ہے لوکیشن مری میں مال روڈ کے کسی ہوٹل کی تھی۔''

''کیا...... مری کے ہوٹل کی وہاں کیا کرنے گئی ہے؟''

''مجھے کیا علم میں تو خود سب جان کر پریشان ہوں یاد ہے شہرینہ اور افگن کے نکاح سے پہلے آپ کو چند بار کچھ دھمکی آمیز کالز آتی رہی تھیں۔'' فائقہ نے کہا تو عثمان کے چہرے کے تاثرات بدلے تھے۔

''آپ کہنا کیا چاہتی ہیں۔''

''پتا نہیں مجھے بتانا چاہیے یا نہیں لیکن مجھے کئی بار اب شک ہوا ہے باہر آتے جاتے مجھے کوئی فالو کرتا رہا ہے' ایک ینگ سا لڑکا تھا کئی بار میں نے اسے اکثر بائیک پر دیکھا تھا اور پھر ایک دن جب ہم نے ادھر آنا تھا اس کو اپنی ریزیڈنسی سے کچھ فاصلے پر موبائل فون پر بات کرتے دیکھا تھا' نجانے کیوں مجھے شک سا ہونے لگا ہے کہ وہ شہرینہ اور آپ کو بھی فالو کرتا رہا ہے۔''

''تو آپ نے ذکر کیوں نہیں کیا؟''

''میں سمجھتی تھی کہ شاید یہ میرا وہم ہو لیکن گھر کال کرنے پر زبیدہ سے بات ہوئی' اس نے بتایا کہ شہرینہ کو فون پر کوئی تنگ کرتا رہا ہے میرا مطلب ہے دھمکیاں دیتا ہے۔'' عثمان کے چہرے پر تفکر کے سائے لہرائے تھے۔

''آپ نے شہرینہ سے بات کی۔''

''یہی تو مسئلہ ہے جب سے آپ نے اس کا افگن سے نکاح کیا ہے وہ ہر ایک سے بدظن ہے' تب سے وہ مجھ سے بھی بات نہیں کرتی اور جب سے میں آپ کے ساتھ آئی ہوں وہ میری کال بھی ریسیو نہیں کررہی۔''

''آپ نے مجھ سے پہلے تو اس بات کا ذکر نہیں کیا۔'' انہوں نے کچھ سنجیدگی سے بیوی کو دیکھا۔

''آپ کے پاس اتنا وقت ہی کہاں ہوتا ہے کہ آپ کو ان معاملات سے آگاہ کروں۔'' فائقہ کے لہجے میں بھی ایک دم تلخی در آئی انہوں نے خفگی سے بیوی کو دیکھا۔

''کہنا کیا چاہتی ہیں آپ۔''

''میں کچھ کہوں گی تو برا لگے گا آپ خود ہی اندازہ لگالیں کہ شہرینہ روز بروز کیوں بدلتی جارہی ہے جبکہ میں تو بالکل ویسی ہی بن چکی ہوں جیسا آپ نے چاہا، جو آپ نے کہا میں نے کیا' جس طرح چلایا ربوٹ کی طرح چلتی گئی۔''

''تو نہ کرتیں یہ سب آپ کے پاس چوائس تھی چھوڑ کر چلی جاتیں سب۔'' وہ کافی غصے سے بولے۔ فائقہ نے بہت ضبط سے ان کو دیکھا۔

''بہت سیلفش ہیں آپ تو عثمان صاحب...... عورت ہی تھی ناں آپ نے کب معاف کردیا' دل لگانے کی اس قدر بڑی سزا عمر بیت گئی یہ سب جھیلتے ہوئے' ربوٹ کی طرح آپ کے احکامات پر عمل کیا' آپ کے لیے کیا کچھ نہیں کیا میں نے' سر سے پاؤں تک بدل لیا میں نے خود کو پھر بھی آپ کو راضی نہ کرسکی اور آپ نے صلے میں کیا دیا ہمیشہ بے رخی، حقارت، ذلت، دھتکار، اب شہرینہ تو آپ کی اپنی اولاد تھی اس کے معاملے میں بھی ایسا ہی سلوک روا رکھا۔'' وہ بولی نہیں پھٹی تھیں۔ ساری عمر کا غبار تھا جو بہہ نکلا تھا آواز رندھ گئی تو خاموش ہوگئیں' عثمان فاروق لب دانتوں تلے دبائے بہت تلخی سے بیوی کو دیکھ رہے تھے۔ جو اپنی بات کہہ کر اپنے اندر سے اٹھتے جوار بھاٹے کو دباتے بستر پر جا بیٹھی تھیں۔

وہ خاموشی سے روتی رہیں' بے آواز، عثمان سنجیدگی سے دیکھتے رہے۔

"فائقہ ادھر آئیں۔" کافی لمحات خاموشی سے دبے پاؤں گزر گئے تو انہوں نے ازحد سنجیدگی سے پکارا۔ وہ ابھی تک اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔

فائقہ جوں کی توں اپنی جگہ موجود رہیں لیکن ان کی پوری توجہ اب روتی ہوئی بیوی کی طرف تھی۔ فائقہ نے حرکت نہیں کی تھی وہ اسی طرح ٹشو سے آنکھیں صاف کرتے وہیں بیٹھی رہی تھیں۔

"میں کیا کہہ رہا ہوں فائقہ۔" اب کے عثمان صاحب نے کچھ جھنجلا کر کہا تو بھی فائقہ کے وجود میں حرکت نہ ہوئی۔

"میں نے جو کہنا تھا کہہ دیا کل واپسی کا پروگرام بنائیں اگر آپ جانا چاہیں تو ٹھیک ورنہ مجھے واپس بھجوادیں میں اب ادھر ایک دن بھی نہیں رکوں گی۔" بہت تلخی سے کہا۔ عثمان نے غصے سے فائل بند کی۔ انہوں نے خود کو نارمل کرنے میں ایک دو پل لگائے پھر اٹھ کھڑے ہوئے۔

"اتنی جلدی اکتا گئیں۔" اب کے عثمان کے لہجے میں طنز تھا۔ فائقہ کے گویا دل پر لگی تھی یہ بات وہ تڑپ اٹھیں۔

"اتنی جلدی......!" بہت تکلیف سے شوہر کو دیکھا۔

"عثمان صاحب آپ کی بے حسی کی انتہا ہے اور مجھے افسوس ہے کہ میں عمر بھر ایک پتھر سے سر پھوڑتی رہی' اس سے رحم کی امید کرتی رہی' مجھے بہت افسوس ہو رہا ہے اپنی عمر بھر کی ریاضت کے یوں رائیگاں جانے پر۔" وہ شدت سے رو پڑیں۔

"ٹھیک ہے پھر آپ کل بھی آزاد تھیں آج بھی آزاد ہیں میری طرف سے آپ کل واپس جاسکتی ہیں میں سیکرٹری سے کہتا ہوں وہ آپ کی واپسی کے انتظامات کردے گا۔" وہ غصے سے کہہ کر دروازہ کھول کر باہر چلے گئے اور فائقہ نے شدت کرب سے ان کو جاتے دیکھا۔

❖......○......❖

وہ اس تصویر کو ابھی بھی آنکھیں پھاڑے دیکھ رہی تھی وہ ازحد پریشان ہوئی۔ وہ موبائل آف کرنا چاہتی تھی لیکن نہ کر پائی تھی وہ بہت دیر تک ساکت و جامد بیٹھی رہی۔ پھر اس نے اسی ان نون نمبر کو اپنی لسٹ سے نکالا تھا۔ اس نے بہت دیر تک اس نمبر کو دیکھا اور پھر اس نے اس پر کال کی بیل جا رہی تھی اور پھر کال ریسیو کرلی گئی۔

"مجھے یقین تھا تم فوراً کال کرو گی۔" دوسری طرف سے مسکرا کر کہا گیا۔

"کون ہو تم؟"

"جو بھی ہوں' بہت جلد ملنے آؤں گا۔" اس نے کہا۔

"اس تصویر کا مطلب۔"

"اپنے باپ سے پوچھنا۔" دوسری طرف سے ازحد حقارت سے کہا گیا۔

"شٹ اپ......" شہرینہ جواباً زور سے چیخی۔

"اپنے لہجے پر کنٹرول رکھو شہرینہ عثمان ورنہ تمہارے حق میں بہت برا ہوگا۔"

"برا تو اب تمہارے حق میں بھی بہت ہوگا' میرا باپ کوئی عام شخص نہیں ہے۔ تم جیسے بلیک میلروں کی کھال ادھیڑ کر اس میں بھس بھی بھروا سکتا ہے۔" شہرینہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اس کے سامنے ہوتا تو وہ اسے شوٹ بھی کردیتی وہ دوسری طرف سے قہقہے لگا کر ہنسا۔

"بڑی معصوم ہو تم' تمہارا کیا خیال ہے یہ سب میں یونہی کر رہا ہوں میں نے اپنی حفاظت کے لیے کوئی تیاری نہ کر رکھی ہوگی' میڈیا تو بہت فاسٹ ہے پولیٹیکل سینس میں عثمان فاروق صاحب اس قدر بڑی شخصیت بس ایک کال کی دیر ہے ساری دنیا دیکھے گی عثمان فاروق اصل میں تھا کون۔" وہ واقعی بلیک میلر تھا۔

"یو باسٹرڈ۔" وہ غصے سے چیخی۔

"گالی مت دینا۔ کہا نا تمہیں یہ بہت مہنگا پڑے گا انجوائے یور ٹرپ بہت جلد ملاقات ہوگی ٹیک کیئر۔" وہ خباثت سے مسکرا کر کال بند کر گیا اور شہرینہ وہ بت بنی بیٹھی رہ گئی تھی بے حس و حرکت بالکل ساکن۔

❖......○......❖

افگن گہری نیند میں تھا جب اس کا موبائل بجا تو اس نے نائٹ بلب کی روشنی میں موبائل اٹھایا۔ اسکرین پر

جگمگاتا نام دیکھ کر فوراً سیدھا ہوا۔

"السلام علیکم چچا جان۔"

"وعلیکم السلام، کیسے ہو برخوردار؟"

"فائن..... آپ ٹھیک ہیں؟"

"ہوں۔" انہوں نے ہنکارا بھرا پھر کچھ توقف کے بعد بولے۔ "تم کہاں ہو؟"

"میں آج شام ہی اسلام آباد پہنچا ہوں' آپ کے گھر میں ہی ہوں۔"

"شہرینہ والا کیا معاملہ ہے۔" انہوں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"آپ کو خالہ جان نے کچھ نہیں بتایا؟"

"میں تمہاری زبانی سننا چاہتا ہوں۔" ان کا انداز از حد سنجیدہ تھا۔ جواباً افلن نے ان کو تفصیل سے ساری بات سنائی۔ وہ خاموشی سے سنتے رہے تھے۔

"ہوں..... یعنی تمہارا خیال ہے شہرینہ اس وقت مری میں ہے۔"

"جی۔"

"دارالاطفال....." انہوں نے کچھ سوچا۔

"آئی تھنک میں اس ادارے کو جانتا ہوں یہ لیک آر فن ٹائپ بچوں کو پناہ دینے والا ایک ادارہ ہے' شہرینہ کی کافی اٹیچمنٹ تھی اس سے اس نے کئی بار مجھ سے اس ادارہ کو ڈونیٹ کرایا تھا اگر یہ وہی ادارہ ہے اور شہرینہ ان کے ساتھ ہے تو کوئی مسئلہ نہیں یہ کافی اچھے لوگ ہیں شہرینہ ان کے ساتھ سیکیور ہے۔" وہ کافی پُرسکون تھے۔

"یعنی آپ اس ادارے کو جانتے ہیں' آپ جانتے ہیں یہ ادارہ اسلام آباد میں کس جگہ ہے۔"

"میرے سیکرٹری کو علم ہوگا وہی ایک دو بار شہرینہ کے ساتھ گیا تھا۔"

"جی ٹھیک۔"

"کوئی اور بات کوئی اور مسئلہ ہو تو......"

"نہیں چچا جان ویسے آپ لوگ کب واپس آرہے ہیں؟"

"تمہاری چچی کو بھیج رہا ہوں وہ کل واپس آجائیں گی میرا ابھی ایک دن کا مزید کام ہے میں وہ وائنڈ اپ کر کے ہی آؤں گا۔"

"ڈیٹس گڈ۔" افلن کو ان کا یہ فیصلہ اچھا لگا۔

"میں سیکرٹری کو کہتا ہوں وہ تمہیں کال کرلے گا۔"

"اوکے..... تھینک یو سو مچ۔"

"یو ویلکم۔" انہوں نے ایک دو اور الوداعی کلمات کے بعد کال کاٹ دی۔ افلن نے ایک گہرا سانس لیا۔

چچا سے ملنے والی اس خبر کے بعد وہ کافی پُرسکون ہوگیا تھا یعنی شہرینہ اچھے لوگوں کے ساتھ تھی لیکن شہرینہ کی ایسے ادارے کے ساتھ اٹیچ منٹ کا جان کر اندر ہی اندر وہ حیران بھی ہوا تھا۔ شہرینہ کی ذات کا یہ پہلو اس کے اندر موجود مثبت تبدیلی کو ظاہر کر رہا تھا۔ افلن کو اس بات نے کافی اٹریکٹ کیا تھا۔ یعنی جیسا وہ خو کو ظاہر کرتی تھی اندر سے وہ ویسی تھی نہیں۔ اس نے وقت دیکھا رات کے اڑھائی بج رہے تھے۔ اس نے ایک دو پل سوچا اور پھر شہرینہ کا نمبر چیک کرنے کے لیے اس نے نمبر ملایا دوسری طرف بیل جا رہی تھی یعنی اب نمبر آف نہیں تھا افلن کو حیرت ہوئی۔

"ہیلو۔" دوسری طرف سے کال ریسیو کرلی گئی۔

"کیسی ہو؟"

"کیوں پیچھے پڑ گئے ہیں آپ سب لوگ' میں چند پل زندگی کے سکون سے گزارنا چاہتی ہوں وہ بھی آپ کو گوارا نہیں' یہ نہیں کرو وہ نہیں کرو' کیوں میری اپنی کوئی زندگی نہیں ہے' اپنی کوئی مرضی، کوئی خواہش، کچھ نہیں ہے کیا۔ فون کر کر کے میری زندگی عذاب بنا ڈالی ہے آپ لوگوں نے' میں منظر سے غائب ہوئی ہوں کہیں بھاگی نہیں ہوں جو پاپا کو بھی انفارم کر دیا۔" کچھ دیر پہلے عثمان فاروق نے بھی بیٹی سے رابطہ کیا تھا تبھی وہ اس قدر طیش میں تھی اب سارا غبار افلن پر نکال رہی تھی۔

"ایک کال ہی کی ہے تم تو کاٹ کھانے کو دوڑ رہی ہو۔" جواباً افلن نے خوشگوار لہجے میں کہا تو وہ پھنکاری۔

"شٹ اپ، خبردار اب مجھے کال کی میں نے ٹھیکہ نہیں

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

لے رکھا سب کی خواہشات کے مطابق زندگی گزارنے کا' جو میرا دل چاہے گا میں کروں گی، میری طرف سے سب لوگ جائیں جہنم میں۔'' اس نے کہہ کر غصہ سے کال بند کردی تھی۔ افگن نے ایک گہرا سانس لیا۔ اس لڑکی کو کچھ بھی کہنا اور سمجھانا فضول تھا۔

اس نے ریلیکس موڈ میں موبائل ایک طرف رکھا اور آنکھیں بند کرلی تھیں۔

❖......○......❖

اگلے دن فائقہ بڑی مضمحل سی تھی عثمان سے کوئی بات نہیں ہوئی تھی' انہوں نے بھی فائقہ کو نہیں چھیڑا تھا۔ انہوں نے سیکرٹری کے تھرو کہلوا دیا تھا کہ سیٹ کنفرم کرادی ہے۔ لیکن فائقہ جانے سے پہلے عثمان صاحب سے دوٹوک بات کرنا چاہتی تھیں مگر عثمان تھے کہ ان کے پاس وقت ہی نہیں تھا' وہ مسلسل بزی تھے فائقہ نے ان کے ساتھ باہر کہیں بھی جانے سے انکار کردیا تھا' سیکرٹری نے فائقہ کا انکار عثمان تک پہنچایا تو بھی عثمان فاروق صاحب نے خود سے کوئی بات نہ کی تھی فائقہ نے اپنا بیگ تیار کرلیا تھا۔ درمیان میں تین گھنٹے تھے فائقہ نے دو گھنٹے اپنے روم میں ہی گزارے۔ پھر سیکرٹری آ گیا تب بھی عثمان کسی وزیر کے ساتھ میٹنگ میں مصروف تھے۔

''سر کہہ رہے ہیں اگر آپ نے کوئی چیز خریدنی ہو تو بتا دیجیے۔''

''اپنے سر کو تھینکس کہہ دیں' ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہیں۔'' وہ تیار کرسی پر بیٹھی ایک میگزین دیکھ رہی تھیں۔

''فلائٹ کے لیے کب نکلنا ہے۔'' میگزین ایک طرف رکھتے براہ راست مودب انداز میں کھڑے سیکرٹری سے پوچھا۔

''میں سر سے پوچھ کر بتا دیتا ہوں۔'' اس نے عثمان کو کال ملائی۔

''نو سر میم نے تھینکس کہا ہے کہ انہیں کسی چیز کی ضرورت نہیں یس او کے۔'' اس نے کال بند کردی۔

''سر کہہ رہے ہیں وہ فری نہیں ہیں میں آپ کو ایئرپورٹ چھوڑ آتا ہوں۔'' فائقہ نے محض سر ہلایا لیکن درحقیقت وہ عثمان صاحب کے اس قدر روڈلی بیہو پر اندر ہی اندر کافی دل گرفتہ ہو رہی تھیں۔

تلخ کلامی کے بعد معاملات ٹھیک کرنا تو دور کی بات انہوں نے کلام تک کرنا گوارا نہیں کیا تھا۔ فائقہ کی آنکھیں بھرآئیں انہوں نے ٹشو سے آنکھیں صاف کیں۔

''میں ویٹر کو بلواتا ہوں آپ ایزی رہیں وہ آ کر سامان لے جائے گا۔'' سیکرٹری کہہ کر چلا گیا۔

ویٹر آ کر سامان لے گیا تب کچھ دیر بعد فائقہ بھی باہر آ گئی تھیں' انہوں نے آنکھوں پر سیاہ گاگلز لگا لیے تھے ان کی آنکھیں متواتر نم ہوتی رہیں لیکن وہ خود کو کمپوز کرتی رہی تھیں ایئرپورٹ آ کر تمام مراحل سے گزرنے تک بھی ان کے دل و دماغ میں ایک امید سی باقی تھی جہاز میں بیٹھ کر اور پھر جہاز اڑنے تک ان کو لگا کہ ان کی تمام امیدوں کے پرندے ایک ایک کرکے اڑتے چلے گئے ہیں۔ انہوں نے اپنے موبائل کو دیکھا جو مسلسل ان کے ہاتھ میں تھا اور پھر سگنلز کا رابطہ منقطع ہوا تو انہوں نے خاموشی سے موبائل بیگ میں رکھ دیا تھا' گلاسز اتار کر ٹیشو سے آنکھیں صاف کرتے وہ خود کو دنیا کی سب سے زیادہ مظلوم ترین اور بدقسمت عورت محسوس کررہی تھیں۔

❖......○......❖

مری میں تو خوب برف باری ہو رہی تھی ان کا وہ وقت بہت زیادہ مصروف گزرا تھا وہ سب لوگ گرم کپڑوں میں اچھی طرح کور تھے برف باری نے سب کو مفلوج کرکے دکھ دیا تھا۔ وہ سب لوگ ایوبیہ کی طرف آئے ہوئے تھے' آتے وقت تو نہیں لیکن واپسی پر برف باری کی وجہ سے رستہ بند تھا ٹریفک کی ایک لمبی لائن تھی ایک طویل اور صبر آزما انتظار کے بعد رستہ کھلا تو بھی ان لوگوں کو واپس ہوٹل پہنچنے تک رات کا ایک بج چکا تھا سبھی تھکے ہوئے تھے آتے ہی سو گئے تھے۔ ان لوگوں کا ایک رات رکنے کا پروگرام تھا لیکن موسم میں تندی و تیزی اور راستوں کے بندش کی وجہ سے ان کو مزید رکنا پڑا تھا۔

شہرینہ نے آج سارا وقت اپنا موبائل بند رکھا تھا اس نے سوچ لیا تھا جب تک گھر واپسی نہیں پہنچ جاتی اس نے موبائل آن نہیں کرنا۔ اگلا سارا دن ان سب کا سو کر گزرا تھا۔ شہرینہ کافی دیر تک سونے کے بعد اکتا کر اٹھی تھی' ناشتہ ہوٹل کی سروس سے منگوا کیا اور اکیلی ہی ریسپشن پر بتا کر باہر نکل آئی تھی باہر موسم ابر آلود تھا آج برف باری نہیں ہو رہی تھی۔

اس نے لونگ کوٹ پہن رکھے تھے' سر پر ہیٹ تھا دونوں ہاتھوں پر گلوز اور گلے میں مفلر تھا' وہ مال روڈ پر گھومتی رہی کافی ساری چیزیں اسے اچھی لگی تھیں اس نے ایک شاپ سے جیولری اور پرس لیا' وہ زیادہ تر ونڈو شاپنگ ہی کر رہی تھی۔ ایک کافی شاپ کے پاس سے گزرتے وہ رکی اور دکان کے اندر چلی آئی وہ کریم کافی آرڈر کر کے ایک ٹیبل کے گرد چیئر گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔ گلاس ونڈو سے مال روڈ کی رونقیں دور تک دکھائی دے رہی تھی۔ وہ دلچسپی سے اس سب کو دیکھ رہی تھی جب اپنے سامنے ٹیبل کے بجائے جانے پر اس نے چونک کر دیکھا۔ اس کے سامنے جو شخص کھڑا تھا اسے دیکھ کر وہ حیران رہ گئی تھی۔

''تمص!'' وہ حیرت سے بولی۔

❖......○......❖
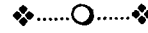
افکن آرام و سکون سے اٹھا' ناشتہ کر کے ڈریس اپ ہو کر وہ گھر سے چچا کے استعمال میں رہنے والی گاڑی لے کر نکلا تھا۔ چچا کے سیکرٹری نے دارالاطفال کی لوکیشن اچھی طرح سمجھا دی تھی وہ شہرینہ کے ساتھ کسی ایونٹ کے موقع پر کچھ ڈونیشن دینے گیا تھا۔ افکن کو مطلوبہ جگہ پہنچنے میں کچھ زیادہ وقت نہیں لگا۔ وہاں جو شخص بیٹھا ہوا تھا وہ ادارے کا منتظم تھا لیکن ادارے کا سربراہ بچوں کے ساتھ ٹرپ پر مری گیا ہوا تھا بلکہ ادارے کا زیادہ تر عملہ ان کے ساتھ تھا یہاں بس چند ایک لوگ ہی تھے۔ افکن کے تعارف کرانے پر کہ وہ عثمان فاروق صاحب کا بھتیجا ہے وہ شخص خاص محبت سے ملا۔

وہ شہرینہ کی بے پناہ تعریفیں کر رہا تھا افکن اس کے منہ سے شہرینہ کی تعریفیں سن کر حیران ہوا۔ شہرینہ اس طرح کا مزاج بھی رکھتی ہے وہ یقین کرنے پر متامل تھا۔ وہ تو اسے ضدی' بدتمیز، منہ پھٹ اور بگڑی ہوئی عادات و اطوار والی لڑکی ہی سمجھتا رہا تھا لیکن یہاں آ کر جس لڑکی کا تعارف حاصل ہوا تھا وہ تو کسی اور ہی شہرینہ عثمان کا تھا۔ جو بہت فیاض اور سخی تھی۔ شہرینہ کی شخصیت کا یہ پہلو اس کے لیے بالکل نیا اور نہایت متاثر کن تھا۔

منتظم اسے بتا رہا تھا کہ شہرینہ کیسے یہاں آ کر بچوں کے ساتھ وقت گزارتی ہے' کس طرح ہر ماہ ایک مخصوص اور معقول رقم ان کو دیتی ہے' اس کے علاوہ اس نے گورنمنٹ کی جانب سے بھی ایک مخصوص فنڈ کی صورت رقم بھی ادارے کو لگوا دی تھی' شہرینہ کے تعاون کی بدولت کئی اور مخیر حضرات اپنے اپنے عطیات و فنڈز ادارے کو جمع کراتے ہیں۔ افکن نے بغور سنتے اپنی پاکٹس کھنگھالی تھیں۔ اس وقت اس کے پاس اے ٹی ایم ضرور تھا لیکن چیک بک نہ تھی اس نے والٹ دیکھا کافی رقم تھی لیکن اس قسم کے ادارے کو دینے کے لیے اسے وہ بھی کم لگ رہی تھی۔ اس نے کئی نوٹ نکال کر منتظم کو تھمائے۔

''میرے پاس فی الحال یہی تھے نیکسٹ ٹائم کسی بھی قسم کے تعاون یا مدد کی ضرورت ہو تو یہ میرا کارڈ ہے آپ لوگ بلا جھجک مجھے کال کر سکتے ہیں اور اگر قانونی طور پر کسی بھی قسم کی مدد کی ضرورت پڑے تو اپنی خدمات فراہم کرنے میں خوشی محسوس کروں گا۔'' منتظم صاحب افکن کا بہت مشکور ہو رہے تھے۔

افکن نے اس سے ادارے کے سربراہ کا نمبر لے لیا تھا۔ وہ وہاں سے واپس آیا۔ اسے اسلام آباد میں ذاتی نوعیت کے کچھ کام تھے وہ ان کو نمٹانے میں لگ گیا تھا۔ وہاں سے فارغ ہوا تو چچا کی کال آ گئی' جس میں انہوں نے فائقہ کی آمد کی اطلاع دینے کے ساتھ اسے پک کر لینے کو کہا تھا۔ وہ دوست کی طرف آ گیا' پھر ایئر پورٹ کے لیے روانہ ہوا۔ فائقہ کی آمد میں ابھی کافی وقت باقی تھا۔ اس نے باقی کا وقت ادھر ادھر کالز کر کے گزارا تھا۔

اس نے دارالاطفال کے سربراہ صاحب کا نمبر ملایا۔ منتظم صاحب سے بات کرکے اس نے شہرینہ کا حال چال پوچھا تھا اس نے ان سے کافی دیر بات کی تھی۔ اپنا تعارف شہرینہ کے کزن کی حیثیت سے کروایا تھا وہ بھی کافی عزت دے رہے تھے کافی دیر بات کرنے کے بعد ان سے شہرینہ سے ذکر نہ کرنے کا وعدہ لے کر اس نے الوداعی کلمات کہہ کر کال بند کردی تھی۔ فائقہ کے آنے کا وقت ہو چلا تھا۔ جہاز آچکا تھا کافی دیر بعد فائقہ بھی دکھائی دی تو افگن نے مسکرا کر ان کو ہاتھ لہرایا۔

فائقہ دور سے ہی افگن کو دیکھ چکی تھیں انہوں نے سر ہلا کر اسے ویلکم کیا...... وہ اس کے پاس آئیں تو اس نے ان سے حال چال دریافت کیا تھا۔ انہوں نے افگن سے شائستگی سے بات کی لیکن اپنے انداز و اطوار سے وہ اسے مضمحل، افسردہ افسردہ سی دکھائی دی تھیں، تاہم افگن نے ان سے کچھ بھی کہنے سے گریز کیا...... وہ ان کو ایک طرف وزیٹر روم میں بیٹھا کر سامان کلیئر کرانے میں مصروف ہوگیا، سامان کلیئر کرا کر وہ ان کے ہمراہ گاڑی میں آبیٹھا تھا۔

"کیسا رہا یہ ٹرپ؟"

"اچھا تھا۔" وہ اب بھی سنجیدہ تھیں۔

"سفر ٹھیک رہا؟"

"ہوں......" وہ پھر خاموش ہوئیں۔ افگن نے ڈرائیونگ کرتے ان کو چند بار دیکھا، اندھیرے کی وجہ سے انہوں نے سیاہ گاگلز اتار دیے تھے لیکن افگن کے سامنے اپنے تاثرات نہ چھپا پا رہی تھیں۔

"فائزہ آپی کیسی ہیں؟" کچھ توقف کے بعد انہوں نے خود پوچھا تو افگن انہیں سب کی طبیعت کے بارے میں فرداً فرداً بتانے لگا۔

"زوبیہ اور شایان واپس آگئے کیا؟"

"جی...... تین دن پہلے ہی لوٹے تھے۔ ڈائریکٹ لاہور کی ہی فلائٹ تھی۔"

"خوش ہیں دونوں؟" انہوں نے ہلکی سی مسکراہٹ لیے پوچھا تو افگن مسکرایا۔

"بالکل۔" اس کے بعد افگن ان سے چھوٹے موٹے سوالات کرنے لگا تھا گھر کے نزدیک پہنچتے پر ان کو یاد آیا۔

"شہرینہ واپس آگئی کیا؟" انہوں نے افگن کو دیکھا وہ ہنس دیا۔

"نہیں۔" ان کے چہرے کی کیفیت بدل گئی اور وہ خاموش ہوگئیں۔

"دارالاطفال گیا تھا آج۔" افگن نے بتایا تو انہوں نے حیران ہوکر اسے دیکھا۔

"دارالاطفال......!"

"آپ کو چچا جان نے نہیں بتایا؟" وہ اب بھی سوالیہ دیکھ رہی تھیں۔

"یہی کہ یہ یتیم اور بے گھر بچوں کو پناہ دینے والا ایک ادارہ ہے شہرینہ اکثر اس ادارے کی مدد کرتی رہتی ہے بلکہ کئی بار اس نے چچا جان کے ذریعے بھی ان کی مدد کی تھی۔" وہ ان کو تفصیل بتانے لگا۔ گھر آکر افگن نے ان کو وہ سب کچھ بتایا جو اس کو دارالاطفال جا کر علم ہوا تھا۔

"زبردست مجھے تو یقین ہی نہیں آرہا، میں تو پریشان ہوتی رہی ہوں کہ نجانے کن لوگوں کے ہمراہ گئی ہے۔"

"میں نے سربراہ ادارہ سے بھی بات کی تھی شہرینہ ٹھیک ہے کافی تعریفیں کر رہے تھے اس کی۔"

"شہرینہ بالکل چینج اور بہت مختلف لڑکی ہے، میں آج تک اسے ٹھیک سے نہیں سمجھ سکی۔" وہ پھر افسردہ ہوئیں اور ہاتھوں کو مسلا تھا انہیں واقعی افسوس ہوا تھا۔

"ایک بات پوچھوں؟" فائقہ نے اسے دیکھا تو اس نے گہرا سانس لیا۔

"میں آپ کی شہرینہ اور چچا جان تینوں کی زندگی میں ایک بہت بڑا خلا دیکھ رہا ہوں، یہ سب کیا ہے، مجھے سمجھ نہیں آرہا۔ یہ سب کیوں ہو رہا ہے؟" فائقہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"تم شاید نہ سمجھ پاؤ۔"

"آپ سمجھائیں تو سہی شاید سمجھ آہی جائے۔"

"کیا کیا بتاؤں، ایک لمبی کہانی ہے۔" وہ بہت افسردہ تھیں۔

"آؤ کمرے میں چلتے ہیں میں پلین کے سفر سے تھک گئی ہوں لیٹنا چاہوں گی۔" مضمحل ہونے کے ساتھ اداس بھی لگ رہی تھیں افگن کو ان پر ترس آیا تو اس نے ان کا ہاتھ تھام لیا' وہ ان کو کمرے میں لے آیا اور وہ اپنے بستر پر لیٹ گئیں۔

"میرا خیال ہے آپ ریسٹ کرلیں باقی باتیں بعد میں ہوتی رہیں گی۔" فائقہ خاموش رہیں' وہ شاید خود بھی ابھی کچھ بتانے کے موڈ میں نہ تھیں، وہ واقعی تھک چکی تھیں۔

جسمانی تھکن کی بجائے ذہنی تھکن نے ان کے اعصاب کو توڑ کر رکھ دیئے تھے۔ افگن واپس جانے لگا تو انہوں نے روک لیا۔

"میں کچھ دیر سوؤں گی فریش ہولوں تو پھر تم سے بات کروں گی، اوکے۔"

"اٹس اوکے۔" اور فائقہ افسردہ سی بازو آنکھوں پر رکھ کر آنکھیں بند کرگئی تھیں۔

❖......○......❖

"تم......!" وہ اپنے سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر نہ صرف چونکی بلکہ حیران بھی ہوئی تھی' وہ شخص مسکرایا' وہ شخص کوئی اور نہیں ثقلین نور تھا وہی کلب میں ملنے والا لڑکا۔

"کیسی ہو؟" وہ یوں مخاطب ہوا گویا برسوں سے آشنائی ہو۔ شہرینہ کے ماتھے پر بل پڑ گئے تھے۔

"میں ادھر کافی پینے آیا تھا تمہیں یہاں بیٹھے دیکھا تو سوچا حال چال ہی پوچھ لوں۔" وہی آوارہ بدقماش لوگوں جیسی ہنسی۔ "یہاں کیا کررہی ہو تم؟" اس نے پوچھا۔

"اٹھو یہاں سے، ابھی اور اسی وقت۔" اس کی بکواس کے جواب میں وہ غصے سے پھنکاری۔

"میرا خیال ہے یہ پبلک پیلس ہے اور یہاں ہر کسی کو آکر بیٹھنے کا حق حاصل ہے۔"

"لیکن اس وقت یہاں میں بیٹھی ہوئی ہوں اگر تم یہاں سے دفع نہ ہوئے تو میں عملے کو بلوا کر تمہیں یہاں سے باہر نکلوادوں گی۔" جواباً وہ کھلکھلا کر ہنسا۔

"باپ وزارت میں ہے اور اس کی کرسی کا بڑا رعب جماتی ہو تم۔"

"شٹ اپ۔" وہ غصے سے چیخ کر کھڑی ہوئی۔

"کیا پرابلم ہے تمہیں' کیا چاہتے ہو تم' کیوں پیچھے پڑ گئے ہو میرے؟" وہ بہت غصے سے بولی' اردگرد موجود لوگ دیکھنے لگے تھے۔

"ہم آرام سے بیٹھ کر بات کرسکتے ہیں تماشا لگاؤ گی تو نقصان تمہارا ہی ہوگا۔" جواباً وہ بولا۔ شہرینہ کا دل چاہا کہ کھینچ کر ایک تھپڑ اس کے چہرے پر ماردے۔

"دھمکا رہے ہو مجھے؟"

"نہیں، اطلاع دے رہا ہوں اتنے بڑے منسٹر کی بیٹی ہوکر یوں پبلک پلیس پر اس طرح چلاؤ گی تو ایشو تو بنے گا ہی ناں۔" وہ خباثت سے مسکرا کر بولا' آواز قدرے بلند تھی۔ شہرینہ نے اردگرد دیکھا یہاں بہت سارے لوگ موجود تھے۔

اسے اپنی قطعی پروا نہ تھی لیکن عثمان فاروق تک بات جاتی تو یقیناً ایشو بن جانا تھا۔ وہ اسے غصیلی نگاہوں سے دیکھتی اپنا پرس اور خریدی ہوئی اشیا اٹھا کر کرسی کو ٹھوکر مارتی وہاں سے باہر نکل آئی تھی۔

"تم کو تو میں اب بہت اچھی طرح دیکھ لوں گی۔" جاتے ہوئے ایک پل کو اس کے پاس رک کر کہا اور پھر وہاں سے نکل گئی۔

یہ شخص نجانے یہاں کہاں سے آٹپکا۔ سوئمنگ پریکٹس کلب کے بعد اب سامنا ہوا تھا۔ نجانے یہ مری کیا کرنے آیا تھا۔ وہ سامان لے کر باقی واک کا ارادہ ملتوی کرتے ہوٹل آگئی تھی۔ ہوٹل آکر اس نے اپنا موبائل آن کیا اور کال ہسٹری چیک کی' افگن کا نام دیکھ کر اس نے کال ملائی جو کچھ دیر بعد کال پک کرلی گئی تھی۔

"ارے زہے نصیب اتنے بڑے بڑے لوگ ہمیں کال کررہے ہیں۔" کال ریسیو ہوتے ہی کہا گیا۔

"میرا دماغ بہت خراب ہے اگر چاہتے ہیں کہ آرام و سکون سے بات کروں تو اپنی لفظے بازی سے پرہیز

کریں۔" وہ غصے سے بولی اور افکن ہنس دیا۔

"اوکے..... فرمائیں کیا کہنا ہے۔"

"ایک دن آپ مجھے سوئمنگ کلب سے لینے آئے تھے ناں؟" اس نے کہا۔

"ہاں تو......"

"وہاں ایک لڑکا تھا جس سے میری ان بن ہوگئی تھی یاد ہوگا آپ کو؟" افکن کو وہ واقعہ یاد آ گیا۔

"پھر؟" وہ سنجیدہ ہوا..... یعنی کوئی سیریس بات تھی۔

"میں اس لڑکے کی پولیس کمپلین کرانا چاہتی ہوں۔" شہرینہ کا انداز قطعی تھا۔

"کیوں؟"

"وجہ بعد میں بتاؤں گی پہلے یہ بتائیں کہ آپ میری کہاں تک مدد کرسکتے ہیں۔ میرا ساتھ دیں گے یا نہیں۔"

"تم کنپٹی پر بندوق رکھ کر کیا منوانا چاہ رہی ہو۔"

"کہا ہے ناں وجہ بعد میں بتاؤں گی پہلے یہ بتائیں ہاں یا نہیں۔" انداز دوٹوک تھا۔ دوسری طرف افکن نے ایک گہرا سانس لیا۔

"لیکن کس طرح کی مدد چاہیے۔"

"ویسے تو ہر وقت بڑے ڈائیلاگ جھاڑتے تھے کہ ہمارا رشتہ یہ ہے وہ ہے اب اگر میں کچھ کرانا چاہ رہی ہوں تو پہلو بچا رہے ہیں۔"

"اف..... بڑی بددماغ لڑکی ہو تم تو' ہاں بولو کس طرح کی مدد چاہیے، اگر بات ہمارے رشتے کی ضمانت کی ہے تو ٹھیک ہے میں تیار ہوں تم وجہ بتاؤ کیوں اس لڑکے کے خلاف کمپلین کرنا چاہ رہی ہو؟" شہرینہ نے ایک گہرا سانس لیا۔

"یہ مدد صرف وقتی ہوگی جب میرا کام ہوجائے گا مجھے آپ سے کوئی تعلق نہیں رکھنا۔" وہ وجہ بتانے کے بجائے شرطیں بتا رہی تھی، دوسری طرف موجود افکن کا جی چاہا کہ اپنا سر پیٹ لے۔

"تم کچھ بولو گی یا محض دھمکیاں ہی دو گی۔"

"بتاتی ہوں۔" جواباً شہرینہ نے اسے اس رات کلب میں ہونے والی جھڑپ کی وجہ بتا کر اور آج ہونے والی مدبھیڑ کے متعلق بتا دیا تھا۔ افکن نے سنجیدگی سے سنا تھا۔
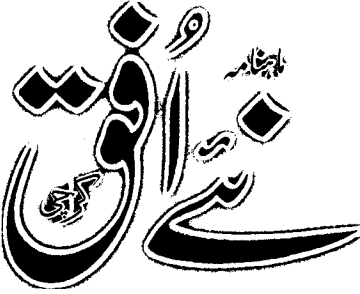
"یہ کام میں پاپا سے بھی کروا سکتی تھی لیکن اب مجھے ان سے کوئی بات نہیں کرنی سو آپ سے کہہ رہی ہوں۔" اس نے ساتھ جتا بھی دیا تھا' افکن نے ایک گہرا سانس لیا۔

"وہ لڑکا مری میں ہے اس وقت؟"

"ہوں۔"

"بیک گراؤنڈ کیا ہے اس کا۔"

"مجھے کیا علم، اگر مجھے علم ہوتا تو سیدھی پولیس اسٹیشن جاتی۔"

"ہاں میں جانتا ہوں تمہیں پولیس اسٹیشن جانے کا بہت شوق ہے لیکن میں نہیں سمجھتا کہ اس معاملے میں پولیس کو انوالو کیا جائے۔"

"کیا مطلب یعنی اسے کھلی چھوٹ دے دوں وہ جب چاہے رستے میں آ کر مجھے بلیک میل کرتا پھرے۔"

"اس کا کوئی اور بھی حل ہوسکتا ہے یہ کام تم مجھ پر چھوڑ دو اگر مجھ پر اعتماد کیا ہے تو مکمل طور پر کرو میں پتا کرواتا ہوں اس لڑکے کا۔"

"وہ مجھے دھمکیاں دے رہا تھا اور پاپا کے بیک گراؤنڈ کو لے کر مجھے بلیک میل کرنا چاہ رہا تھا۔"

"سمجھ گیا ہوں میں' اسے دیکھ لوں گا تم محتاط رہنا ویسے واپسی کب ہو رہی ہے۔"

"راستے بند ہیں جیسے ہی راستے کھلیں گے ہم نکل آئیں گے۔"

"پتا تو کرا چکا ہوں کہ تم کہاں ہو اور کن لوگوں کے ساتھ ہو بہرحال محتاط رہنا اب بلاوجہ ہر جگہ چلے جانے کی ضرورت نہیں' بہتر ہے ہوٹل کے اندر ہی رہو جب تک واپسی نہیں ہوجاتی۔"

"مجھے زیادہ نصیحتیں کرنے کی ضرورت نہیں آپ کی مدد لینی ہے نصیحتیں نہیں۔" عجیب سر پھری لڑکی تھی۔ افکن نے ایک گہرا سانس لیا۔ اس لڑکی کو کچھ بھی کہنا فضول تھا وہ اپنے دماغ کے حساب سے چلتی ہے۔

''اوکے، ایز یو وش اب پلیز اپنا نمبر آف مت کرنا کسی نہ کسی سلسلے میں ضرورت پڑ سکتی ہے ویسے ایک بات تو بتاؤ۔''

''کیا.....؟''

''اس دن کلب کے بعد بھی تمہاری اس لڑکے سے کوئی مڈبھیڑ ہوئی تھی کیا؟''

''نہیں میں اس دن کے بعد سے کلب ہی نہیں جارہی۔''

''سوئمنگ ایونٹ کب ہے تمہارا؟'' افگن نے مزید پوچھا۔

''میں نے سوئمنگ چھوڑ دی ہے۔'' اس نے بے پروائی سے کہا جبکہ دوسری طرف افگن چونکا۔

''کیا مطلب.....!''

''میں حصہ نہیں لے رہی، میں نے انکار کردیا تھا۔''

''کیوں؟'' افگن کے لیے یہ بڑی حیران کن بات تھی۔ وہ اس لڑکی کو واقعی نہیں سمجھ پارہا تھا۔

''میری مرضی میرا دل کرے گا میں کھیلوں گی نہیں کرے گا تو نہیں کھیلوں گی۔'' بڑا شاہانہ انداز تھا۔ افگن خاموش رہا۔

''اور یہ دارالاطفال والا کیا چکر ہے؟'' اس نے پوچھا تو شہرینہ نے منہ بنایا۔

''مجھے یہی بات بہت بری لگتی ہے آپ سے مدد لینے کا فیصلہ لگتا ہے میں نے غلط کیا ہے اب آپ کے سوالات کے جوابات دوں، خوامخواہ آپ کو برداشت کروں میرا خیال ہے میں اپنا فیصلہ واپس لے لیتی ہوں آپ سے دشمنی ہی بہتر ہے۔'' تلخی سے کہہ کر اس نے گہرا سانس لیا۔ کال بند کرکے سیل اس نے بستر پر پھینک دیا۔

دوسری طرف افگن اس کے جارحانہ انداز پر حیران رہ گیا تھا اسے غصہ آنے لگا۔ عجیب لڑکی ہے۔ پہلے خود ہی کال کی تھی مدد چاہ رہی تھی وہ بھی اپنے طے کردہ اصولوں پر اور پھر ایک دم بھنا کر کال بند کردی تھی۔ افگن نے کال ملائی تو کچھ توقف کے بعد اس نے کال پک کرلی تھی۔

''اب کیا مسئلہ ہے؟'' وہ کاٹ کھانے کو دوڑنے والے انداز میں بولی۔

''مسئلہ تمہیں تھا اور تم نے خود ہی کال کی تھی۔''

''معافی چاہتی ہوں میں اپنی درخواست واپس لے رہی ہوں کرلوں گی میں ہینڈل اس لڑکے کو۔''

''زیادہ طرم خان بننے کی ضرورت نہیں کہہ رہا ہوں ناں کہ میں دیکھ لوں گا اس لڑکے کو خوامخواہ اس سے الجھنے کی ضرورت نہیں۔'' وہ کہہ رہا تھا شہرینہ نے کال بند کردی تھی۔ افگن کو اس پر غصہ آنے لگا تھا۔

شہرینہ کال بند کرکے سر پکڑ کر بیٹھ گئی تھی۔ جذباتیت میں بلا سوچے سمجھے اس نے افگن کو کال ملائی تھی لیکن اب ساتھ ہی پچھتانا شروع کردیا تھا۔ اسے لگ رہا تھا کہ اس نے افگن سے رابطہ کرکے ایک بہت بڑی غلطی کی تھی اسے یوں رابطہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔ پہلے کوئی مسئلہ تھا تو فائقہ کو کہہ کر عثمان کے ذریعے حل کرالیتی تھی لیکن اب نکاح کے بعد سے وہ بدستور ان سے بھی نالاں تھی مگر افگن کو کہہ کر بھی اب پچھتا رہی تھی۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ افگن کو صاف الفاظ میں منع کردے گی اس لڑکے کو ہینڈل کرنا اس کے لیے قطعی مسئلہ نہ تھا۔

❖......○......❖

افگن کا ارادہ آج واپس چلے جانے کا تھا لیکن شہرینہ کی کال آنے کے بعد اس کا پروگرام ایک دم بدلا تھا۔ فائقہ کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی وہ جب سے آئی تھیں کمرے میں بند تھیں۔ افگن دیکھ رہا تھا کہ وہ کافی پریشان اور افسردہ ہونے کے ساتھ ساتھ رنجیدہ بھی تھیں۔ افگن ان کو دیکھنے کمرے میں آیا تو وہ کمرہ تاریک کیے بستر پر دراز تھیں۔

''خالہ جان۔'' افگن نے آواز دی تو فائقہ نے دیکھا افگن نے لائٹس آن کردی تھیں۔ کمرے میں روشنی پھیل گئی تھی۔

''طبیعت کیسی ہے اب؟'' صبح جب وہ اٹھی تھیں تو ان کو بخار تھا وہ میڈیسن لے کر لائٹ سا ناشتہ کرکے پھر سوگئی تھیں اس کے بعد وہ کمرے میں ہی بند رہی تھیں۔ افگن ایک دوبار ان کو دیکھنے آیا تھا۔

''بہتر ہوں۔''

''میں نے زبیدہ کو آپ کے لیے سوپ پکانے کا کہا تھا منگواؤں۔''

''ابھی موڈ نہیں۔''

''دوپہر ہورہی ہے کچھ تو کھالیں ورنہ کمزوری ہوجائے گی۔''

''کچھ نہیں ہوتا مجھے۔'' وہ خود ترسی سے بولیں۔

''کیا بات ہے میں دیکھ رہا ہوں آپ مسلسل پریشان ہیں۔''

''میں تھک گئی ہوں افگن۔ زندگی میں تنہا چلتے چلتے تھک گئی ہوں' اب جسم میں ہمت ختم ہورہی ہے' دل کرتا ہے کہیں جاکر ہمیشہ کے لیے گم ہوجاؤں۔'' خود کلامی کا سا انداز تھا۔ افگن نے ان کو ٹوکا نہیں بس غور سے ان کو دیکھ رہا تھا۔

''ہر کوئی مجھ سے نالاں، ہر کوئی خفا' کیا میں اتنی ہی غلط ہوں افگن؟'' وہ ڈپریشن کا شکار لگ رہی تھیں۔

''کیا ہوا؟'' انہوں نے بغور افگن کو دیکھا۔ افگن نے دیکھا کہ ان کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

''میں نے کچھ غلط نہیں کیا تھا لیکن غلط ٹھہرا دی گئی......'' وہ آہستہ آہستہ بول رہی تھی۔ جیسے اپنے اندر سے تھک کر لڑ جھگڑ کر وہ ہار چکی تھیں۔

''میرا بھی دل کرتا ہے کوئی تو ہو جس سے میں دل کی باتیں کروں' اپنی فیلنگز شیئر کروں' عثمان فاروق جیسے اتنے بڑے سیاستدان کی بیوی بن کر میں بالکل کھوکھلی ہوچکی ہوں۔''

''چچا جان سے لڑائی ہوئی ہے کیا؟'' وہ طنزیہ ہنسیں۔ ان کی ہنسی میں عجیب سا درد تھا۔

''انہوں نے کیا لڑنا۔ وہ لڑتے نہیں ہیں وہ مارتے ہیں...... جان سے مار دیتے ہیں۔'' انہوں نے نفی میں سر ہلایا۔ اپنی آنکھوں کو صاف کرتے انہوں نے افگن کو دیکھا۔

"ایک کام کرو گے؟"

"جی کہیے۔" افکن ان کے پاس بیٹھ گیا اور محبت سے ان کا ہاتھ تھام لیا۔

"مجھے گاؤں لے چلو۔"

"گاؤں......!" اس نے ان کو بغور دیکھا وہ سنجیدہ تھیں۔

"ہاں گاؤں آج ہی۔"

"ٹھیک ہے چلتے ہیں لیکن کچھ دیر بعد، بائے ایئر چلیں گے۔" فائقہ نے سر ہلا دیا۔

"میں اماں بی سے ملنا چاہتی ہوں' میں ان کے پاس جا کر ان کی گود میں سر رکھ کر کچھ دیر ریلیکس ہونا چاہتی ہوں' میں ان سو کالڈ شو آف زندگی سے اکتا چکی ہوں' میں اپنے لیے کچھ لمحے چاہتی ہوں مجھے لے چلو گے ناں......؟" افکن نے ایک گہرا سانس لیا۔

"جی ضرور۔"

"میں تیار ہوں تم زبیدہ کو بھیجو میں پیکنگ کرالوں۔" وہ فوراً ایک دم ایکٹیو ہوئیں۔

افکن نے زبیدہ کو ان کے پاس بھیجا اور خود کچھ دیر بعد آنے کا کہہ کر وہ گاڑی لے کر گھر سے نکل آیا تھا۔ اسے چند ایک لوگوں سے ملنا تھا۔ یہاں اسے دو گھنٹے لگے تھے فارغ ہوتے ہی سیٹیں وہ پہلے ہی کال کر کے کنفرم کرا چکا تھا وہ گھر آیا تو فائقہ تیار بیٹھی تھیں۔ وہ ان کو لے کر گاڑی میں آ بیٹھا۔

"اماں بی آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوں گی' ایک عرصہ ہو گیا آپ نے گاؤں جانا ہی چھوڑ دیا تھا۔" وہ بولا۔ فائقہ مسکرائیں۔

"نہیں......اس بار میں کافی سارے دن وہاں رہوں گی۔" افکن کو یقین ہو چلا تھا کہ ان کی عثمان فاروق سے کوئی ان بن ہوئی ہے، ورنہ وہ تو سالوں بعد گاؤں جاتی تھیں وہ بھی عثمان کے ہمراہ ہی گئیں اور واپس آ جاتی تھیں۔ ڈرائیور نے ان کو ایئر پورٹ چھوڑا تھا۔ گاؤں سے ڈرائیور لینے آیا تھا انہیں گھنٹہ ڈیڑھ لگا گاؤں پہنچنے میں اور اب رات کافی گہری ہو گئی تھی۔ اماں بی کو فائقہ کی آمد کی اطلاع نہ تھی۔ وہ اور بابا صاحب دونوں افکن کے ہمراہ فائقہ کو دیکھ کر حیران رہ گئے تھے۔ اماں بی تو بہت خوش تھیں۔

"تم باہر سے کب لوٹیں، کوئی اطلاع ہی نہیں دی۔"

"میں ایک دن پہلے ہی واپس آئی تھی' بس آپ کی بہت زیادہ یاد ستا رہی تھی تو افکن سے کہا کہ مجھے گاؤں لے چلے وہ لے آیا۔" انہوں نے محبت سے افکن کو دیکھا۔

کافی دیر تک وہ چاروں باتیں کرتے رہے تھے۔ افکن تھکا ہوا تھا وہ سونے اٹھا تو اماں بی نے فائقہ کے لیے بھی کمرہ سیٹ کروا دیا تھا فائقہ گیسٹ روم میں آ گئی تھیں۔ یہ مہمان خانہ تھا جو اکثر شہر سے آنے والے ان ہی مخصوص مہمانوں کے لیے کھولا جاتا تھا۔

❖......○......❖

شہرینہ باقی سارا وقت اپنے کمرے میں ہی رہی تھی۔ اگلے دن دوپہر کے قریب رستے صاف ہونے کی اطلاع ملی تو سب کو روانگی کا الٹی میٹم ملا تھا۔ وہ سب تیار ہو کر نیچے ہال میں پہنچ رہے تھے۔ شہرینہ بھی اپنا سامان لے کر نیچے آ گئی تھی۔ سامان گاڑی میں رکھا جا رہا تھا جب اپنا سامان دیکھتے شہرینہ کو یاد آیا کہ وہ اپنا کیمرہ کمرے میں ہی بھول آئی ہے۔ وہ تھرڈ فلور پر اپنے کمرے میں داخل ہوئی تھی لیکن کمرے میں داخل ہونے کے بعد وہ ساکت ہی رہ گئی تھی۔

"تم......!" باقی کے الفاظ اس کے حلق میں ہی رہ گئے تھے آنے والے نے ہاتھ میں پکڑی کوئی چیز تیزی سے اس کے منہ پر رکھی تھی۔ شہرینہ نے شدید مزاحمت کرنا چاہی لیکن حملہ اس قدر شدید تھا کہ وہ بس پھڑپھڑا ہی سکی تھی۔

(ان شاءاللہ باقی آئندہ شمارے میں)

موچی موڑ

کشور سلطانہ

کیا کیا نہ خواب ہجر کے موسم میں کھو گئے
ہم جاگتے رہے تھے مگر بخت سو گئے
کیا دکھ تھے کون جان سکے گا نگارِ شب
جو میرے اور تیرے دوپٹے بھگو گئے

چند ماہ پیشتر میرا تبادلہ کراچی میں ہوا تو ہم لوگ کافی پریشان تھے کیوں کہ ساری عمر لاہور میں رہے۔ کراچی کا رہن سہن، بول چال، طور طریقے، بودوباش، حتیٰ کہ موسم بھی مختلف ہے۔ خیر کیا کیا جائے جہاں روزگار ہو وہیں جانا تو پڑتا ہی ہے اس لیے کراچی آ گئے چونکہ ہماری فیملی چار افراد پر مشتمل ہے یعنی ہم اور ہمارے دو بچے تو یہی سوچا کسی پوش علاقے میں ایک اپارٹمنٹ لے لیا جائے خوش قسمتی سے مرضی کے مطابق مل گیا۔ سکیورٹی گارڈز وغیرہ نے بھی مطمئن کر دیا۔ دائیں بائیں اوپر نیچے سب لوگ تعلیم یافتہ اور مہذب تھے یوں ہماری کراچی لائف کا آغاز ہو گیا۔ اللہ کے فضل سے بچوں کو اسکول میں داخلہ بھی مل گیا اور اسی اسکول میں بیگم بھی جاب کرنے لگیں اور مجھے آفس کی طرف سے گاڑی بھی مل گئی یوں زندگی آسان ہو گئی۔ اب ہم چاروں صبح ایک ساتھ ہی گھر سے نکلتے پہلے میں ان کو چھوڑتا بعد میں آفس چلا جاتا' واپس یہ خود آ جاتے۔ میری بیگم رات کے کھانے کے بعد ہم سب کے صبح پہن کر جانے کے لیے کپڑے، جوتے وغیرہ تیار کر کے رکھتیں مبادا کے دیر نہ ہو جائے یہ ان کا روز کا معمول تھا۔

اسکول جاتے ہوئے راستے میں ایک چوراہا تھا جہاں سگنل بھی تھا' کبھی کبھی رش کی وجہ سے رکنا بھی پڑ جاتا۔

آج بھی یہی ہوا اس موڑ پر ایک بڑا سا سایہ دار درخت تھا' اس کے نیچے ایک چٹائی کا ٹکڑا بچھا تھا اس پر دو تین بلاک رکھے تھے ان پر تین رنگ کی پالش کی ڈبیاں اور تین رنگ کے برش ساتھ ہی ایک پیالے میں پانی رکھا تھا وہاں ایک بچہ بیٹھا تھا اس کے برابر میں ہی اس کی ہوائی چپل رکھی تھی' اس کا بھی ایک اسٹریپ گانٹھا ہوا تھا اور وہ بچہ اپنے گاہکوں کے انتظار میں مستعد بیٹھا تھا کہ اچانک سگنل کھل گیا اور میں نے گاڑی آگے بڑھا دی لیکن میرا ذہن اس میں ہی الجھا رہا۔ رات کو بھی اس کا خیال مجھے تنگ کرتا رہا۔ وہ بھی تو میرے بچوں جیسا ہے۔ ابھی تو کھیلنے کودنے اور پڑھنے کے دن ہیں۔ میں نے گھر میں کسی سے ذکر نہیں کیا۔ اگلے دن میں نے پھر گاڑی روکی اور دیکھا۔ وہ بچہ اپنی آنکھوں کی جنبش اور اپنے ہاتھ کے اشارے سے لوگوں کو پالش کرانے کی دعوت دے رہا تھا۔ میں لوگوں کو دیکھ رہا تھا کہ وہ جوتا اتارنے کی تکلیف بھی گوارا نہیں کر رہے تھے۔ وہ بچہ اپنی پوری طاقت لگا کر ان کا جوتا چمکاتا اور پھر قابل ستائش نگاہیں اٹھا کے دیکھتا اور وہ اس کی ہتھیلی پر روپیہ' دو روپیہ رکھ کے آگے بڑھ جاتے اور وہ چٹائی کا کونا اٹھاتا اور اجرت میں ملنے والے پیسے اس کے نیچے رکھ دیتا۔ کبھی کبھی لوگ جلدی کا بہانا کرتے اور آگے نکل جاتے۔ سگنل کھل گیا۔ بچوں کو اسکول سے دیر نہ ہو جائے' میں نے گاڑی کی رفتار بڑھائی۔ بچوں کو اسکول چھوڑ کر دوبارا اس کے پاس آیا' میرے جوتے حالانکہ صاف تھے پھر بھی پالش کے لیے دیے تاکہ اس سے بات کر سکوں۔

"تم اسکول نہیں جاتے اور صبح صبح یہاں آ جاتے ہو کیوں؟"

یہ سنتے ہی اس کا برش ذرا دیر کو رکا' چمکتی ہوئی آنکھیں اٹھا کر بولا۔

"جی میں پڑھتا ہوں' دوپہر کی شفٹ میں' یہاں گیارہ بجے تک ہوتا ہوں' میرے والد بہت بیمار ہیں وہ کام نہیں کر سکتے' گھر میں دو بہن بھائی مجھ سے چھوٹے ہیں' بارہ بجے میں روز اسکول چلا جاتا ہوں۔ جب میں گھر جاتا ہوں تو امی بھی کام پہ چلی جاتی ہیں پھر دادی سنبھالتی ہیں۔ امی گھر کا سارا کام کر کے جاتی ہیں تاکہ دادی کو بھی کوئی پریشانی نہ ہو وہ ضعیف ہیں۔" میں اس کی باتیں غور سن رہا تھا وہ اپنی انگلی پہ کپڑا لپیٹتا ذرا سا پانی لگاتا اور پھر زور زور سے جوتا رگڑتا جوتا اب خوب چمک گیا تھا' اس کا ہاتھ بھی تھم چکا تھا۔ میرا دل چاہا اس کے ہاتھ چوم لوں۔ میں نے اس کی اجرت سے کہیں زیادہ پیسے دینے چاہے اس نے میرا ہاتھ ایسے جھٹکا جیسے کسی زہریلی چیز نے ڈنک مار دیا ہو۔ وہ ایک دم اچھل پڑا غور سے میری طرف دیکھا اور پھر پُرعزم لہجے میں بولا۔

"صاب جی..... ہم بھوکا مر جائے گا مگر حرام نہیں کھائے گا۔ میں ان شاء اللہ پڑھ لکھ کر آپ کی طرح بنوں گا۔ میری ماں بہت محنت کرتی ہیں' بہت دعائیں دیتی ہیں' دیکھنا صاب' ماں کی دعائیں ضرور قبول ہوں گی۔"

اس کا منظم ارادہ وپختہ عزم مجھے بہت کچھ سکھا گیا۔ ماں کی فرماں برداری اس کی دعاؤں پر کامل یقین۔

آج میں ایک لمحہ میں بہت کچھ سیکھ گیا۔ مجھے احساس ہوا میں جو کچھ ہوں وہ میری ماں کی دعاؤں کا نتیجہ ہے' ان کی اور میری انتھک محنت کا ثمر ہے۔ آج وہ نہیں ہیں' میرے جذبات بے قابو ہو رہے تھے' بڑی مشکل سے خود پہ قابو پایا لیکن آفس کی بھی فکر تھی۔ آج سارا دن عجیب سی کیفیت رہی' کسی کام میں بھی دل نہیں لگ رہا تھا۔

میرا دل چاہ رہا تھا کہ میں لوگوں کو چیخ چیخ کے بتاؤں کہ دنیا کے تمام بچے پیدائشی طور پر معصوم' سچے اور ایمان دار ہوتے ہیں' ان کو نہیں معلوم رشوت کیا ہے' کرپشن کس بلا کا نام ہے' بے ایمانی کیا ہے' الزام تراشیاں کیا ہیں اور فرقہ پرستی کیا ہوتی ہے۔ اللہ ہم سب کو سیدھا راستہ دکھائے آمین۔

یہ میرا پاکستان ہے' یہ پاکستانی بچے میرے اپنے بچے ہیں' ان میں کوئی بھی دہشت گرد نہیں۔ اللہ سلامت رکھے پاکستان کو آمین۔

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

تیرے کوچے کی آخری شب

فریدہ فرید

یہاں خاموش نظروں کا نظارا کون بنتا ہے
بہت گہرے سمندر کا کنارا کون بنتا ہے
چلو ہم دیکھتے ہیں خود کو اب برباد کرکے بھی
کہ ان بربادیوں میں بھی ہمارا کون بنتا ہے

آبرو کے گھر کے سامنے وہ مانند بُت ایستادہ تھا' وہ مجنوں جسے ہوش سے کبھی واسطہ نہ رہا ہو وہ اسے دیکھنا چاہتا تھا اور خواہش بھی تھی کہ اس کا سامنا نہ ہو' اس کا سینہ حکایات سے بوجھل تھا اور زبان میں کچھ کہنے کی سکت نہ تھی اور سننے والا وہاں تھا بھی کون' گہری اندھیری رات' سنسان سڑک' بجلی نہ ہونے کے سبب گھر بھی اندھیروں میں ڈوبے ہوئے تھے اور سامنے کوچۂ یاراں اور در دلداراں کچھ بھی تو ہمنوائے راز نہ تھے۔ وہ سلگ رہا تھا جلتی لکڑیوں کی طرح مگر آگ روشنی دینے والی نہیں اس کا تن من راکھ کردینے والی تھی۔ وہ آخری شب تھی سحر جانے کہاں طلوع ہونے والی تھی؟ اسے جانا تھا' بھی نہ لوٹ آنے کے لیے۔

مگر وہ جانے سے قبل ایک بار آبرو کو دیکھنا چاہتا تھا' اس کے عارض کے تل کو جی بھر کے نگاہ میں اتار لینا چاہتا تھا پر یہ کیسے ممکن ہو؟ آدھی رات کو نہ وہ باہر آسکتی تھی اور نہ احمد حسان اندر جاسکتا تھا۔ یہ وہی گھر تھا جہاں وہ بے جھجک آیا جایا کرتا تھا مگر آج وہ اس گھر کے مکینوں کے لیے اجنبی تھا اس نے تکلفات کی طنابیں خود ہی کھینچ دی تھیں۔ اس کی امید کا ہر کونا خالی تھا کہ وہ جانے سے قبل آبرو کو دیکھ پائے گا مگر اس کی تڑپ رنگ لائی تھی جانے کیوں اور کس مقصد کے تحت در آبرو میں روشنی کی جھلک آئی تھی۔ کوئی ٹیرس تک آیا تھا وہ آبرو کے لیے نگاہیں فرش راہ کیے ہوئے تھا' سایہ واضح ہونے لگا اور بالآخر اس سایہ سے تشکیل پائے چہرے کو دیکھ کر وہ دم بخود رہ گیا تھا۔

❁......❁......❁

''آبرو...... آرزو...... اٹھ جا میرا بچہ دن چڑھ گیا ہے' تمہارے ابو جی آئیں گے تو بہت غصہ کریں گے۔'' اماں کی پکارتی آواز بہت قریب سے آئی تھی' آرزو کی تو چادر اتار لی گئی تھی' آبرو دیوار کی طرف تھی اس تک پہنچنے کے لیے اماں کو آرزو سے ہو کر جانا پڑتا تھا' یہی وجہ تھی کہ ہمیشہ آرزو کو ہی پہلے بیدار ہونا پڑتا تھا مابعد آبرو کی باری آتی تھی۔ وہ دونوں بہنیں نہ تو نافرمان تھیں نہ ہی نیند کی اتنی رسیا کہ اماں کے اٹھانے اور ابو جی کے ڈراوے پر بھی نہ اٹھتیں۔ کچھ ہی دیر میں وہ ناشتا میز پر لگائے ابو جی اور اماں کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف ایک نئی اطلاع سے مستفید ہوئی تھیں۔

''احمد طاہر کا اکلوتا بیٹا ابروڈ سے آیا ہے' آج کی شام ہم سب چلیں گے ملاقات کے لیے۔'' ابو جی اپنے چچا زاد بھائی اور عزیز دوست احمد طاہر کے گھر جانے کی بات کررہے تھے عجب نہ تھا تعجب یہ تھا کہ وہ آبرو' آرزو کو بھی ساتھ لے جانے کا ارادہ رکھتے تھے جو کہ انہونی خبر تھی۔

ابو جی مقامی مسجد کے امام اور سرکاری اسکول میں قرأت و تجوید کے استاد تھے' مزاج میں سختی کا عنصر ضرور تھا مگر کسی کے ساتھ ناانصافی کے مرتکب کبھی نہیں ہوئے تھے۔ شرعی اندازِ زندگی کو پڑھا اور اپنی اہل خانہ کو بھی پڑھایا تھا۔ آبرو' آرزو کو باپردہ تعلیم حاصل کرنے کی مکمل آزادی تھی' دونوں ماسٹرز کرچکی تھیں اور ابو جی کے ساتھ مل کر گھر آئے بچوں کو تدریس و تربیت فراہم کرتی تھیں۔ ابو جی نے چار جماعتیں پاس اماں کو بھی پرائیوٹ ایم اے کرایا تھا جس سے ان کی تعلیم سے رغبت صاف محسوس کی جاسکتی تھی۔ اماں نے بھی اپنا تمام تر ہنر و قابلیت اپنی دونوں بچیوں میں منتقل کردی تھی۔ سلائی کڑھائی سے لے کر لحافوں کی لو تک وہ انتہائی مہارت سے کرتی تھیں۔ آبرو نت نئے ڈیزائنز میں ماہر تھی تو آرزو کے ہاتھ کے کھانوں کی خاندان بھر میں دھوم تھی پکانے میں تو آبرو بھی طاق تھی مگر زیادہ افراد کے حساب سے کھانا پکانا آرزو کا قابل دید فن تھا۔ وہ پچاس افراد کے لیے دیگ بھی گھر پر تیار کرلیتی تھی اسے آبرو سے ایک سال بڑا ہونے کا اعزاز حاصل تھا مگر قد کاٹھ جسامت میں دونوں اتنی متوازن تھیں کہ جڑواں گردانی جاتی تھیں' شکل و صورت میں مثالی نہ سہی تو نظر انداز کرنے والی بھی نہ تھیں۔ سفید رنگت' کھڑی ناک' کالی آنکھیں اور گھنے سیال بال دونوں کے یکساں تھے' آبرو کی عارض کا تل اسے نمایاں رکھتا تھا تو آرزو کی کھلکھلاتی بے ساختہ ہنسی مرکز نگاہ رہتی تھی۔

ابو جی اپنی پیاری بچیوں کو زمانے کی تپتی نگاہوں سے محفوظ رکھنے کے لیے اپنے سائے میں چھپائے رکھتے

تھے۔ تعلیمی معاملات کے علاوہ انہیں بیٹیوں کا زیادہ گھر سے نکلنا پسند نہیں تھا' اکثر خاندان کے بہت سی تقاریب پر وہ شامل نہیں ہوتی تھیں کیونکہ ابو جی کو کزنز کے ساتھ گھلنا ملنا بھی زیادہ مناسب نہیں لگتا تھا حالانکہ ابو جی کے سات بہن بھائی تھے تو اماں بھی نو افراد کے کنبے سے تھیں۔ سب کے آپس میں تعلقات دیرینہ اور مضبوط تھے' ایسا بھی نہیں تھا کہ وہ دونوں بالکل ہی فیملی سے کٹ کر رہ رہی تھیں۔ حسب ضرورت وہ پردے کے ساتھ تقریبات میں شریک ہوجایا کرتی تھیں' باقی ان کی سلیقہ شعاری' علمی وفنی قابلیت تو خاندان اور غیر خاندان میں بھی زبان زد عام تھی۔

❁......❁......❁

"ہٹو آگے سے' کیوں بچے کے سر پر سوار ہو' اتنی دور سے آیا ہے میرا شہزادہ۔" دادی اماں' احمد حسان کے گرد گھیرا بنائے بیٹھے کزنز کو گھرکتے ہوئے اس کے صدقے واری جارہی تھیں۔

"دادی ماں دور سے ضرور آیا ہے مگر پیدل نہیں آیا' پلین نے بوجھ اٹھایا تھا۔" اشعر نے دادی اماں کے لاڈ کا استہزائیہ جواب دیا جس پر سب کزنز نے دل کھول کر قہقہے لگائے۔

"جہاز میں چوبیس گھنٹے کا سفر تو مانو پیدل چلنے کے برابر ہے۔" بڑی پھوپو نے اطلاع فراہم کی جس پر چچی جان دہل گئیں اور منہ بگاڑ کے پوچھا۔

"چوبیس گھنٹے تو پھر جہاز اور ٹرین میں فرق کیا ہوا؟"

"کوئی فرق نہیں میں تو کہتا ہوں ایسے جہاز میں بیٹھنے سے بہتر ہے بندہ پیدل ہی سفر کرلے۔" چچا جان نے چچی کی معصومیت پر چڑ کر کہا انہیں ویسے بھی چچی کا سیدھا پن زیادہ بھاتا نہیں تھا۔

"ہائے اتنی دیر بیٹھ کر تو میرے بچے کی کمر تختہ ہوگئی ہوگی' چلو ہٹو میرے بچے کو ہوا لگنے دو۔" دادی اماں نے ایک بار پھر اس کے لیے پیار بکھیرا اور باقیوں کو سلگایا۔

"دادی ماں ہم نے آپ کے پوتے کی آکسیجن روک نہیں رکھی اور ویسے بھی وہ پانچ سال میں امریکہ سے بہت ہوا لگوا کے آیا ہے۔" دادی اماں کے لاڈ سے نہیں مگر ان سب کو چوہا بنا دینے سے سب شدید رنج و غصے میں نظر آرہے تھے اور جواب دینا ضروری خیال کرتے تھے اب کی بار انعم کی بات نے احمد حسان کو خوب لطف دیا تھا۔

"یار تم لوگ کیا مجھ پر چڑھائی کرنے کے لیے بے تاب تھے' میں آیا نہیں اور تم شروع۔" احمد حسان نے آرام دہ نشست اختیار کرتے ہوئے نرم لہجے میں کہا' وہ سب کزنز سے روبرو کافی عرصے بعد مل رہا تھا وگرنہ فیس بک اور واٹس ایپ پر تو وہ لوگ ہر لمحہ یکجا رہتے تھے' اس لیے کوئی بھی چہرہ اس کے لیے اجنبی نہ تھا۔

"یار تجھ پر چڑھائی کے لیے ہم تیار نہیں تھے مگر تجھ پر پیار لٹانے کے لیے نانی ماں ضرور بے تاب تھیں' سارا سال گدھوں کی طرح ہم سے کام کراتی رہیں اور تیرے آتے ہی ہمیں چوہا بنادیا۔" بڑی پھوپو کے چھوٹے صاحب زادے عتیق نے بھی جلے دل کے پھپھولے پھوڑے جن کی آہ وزاری دادی ماں پر بالکل اثر انداز نہ ہورہی تھی وہ احمد حسان کی نگاہوں میں بلائیں اتار رہی تھیں۔

احمد حسان دادی ماں کا سب سے بڑا پوتا ہونے کی وجہ سے ان کا منظور نظر بھی تھا' تین چار سال تنہا لاڈ و پیار اٹھانے کی وجہ سے وہ سبھی کی آنکھ کا تارا تھا اور پھر پردیس کی سوجھ بوجھ اور رکھ رکھاؤ الگ اہمیت کا حامل تھا۔ احمد طاہر بھی بڑے ہونے کی بناء پر اپنے والدین کے چہیتے تھے اور پھر ان کی اکلوتی اور قابل اولاد احمد حسان نے بھی ناز اٹھوائے تھے۔

احمد حسان کو اعلیٰ تعلیم کی جستجو ہی نہیں جنون تھا' یہی وجہ تھی کہ وہ ماسٹر آف فزکس اور میتھمیٹکس ہی نہیں بلکہ ایسا کون سا ڈپلومہ اور ڈگری تھی جو اس کے پاس نہ تھی۔ تعلیمی جوہر انسان کی عزت و وقعت دگنی کردیتی ہے' سو یہی خصائص احمد حسان کو خاص تر بناتے تھے۔

❁......❁......❁

احمد طاہر نے اکلوتے بیٹے کی قابلانہ واپسی کے اعزاز میں خاندان بھر کو دعوت پر بلایا تھا احمد حسان کو کلف لگے سفید کرتا پاجامہ میں بالوں کو جیل سے سیٹ کیے ایک ہاتھ

میں گھڑی اور دوسرے میں کالے دھاگے سے بنا عجیب سا بریسلیٹ پہنے سب کے ساتھ گھلے ملے انہی کا حصہ لگتے تھے کہیں سے نہیں لگتا تھا کہ یہ شخص فیملی سے بہت عرصے دور رہا ہے۔ محسن علی اپنی دونوں صاحب زادیوں کے ساتھ محفل کا حصہ تھے آبرو آرزو نقاب کیے ہوئے نہیں تھی مگر انتہائی سادہ پیرہن اور سر کو دوپٹے سے ڈھانپے وہ انتہائی پُراعتماد نظر آ رہی تھیں وہ کبھی بھی ہجوم میں آ کر بدحواس نہیں ہوتی تھیں بلکہ پُروقار انداز میں سب سے میل جول روا رکھتی تھیں اماں البتہ اپنی بہنوں اور بھابیوں کے علاوہ سسرال والوں سے ذرا فاصلے پر رہتی تھیں۔

پاکستان کا فنکشن تھا سو لوڈ شیڈنگ کے بغیر کیسے تکمیل پا سکتا تھا یک دم اندھیرے میں آوازیں بلند ہونا شروع ہو گئی تھیں ٹارچز روشن ہونے سے قبل احمد حسان نے موبائل کی ٹارچ ناک کی سیدھ میں رکھ کر روشن کی تھی روشنی کی لکیر سیدھا کسی کے عارض کے تل کو جگمگا گئی تھی۔ سفید روشنی سفید چہرہ اور کالا تل یہ منظر جمالیاتی حس رکھنے والے کبھی نظر انداز نہیں کر سکتے تھے۔ احمد حسان روشنی ہو جانے کے باوجود اپنے موبائل کی لائٹ اس ستارہ چہرے سے ہٹانے کو تیار نہ تھا وہ جانتا تھا وہ محسن علی چچا کی بیٹی آبرو تھی کچھ دیر قبل ان سے تعارف ہوا تھا مگر اس لمحے نے تعارف کو نیا رنگ دے دیا تھا۔ اپنے چہرے پر پڑتی مسلسل لائٹ سے آبرو بھی بے خبر نہیں رہ پائی تھی وہ چونکی اور سامنے بیٹھے احمد حسان اور اس کی اپنی طرف توجہ سے سٹپٹائی تھی۔ وہ کسی بھی مرد کی نگاہ سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتی تھی مگر احمد حسان کا نگاہی حملہ انتہائی بھرپور اور بے ضرر تھا۔ آبرو نے بوکھلا کر اپنی نشست چھوڑ دی اس کے ہٹتے احمد حسان کی ٹارچ نے آرزو کے چہرے کا احاطہ کیا تھا جو آبرو کے ساتھ جڑ کے بیٹھی تھی۔ احمد حسان نے ایک اور حسین چہرے کا نظارہ کیا تھا مگر دل کی دنیا میں وہ ہلچل نہ ہوئی تھی جو وہ کچھ دیر پہلے شدت سے محسوس کر چکا تھا مگر کیوپڈ کے تیر نے یہاں الٹا اثر کیا۔ آرزو کی روشنی میں بھٹکی نگاہ رستہ بھول گئی تھی روشن اور مضبوط چہرے والے احمد حسان آرزو کے دل کا دروازہ کھٹکھٹا گئے تھے مگر وہ اپنے جذبات میں بہنے والی نہیں تھی۔ آبرو کی طرح وہ بھی اپنی جگہ چھوڑے اماں اور ننھیالی رشتے داروں کے پاس چلی گئی تھی۔

لائٹ آ چکی تھی احمد حسان ان دونوں کو نئی جگہ پر بھی واضح دیکھ سکتا تھا مگر کوئی چیز جو اس کی نگاہ میں اتر گئی تھی وہ آبرو کے عارض کا تل تھا انتہائی دلفریب اپنی جگہ پر شان سے جما ہوا آبرو کے حسن کا محافظ۔

❁......❁......❁

"چچا جی...... جانے کی اتنی جلدی بھی کیا ہے بہت عرصے بعد تو مل بیٹھنے کا موقع ملا ہے یہیں رہ جائیں ہمارے پاس۔" فنکشن کے اختتام پر محسن علی کو بصد اصرار روکتے ہوئے احمد حسان نے "ہمارے پاس" پر خاص زور دیا تھا وہ بڑوں کی موجودگی میں آبرو کو دیکھنے سے گریز کر رہا تھا جو محسن علی کے پہلو میں سر جھکائے کھڑی تھی اور اسی کے ساتھ جڑ کے کھڑی آرزو بھی دل کی خواہش سے قطع نظر اسے دیکھنے سے گریزاں تھی۔

"نہیں بیٹا صبح مجھے اسکول جانا ہے اور پھر دن بھر گھر آئے بچوں کا بہت تعلیمی نقصان ہوگا ویسے بھی بچوں کے ایگزام ہو رہے ہیں۔" محسن علی نے سہولت سے انکار کیا احمد حسان باقی سب کی طرح محسن علی کا بھی ہاتھ میں کھلا ہوا لاڈلہ تھا اور سب سے بڑھ کر وہ احمد حسان کی تعلیمی صلاحیتوں کے مداح تھے۔

"بچیوں کو تو رہنے دے محسن مجھے تو آرزو کے ہاتھ کی حلوہ پوری کھانی ہے زمانہ بیت گیا تم نے تو بچیوں کو گھر میں مقید کر دیا ہے۔" دادی ماں کی زوردار انٹری سے احمد حسان کو یقین ہو گیا تھا کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گا۔

احمد حسان کی خواہش ادھوری پوری ہوئی تھی محسن علی دادی ماں کے کہنے پر آبرو آرزو کو چھوڑ تو گئے تھے پر ان دونوں کو بڑی پھوپو اپنے کمرے میں لے گئی تھیں کہ انہیں دوبارہ دیکھنے کی خواہش حسرت بن گئی تھی۔ رات گئے وہ کزنز کے ساتھ محفل جمائے بیٹھے رہے مگر وہ دونوں شریک محفل نہ ہوئی تھیں احمد حسان نے کتنے سفیر بہانے بہانے

سے روانہ کیے تھے مگر بات بن کے نہ دی تھی۔ مگر علی الصبح اس کی خواہش تکمیل کی راہ پا گئی تھی جب وہ نیند نہ آنے کے سبب ٹیرس پر ٹہل رہا تھا تو آبرو کو صحن میں تلاوت قرآن پاک میں مشغول پایا...... وہ دھیمی آواز سے قرأت کررہی تھی۔ دوپٹے کو کئی بل دے کر سر پر ایسا لپیٹا تھا کہ بالوں کی جھلک تک نظر نہ آرہی تھی وہ سادگی کا پیکر دور سے موتیوں سے بجی ڈال دکھائی دے رہی تھی جس پر تقدس کا پہرا تھا۔ احمد حسان کی تربیت اسے حجاب سے پار لانے یا اس کے پاس جانے کی ترغیب نہیں دیتی تھی مگر جو جذبہ وہ خود میں پنپتا محسوس کررہا تھا اس کے تقاضے بھی نظر انداز کیے جانے والے نہیں تھے سو وہ دل کی سنتا اس کے پاس چلا آیا۔

"امریکہ میں سب کچھ ہے مگر ایسا منظر دیکھنے کو نہیں ملتا' دو صبحیں' ایک صبح وہ جو باہر اجالا کردے اور دوسری صبح وہ جو اندر روشنیاں بکھیر دے۔ ایسی صاف وشفاف صبحیں میں نے اس سے قبل نہیں دیکھیں۔" احمد حسان نے بلاتمہید عرض حال کے بیان کا راستہ اپنایا تھا آبرو کا چونکنا اور ناگواری سے اسے دیکھنا عیاں تھا کہ وہ لفظوں سے بہلنے والوں میں سے نہیں تھی' اس نے آہستگی سے قرآن پاک کو سینے سے لگایا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"یہاں ایسا بہت کچھ ہے جو آپ نے امریکہ میں نہیں دیکھا ہوگا اگر آپ چاہیں تو میں اپنے ابو جی کو بلا کر آپ کو ایسا منظر دکھلا سکتی ہوں جو آپ کے چودہ طبق روشن کردے ہوسکتا ہے اس کے بعد آپ کی آنکھیں کئی دنوں تک صبح دیکھ ہی نہ پائیں۔" آبرو نے روایتی انداز میں دھمکی آمیز لہجہ اپنایا' احمد حسان کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

"یہاں سے آپ میں اور آپ کی صنف میں اختلاف ختم ہوگیا ہے' بہت روایتی سی بات کی ہے۔" احمد حسان سینے پر ہاتھ فولڈ کیے اس کے سامنے تن کر کھڑا تھا۔ خاندان میں اس کا ایک مقام ضرور تھا جس سے آبرو ناواقف نہیں تھی' یہی نہیں اس کی بھرپور شخصیت بھی نظر انداز کرنے والی نہیں تھی مگر آبرو کے لیے وہ محض ایک اجنبی تھا اس کے رویے سے ظاہر تو یہی ہورہا تھا۔

"تو مان لیجیے ہم عام سے لوگ ہیں اپنا قیمتی وقت معمولی لوگوں پر ضائع مت کریں' رستہ دیجیے۔" آبرو نے اعتماد سے کہا اور اسے اپنے سامنے سے ہٹنے کا اشارہ بھی کیا۔ احمد حسان کے دل میں ہر دوسرے لمحے وہ پہلے سے مضبوط جگہ بنا رہی تھی۔

"عام لوگ کب خاص بن جاتے ہیں آبرو...... پتا نہیں چلتا' اتنی کتابیں پڑھی ہیں پر یہ تھیوری کسی کتاب میں نہیں ملی' ایک حسین صبح نے سکھادی۔" احمد حسان کے محسوسات اور اظہار تمنا میں زیادہ دیر کا فاصلہ نہیں تھا وہ جلد فیصلہ کرنے والوں میں سے تھا' آبرو اس کے لہجے کی گہرائی محسوس کررہی تھی اور کچھ اور بھی جو اندر سے حملہ آور تھا۔

"تم دونوں یہاں باتیں کرتے رہو گے اور آرزو کی حلوہ پوری ختم ہوجائے گی۔" اشعر نے دور سے ہی ہانک لگائی' وہ دونوں ایک دوسرے کو چند لمحے دیکھنے کے بعد مزید کچھ کہے بغیر اندر کی طرف بڑھ گئے جہاں کا منظر دید کے لائق تھا۔

زمینی دسترخوان کی طویل لائن تھی اور خاندان بھر گرما گرم پوریوں سے شغل کررہا تھا' آرزو اور اس کی مدد کرتی خواتین پکانے اور کھلانے کے مرحلے میں ہلکان ہورہی تھیں۔

"یہ منظر بھی امریکہ کی گلیوں میں نظر نہیں آئے گا۔" آبرو نے حیرت سے سب کو دیکھتے احمد حسان کے پاس سے گزرتے نرمی سے دہرایا تو وہ مسکرا دیا' آبرو کی شوخی اس کے لیے گڈ سائن تھا۔

"کمال کردیا بچی نے اس کی نیک عادات تو بیان کرنے سے باہر ہیں۔" احمد حسان کے دادی ماں کے پاس تخت پر بیٹھتے ہی وہ جھومتے ہوئے رطب اللسان ہوئی تھیں۔ کچھ لمحے قبل آبرو اندر داخل ہوتے ہی سیدھا دادی ماں کے پاس آئی تھی' انہیں سلام کرکے ان کے بستر کی شکنیں درست کیں اور ٹشو سے ان کے ہاتھ کی چکنائی صاف کی تھی' یہ منظر بھی احمد حسان کا دل موہ لینے والا تھا۔

"کس کی عادات دادی ماں؟" احمد حسان آبرو کے طرز عمل کو ذہن میں رکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا تو دادی ماں آرزو

کے ہاتھ کی حلوہ پوری اور ڈھیر سارا پکانے کے بعد بھی مسکراتے چہرے کو موضوع بنائے ہوئی تھیں۔

''یہی اپنی محسن علی کی بیٹی۔'' اختصاراً سوال جواب کا مرحلہ ہوا تھا' احمد حسان نے اپنے انداز سے سوچا اور دادی ماں کی پسندیدگی پا کر خوش ہوا تھا اور دادی ماں اس کی سوچ کے انداز کو سمجھ نہ پائیں بظاہر معمولی سی گفتگو اور بے معنی کلام تھا مگر مستقبل میں اس کے نتائج احمد حسان کے ساتھ اور نفوس کے حق میں بھی اچھے ثابت نہیں ہوئے تھے۔

❁......❁......❁
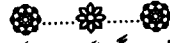
ایک ہفتہ کشمکش میں گزر گیا اور آبرو کو یہ سوچتے ہوئے کہ آرزو کو احمد حسان کے بارے میں مطلع کرے وہ جو ایک دوسرے کا سایہ مانی جاتی تھیں۔ جانے اس معاملے میں کیوں ایک دوسرے پر عیاں نہیں ہو پا رہی تھیں' آبرو احمد حسان کی ذومعنی باتیں آرزو کے گوش گزار کرنا چاہتی تھی تو آرزو خود پر بیتی بیان کرنے سے ہچکچا رہی تھی۔ وہ ایک دوسرے کو بتانا چاہتی تھیں کہ زندگی کی ڈگر مستقیم نہیں رہی مگر ایسی کوئی مصلحت تھی جو آڑے آ رہی تھی وہ سوچ بچار میں ہی رہ گئی تھیں کہ احمد حسان دل کی خواہش کی لگام ڈھیلی کیے محسن علی کے آشیانے تک آ پہنچے تھے۔

آرزو نے چھت پر کپڑے پھیلاتے ہوئے احمد حسان کی گاڑی آتی دیکھی' وہ ان کے دروازے تک آ رہے تھے' آرزو کے اندر رم جھم پھوار برسنے لگی وہ نیچے کی طرف بھاگی مگر بار حیا سے وہیں تھم گئی تھی اور کھانا پکاتی آبرو کو بناء کچھ بتائے دروازہ کھولنے بھیج دیا تھا۔ آبرو احمد حسان کو سامنے پا کر سٹپٹائی تھی اور احمد حسان دل کی خواہش پوری ہونے پر مسکرائے تھے۔

''آج معلوم ہوا حسن عیسوی ہوتا ہے ہجری نہیں' ورنہ عشق کا کلینڈر آس' امید میں دن بدلتا رہتا۔'' احمد حسان نے سلام کے بجائے عرض شوق سے ابتدا کی تھی آبرو کے پُرسوچ لبوں میں مسکراہٹ انتیس کے چاند کی طرح انتہائی باریک سی نمودار ہوئی تھی۔

''تیز رفتاری میں آپ نے گھوڑے کو بھی مات دے دی.....'' آبرو احمد حسان کے تعجل پر چوٹ کرتی ایک سائیڈ پر ہوئی' احمد حسان اس کا چہرہ نگاہوں میں بھرے دیار یار میں داخل ہوئے تھے۔ اماں اسے دیکھتے ہی استقبال کے لیے آگے بڑھی تھیں' آرزو نے بھی اماں کی آڑ لیے دھیرے سے سلام عرض کیا جسے احمد حسان نے سرسری سا لیا اور صرف سر کی جنبش سے جواب ارسال کیا۔ آرزو بجھ سی گئی اور کھانا لگانے کے بہانے جو کچن میں گھسی تو احمد حسان کے جانے کے بعد ہی باہر آئی' وہ دیوانگی کے مرحلے سے بہت دور تھی مگر آگہی کے مرحلے سے گزر چکی تھی۔ آبرو کے اندر اظہار شوق نے فی الحال بیج ڈال دیا تھا جڑیں پھیلنا اور ثمرات ظاہر ہونا بعید معاملہ تھا۔

احمد حسان کے بن بلائے وجود کو بھی خوب اعزازات سے نوازا گیا تھا' محسن علی بھی رخصت لے کر گھر لوٹ آئے تھے اور خوب عالمانہ مجلس سجائی گئی تھی۔ اماں بھی سسرالی رشتے داروں سے فاصلہ رکھتی تھیں۔ احمد حسان کے لیے نرم گوشہ لیے محفل میں بھرپور شریک رہی تھیں' آبرو کی زیرلب مسکان' اٹھکیلیاں کرتا تل اور عرق عرق عارض احمد حسان کو تمام وقت غرقِ جمال کیے رہے تھے۔ ایک آرزو کے نہ ہونے کو زیادہ توجہ نہیں دی گئی تھی' احمد حسان کو لگا وہ اس کی زندگی کی سب سے حسین شام تھی جو کوئے یار میں گزری تھی۔ سب سے بڑھ کر اس کی محبت کی نیا کو دوطرفہ کنارہ مل گیا تھا' جب آبرو اس کی پلیٹ میں مزید سالن ڈالنے لگی تو احمد حسان نے بے ساختہ اس کی انگلیاں سمیٹ کر اپنی ہتھیلی میں چھپالی تھیں۔

''آبرو.....بس میں نے زندگی میں اتنا نہیں کھایا جتنا غیر ضروری آج کھا چکا ہوں۔'' آبرو نے نرم مسکراہٹ کے ساتھ اس کے ہاتھ سے اپنی انگلیاں جدا کی اور اپنی آنکھیں اٹھا کر احمد حسان کے چہرے کی ایک جھلک دیکھی تھی۔ محسن علی نماز کے لیے اٹھ گئے تھے اور اماں آرزو کو جھوٹے برتن تھمانے میں لگی تھیں۔

''امریکہ میں ایسا کھانا نہیں ملے گا' کھا لیجیے۔'' آبرو نے اس کی پلیٹ میں منع کرنے کے باوجود سالن

نکال دیا اور ابرو کے اشارے سے ان کا دھیان پلیٹ کی طرف دلایا۔

"ایک ہی بار ندیدوں کی طرح کھانے سے بہتر نہیں ہے کہ پکانے والے ہاتھ اپنے بنالوں آبرو......" احمد حسان ابروئے محبوب کی محراب کو نگاہوں میں سمائے وارفتگی سے بولے ہر دوسرے لمحے ان کا اظہار تمنا آبرو کو آب دار کررہا تھا' وہ ہراساں ہورہی تھی' شوخی حیا کے پردے میں چھپنے لگی تھیں۔

"پلیز آپ میرا نام بار بار مت لیجیے' یہ امریکہ نہیں ہے۔" آبرو کے کپکپاتے لہجے میں خدشات تڑپ رہے تھے' اسے انہونی کے ناگ ڈس رہے تھے' اسے صنف نازک کی چھٹی حس کہتے ہیں۔

"معذرت خواہ ہوں اگر تمہیں ناگوار خاطر ہے تو آئندہ تمہارا نام تبھی لوں گا جب سارے حقوق اپنے نام کرلوں گا۔" احمد حسان نے اس کے تردد کو محسوس کرلیا تھا اور اس کے اضطراب کو زائل کرنے پر کمر بستہ بھی تھا۔ نئی صبح کا انتظار سونپ کر احمد حسان چلا گیا...... آبرو رات بھر اس کے واضح اقرار کو سراہتی سو نہ پائی تھی تو رت جگا آرزو نے بھی منایا تھا اس نے اپنی چاہت کو ذائقہ بنا کر پکوان تیار کیے تھے چند لفظ مداحی کے تو ایک طرف وہ ایک نگاہ کی بھی حق دار نہ قرار پائی تھی' ایک آہ سینے سے نکل کر تکیے میں گم ہوگئی تھی۔

❀......❀......❀

احمد حسان کا عشق ہواؤں کے سنگ پرواز کررہا تھا' وہ بیشتر وقت محسن علی کے گھر گزارتے تھے تو باد صبا کی وساطت سے پیغامات بھجواتے تھے۔ محسن علی کے ساتھ مل کر اپنا ذاتی اسکول بنانے کا منصوبہ ایسا تھا جس نے ان کی راہیں آسان کردی تھیں۔ محسن علی کا تجربہ اور احمد حسان کی صلاحیتیں اور سرمایہ کاری سے ایک بڑے منصوبے کے متعلق بات چیت کی جاتی تھی اگرچہ اس کا زیادہ تر وقت کاروباری معاملات طے کرنے میں گزرتا تھا مگر آبرو کا گاہے بگاہے دیدار کرنے کا مقصد رائیگاں نہیں جانے دیتا تھا۔ احمد حسان کو کوئے یار میں مضبوط ذریعہ آمدورفت میسر آ گیا تھا مگر ان کی زندگی کی یہ ہلچل زمانے کی نگاہوں سے اوجھل نہیں رہ پائی تھی' خاندان میں ویسے ہی ان کی شادی گرماگرم موضوع تھا پھر ان کے التفاتی رویے نے معاملے کو خوب ہوا دی تھی۔

"آج تم گھر پر ہو...... گئے نہیں؟" ڈرائنگ روم میں چینل سرچ کرتے احمد حسان کو اشعر نے مخاطب کیا۔

"کہاں؟" احمد حسان نے مختصر اور مصروف جواب دیا۔

"وہیں جہاں آج کل تم زیادہ تر پائے جاتے ہو۔" اشعر نے کیلا کھاتے ہوئے بے تکے پن سے کہا' احمد حسان چونکا۔

"پایا جاتا ہوں کا لفظ تو تم نے ایسے استعمال کیا ہے جیسے پاکستانی جنگلوں میں بندر کثیر مقدار میں پائے جاتے ہیں۔" عتیق نے بھی آتے ہوئے بے تکی ہانکی' احمد حسان کا چہرہ برا ماننے والے تاثرات دے رہا تھا جس کی پروا کسی کو نہ تھی۔

"ڈسکوری چینل بتارہے تھے کہ آج کل امریکی بندر چچا محسن علی کی منڈیر پر دیکھا جارہا ہے۔" اشعر نے گل پاشی کی' احمد حسان ان کا اشارہ سمجھ رہا تھا۔

"فضول ہانک رہے ہو تم لوگ' میں چچا محسن کے گھر نئے بزنس پروجیکٹ کو ڈسکس کرنے جاتا ہوں۔" احمد حسان نے ان کی غلط فہمی کی تصحیح کرنی چاہی تھی۔

"ہاں تو ہم کب کہہ رہے ہیں کہ تم حلوہ پوری کھانے جاتے ہو۔" عتیق نے آنکھ دبا کر شرارت سے کہا' وہ آج اسے مکمل گھیر چکے تھے۔

"ویسے حلوہ پوری کھانے کے لیے جانے میں کوئی مضائقہ بھی نہیں بہرحال تمہارے والدین' تمہارے فیصلے کے منتظر تو ہیں۔" اشعر نے عتیق کی بات کو منطقی انجام تک پہنچایا۔

"مجھے حلوہ پوری میں نہیں حلوہ پوری والے ہاتھوں میں زیادہ انٹرسٹ ہے جنہیں میں اپنے نام کرنا چاہتا ہوں۔ مشورے کا شکریہ' میں یہ کار خیر جلد ہی انجام دینے والا ہوں۔" احمد حسان نے بھی بالآخر دوٹوک بات کرنے

کا فیصلہ کرلیا تھا' اسے راہِ عشق میں کسی خلل اور کٹھنائی کی ایک فیصد بھی توقع نہ تھی اس کی فیملی اس کے ہر فیصلے کو قبول کرنے والی تھی تو محسن علی کی نظر میں وہ اپنا مقام پہچانتا تھا آبرو کے شرگیں عارض' حکایت دل واضح کرچکے تھے تو اپنے دل کا وہ آپ مالک تھا' سبھی کچھ تو موافق تھا مگر ایک چیز اور بھی تھی جس کی جانب احمد حسان کی نگاہ نہ تھی اور وہ تھی تقدیر۔

❀......❀......❀

تقدیر نے اپنے کھیل کی ابتدا تب کی جب احمد حسان نے اپنے عشقیہ جوش میں ایک بے قدر وجود کو اتنا غیر اہم جانا کہ اسے نہ ہونے کے برابر سمجھا۔ آرزو یقیناً آبرو نہیں تھی جو اس کے دل پر راج کرتی تھی مگر وہ کوئے یار کا ایک مسلم وجود تھی' احمد حسان نے اس کے وجود کی ذراسی بھی حیثیت سمجھی ہوتی تو وہ اتنی بڑی غلطی کا موجب نہ ہوتا اور انتہائی آسانی سے حاصل ہونے والی منزل خواب وخیال نہ ہوتی۔

''احمد حسان وہ وعدہ کب وفا کرو گے جس کے آسرے پر ہمیں اتنے سالوں سے بہلا رہے ہو۔'' احمد طاہر نے رات کے کھانے پر احمد حسان کی توجہ اس بات کی طرف دلائی کہ اس نے امریکہ جانے سے قبل وعدہ کیا تھا کہ وہ لوٹے گا تو خاندان ہی میں شادی کرے گا۔ ایک طرح سے یہ والدین کو یقین دہانی بھی تھی کہ وہ تنہا ہی لوٹے گا اور اب اسے واپس آئے دو ماہ گزر گئے تھے اور والدین اپنے اکلوتے سپوت کا سہرا دیکھنے کے لیے بے تاب تھے۔

''بابا جان یہ تو آپ پر منحصر ہے وعدہ وفا کے لیے جو بھی دن مقرر کردیں۔'' احمد حسان نے تمہیداً گفتگو کو آگے بڑھایا اور چاول کھاتے ہوئے بے پروائی سے کہا' گویا اسے یقین تھا کہ اسے اپنی چاہت پانے کے لیے پاپڑ نہیں بیلنے پڑیں گے۔

''بیٹا جی دن ہم مقرر کرلیں گے آپ دلہن تو منتخب کریں۔'' ماما نے بھی اسی پیرائے میں بات کی جو مجلس میں رواں تھی۔

''ماما آئی تھنک اس وقت تو سارا چمن ہی جانتا ہے کہ ہم کیا چاہتے ہیں' کیا آپ ہماری سوچ سے ناواقف ہیں۔'' احمد حسان جانے کس مصلحت کے تحت کھل کر بات کرنے کے بجائے اشاروں سے کام لے رہے تھے' ان کے والدین کے چہرے کی مسکراہٹ انہیں باور کراگئی کہ وہ ان پر اپنا مطمع نظر واضح کرچکے ہیں۔

''تو آپ سب میرے اسلام آباد جانے سے قبل چاچا محسن علی کے گھر جارہے ہیں ناں۔'' احمد حسان کو اسکول پروجیکٹ کے لیے گورنمنٹ کی منظوری کے معاملات کے تحت اسلام آباد جانا تھا اور وہاں انہیں کچھ وقت لگنے کا امکان تھا اسی لیے وہ اپنے جانے سے قبل یہ معرکہ سر کرلینا چاہتے تھے۔

''نہیں۔'' احمد طاہر کے انکار نے احمد حسان کے ساتھ ماما کو بھی ساکت کردیا تھا وہ استفہام کرنا چاہتے تھے کہ احمد طاہر نے دونوں کی سراسیمگی دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

''کیونکہ میں آج ہی محسن کے گھر جانے والا ہوں۔'' احمد حسان نے مطمئن ہوکر موبائل اٹھایا۔

❀......❀......❀

''آبرو۔'' احمد حسان نے زیر لب سرگوشی کی تھی وہ آبرو کے جتانے کے بعد اب اس کا نام برملا لینا ترک کرچکا تھا اور یہ عادت اتنی پختہ ہوگئی تھی کہ وہ ضروری جگہوں پر بھی اس کے نام کو واضح کرنے سے کتراجاتا تھا مگر جب وہ آبرو کے حسین سپنوں کے ساتھ تنہا ہوتا تو اس پیارے نام کی خوب گردان کرتا اب بھی اس نے بابا جان کی رضامندی پاکر آبرو کے نام کے ساتھ ایک میسج لکھا مگر اسے سینڈ نہیں کیا کیونکہ آبرو کے پاس ذاتی موبائل نہ تھا۔ گھر میں صرف محسن علی کے پاس موبائل تھا جس پر وہ میسج بھیجنے کی گستاخی نہیں کرسکتا تھا اسے محسن علی سے زیادہ آبرو کی خفگی کی فکر رہتی تھی۔

بابا جان چاہنے کے باوجود اس رات محسن علی کے گھر نہیں جاسکے تھے کیونکہ دادی ماں کی طبیعت یک دم خراب ہوگئی تھی اور انہیں ہسپتال میں داخل کرانا پڑا تھا۔ دادی ماں اپنے سب بچوں میں احمد طاہر کو اور سب پوتوں' نواسوں میں

احمد حسان کو بے حد چاہتی تھیں اور شدت سے احمد حسان کی خوشی دیکھنے کی خواہش مند تھیں مگر احمد حسان کو اسلام آباد جانا تھا وہ تمام باتوں کو اپنی واپسی تک ملتوی کرتا روانہ ہوگیا تھا۔ جانے سے قبل آبرو کو دیکھنے کی غرض سے محسن علی کے گھر آیا تھا۔ اتفاق سے محسن علی بیوی کے ساتھ دادی ماں کی عیادت کے لیے ہسپتال گئے ہوئے تھے احمد حسان کے لیے دروازہ کھلا مگر کھولنے والی ہستی نظر نہیں آئی تھی۔ احمد حسان کسی کو نہ پاکر ڈرائنگ روم میں چلے آئے اور میز پر دھرے گلدان میں سجاتے ہاتھوں کو دیکھ کر احمد حسان نے پیٹھ موڑے کھڑے وجود کو پکارا۔

''آ...... اوں ہوں تمہارا نام تبھی لوں گا جب میں تمہارے نہیں، تم میرے گھر میں آؤ گی۔'' احمد حسان نے شوخی سے کہا' اس کے لہجے کی محبوبیت آرزو کے ہاتھ کپکپا گئی تھی' خار نے اس کی انگلیوں کو زخمی کردیا تھا یونہی احمد حسان کے لیے دروازہ کھول کر آڑ میں ہوجانے والی آبرو ان کی پیٹھ پیچھے کھڑی دنگ رہ گئی تھی۔ یہ چاہت' یہ وارفتگی تو اب تک اس کی وراثت رہی تھی مگر آج وہ آرزو سے کیوں ایسے کلام کررہے تھے کوئی ان دیکھا خار اس کے اندر بھی چبھا تھا۔

''وہ...... میں آپ کے لیے چائے لاتی ہوں۔'' آرزو جو تغافل کے صدمات کے زیر اثر تھی ذرا سے اتفاقیہ التفات پر حواس سے باہر ہونے لگی تھی' بمشکل خود میں حرکت کی طاقت لیے وہ بناء احمد حسان کو دیکھے اندر چلی گئی تھی ان کی خفت کو تکے بناء جو وہ آرزو کو سامنے پاکر اپنی غلط فہمی پر محسوس کررہے تھے۔

''بیٹھیے آرزو چائے بہت اچھی پکاتی ہے۔'' آبرو نے پیچھے سے پکارا' شرمسار سے احمد حسان پھر سے کھل اٹھے' ان کی تسکین روح بھی ان سے زیادہ دور نہیں تھی۔

''سلیقہ اور ذائقہ تو اس گھر کی میراث ہے اس میں کوئی دو رائے نہیں۔'' احمد حسان اپنے مخصوص انداز میں تحکم کرتے آبرو کے نزدیک چلے آئے۔

''سلیقے کا کریڈٹ میں لے لیتی ہوں مگر ذائقہ کی ملکہ وہاں اندر ہے۔'' آبرو کے لہجے میں آرزو کے لیے عقیدت بھرا پیار تھا احمد حسان کو پہلی بار آرزو کے تذکرے میں دلچسپی محسوس ہوئی تھی کیونکہ زبان آبرو جو مدح سرا تھی۔

''لیکن میرے دل کی ملکہ میرے سامنے ہے' کائنات میں جذبات اور خواہشات کے جتنے بھی نام ہیں وہ صرف تم سے منسوب ہیں۔ تمہیں آنکھوں میں بھر کے جارہا ہوں لوٹوں گا تو بانہوں میں بھر کے تمہارے کوچے سے لے جاؤں گا۔'' احمد حسان کے لہجے میں جذبے سلگ رہے تھے' تمناؤں کے بوجھل پن میں وہ بے باک ہوگئے تھے' آبرو کے عارض گلال برسانے لگے تھے' وہ برق رفتاری سے اندر دوڑی جس رفتار سے آرزو دوڑ کے گئی تھی احمد حسان اس کے شرم سے دہکتے تل کو محسوس کرتا واپس پلٹ گیا تھا۔

❁......❁......❁
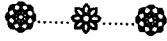
احمد حسان کو معاملات نمٹاتے ایک ہفتہ گزر گیا اور دادی اماں کی طبیعت روز بروز خراب ہوتی جارہی تھی انہی کے اصرار پر احمد طاہر نے احمد حسان کی واپسی کا انتظار کرنے کے بجائے محسن علی کے سامنے بات رکھنے کا ارادہ کیا تھا۔ محسن علی کی دونوں بیٹیاں خاندان بھر میں تعلیم و تربیت کا سنگھار مانی جاتی تھیں' احمد حسان کا جھکاؤ کس جانب تھا زیادہ واضح نہ تھا مگر یہ بات طے تھی کہ وہ جو بھی تھی محسن علی کے گھر کا چراغ تھی۔ گھر بھر میں سب کی اولین ترجیح آرزو تھی جس کی سلیقہ شعاری اور حجابی ادائیں بے مثل تھیں مگر آبرو کے خان فن پر بھی کوئی سوالیہ نشان نہ تھا سو حتمی صورت احمد حسان نے تشکیل دینا تھی لیکن یہ سب انسان کی تدبیریں تھیں تقدیر کی رضا کچھ اور تھی۔

احمد حسان کا آئی ڈی' پاسپورٹ اور زمینی کاغذات کا بیگ چوری ہوگیا تھا جس کی بناء پر وہ اچھی خاصی جان ماری کررہے تھے نئے آئی ڈی' پاسپورٹ کے لیے الگ سے اپلائی کر رکھا تھا تو دیگر پیپرز کے لیے بھی خواری کی کوئی حد نہ تھی۔ وہ یہ سب معاملات حل کیے بناء کراچی واپس آنے کی پوزیشن میں قطعاً نہیں تھے' سو جو بات چیت بھی تھی وہ ٹیلی فون تک ہی تھی احمد حسان کی پہیلیاں بھجوانے کی عادت بھی

جوں کی توں تھی۔

"دادی ماں آپ کو چچا محسن کے گھر کا رستہ بھول گیا ہے کیا؟" احمد حسان نے دادی ماں کے اس سوال پر کہ اس کا رشتہ کہاں طے کرنا ہے احمد حسان نے شوخی سے کہا۔

"رستہ کہاں بھول سکتی ہوں' میں نے تو اس رستے میں ڈیرے ڈال لیے ہیں بس یہ تو بتا محسن علی کے باغ سے کون سا پھول توڑ کے لاؤں۔" دادی ماں اس کی خوشی کی خاطر اپنی بیماری سے نبرد آزما تھیں مگر یہ جنگ کتنی دیر جاری رہنا تھی کوئی نہیں جانتا تھا۔

"وہی پھول جو آپ کو بھی بہت پسند ہے۔" احمد حسان سابقہ غلط فہمی کے زیر اثر بولے تھے' دادی ماں اس سعادت پر باغ و بہار ہوگئیں اور احمد طاہر کو فوراً ہی محسن علی کی طرف آرزو کے رشتے کے لیے بھجوادیا کیونکہ وہ بڑی بھی تھی اور بہت سے گنوں کی ملکہ بھی۔ دادی ماں کے فیصلے پر تصدیق اشعر اور عتیق نے بھی کی تھی کہ احمد حسان بھی حلوہ پوری کے مداحوں میں سے تھے جو آرزو کا اضافی وصف تھا بہر حال دونوں فیملی کی باہمی رضامندی سے یہ رشتہ طے پا گیا تھا۔

❁......❁......❁

"آبرو تم نے سنا احمد حسان نے کیا کہا؟" آرزو ابھی تک احمد حسان کو درپیش غلط فہمی کے حسین جھولے میں ڈول رہی تھی' اس نے آبرو کی طرح جذبات کو سینے میں سینت کے رکھنے کے بجائے آبرو سے فوراً حال دل بیان کیا جو ساکت و جامد محض یک ٹک اسے تک رہی تھی۔ کتنے دلکش رنگ تھے جو آرزو کے چہرے کا احاطہ کیے ہوئے تھے محض ایک مختصر سی بات کو لے کر جس نے کئی دن تک آبرو کو پریشان رکھا تھا مگر بعد میں احمد حسان کی آنے والی کالز اور سنائی جانے والی لطیف حکایتیں اسے حال سے بیگانہ کردیتی تھیں اور وسوسے دم توڑ گئے تھے۔

"آرزو وہ تمہیں دیکھ نہیں پائے تھے' تم کچھ دیر رک جاتیں تو وہ شاید کچھ واضح کردیتے۔" آبرو اپنی موہنی بہن کے دل کو ٹھیس نہیں پہنچانا چاہتی تھی کاش کہ وہ اس معاملے کا حصہ نہ ہوتی تو آرزو کی چہرے کے دمکتے خدوخال کے سدا سلامت رہنے کی دعا کرتی۔ اس لیے اس نے منمناتے ہوئے کہا مبادا آرزو کو درد نہ سہنا پڑے لیکن وہ اس بات سے بھی خائف تھی کہ کہیں آرزو پیاری سی جگنو نما بات کی روشنی میں کہیں دور تک نہ چلی جائے مگر آبرو انجان تھی یہ حادثہ تو بہت پہلے آرزو کے ساتھ پیش آچکا تھا یہ ان دونوں کا وصف حجاب تھا کہ وہ ایک دوسرے پر عیاں نہ ہو پائی تھیں۔

"آرزو تم دنیا کی سب سے پیاری لڑکی ہو' تمہارے سامنے حقیقت کسی صورت میں بھی جلوہ گر ہو پلیز خود کو سمیٹے رکھنا اور اپنی آرزوؤں کو بکھرنے مت دینا۔" آبرو جانتی تھی کہ آج احمد طاہر آئے تھے بزرگوں کے مابین کیا بات چیت ہوئی؟ وہ دونوں ہنوز ناواقف تھیں۔ آبرو کو احمد حسان قبل از وقت نوید دے چکا تھا مگر ہر بات سے انجان ایک چھوٹی سی دنیا کی مکین آرزو کے لیے انہونی اذیت ناک ہو چکی تھی آبرو اسی لیے طوفان سے قبل احتیاطی تدابیر کررہی تھی۔

"تمہاری آبرو رہے سلامت' میری آرزو رہے جواں۔" آرزو نے شوخی سے گنگنا کر سنسنی لیے ماحول کو یک دم بدلا تھا اور اسی دوران اماں کی آمد ہوئی تھی۔

"احمد طاہر کے لیے چائے کس نے تیار کی تھی؟" اماں نے آتے ہی سوال داغا موڈ خوشگوار قطعاً نہیں لگ رہا تھا۔

"میں نے پکائی تھی اماں......" آبرو اور آرزو یک دم بوکھلا گئی تھیں بلاآخر اترا کر کہا تھا یہ حق تو اسی کا تھا۔

"شکر کیوں زیادہ کردی' آرزو تُو نے کیوں نہیں پکائی یا اس کے ساتھ مل کر دھیان تو رکھتی۔" اماں کو چائے بالکل پسند نہیں آئی تھی جبکہ احمد طاہر نے تو کوئی شکوہ بھی نہیں کیا تھا باقی افراد نے تو ہر چیز سے خوب انصاف کیا تھا۔

"وہ اماں میں نے سوچا شاید وہ زیادہ چینی لیتے ہوں۔" آبرو احمد حسان کے مزاج کے تناظر میں کہہ رہی تھی وہ شکر زیادہ پیتے تھے اور سچ یہی تھا کہ احمد حسان کے گھر کا ہر فرد ہی شکر خور تھا۔ اماں اپنی جانب سے اعتراض وارد کررہی تھیں مدعا یہی تھا کہ آج کی یہ خدمت گزاری آرزو کے ذمہ ہونی چاہیے تھی۔

"آج کے دن کسی بھی چیز میں کمی بیشی نہیں ہونی

چاہیے تھی کیونکہ وہ خاص مہمان تھے اور ایک خاص مقصد کے لیے آئے تھے۔" اماں بالآخر تھیلے میں سے بلی نکال رہی تھیں، جس کی تمہید نے آبرو اور آرزو کے دل کی دھڑکن تیز کردی تھی۔

"آبرو۔" اماں کی پکار نے آبرو کے تن من میں سنسنی دوڑا دی تھی وہ سرپٹ بھاگنے کے لیے پرتول رہی تھی مگر اماں کی بات مکمل ہوتے ہی اس کے گویا بدن میں جان باقی نہ رہی تھی۔

"جلد ہی ہماری آرزو احمد حسان کے گھر میں روشنی کرے گی۔" آرزو دھک دھک کرتے دل کو سنبھالے رفوچکر ہوگئی تو آبرو بلکتے دل کو سنبھالنے میں ہلکان جبکہ تقدیر مسکرا رہی تھی۔

❁......❁......❁

"آبرو تمہارے عارض کے تل کو چھونے میں کچھ ہی دن باقی ہیں۔" احمد حسان گھر والوں سے خوش خبری پا کر انتہائی مسرور تھا میسج آبرو کے نام لکھے جارہے تھے جنہیں وہ سینڈ کرنے کے جملہ حقوق جلد ہی حاصل کرنے والا تھا۔ آبرو کا نام نہ لے کر جو غلطی احمد حسان کرچکا تھا اب وہی غلطی اس کی فیملی نام واضح نہ کرکے کررہی تھی، سیدھے سادھے معاملے کو پہیلیوں میں الجھا دیا گیا تھا۔ احمد حسان آبرو سے بات کرنے کے لیے مچل اٹھا بالآخر کال ملائی، وہ جانتا تھا محسن علی کن اوقات میں نماز میں مشغول ہوتے تھے اور ان کے سیل فون کو گھر میں کوئی بھی اٹینڈ کرسکتا تھا۔

"ہیلو۔" خوب صورت نازک سی آواز کانوں سے ٹکرائی تو احمد حسان کے مسام جان معطر ہوگئے تھے کیا بتایا تھا اس کے محبوب کو رب تعالیٰ نے سکون فرحت کی یہ لہر اسی کے ساحل سے ٹکرائی۔

"سوچا کہ مبارک باد دے بھی دوں اور لے بھی لوں۔" احمد حسان نے مخصوص محبوبی انداز میں ابتدا کی جبکہ آرزو آبرو کی طرح اس لہجہ اور مفاہیم سے واقف نہ تھی وہ گھبرا جاتی اور حواس چھوڑ دیتی تھی۔

"وہ......میں......" آرزو ہکلا رہی تھی اور احمد حسان حیا پر فدا ہوا جارہا تھا، وہ قطعی یقین کے درجے پر تھا کہ اتنی حسین آواز اماں کی نہیں ہوسکتی اور حسن کی ہر صفت آبرو سے وابستہ ہے۔ آرزو کے وجود سے وہ ہمیشہ سے ہی غافل رہا تھا اس نے کبھی اس بات کو اہمیت دی ہی نہیں تھی کہ آبرو کی صفات میں آرزو اس کی ہم پلہ تھی۔

"جادوگرنی ہو تم، کتنی آسانی سے تم نے معدے کے راستے سرنگ بنا کر سیدھا میرے دل پر حملہ کیا اور اسے اپنا غلام بنالیا اور مجھے اتنا عادی بنالیا کہ اب جب تک تمہیں اپنے ساتھ نہیں لے جاؤں گا چین سے سو نہیں پاؤں گا۔" احمد حسان کی سحر بیانیاں جاری و ساری تھیں اور آرزو جو اس کی ایک ذرا نگاہ التفات کی طالب رہتی تھی ایک دم اتنی عنایت خاص پر ہاتھ پاؤں چھوڑ بیٹھی تھی۔ آبرو کو موبائل تھما کر یہ جا وہ جا، آبرو جو ابھی آئی تھی اور نہیں جانتی تھی کہ وہ کس سے مخاطب تھی حیرت سے اسے دیکھتی موبائل کان سے لگا گئی تھی احمد حسان کی آواز نے اسے نیم جاں کردیا تھا۔

"اور اگر سو نہیں پایا تو تمہارے خوابوں میں آکر بہت ستاؤں گا، تمہیں بالکل بھی سونے نہیں دوں گا۔" احمد حسان دوسری طرف ہوئی، سامع کی تبدیلی سے قطعاً ناواقف تھے کیونکہ آبرو ہمیشہ سے کم گو اور زیر لب مسکراتی، سر جھکاتی ان کے حال دل کو صرف سنا کرتی تھی۔

"لیکن آنکھیں کھول کے سوئیے گا اور دھیان رکھیے گا کہ کس کے خوابوں میں جارہے ہیں کیونکہ آپ کو آنکھیں بند کرکے جاگنے کی عادت ہے۔" آبرو نے تلخی سے کہتے موبائل بند کردیا تھا وہ سخت رنجیدہ خاطر تھی اس کے دل کا ہزارواں حصہ بھی اس بات پر یقین کرنے کو تیار نہ تھا کہ احمد حسان نے ان کے ساتھ دہرا کھیل کھیلا تھا مگر حالات نے انہیں دوراہے پر کھڑا کردیا تھا اس کا دماغ بضد تھا کہ اتنے قابل اور تعلیم یافتہ انسان سے کوئی غلطی کیسے سرزد ہوسکتی ہے تو اگر غلطی نہ تھی تو پھر دھوکہ تھا، خواب اسے دکھائے تھے اور تعبیر کسی اور کے نام لکھ دی تھی اور کاش کہ وہ کوئی اور اس کی پیاری بہن آرزو نہ ہوتی تو وہ خوب لڑتی۔ احمد حسان کو جھنجھوڑ کر خواب غفلت سے بیدار کرتی مگر وہ ہواؤں میں رقصاں،

خوشیوں کو دامن میں سمیٹتی آرزو کو حقیقت کا تلخ روپ نہیں دکھانا چاہتی تھی وہ اس کی معصوم آنکھوں سے خواب چھیننا نہیں چاہتی تھی۔ وہ آبرو تھی اپنے پیاروں کی اس نے وقار کے ساتھ اپنے قدم ایثار و صبر کی راہ پر جما دیئے تھے وہ آرزو کو درد سے بچانے کے لیے خود درد کے سمندر میں اتر گئی تھی۔

❁......❁......❁

آرزو نے بچوں کو پڑھاتے کسی کی معمولی شرارت پر بے ساختہ ہنسی کے سر بکھیرے تھے دوسرے بچے کا ہوم ورک چیک کرتی آبرو نے حسرت سے اسے دیکھا اور چپکے سے اس کی دائم خوشیوں کے لیے دعا کی۔ کل رات ان دونوں کی زندگی میں عجب مدوجزر لائی تھی کل احمد حسان اور آرزو کا نکاح ہوا تھا آبرو انگشت بدنداں رہ گئی تھی جب اس کے تلخ کلمات کے باوجود احمد حسان کی طرف سے کوئی ہوش مند ردعمل سامنے نہیں آیا تھا بلکہ دو دن بعد دادی ماں کی شدید علالت اور بے حد خواہش کے تحت احمد حسان کی غیر موجودگی میں ہی احمد طاہر نے ان کے ولی کی حیثیت سے نکاح کا فریضہ انجام دے دیا تھا۔

تعلیم یافتہ گھرانے کے باشعور و قابل افراد کے درمیان ایک ایسا بندھن باندھا گیا تھا جس کی بنیاد غلط فہمی پر تھی۔ آبرو کے خواب ریزہ ریزہ ہوگئے اور اس کی تمناؤں کا تاج محل تعمیر سے قبل مسمار ہوگیا تھا مگر آرزو کی بے ریا اور باحیا چاہت کی ناؤ پار لگ گئی تھی مقام بدل گئے تھے۔ ایک رات وہ تھی جب آبرو کو عرض شوق کی چٹکیاں سونے نہیں دیتی تھیں تو آرزو اپنی بے وقعتی پر گریہ کناں تھی اور ایک رات یہ تھی کہ آرزو لمحہ وصال کو سوچ کے لرزاں تھی تو آبرو تقدیر کی نرالی تدبیر پر افتاں و خیزاں تھی۔

احمد حسان کا موبائل سندیسہ خماریں سے پُر تھا وہ چاہت کی پتنگ آسمان تک اڑائے لے جارہے تھے یہ جانے بنا کہ ڈور ان کی من پسند نہیں۔

آبرو سے ہوئی آخری بات پر وہ حیران ہوئے تھے کہ آبرو کے لہجے میں کچھ خاص بات تھی مگر زیادہ غور و خوض کا موقع انہیں اس لیے نہ مل سکا کہ انہیں ای ڈی او ڈیپارٹمنٹ سے کال آگئی تھی جس کے لیے وہ اتنے دنوں سے اسلام آباد میں رہائش پذیر تھے۔ اسی شام انہیں احمد طاہر کی طرف سے دادی ماں کی خواہش کی بابت علم ہوا تھا سب کی مشترکہ رائے تھی کہ غیر یقینی حالات کے پیش نظر دادی ماں کے لیے جتنی خوشیاں بھی فراہم کی جاسکیں کم ہیں۔ احمد حسان نے ایک ہفتے مزید نہ آسکنے کے لیے معذرت کی تھی وہ اپنے کام کو ادھورا چھوڑنے کے موڈ میں نہیں تھے ان کا آئی ڈی کارڈ ابھی تک بن کر نہ آیا تھا اور فائل میٹرز ابھی تک پینڈنگ میں تھے۔

انتہائی بے فکری سے انہوں نے احمد طاہر کو اپنے نکاح کا ولی مقرر کرکے نکاح کی اجازت دے دی تھی اور آج وہ اس سوچ سے حظ اٹھا رہے تھے کہ بعد از نکاح کے جب وہ آبرو کے روبرو ہوں گے تو اس کے شرمگیں تل کی کیا حالت ہوگی۔ وہ اسے جی بھر کے دیکھ پائیں گے کہ نہیں وہ اس کا نام اپنے لبوں سے ادا کریں گے تو وہ روح نگین ان کے سامنے ٹھہر پائے گی کہ نہیں۔

❁......❁......❁

احمد حسان ایک ماہ بعد واپس لوٹے تو محسن علی اور اماں بھی اہل خانہ کے ساتھ ان کے منتظر تھے محسن علی اور احمد حسان کافی دیر تک منصوبے کے معاملات پر بات چیت کرتے رہے تھے بعد ازیں ان کے روانہ ہونے کے احمد حسان اپنے کمرہ میں آئے تھے۔ محسن علی کو گھر پہنچنے میں کچھ وقت لگنا اور وہ موبائل گھر چھوڑ آئے تھے احمد حسان نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آبرو کو کال کی تھی۔ آبرو نے احمد حسان کا نام دیکھتے ہی موبائل آرزو کو تھمایا اور خود کمرہ بند ہوگئی تھی۔ اس نے وفا کے رستے میں چھینا جھپٹی نہیں خودداری کو اپنا شعار بنایا تھا آرزو احمد حسان کا نام دیکھتے ہی بار حیا سے سرخ ہوگئی تھی۔ اسے اجنبی سے بات کرنا نہیں آتا تھا تو آج جانا تھا کہ وہ بہت اپنے سے بھی بات کرنے سے قاصر تھی اس نے کانپتے ہاتھوں سے او کے کا بٹن پش کیا مگر تب تک احمد حسان کال کاٹ چکے تھے بلکہ ان سے موبائل چھین لیا گیا تھا۔ کزنز اور دوستوں نے ہلہ بول کر احمد حسان

کی سازش ناکام بنادی تھی‘ خوب موج مستی ہوئی تھی انہیں چھیڑا ہی نہیں رگیدا گیا تھا وہ شوخیوں کے سیر حاصل جواب دیتے بے حد شاداں و فرحاں دکھائی دیتے تھے مگر ان کا موبائل سرچ کرتے اشعر کے ماتھے کے بل گہرے ہوئے تھے وہ سب کی موجودگی میں کچھ بولا نہیں تھا مگر گہری نگاہوں سے احمد حسان کو تکتا رہا تھا۔

"کیا بات ہے تم کچھ کہنا چاہ رہے ہو؟" اشعر کی پُرسوچ نگاہیں احمد حسان سے پوشیدہ نہ رہ پائی تھیں سب کے یکے بعد دیگر جانے پر احمد حسان نے اشعر کو مخاطب کیا۔

"تمہارے موبائل کے میسجز نظر سے گزرے‘ تمہیں لکھنے میں کچھ غلطی ہوئی ہے۔" اشعر نے موبائل ڈراف میں آبرو کے نام کے سندیسوں کو دیکھ کر تعجب سے کہا۔

"اچھا تو تم مجھے میسج لکھنا سکھادو میں اناڑی ہوں اس معاملے میں۔" احمد حسان نے اس کی بات چٹکلوں میں اڑائی۔

"میسج لکھنے میں تم اناڑی ہو سکتے ہو مگر نام مینشن کرنے میں اتنی بے احتیاطی سمجھ میں نہیں آئی؟" اشعر شدید الجھن میں دکھائی دے رہا تھا اور بار بار اسے اور موبائل پر لکھے نام کو دیکھتا۔

"بے پر کی ہانک رہے ہو یار....." احمد حسان اس کی بات کا مفہوم نہ پاکر جھنجھلایا۔

"احمد حسان تم نے "آرزو" کے بجائے غلطی سے "آبرو" نام لکھ دیا ہے۔" اشعر کے وضاحت دینے پر احمد حسان چونکا..... آرزو کا یہاں کیا ذکر؟ جبکہ وہ اس کے دل و دماغ کے کسی خانے میں تھی ہی نہیں۔

"اشعر مجھے "آبرو" کے نام کے سبھی حقوق حاصل ہیں۔" احمد حسان نے جتلا کر کہا..... وہ اس کی گفتگو نے ناخوش دکھائی دیتا تھا۔

"نہیں تمہیں "آبرو" سے کیا واسطہ؟ تمہارا تعلق تو آرزو سے جڑا ہے۔" اشعر کی بات تھی کہ کوئی طوفان آ گیا‘ احمد حسان کو لگا اس کے قدموں تلے زمین کھسک گئی ہو وہ کئی فٹ کی بلندی سے گرنے والی کیفیت سے گزر رہا تھا۔

❁.....❁.....❁

"بابا جان آپ لوگ اتنی بڑی غفلت کیسے کرسکتے ہیں؟" احمد حسان کے رنج و برہمی کی کوئی حد نہیں تھی وہ غصے کی بلندیوں پر تھے اتنا کچھ غلط ہوجائے گا ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔

"ہم نے کیا غلط کیا بیٹا.....؟ تم نے کہا محسن علی کی بیٹی‘ اس کی دو بیٹیاں تھیں تم نے کسی کا نام نہیں لیا۔ تمہاری دادی ماں نے تم سے بات کی‘ تم نے کہا جو انہیں پسند ہے وہی تمہیں بھی ہے اور دادی ماں ہمیشہ سے آرزو کی آرزومند رہی تھیں اشعر اور عتیق سے تم نے کہا کہ تم حلوہ پوری پکانے والے ہاتھ اپنانا چاہتے ہو‘ گھر کی ہر خاص و عام محفل میں ہمیشہ آرزو نے ہی حلوہ پوری سے سب کی تواضع کی.....ہم سب کی اولین ترجیح آرزو رہی تھی لیکن اس کے باوجود تم ایک بار "آبرو" کا نام لے لیتے تو ہمیں اس میں بھی کوئی اعتراض نہ ہوتا۔" احمد طاہر‘ احمد حسان کے مسلسل چلانے اور ہر بات کا ملبہ ان پر ڈالنے سے سخت چڑ گئے تھے وہ یہ بات تفصیلاً کئی بار بتا چکے تھے ایک ہی بات دہرا دہرا کے اب تو جیسے حفظ ہوچکی تھی۔

"میں نے نام لینا ضروری خیال نہیں کیا کیونکہ....."

"اور اسی غیر ضروری خیال نے تمہیں یہ دن دکھایا ہے اور شکوہ کرتے ہو ہم سے۔" احمد طاہر نے احمد حسان کی بات کاٹ کر سختی سے مکمل کی اور بے حد خفگی کا اظہار کیا‘ دو دن ہوچکے تھے اس بحث و تمہید کو اب تک احمد حسان نہ ان کو سمجھا پارہے تھے اور نہ ہی خود کچھ سمجھنے کو تیار تھے حتیٰ کہ وہ اس بات کی اہمیت سے بھی انکاری تھے کہ نکاح کوئی بچوں کا کھیل نہیں ہے۔

"احمد حسان یہ ٹھیک ہے کہ وہ نہیں ہوا جو تم چاہتے تھے مگر بیٹا جو ہوچکا ہے وہ برا نہیں ہے ہم سب کی رضا و خوشی اس میں شامل ہے۔ یہ اماں جی کے لیے حیات بخش رشتہ ثابت ہوا ہے‘ اسے تسلیم کرلو۔" چاچا جان بھی رسانیت سے اسے سمجھانے کی کوشش میں تھے تقریباً سبھی بڑوں کے

درمیان یہ بات گردش کررہی تھی سوائے محسن علی اور بھی چاہتے تھے کہ بات محسن علی تک پہنچنے سے قبل گھر میں ہی دفن ہوجائے اور احمد حسان تقدیر کے لکھے کو قبول کرلے۔

''لیکن میری خوشی و مرضی آپ لوگوں کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتی اگر سب کچھ آپ سب نے خود ہی ارینج کرنا تھا تو مجھ سے میری رائے معلوم ہی کیوں کی؟'' احمد حسان کو متفق کرنا تو دور کی بات وہ تو اسے مطمئن بھی نہیں کرپارہے تھے۔

''تم پھر وہی بات دہرا رہے ہو جس کا جواب میں کئی سو مرتبہ دے چکا ہوں' بس اب ضد چھوڑو اور جو ہوا ہے اسے تسلیم کرلو۔'' احمد طاہر کے لہجے کی سختی بڑھتی جارہی تھی ایسے ہی جیسے احمد حسان کی ہٹ دھرمی کا گراف بڑھ رہا تھا' بحث برائے بحث تھی کوئی حل طلب سرا دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

''کیسے تسلیم کرلوں بابا جان...... میرا دل و دماغ کوئی موم کا تو نہیں ہے کہ کسی بھی سانچے میں ڈھال دوں میں نے خود کو ہر طرح سے پرکھا...... اپنے آپ کی چھان بین کی پھر آپ سے اپنی خواہش کا اظہار کیا تھا' غلطی ہوئی غفلت ہوئی جو کچھ بھی تھا۔ ہم کوئی گائے بھینس ہیں کہ جس رستے پر چڑھا دیا بس چلتے جانا ہے' بابا جان ہم اپنی غلطی کو سدھار بھی تو سکتے ہیں۔'' احمد حسان اپنے موقف کی وضاحت کرتے انتہائی جذباتی ہوگیا تھا وہ ملن کے خواب دیکھ رہا تھا مگر اس حقیقت نے اسے سخت اذیت میں مبتلا کردیا تھا۔

''میرا بچہ اب یہ محض غلطی نہیں ایک رشتہ ہے' اٹوٹ اور مضبوط بندھن' دو خاندانوں کے درمیان ایک عہد ہے' سدھارنے کی گنجائش نہیں ہے۔'' ماما اس کے مضطرب وجود کے پاس چلی آئیں اور اس کا چہرہ ہاتھوں میں لے کر پیار سے کہا۔

''بندھن تو تب بنے گا جب میری خوشی شامل ہو' میں خوش نہیں ہوں ماما...... مجھے میری چاہت چاہیے اگر یہ رشتہ غلط نہیں تو بے مول میری چاہت بھی نہیں ہے کہ جسے سمجھوتے کی نذر کردوں پلیز اس معاملے کو حل کرنے کے بارے میں سوچیں۔'' احمد حسان نے ماما کے دونوں ہاتھ تھام کر التجا کی اس کا اضطراب بے بسی کی حد تک اس پر مسلط تھا' اپنے والدین کا واحد چشم و چراغ' معاشرے میں ان کے لیے ہمیشہ باعث فخر فرزند ہو کر اس نے حیات میں جو چاہا وہ پایا تھا مگر بساط دل پر مات کے خوف میں مبتلا نظر آتا ماں باپ کا دل کٹ رہا تھا مگر کوئی راہ دکھائی نہ دیتی تھی۔

''کیسے حل کریں یہ کوئی منگنی تو تھی نہیں کہ انگوٹھی اتار دیں' یہ نکاح ہے ایک مقدس فرض۔'' پھوپو نے اسے نزاکت وقت سے آگاہ کیا' جس کی طرف وہ توجہ دے ہی نہیں رہا تھا ان سب کے پاس واحد دلیل نکاح تھا تو احمد حسان کی دلیل اس کی چاہت تھی۔

''گر فرض قضا کیے جاسکتے ہیں پھوپو تو نکاح بھی ختم کیا جاسکتا ہے۔'' احمد حسان کی بات دھماکے کی طرح سے سب کی سماعتوں کو اڑا گئی تھی جس نکاح کو وہ ایک مضبوط گٹھ جوڑ سمجھ رہے تھے اسے احمد حسان نے معمولی گرہ سے زیادہ اہمیت نہیں دی تھی ایک دل دہلاتی خاموشی چھا گئی تھی۔

❁......❁......❁
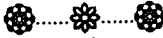
آبرو سے بات ہونے کی موہوم امید کے ساتھ اس نے رات گئے محسن علی کے سیل پر کال کی تھی اس کے دماغ میں آبرو کے چند جملے تازیانے کی طرح برس رہے تھے۔ سچ کہا تھا اس نے احمد حسان کو جاگتے میں آنکھیں بند کرنے کی عادت نے رسوا کردیا تھا گھر میں سب نے اس کی بات پر انتہائی سخت ردعمل دیا تھا بلکہ تقریباً اس سے قطع تعلق کرلیا تھا تاکہ وہ اپنی سفاک سوچ میں تبدیلی لاسکے وہ خود کو بہت تنہا محسوس کررہا تھا آبرو کے سامنے اپنی کوتاہی کا اعتراف کرکے دلاسے کے چند بول چاہتا تھا۔

''ہیلو بیٹا سب خیر تو ہے۔'' محسن علی نے فکر مندی سے پوچھا' دادی ماں کی علالت کی وجہ سے ایک دھڑکا تو بہر حال رہتا ہی تھا اور پھر رات کو آنے والے فون تو ویسے بھی دل دھڑکا دیتے ہیں۔

''جی چاچا جان سب ٹھیک ہے وہ میں آپ کو خبر دینا چاہتا تھا کہ ہمیں اپنے اسکول منصوبے کے لیے اجازت مل گئی ہیں۔'' احمد حسان نے عجلت میں بات بنائی' اب کال

کرنے کا کوئی مقصد تو بیان کرنا ہی تھا۔

"اچھا بہت مبارک ہو دن میں آؤ ہم آگے کے بارے میں بات کرتے ہیں۔" محسن علی نے بزنس میں احمد حسان کی انتہائی دلچسپی پر بے حد متاثر ہو کر کہا۔

"اچھا وہ...... چچی جان کی طبیعت ٹھیک ہے؟" احمد حسان کے لیے بات بڑھانا انتہائی دشوار ہو گیا تھا یک دم سے کال بند بھی تو نہیں کی جاسکتی تھی۔

"نہیں بیٹا آج کچھ گھبراہٹ محسوس کر رہی ہیں میں اور بچیاں اسی کے لیے جاگ رہے تھے' لو تمہاری بات کراتا ہوں۔ آبرو اماں کو فون دینا' احمد حسان ہے۔" احمد حسان کی تو امید بر آئی اماں کی خرابی صحت تو اس کے لیے خوش قسمتی ثابت ہوئی تھی آبرو نے موبائل ہاتھ میں تھاما' جس میں سے احمد حسان کی پکار صاف سنائی دے رہی تھی۔

"آبرو مجھے تم سے بات کرنی ہے۔" احمد حسان اسے متوجہ کرنے کے لیے اس جملے کی تکرار کر رہا تھا مگر اس کی طرف خاموشی تھی' چند لمحوں بعد اس کی آواز سنائی دی۔

"آرزو "تمہارے" ان کا فون ہے۔" آبرو نے "تمہارے" پر خاص زور دے کر جانے کیا کیا جتلا کر فون آرزو کو تھما دیا تھا جو سراسیمگی سے اسے دیکھ رہی تھی' اماں اس کی گود میں سر رکھے سو گئی تھیں ایسے میں احمد حسان سے بات کرنا اس کی تو ویسے بھی جان جاتی تھی اس نے ہمت جمع کر کے ہیلو کہا مگر ڈسکنٹ فون نے اس کی سانسوں کی ردھم بھی بدل دی تھی۔ احمد حسان نے خود ہی کال بند کر دی تھی آرزو نے سادگی سے ہمیشہ کی طرح اسے بھی اتفاق سمجھ کر موبائل ایک طرف رکھ دیا تھا۔

دوسری طرف احمد حسان اچھی طرح جان چکے تھے کہ آبرو ان کی طرح اس رشتے کو غلطی سمجھ کر اگنور کرنے والی نہیں' اس تک رسائی سہل نہیں رہی تھی تو اس کے دل تک پہنچنا خواب و خیال کی سی بات لگنے لگی تھی' صدیوں کے فاصلے کیسے ختم ہوں گے وہ سوچ میں ڈوب گئے تھے۔

❀......❀......❀

"دادی ماں آپ تو میرے لیے پھول لانے گئی تھیں یہ کیا کہ میرا دامن خار خار کر دیا۔" احمد حسان ہسپتال سے دادی ماں کو گھر لے آئے اور رنجیدگی کے عالم میں ان سے لپٹ کر شکوہ کرنے لگے بہر حال انہوں نے دادی ماں پر ضرورت سے زیادہ اعتبار تو کیا تھا۔

"ہائے ایسا نہ کہہ میرا بچہ وہ پھول سی بچی تجھے خار نظر آتی ہے وہ تو گنوں کا گلدستہ ہے۔" دادی ماں کی آرزو میں دلچسپی کسی سے ڈھکی چھپی نہ تھی' انجان تھا تو وہ صرف احمد حسان ہی' اس کی شکایت پر دادی ماں نے اس کی پیشانی پر بوسہ لیتے ہوئے پیار بھری ڈانٹ سے کہا۔

"دادی ماں مجھے اس گلدستے سے دلچسپی نہیں مجھے وہ ایک پھول لا دیں' جس کا چمن میرا دل ہے۔" احمد حسان کو عشق نے انتہائی عاجز کر دیا تھا' محبوب سے بچھڑنے کا خوف سولی پر نکلنے کے مترادف تھا۔

"تو میرا اتنا پڑھا لکھا' اتنا سمجھ دار بچہ ہے' تو ہم پر اعتبار کر کے دیکھ تو سہی' آرزو تیرے اندر نئی آرزوئیں جگا دے گی' تجھے زندگی میں فردوس کی سیر کرائے گی۔" دادی ماں اس کے پژمردہ وجود میں نئی امنگیں پیدا کرنے کے لیے اسے لالچ دے رہی تھیں جیسے بچوں کو لالی پاپ دکھا کر بہلایا جاتا ہے۔

"آرزو...... آرزو یہ نام میرے لیے زہر ہے۔" احمد حسان یک دم ہتھے سے اکھڑ کر بدتمیزی سے چلا اٹھے تھے دادی ماں اپنے لاڈلے کو حیرت سے دیکھ رہی تھیں۔

"مجھے اس آرزو نامی بلا سے کوئی سروکار نہیں' مجھے آبرو چاہیے بس۔" احمد حسان روانی و جوش سے کہتا یک دم ساکت ہوا' اس کی ہیجانی کیفیت پر پریشان دادی ماں اور ماما نے اس کے بُت بنے وجود سے نظر ہٹا کر اس کی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھا تو گویا سبھی کو سانپ سونگھ گیا تھا دروازے پر محسن علی غضب کی تصویر بنے کھڑے تھے۔

❀......❀......❀

احمد طاہر کے گھر میں سوگوار سی خاموشی چھائی ہوئی تھی' ہر نفس مضطرب تھا اور حالات کی نئی کروٹ کا منتظر بھی' دادی ماں کی سبھی اولادیں موجود تھیں صورت حال ایسی تھی

کہ کوئی فرد بھی خود کو علیحدہ نہیں رکھ سکتا تھا۔ محسن علی احمد طاہر کے ساتھ ہی ایک صوفے پر متفکرانہ براجمان تھے تو عین ان کے سامنے تخت پر دادی ماں کے ساتھ احمد حسان بیٹھے تھے ہر ایک کی نگاہ ان پر مرکوز تھی۔ محسن علی دادی ماں کی عیادت کے لیے آئے تھے جب ان کے کانوں نے احمد حسان کے منہ سے آبرو کا نام سنا تھا باقی بات دادی ماں انہیں بتا چکی تھیں اور اس دوران احمد حسان نے غیر معمولی خاموشی دکھائی تھی۔ محسن علی نے اب تک کسی واضح ردعمل کا اظہار نہ کیا تھا سوائے اس کے کہ وہ جب سے آئے تھے انتہائی خاموش اور غم و غصے کو اپنے اندر دبائے دکھائی دے رہے تھے۔

''محسن علی ہم عقل کے اندھوں سے غلطی ہوچکی ہے۔'' احمد طاہر نے بلآخر بات کو آر پار کرنے کا فیصلہ کیا اور بات کا آغاز ندامت کے اظہار سے کیا۔

''اسے بار بار غلطی قرار دینے کے بجائے قسمت کا فیصلہ سمجھ کر قبول بھی کیا جاسکتا ہے۔'' محسن علی نے وہی بات کی جواب تک ہر فرد احمد حسان سے کہہ چکا تھا۔

''یہ بات کہنے میں آسان ہے مگر ایسا کرنا مشکل ہے۔'' احمد حسان نے تیکھے چتونوں سے اکڑ کر کہا وہ سمجھنے کی ہر حد پار کر رہا تھا۔

''یہ صرف بات نہیں احمد حسان ایک رشتہ ہے جو تم نے میری آرزو سے جوڑا ہے۔'' محسن علی اس کی اکڑ پر یک دم ہتھے سے اکھڑے اور بلند آواز میں جتایا۔

''محسن علی تمہاری بات دل سے تسلیم ہے لیکن احمد حسان نوعمر نا سمجھ نہیں کہ ہم اسے آسانی سے ہمنوا کرلیں وہ سمجھدار اور جہاندیدہ شخص ہے اس کی بات کو سمجھنے کی کوشش تو کی جاسکتی ہے۔'' بات کو غلط رخ پر جاتا دیکھ کر احمد طاہر نے فوراً دخل اندازی کرکے رسانیت سے مطلب واضح کیا اگرچہ وہ اب تک احمد حسان کی ہر طرح مخالفت کرتے رہے تھے مگر اس وقت وہ اپنی اکلوتی اولاد کی خوشی کی خاطر اس کا ساتھ دے رہے تھے وہ مزید گڑبڑ ہونے سے روکنا چاہتے تھے۔

''تمہارا بیٹا نا سمجھ نہیں تو میری آرزو بھی پتھر کی بنی ہوئی نہیں ہے اس سارے کھیلے میں میری معصوم بچی کا قصور بتلاؤ اپنے بیٹے کی بات سمجھتے ہو لیکن میری بیٹی کے جذبات کا کچھ خیال نہیں۔'' محسن علی حد سے زیادہ جذباتی ہوچکے تھے ان کی آنکھوں میں نمی صاف محسوس کی جاسکتی تھی۔

''محسن ہم سنگ دل نہیں ہیں' یہ درد اگر ہم محسوس نہ کررہے ہوتے تو بات کہاں سے کہاں پہنچ چکی ہوتی؟'' چچا جان نے جس آبدیدگی سے کہا اس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ محض لفاظی نہیں کررہے تھے ہر ایک کا دل بوجھل تھا مگر احمد حسان کے چہرے کے تناؤ میں کمی وارد نہ ہوئی تھی۔

''چچا جان آپ غلط رخ پر سوچ رہے ہیں یہ زیادتی نہیں ہے صرف غلط کو صحیح کرنے کی کاوش ہے' مجھے آبرو کو اپنانا ہے آرزو جس طرح اب تک تھی ویسے ہی آپ کے زیر سایہ رہے گی لیکن مجھے میری چاہت سونپ دیجیے۔'' احمد حسان نے انتہائی سفاکی سے وہ حل پیش کیا جسے کہنا تو دور سوچنے سے بھی سبھی کترا رہے تھے۔

''احمد حسان آرزو تمہاری بیوی ہے مجھ سے زیادہ تمہارا اس پر حق ہے اس لیے میں اس کے بارے میں بات کرنے سے تمہیں نہیں روکتا لیکن میری آبرو کا نام اپنی زبان پر لانے کا تمہیں کوئی حق نہیں۔'' محسن علی تنبیہہ کرتے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے' ان کا غضب ماحول کا رخ بدل گیا تھا سب ہی اٹھ کران کے پاس چلے آئے تھے۔

''حق ہی تو مانگ رہا ہوں آپ سے اسی بند کمرے میں جہاں یہ حق مجھ سے چھن گیا' وہاں مجھے ہر حق لوٹا دیجیے۔'' احمد حسان آر پار والی چوئشن پیدا کرچکے تھے روز روز کے مباحثوں سے تنگ آکر انہوں نے دوٹوک انداز میں اپنا مطمع نظر بیان کردیا تھا۔

''حق ہے یا کوئی کھلونا' تم مانگو اور تمہارے چاہنے والے دے دیں' میری بچیاں مٹی کی مورتیاں ہیں کہ ایک کے بجائے دوسری دے دوں۔ تم پتھر کے انسان ہو تمہیں ذرا احساس نہیں کہ تم میرے اور میری معصوم بچی کے سینے میں خنجر گھونپ رہے ہو۔'' محسن علی کا ضبط مکمل طور پر جواب

دے گیا تھا سب انہیں مشکل سے سنبھال رہے تھے وگرنہ وہ احمد حسان کا گریبان پکڑنے کے درپے تھے۔

"چچا جی آپ مجھ پر زبردستی اپنی مرضی نافذ نہیں کرسکتے اگر آپ کی بچی میرے ساتھ خوش نہیں رہ پائے گی تو کیا آپ کو اچھا لگے گا' تب آپ کے دل کو ٹھیس نہیں پہنچے گی اس کے برعکس میں آپ کو حلفاً کہتا ہوں آبرو میرے دل پر راج کرے گی اور......"

"چپ کر احمد حسان...... کیا اناپ شناپ بولے جارہا ہے۔" دادی ماں نے احمد حسان کے نڈر پن پر اس کے بازو کو کف سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا' وہ صرف اپنے دل کی سن اور کہہ رہا تھا اسے معاملے کی نزاکت کا کچھ اندازہ نہ تھا وہ ایک باپ کی اذیت اور جذبات کو سمجھنے کے بجائے بے رحمی سے تاویلیں دے رہا تھا کوئی اسے روک رہا تھا لیکن سے قطعاً پروا نہ تھی۔

"تُو نے تو اتنی کتابیں پڑھی ہیں میرا بچے' کیا تُو نے نہیں پڑھا کہ کسی کا دل توڑنا کتنا بڑا گناہ ہے؟ ایک بار تُو نے مجھے وہ بات پڑھ کر نہیں سنائی تھی کہ...... 'بندہ اپنے اللہ سے پھول طلب کررہا ہوتا ہے جبکہ اس کے رب نے اس کے نصیب میں گلدستہ لکھا ہوتا ہے۔' میرا بچہ ایک بار تقدیر کے لکھے کو اپنا کر تو دیکھ' کیا پتا تیرے لیے خوشیوں کے ٹوکرے پڑے ہوں اور تُو ایک خوشی کے لیے سب کو ٹھکرا رہا ہے' یہ ناشکری کرکے تُو کیسے سکھی رہے گا۔" دادی ماں نقاہت سے اسے سمجھا رہی تھیں' جس خوشی کی خاطر کاتب تقدیر سے چار دن زندگی کے مانگنے گئے تھے اس کی بھیانک صورت دیکھ کر وہ نہایت شکستہ و نڈھال نظر آرہی تھیں۔

"دادی ماں یہ کتابی باتیں ہیں یہ صرف اسے اچھی لگتی ہیں جس کا واسطہ نہ ہو جس کے دل پر لگی ہوا سے لفظ دلاسہ نہیں دیتے یہ سبق دل کی کتاب کا ہے اسے کاغذی شربت نہ پلائیں۔" احمد حسان کی جنونی کیفیت ان سب کو ہراساں کررہی تھی' وہ بات کو یہیں روک دینا چاہتے تھے مگر کیسے؟ احمد حسان کچھ سننے کو آمادہ ہی کب تھے' دوسری طرف محسن علی کی دگرگوں حالت الگ تشویش کا باعث تھی۔

"یہ دل کی بات ہے نہ کتاب کی یہ میرے بچیوں کے پندار نفس کی بات ہے' جس کا سودا میں نہیں کرسکتا۔" محسن علی نے بحث سمیٹ دی تھی' دوسرے معنوں میں احمد حسان کی ہر تجویز رد کردی گئی تھی۔ صورت حال واضح ہوچکی تھی احمد حسان آرزو کو اپناتے یا نہیں مگر وہ آبرو کو پانے کے راستوں پر گڑھے کھود چکے تھے اس سوچ نے اس کے اندر ہیجان پیدا کردیا تھا۔

"میری چاہت آپ کے نزدیک سودا ہے تو ٹھیک ہے اسی زبان میں بات کرلیتے ہیں اگر میری من پسند چیز مجھے دینے میں آپ کو تامل ہے تو آپ زبردستی میرے دامن میں وہ نہیں ڈال سکتے جو مجھے نہیں چاہیے۔" احمد حسان آپے سے باہر ہوچکے تھے' آبرو اور اس کے عارض کے تل سے محرومی نے اس کے اندر کیا کیا طوفان اٹھائے تھے' وہ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت تو کھو ہی چکے تھے صبر و لحاظ کو بھی دفن کر گئے تھے۔

"جس رشتے کا حوالہ دے کر آپ لوگ میری محبت کو تول رہے ہیں وہ رشتہ میرے نزدیک ایک طوق ہے جسے میں اپنے گلے سے اتار پھینکوں گا۔" احمد حسان کی بے حسی محسن علی پر تازیانے کی طرح لگی تھی احمد طاہر نے آگے بڑھ کر احمد حسان کو بری طرح سے جھنجھوڑا اور ہوش کے ناخن لینے کی تنبیہہ کی' تو دادی اماں کا کانپتا ہاتھ دل پر جارکا تھا۔

"ایسا نہ بول احمد حسان...... یہ وہ الفاظ ہیں جو باری تعالیٰ نے بے حد ناپسند فرمائے ہیں۔" چچا جان نے دہل کر کہا' ہر ایک ہی کچھ نہ کچھ کہہ رہا تھا مگر محسن علی خان خالی نگاہوں سے اس بے رحم کو تک رہے تھے جس کے ساتھ انتہائی محبت و مان کے ساتھ انہوں نے اپنی انمول گڑیا کا بندھن جوڑا تھا۔

"رب تعالیٰ نے منافقت کو بھی ناپسند کیا ہے چچا جان' میں منافقانہ زندگی بسر نہیں کرسکتا بنا دل کے خالی وجود کے ساتھ نہ خود خوش رہ پاؤں گا اور نہ کسی کو خوش رکھ سکوں گا۔ محبت کی کتاب میں منافقت کا نصاب تحریر نہ کریں۔" احمد

حسان پر جنون طاری تھا ان کے اندر صرف دل دھڑک رہا تھا باقی سب اعضاء تو کام کرنے کی صلاحیت کھو چکے تھے انہیں نہ کسی بے قصور کی تڑپ کی فکر تھی نہ کسی باپ کی آہ و زاری دکھائی دے رہی تھی نہ اپنوں کی نصیحتیں اثر انداز تھیں اور نہ آئندہ پیش آنے والے حادثات کا اندازہ تھا۔

"میں صاف لفظوں میں کہتا ہوں میں آبرو کو چاہتا ہوں آرزو کی چاہت کبھی تھی نہ ہے اور نہ ہی میں اس رشتے کو نبھانے کی خواہش رکھتا ہوں انجانے میں جو رشتہ آپ نے جوڑا میں اسے پورے ہوش وحواس کے ساتھ ختم کرتا ہوں۔" احمد حسان نے سفاک الفاظ ادا کرتے لمحہ بھر کی تاخیر نہ کی اس کی زبان لڑکھڑائی' نہ کسی کی التجا کام آئی سب کی کوششیں بے کار گئیں۔ مصالحت و سمجھوتے کے الفاظ مٹی میں رل گئے' نکاح رشتہ' بندھن جیسے مقدس لفظوں کی جذبوں کی کوئی وقعت نہ رہی۔ کسی کے کہنے کے لیے کچھ باقی نہ بچا' محسن علی شکستگی سے بے جان قدموں کو گھسیٹتے باہر کی طرف بڑھ رہے تھے تو خوشی کی آس میں سانس لیتی دادی ماں اپنی خواہش وآرزو کی دھجیاں بکھرتی دیکھ کر ایک طرف کو ڈھلک گئی تھیں۔

❀......❀......❀

ایمان و جاں نثار تیری اک نگاہ پر
تُو جانِ آرزو ہی تو ایمانِ آرزو

آرزو بچوں کے جانے کے بعد صحن کی صفائی کر رہی تھی ساتھ ہی گنگناتے اپنے سچے اور معطر جذبات کے پھول بکھیر رہی تھی' اماں تخت پر تسبیح لیے بیٹھی تھیں اور آبرو دال چنتی آرزو کے صبیح چہرے کی نظر اتار رہی تھی۔ اس نے احمد حسان کی طرح تمناؤں کی غلامی کرنے کے بجائے آبرو مندانہ وطیرہ اختیار کیا تھا اور تقدیر کے فاصلے کو صبر وشکر سے قبول کیا تھا۔ درد اٹھتا تھا اور بے حال بھی کرتا تھا مگر اپنوں کی خوشی اس زخم پر مرہم رکھ دیتی تھی انہیں گزر جانے والی قیامت کی کچھ خبر نہ تھی۔

دروازہ کھلا اور محسن علی غم کا بوجھ اٹھائے اندر داخل ہوئے' یہ وہ محسن علی تو نہ تھے جو کچھ دیر قبل ان کے پاس سے گئے تھے۔ وہ ان کے لڑکھڑاتے قدم دیکھ کر ٹھٹکی آگے بڑھ کر تھام نہ لیتی تو شاید وہ زمین بوس ہو جاتے یا شاید انہوں نے آرزو کو سہارا دیا تھا وہ اسے سینے سے لگائے درد سے بے حال دکھائی دیتے تھے۔ اماں اور آبرو بھی دوڑی چلی آئی تھیں کیا انہونی' ناگہانی آفت آئی تھی؟ ان کی سوچ یہیں تک تھی' قیامت ٹوٹ پڑنے کی طرف تو ان کا دور دور تک دھیان نہ تھا مگر محسن علی کے منہ سے نکلے الفاظ نے سبھی نفوس کو طوفانوں کی نظر کر دیا تھا۔

"احمد حسان نے آرزو سے رشتے کی ڈور کاٹ دی۔"

محسن علی چند لفظ بھی بمشکل ادا کر پائے تھے ان کو سہارا دیئے کھڑی آرزو پتھرائی آنکھوں سے انہیں تک رہی تھی' قدموں نے کھڑے رہنے سے انکار کر دیا تھا۔ وہ بے وزن ہو کر گر جاتی مگر اصل میں تھاما تو محسن علی نے اسے تھا وہ باپ کے مہربان سینے میں سر چھپائے بلک اٹھی کیا وجہ تھی؟ کیا خطا سرزد ہوئی تھی' کس جرم کی سزا ملی تھی' اسے کچھ بھی خبر نہ تھی اس کا شیشہ دل چکنا چور ہو گیا تھا اور بے وقعتی' ناقدری کے ناگ اسے ڈس رہے تھے' اماں سینہ کوبی کر رہی تھیں تو آبرو خود کو کوستی چوروں کی طرح کمرے میں بند ہو گئی تھی' اسے کسی نے کچھ نہیں کہا تھا اور کہنے کے لیے تھا بھی کیا مگر وہ خود کو یہ الزام دیتی سسک رہی تھی۔ اسی اذیت کو نہ دیکھنے کی خاطر اس نے خاموشی سے اپنی چاہت کو دفنا دیا تھا مگر احمد حسان میں اتنا ظرف نہ تھا۔

آنکھوں سے جوئے خون ہے رواں
دل ہے داغ دار وہ پشیمانِ آرزو تھی

❀......❀......❀

دادی ماں کے انتقال کو تین دن گزر گئے تھے گھر میں کئی طرح کی سوگواریت طاری تھی ایک سوگ تھا جو وہ دادی ماں کے چھوڑ جانے پر منا رہے تھے تو ایک روگ وہ جو احمد حسان کی جذباتیت خاندان بھر کو لگا گئی تھی' ہر ایک افسردہ تھا احمد طاہر' احمد حسان کی طرف دیکھنے سے بھی انکاری تھے۔ احمد حسان خود بھی ہر ایک سے گریزاں تھے انہیں اپنے کیے پر کوئی پریشانی نہیں تھی اپنی دانست میں انہوں نے دہری

زندگی گزارنے کے بجائے ایک برحق فیصلہ کیا تھا' وہ سمجھتے تھے ایک بار کا رونا زندگی بھر کے رونے سے بہتر تھا مگر وہ یہ بات دیگر اہل خانہ کے دماغوں میں ٹھونس نہیں سکتے تھے اس لیے انہوں نے سب سے قطع تعلق کو ترجیح دی تھی۔

"ماما پھر اپن عیب ہے...... کیا آپ بھی سب کی طرح مجھے غلط سمجھتی ہیں؟" احمد حسان نے کھانا لے کر آئی ماما کا ہاتھ تھام کر اپنے پاس بٹھایا' واحد وہی تھیں جو اس کے لیے اب بھی پہلے جیسی تھیں۔

"نہیں' لیکن اپنے لیے جینا زندگی نہیں' اپنے پیاروں کی خواہشات و فیصلوں کا احترام کرنا زندگی ہے۔" ماما نے بجھے لہجے میں اپنے ضدی بیٹے کے بال سنوار کر کہا انتہائی شوق و جوش سے کیا گیا رشتہ ریت کا گھروندا ثابت ہوا تھا جانے اتنے کمزور رشتے پر مضبوط خاندان کی بنیادیں کیسے رکھ دی جاتی ہیں؟

"خود کو مار کر جینا بھی تو کوئی زندگی نہیں خالی دل کے ساتھ سانس لینا اور خالی وجود کے ساتھ کسی کو اپنانا حیات کا بوجھ اٹھانے سے زیادہ کچھ نہیں آپ لوگ یہ بات کیوں نہیں سمجھتے کہ میں اپنے ساتھ اور آب سب کے ساتھ دھوکا نہیں کرسکتا تھا۔ آرزو کو اپنا نہیں سکتا تھا تو آبرو کو بھلا بھی نہیں سکتا تھا' اس لیے میں نے مستقیم راہ اپنائی' ماما یہ سب تکلیف دہ ضرور ہے مگر عقل مندی کا تقاضہ یہی تھا۔" احمد حسان ماما کے ہاتھ تھامے ان پر عیاں ہورہے تھے۔

"ان دونوں بہنوں کے نام اپنی زبان پر مت لاؤ بیٹا' یہ تمہیں زیب نہیں دیتا ایک کو تقدیر نے تم سے دور کیا تو ایک کو تم نے خود اپنے لیے حرام کردیا اب اس تذکرے سے اجتناب کرو۔" ماما نے اس کے لبوں پر ہاتھ رکھ کر اسے تنبیہہ کی اور نزاکت حالات سے آگاہ کیا۔

"لیکن ماما آبرو میری ہوتو سکتی ہے اگر......"

"احمد حسان......" ماما نے اس کی بات سختی سے رد کردی تھی وہ طیش میں آگئی تھیں۔

"یہ بات ناممکنات سے بھی آگے ہے' ایسی آس دل میں مت جگاؤ' جس گھر کی ایک بیٹی کو تم نا کردہ طلاق بھجوا چکے ہو اس گھر کی دوسری بیٹی تمہیں کون سونپے گا اس گھر میں جو قیامت تم برپا کرچکے ہو وہاں سے تم توقع کرتے ہو کہ تمہیں پھول بھیجے جائیں گے۔ آرزو ایک ماہ کے اندر سہاگن ہوکر مطلقہ ہوگئی' وہاں سے آبرو تمہارے نام کی مہندی لگا کر آئے گی' تمہیں قطعاً اندازہ نہیں کہ تم اپنی خواہش کے حصول کے سبھی دروازے بند کرچکے ہو پہلے اپنی بے پروائی سے اور پھر اپنی سنگ دلی سے۔" ماما نے ایسے ہی دوٹوک انداز میں اسے آئینہ حقیقت دکھایا جیسے واشگاف اور جلد بازی میں فیصلہ کرنے کی وہ ریت ڈال چکا تھا' یہی خوف احمد حسان کے دل میں پنپ رہا تھا جیسے ماما نے لفظوں کا پیرہن پہنایا تھا یہ وہ سچ تھا جس سے وہ نگاہیں چرا رہا تھا' اسی بناء پر ہر ایک اسے تقدیر کے فیصلے کو قبول کرنے کا مشورہ دے رہا تھا جسے سمجھنے کے بجائے اس نے جوتے کی نوک پر رکھا تھا۔

احمد حسان نے شکستگی سے مردہ ہاتھوں سے پاسپورٹ نکال کر ماں کے سامنے رکھا' وہ سوالیہ نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں۔

"ماما میں واپس جارہا ہوں نہیں جانتا ہمیشہ کے لیے یا کچھ وقت کے لیے مگر ماما میرا جانا ناگزیر ہے۔ خوشیاں لینے آیا تھا ماما پر برائی کے داغ لیے جارہا ہوں مجھے روکیے گا مت' اگر آپ چاہتی ہیں کہ آپ کا بیٹا مر مر کر نہ جیے تو یا مجھے وہ دیجیے جو میں چاہتا ہوں یا پھر وہ مان لیجیے جو میں کررہا ہوں۔" احمد حسان نے ماما کے کندھے پر سر ٹکایا' ماما کی خاموشی اس بات کی دلیل تھی کہ وہ اس کے فیصلے سے متفق تھیں۔

❁......❁......❁

احمد حسان واپس جارہے تھے شکستہ' رنجیدہ' پژمردہ علی الصبح ان کی فلائٹ تھی گھر کا ماحول اور زندگی حسب سابق تھی فضا کا بوجھل پن ختم ہونے کو تھا سب کچھ تبدیلی کے زیر اثر تھا اگر کوئی چنگاری سلگ رہی تھی تو وہ احمد حسان کا خانہ دل تھا۔ عشق کی بازی ہاری جاچکی تھی مگر نگاہیں بغاوت پر اکسا رہی تھیں' وحشی جذبوں کا اصرار بڑھتا جارہا تھا' وہ جانے سے

قبل ایک بار اس دشمن جاں کو دیکھنا چاہتا تھا اس عارض دلکش کے تل کو دیکھنا چاہتا تھا جس نے اس کی راتوں کو لطیف خوابوں سے روشناس کرایا تھا۔

کوئے یار میں قدم رکھنے کی وہ جسارت نہیں کرسکتا تھا مگر کوچۂ جاناں تک رسائی ممکن تھی وہ جانے سے قبل آخری شب کوچۂ یار میں بسر کرنے چل پڑا تھا' کئی گھنٹے اس در و دیوار کو تکتا رہا تھا جہاں اس کی جان حیات کی سانسیں مہکتی تھیں' اس کے قدموں کی دھول اڑتی تھی' اس کی آواز کے سُر بکھرتے تھے۔ احمد حسان کی امید لب دم تھی جب دریچہ سے روشنی چھلکی تھی' وہ دیدہ و دل بچھائے آنے والے کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے تڑپ رہا تھا کوئی آیا تھا کسی نے جاتے مسافر کا دیدار رخصت کیا تھا مگر وہ آنے والا احمد حسان کے سینے میں نیزہ بن کر پیوست ہوگیا تھا درد آگہی کی بے رحم لہر اٹھی تھی اور احمد حسان کے تن من کو خاکستر کرگئی تھی۔

❁......❁......❁

دریچہ پر ''آبرو'' نہیں ''آرزو'' آئی تھی ہاتھ میں تسبیح محبت لیے ہجر و نارسائی کا دکھ اٹھائے وہ اسے دیکھنے آئی تھی آخری بار اسے الوداع کرنے آئی تھی۔ احمد حسان کی طرح اس نے بھی اپنی نیندیں بیچ دی تھیں اس عشق کے عوض اور بدلے میں اسے نفرت کی سوغات ملی تھی وہ ایک نظر کی خیرات کی بھی حق دار نہ پائی تھی۔ احمد حسان پر سکتہ طاری تھا اس چہرے پر کیا تحریر تھی' جس نے اسے غرق آب کردیا تھا۔

آرزو نہیں جانتی تھی کہ احمد حسان واپس لوٹ رہا تھا اسے کچھ خبر نہ تھی کہ وہ کوچ کی آخری شب اس کوچہ میں بتائے گا وہ صرف اس بات سے واقف تھی کہ اس نے نماز عشق پڑھی تھی اس کی ہر رات اسی دریچے میں یونہی مجذوبیت میں گزرتی تھی' اس کی نگاہیں احمد حسان پر جمی تھیں اور احمد حسان کے اندر طوفان برپا ہوگیا تھا۔

گہری رات' اداسی کا سماں تھا' ستمگر خاموشی تھی' نیند سے بوجھل در و دیوار تھے' آخیر شب تھی اور سامنے جلتی آنکھیں تھیں کیا کچھ تحریر نہ تھا ان آنکھوں میں مگر آنسو نہ تھے نہ ہی شعلے تھے بس غم و یاس کا سمندر تھا اور دل شکن حکایتیں تھیں' چند سوال اور بہت سارے ٹوٹے خواب تھے۔ اس نے لمحہ بھر کے لیے بھی پلک نہیں جھپکی' نہ ہی لب وا کیے تھے مگر احمد حسان کو لگا آرزو کے ہاتھ اس کے گریبان کو چھو رہے ہوں' پشیمانی کے اژدھے اس کی گردن سے لپٹے تھے' اپنی چاہت کا نعرہ لگا کر اس نے کسی ناتواں کے خواب بیچ دیئے تھے کسی کی معصوم آرزوؤں کو خاک میں رول دیا تھا' ایک لمحہ کے لیے بھی نہ سوچا تھا کہ یہ محض ایک غلطی نہیں تھی' ایک بندھن تھا جو کسی نے پورے خلوص اور خوشیوں کی امید لیے جوڑا تھا۔ پتنگ کی ڈور کاٹتے وقت بھی لحظہ بھر کے لیے خیال ضرور آتا ہے کہ تنہا پتنگ ڈور کے لیے بغیر بے آسرا ہوجائے گی۔ احمد حسان نے تو دنیا کے سب سے مقدس اور مضبوط رشتے کی ڈور بنا سوچے کاٹ دی تھی۔ آرزو کے بے ضرر وجود کو بے اماں ہی نہیں کیا داغ دار بھی کردیا تھا۔ ایک نوائے مضمحل تھی جو آرزو کی خاموش نگاہوں نے سپرد فضا کی تھی اور ایک آہِ تاسف تھی جو احمد حسان کے سینے سے نکلی تھی' تقدیر نے اس کی گود میں وفا و حیا کا موتی ڈالا تھا جسے اس نے بے حسی سے دریا برد کردیا تھا اب پچھتاوؤں کی سلگتی راتیں تھیں اور احمد حسان کا لطف زیست سے محروم وجود تھا۔

محبوب کے کوچے کی آخری شب گزر گئی اور وہ تہی دامن لوٹ گیا تھا مگر تاب و سوز اس کا مقدر تھا نگاہوں کی پرستش نے اسے اپنا اسیر کرلیا تھا' پردیس کی بے کیف شامیں تھیں اور تہہ داماں آرزو' احمد حسان تھا دادی ماں نے سچ کہا تھا رب العزت نے اس کے لیے گلدستہ تیار کر رکھا تھا مگر اس نے ایک پھول کی خاطر نعمت خداوندی کو ٹھکرا دیا تھا۔

احمد حسان کبھی آبرو مند انہ تھا مگر آج وہ آرزو مند انہ ہے۔

ہومیو گائیڈ

ہومیو ڈاکٹر طلعت نظامی

ذیابیطس (Diabetes)

ہمارے ملک میں بے شمار لوگ ذیابیطس یا پیشاب میں شکر آنے کی بیماری میں مبتلا ہیں۔ کسی زمانے میں یہ ایک لاعلاج مرض سمجھا جاتا تھا جو مریض کی جان لے کر ہی چھوڑتا تھا لیکن آج مناسب اور بروقت علاج کی بدولت یہ بیماری اتنی مہلک شکل اختیار نہیں کرتی اگر پابندی کے ساتھ ادویہ اور پرہیز کو جاری رکھا جائے تو مرض قابو میں رہتا ہے اور مریض معمول کی زندگی گزار سکتا ہے۔

ذیابیطس کا مرض اگر ایک بار شروع ہوجائے تو مریض کو بہت زیادہ دوا، احتیاط اور پرہیز کی ضرورت رہتی ہے۔ ذیابیطس ایک پیچیدہ مرض ہے اسے عام بیماری سمجھ کر بے پروائی نہیں کرنی چاہیے۔ اس مرض میں جسم کے تمام اعضاء متاثر ہوتے ہیں جس میں خاص طور پر آنکھیں، دانت، جگر، گردے، دل، دماغ اور دوران خون کا نظام شامل ہے۔ ذیابیطس کے مریض کو اپنی جسمانی کمزوری سے پوری طرح واقف ہونا چاہیے تاکہ وہ علاج اور پرہیز میں بے پروائی نہ کرے۔

ذیابیطس کیا ہے؟

ذیابیطس کی دو اقسام ہیں

(ا) ذیابیطس میلے ٹس (Diabeted Mellitus)

(۲) ذیابیٹیز انسپڈس (Diabetes Insipidus)

Diabeted Mellitus:۔

ذیابیطس شکری یا ذیابیطس مار Diabetes Mellitus یہ دونوں لاطینی زبان کے الفاظ ہیں Diabetes کے لغوی معنی To Go Through یا (باہر نکل جانا) Mellitus کے لغوی معنی شہد Honey کے ہیں۔

عام طور پر ذیابیطس اس مرض کو کہتے ہیں جب جسم میں ایک بہت ضروری رطوبت یعنی "انسولین" کی کمی کی وجہ سے خون اور پیشاب میں شکر آنی شروع ہوجاتی ہے۔

انسولین کیا ہے؟

جسم میں شکر کس طرح بنتی ہے اور خون اور پیشاب میں اس کی زیادتی کیوں اور کس وجہ سے ہوتی ہے اسے جاننے کے لیے جسم اور غذا کے نظام کو سمجھنا ضروری ہے۔ انسانی جسم کی مثال ایک انجن سے دی جاسکتی ہے جس میں ایندھن کے جلنے سے قوت اور حرارت پیدا ہوتی ہے۔ جسم کو زندہ اور تندرست رکھنے کے لیے غذا کو ایندھن کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے جو غذا ہم کھاتے ہیں ان کے الگ الگ اجزاء ہیں جو جسم کی مختلف ضروریات پوری کرتے ہیں جن میں کاربوہائیڈریٹ، پروٹین، چکنائی، وٹامن اور نمکیات شامل ہیں۔

ذیابیطس ایک ایسا مرض ہے جس میں خون میں گلوکوز یا شکر کی مقدار غیر معمولی طور پر بڑھ جاتی ہے اور خاصی مقدار میں گلوکوز مریض کے پیشاب کے راستے باہر نکل جاتی ہے۔ خون میں گلوکوز کی نارمل مقدار 0.06 سے لے کر 0.12 فی صد ہوتی ہے اگر خون میں شکر کی مقدار 0.18 فی صد ہوجائے تو پیشاب کے ہمراہ شکر کا اخراج ہونے لگتا ہے۔

اسباب مرض

پینکریاز

لبلبہ کے اندرونی خلیات کا نام Islet Of Langerhans ہے یہ خلیات دو قسم کے ہارمونز خارج کرتے ہیں (ا) انسولین (Insoline) (۲) اور گلوکا گون (Glucagon)۔ انسولین خون میں شکر کی مقدار کو کم کرتی ہے اور گلوکا گون خون میں شکر کی مقدار کو بڑھاتا ہے اگر کسی وجہ سے انسولین کم مقدار میں بنے یا گلوکاگان زیادہ مقدار میں بنے تو دونوں صورتوں میں ذیابیطس شکری ہوجاتی ہے یہ خرابی لبلبہ کی سوزش، کینسر، چوٹ، پتھری یا انفیکشن کی وجہ سے ہوتی ہے۔

ہارمونز

کسی بھی خرابی کی وجہ سے جسم میں کسی ایسے ہارمونز کے افراز کی زیادتی ہوجائے جس کے اثر سے انسولین کا اثر زائل ہوجائے۔

انفیکشن

انفیکشن جو کہ اسٹیفیلو کوکس کی وجہ سے ہوتی ہے ذیابیطس شکری کا باعث بن سکتی ہے۔

چوٹ

دماغی چوٹ، جذباتی دباؤ اور صدمات بھی ذیابیطس شکری کا باعث بن سکتے ہیں۔

وراثت: ۔ موروثی مرض ہے۔

گروتھ ہارمون

گروتھ ہارمون کے زیادہ افراز سے ذیابیطس شکری ہوجاتی ہے۔

ایڈرنالین

ایڈرنالین ہارمون کی زیادتی انسولین کے اثر کو ضائع کررہی ہے لہٰذا جگر میں موجود گلائیکوجن، گلوکوز میں تبدیل ہوکر خون میں شامل ہوجاتی ہے اور اس طرح خون میں شکر کی مقدار نارمل سے بڑھ جاتی ہے۔

حمل

حمل کے دوران خارج ہونے والے ہارمونز انسولین کے اثر کو زائل کرکے خون میں شکر کی مقدار کو بڑھادیتے ہیں اس کے علاوہ تھائی رائیڈ گلینڈ کے ہارمون کی زیادتی بھی خون میں شکر کی مقدار کو بڑھانے کا باعث بنتے ہیں۔

یہ مرض بچپن میں نہیں ہوتا عموماً 25 یا 30 برس کی عمر کے بعد ہوا کرتا ہے مردوں کو بمقابلہ عورتوں کے یہ مرض زیادہ ہوتا ہے۔ کبھی یہ مرض موروثی بھی ہوتا ہے میٹھی اشیاء اور نشاستہ دار غذاؤں کا بکثرت

استعمال اور ورزش نہ کرنا یا ورزش کرنے کے بعد جب کہ جسم ابھی گرم ہی ہو یکایک ٹھنڈا پانی پی لینا۔ زیادہ شراب پینا' بہت زیادہ دماغی محنت کرنا' فکر وغم یا دیگر امراض کا ہونا مثلاً سر یا ریڑھ کے ستون میں یا شکم پر چوٹ لگنا البلبہ یعنی پنکریاز کا چھوٹا ہو جانا اس میں ناقص رطوبت کا پیدا ہونا کبھی کبھی معیادی بخار یا ملیریا بخار یا شدید نمونیا کے بعد بھی یہ مرض ہو جایا کرتا ہے۔

جب یہ مرض زیادہ میٹھا وغیرہ کھانے اور انتڑیوں میں فتور کی وجہ سے واقع ہو تو اس کو ذیابیطس معدی کہتے ہیں۔

جب جگر کی خرابی یعنی کھانے پینے میں بد پرہیزی یا شراب نوشی کی وجہ سے ہو تو اس کو ذیابیطس جگری کہتے ہیں۔

(۳) جب کثرت محنت دماغی یا سر یا ریڑھ وغیرہ پر صدمہ پہنچنے کی وجہ سے یہ مرض ہو تو اس کو ذیابیطس عصبی کہتے ہیں۔

بدقسمتی سے شروع بیماری میں اس مرض کی واضح علامات ظاہر نہیں ہوتیں مثلاً درد یا بخار وغیرہ اس لیے اکثر مرض کی پہچان میں دیر کردی جاتی ہے۔ شکر زیادہ آنے لگے تو عام طور پر مریض کو بہت زیادہ پیاس لگتی ہے' منہ خشک رہنے لگتا ہے' بھوک لگنے اور جلدی جلدی کھانا کھانے کے باوجود وزن گر جاتا ہے۔ کمزوری محسوس ہوتی ہے' پیشاب زیادہ مقدار میں اور جلدی جلدی آتا ہے اکثر رات کے وقت بھی پیشاب کے لیے اٹھنا پڑتا ہے اگر کھلی جگہ پیشاب کیا جائے تو مٹھاس کی وجہ سے اردگرد چیونٹیاں جمع ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ پورے جسم میں خارش شروع ہو سکتی ہے خاص طور پر بغلوں' پیشاب و پاخانہ کے مقامات پر ٹانگوں میں درد ہوتا ہے' پھوڑے پھنسیاں اور زخم جلدی ٹھیک نہیں ہوتے۔

اکثر تندرست لوگوں کو بھی پیاس کی زیادتی' تھکان یا زیادہ پیشاب آنے کی شکایات ہو جاتی ہیں لیکن اگر یہ شکایات زیادہ دنوں تک رہے تو پیشاب کا معائنہ ضرور کروالینا چاہیے تاکہ شکر کی موجودگی یا غیر موجودگی کا پتا چلایا جا سکے۔ ذرا سا بھی زخم ٹھیک ہونے میں نہیں آتا' جسم میں پانی کی کمی' جلد خشک' نبض تیز' خون کا دباؤ کم ہوگا۔ سانس سے فروٹ کی طرح کی خوشبو آتی ہے' پیشاب کے ٹیسٹ سے شکر کی موجودگی کنفرم ہو جاتی ہے۔

مرض ذیابیطس کی پانچ علامات خاص ہیں۔

(۱) پیشاب کا بار بار آنا اور مقدار میں زیادہ آنا۔

(۲) پیشاب میں شکر کا آنا۔

ذیابیطس سادہ

(Diabetes Insipidus Polyuria)

اس مرض میں پیشاب بہت آتا ہے لیکن وہ صاف اور بے رنگ ہوتا ہے اور اس کا وزن مخصوص بھی کم ہوتا ہے اور اس میں شکر یا البیومن نہیں ہوتی۔ پیاس شدت کی لگتی ہے جسم کی جلد خشک اور کھردری ہوتی ہے اور مریض کو جسمانی و دماغی کمزوری بہت محسوس ہوتی ہے۔

علاج و پرہیز

ذیابیطس کے مرض پر قابو پانے میں غذا کی بہت اہمیت ہے' چالیس سال سے اوپر کے مریض اکثر صرف کھانے پینے میں ہی احتیاط برت کر اپنی بیماری پر قابو پا سکتے ہیں۔ مریض کی عمر' حالت اور بیماری کی نوعیت دیکھ کر ڈاکٹر اس کے لیے دوا کی گولیاں یا انسولین کے ٹیکوں کی درست خوراک تجویز کردے گا۔ وہ مریض کو غذا سے متعلق پرہیز اور احتیاط کے بارے میں بھی بتائے گا' ڈاکٹر کی ہدایت پر پوری طرح عمل کرنا ضروری ہے' دوا یا ٹیکے لینے کے ساتھ ہر روز پیشاب کے معائنے یا ٹیسٹ کی بھی ضرورت ہوگی تاکہ دوا کی خوراکوں میں کمی بیشی کی جا سکے۔

اس مرض میں غذا کا مناسب انتظام ضروری ہے' میٹھی اور نشاستہ دار غذاؤں سے پرہیز لازمی ہے جب مرض زیادہ شدید نوعیت کا نہ ہو تو غذا کا مناسب خیال رکھنے سے مریض کو فائدہ ہوتا ہے لیکن جب مرض کا حملہ شدید ہو تو نشاستہ دار غذا کو بالکل ترک دینا مناسب نہیں ہوتا کیونکہ مریض اس سے جلد ناتواں اور لاغر ہو جاتا ہے۔

مریض کو روٹی کم کھانی چاہیے البتہ موٹے آٹے کی روٹی یعنی چوکر والے آٹے کی روٹی گاہے بگاہے کھانی چاہیے' کبھی کبھی چاول کھانے چاہئیں۔

سبز ترکاریاں مفید ہیں' البتہ چقندر' شلغم' گاجر اور آلو وغیرہ کم کھانے چاہئیں۔ آلو بمعہ چھلکا گھی میں بھون کر کھا سکتے ہیں' ہر قسم کے نشے سے پرہیز ضروری ہے۔

علاج

یورینیم نائٹریکم:۔

اس مرض کی اعلیٰ دوا ہے اگر ذیابیطس کے ساتھ کھانسی اور پھیپھڑوں میں ٹی بی کے آثار بھی موجود ہوں تو یہ دوا بے حد کام آتی ہے۔

سائزی جیئم

اس دوائی کے دینے سے پیشاب میں شکر کا آنا بند ہو جاتا ہے۔

فاسفورک ایسڈ:۔

ذیابیطس عصبی کی یہ دوائی بہت اعلیٰ ہے جب غم' فکر' تردد کی وجہ سے یہ مرض لاحق ہوا ہو۔

آرنیکم:۔

جب مریض بہت کمزور اور پیاس بہ سخت لگتی ہو' بے چینی ہو' جسم جلتا ہو تو یہ دوائی نافع ہوتی ہے۔

پلم بو میٹ:۔

جب کہ قبض سخت ہو اور کمزوری بہت ہو جبکہ گردوں کے فعل میں نقص بھی ہو۔

اس کے علاوہ پوڈوفائلم' کاربالک ایسڈ' نیٹرم سلف' ارجنٹم میٹ اپنی اپنی علامات مخصوصہ میں کام آتی ہے۔

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

بیاض دل

میمونہ رومان

انا مریم......شادیوال گجرات

کوئی وعدہ نہیں پھر بھی انتظار تھا
دور ہونے پر بھی اپنے پیار پر اعتبار تھا
نہ جانے کیوں بے رخی کی اس نے ہم سے
کیا ہم سے بھی زیادہ کوئی اس کا طلب گار تھا

کرن شہزادی......مانسہرہ

آنکھوں میں رہا دل میں اتر کر نہیں دیکھا
کشتی کے مسافر نے سمندر نہیں دیکھا
پتھر مجھے کہتا ہے میرا چاہنے والا
میں موم ہوں اس نے مجھے چھو کر نہیں دیکھا

مشی خان......بھیر کنڈ، مانسہرہ

نہ تھی کوئی رنجشیں بس عادتوں میں تضاد تھا
اسے پسند تھیں شوخیاں ہمیں سادگی میں کمال تھا

طاہرہ منور علی بھٹی......کبیر والہ

میری زندگی کی کتاب کا ہے ورق ورق یوں سجا ہوا
سر ابتدا سر انتہا تیرا نام دل پہ لکھا ہوا

ثمرانہ فضل......پاک گیٹ ملتان

عنوان محبت پہ ہم بس اتنا ہی لکھ پائے
بہت کمزور رشتے تھے، بہت مضبوط لوگوں کے

محمد یاسر......لکومنڈی

کلی کی طرح بلند ہیں سب حوصلے میرے
کشتی بھنور میں ہے کردار تو نہیں

نوشین اقبال نوشی......گاؤں بدر مرجان

اب میرا عشق دھمالوں سے کہیں آگے ہے
اب ضروری ہے کہ میں وجد میں لاؤں تجھ کو
تو نہیں مانتا مٹی کا دھواں ہو جانا
تو ابھی رقص کروں ہو کے دکھاؤں تجھ کو

پرنسز انائیا......مانسہرہ

جب اعتبار اٹھ جائے تو کوئی اگر
قسم کھائے یا زہر فرق نہیں پڑتا

انعام زہرہ......ملتان

دل خوش فہم کی حالت پہ ہنسی آتی ہے
اس محبت کی جہالت پہ ہنسی آتی ہے
اس کی بے رخی سے بھی اسے چاہت کا گماں ہوتا ہے
دل کی اس درجہ وکالت پہ ہنسی آتی ہے

کوثر خالد......جڑانوالہ

اک بار کہو "نعت" سنانے لگ جائیں
شاید کہ گناہ جھڑنے جھڑانے لگ جائیں
پھر "عید میلاد" آئی پھر جشن خیرات آیا
نام آقا ﷺ کا لے لے کے کھلانے لگ جائیں

جاذبہ عباسی......مری

درد اتنا ہے کہ ہر رگ میں ہے
اک محشر سا برپا مگر
سکون کچھ ایسا کہ بس
مر جانے کو جی چاہتا ہے

ثناء رسول ہاشمی......صادق آباد

یہ پوچھ کہ کیوں جوگ لیا سبز رتوں میں
مجھ سے بھی فقیری کا گدائی کا سبب پوچھ
یہ دیکھ کہ سیلاب کا سرچشمہ کہاں ہے
آ، آنکھ میں دریا کی رسائی کا سبب پوچھ

اقرا لیاقت......حافظ آباد

یہ جو شکوے تم کو وطن سے ہیں یہ بجا سہی میرے دوستوں
مگر ایک بات نہ بھولنا، یہ تمہارا گھر ہے، ارم نہیں
میں خطاب کرتا ہوں روبرو، میری بات ہوئی ہے روبرو
میرے سامعین کی خیر ہو، مجھے احتیاج قلم نہیں

حنا رشید......لاہور

قدموں میں تھکن تھی، گھر بھی قریب تھا
پر کیا کریں کہ اب کے سفر ہی عجیب تھا
نکلے اگر تو چاند دریچے میں رک بھی جائے
اس شہر بے چراغ میں کس کا نصیب تھا

تانیہ انصاری......ڈسکہ
ہمیں یہ زعم کہ ہم حسن کے مصور ہیں
انہیں یہ ناز کہ تصویر تو ہماری ہے
اقراافضل رومان......حافظ آباد
صبح کے تخت نشین شام کے مجرم ٹھہرے
ہم نے پل بھر میں نصیبوں کو بدلتے دیکھا
تانیہ جہاں......ڈسکہ
کیا ملا ہم کو، یہ نہیں معلوم
واقعہ یہ ہے، جان ہاری ہے
اک دو پل نثار کیا کرتے
ان پہ قربان عمر ساری ہے
اینلا طالب......گوجرانوالہ
ہے تعلق تو ایک سادہ لفظ
پھر جو بھی ہے وہ نباہ میں ہے
کب سے میں نے پلک نہیں جھپکی
کوئی امجد میری نگاہ میں ہے
طیبہ سعید......گوجرانوالہ
بربادیوں کا جائزہ لینے کے واسطے
وہ پوچھتے ہیں حال میرا کبھی کبھی
ثمینہ رباب......ساہیوال
کل دھوپ کے میلے سے خریدے تھے کھلونے
جو موم کا پتلا تھا وہ گھر تک نہیں پہنچا
کبریٰ مہتاب رانا......بوسال سکھا
پیچھے بندھے ہیں ہاتھ مگر شرط ہے سفر
کس سے کہوں کہ پاؤں کا کانٹے نکال دے
بشریٰ جاوید بٹ......پدھراڑ
حساب عمر کا اتنا سا گوشوارہ ہے
تمہیں نکال کے دیکھا تو باقی سب خسارہ ہے
عائشہ پرویز......کراچی
جاں بہ لب ہیں مگر اک حرف تسلی کے لیے
زندگی ہم تیری دہلیز پہ آ بیٹھے ہیں
سمیہ کنول......بھیر کنڈ

وفا کی جنگ مت لڑنا یہ بیکار جاتی ہے
زمانہ جیت جاتا ہے محبت ہار جاتی ہے
ہمارا تذکرہ چھوڑو ہم ایسے لوگ ہیں
جنہیں موت کچھ نہیں کہتی تنہائی مار جاتی ہے
شبنم حنیف......لاہور
اے کاش کہ ہو جائے یہاں نور کی بارش
ایمان کے سینوں پہ بڑی گرد جمی ہے
سیدہ لوبا سجاد......کہروڑپکا
میں کیسے گفتگو سے غیر کو اپنا بناتا ہوں
یہاں آؤ، ادھر بیٹھو تمہیں جادو سکھاتا ہوں
نجم انجم اعوان......کراچی
ہم سے کیا جرم ہوا جس کی سزا پائی
میرے حصے میں اس شخص کی جدائی آئی
عابدہ مغل......بھیر کنڈ، مانسہرہ
بتاؤ ذرا کون سی بہار لے کر آیا جنوری
تم تو کہتے تھے بہت ویران ہے دسمبر
فائزہ بھٹی......پتوکی
کتنا رویا تھا میں تیری خاطر
اب جو سوچوں تو ہنسی آتی ہے
راؤ تہذیب حسین تہذیب......رحیم یار خان
کون سے دل سے بتاؤں حال دل؟
آئے دن اک زخم تازہ دل میں ہے
جس قدر مشکل میں، میں ہوں دوستو!
اس طرح بھی کیا کوئی مشکل میں ہے؟

biazdill@aanchal.com.pk

ڈش مقابلہ
طلعت آغاز

چائنیز چکن کوفتہ

اشیاء:۔

مرغی کا گوشت	ایک کلو
گھی	حسب ضرورت
پیاز	75 گرام
انڈے	تین عدد
ادرک	25 گرام
سویا ساس	دو کھانے کے چمچ
کارن فلور	تین چائے کے چمچ
اجینو موتو	آدھا کھانے کا چمچ
پسی ہوئی سیاہ مرچ	دو چائے کے چمچ

ترکیب:۔

پیاز چھیل کر کتر لیں اور پھر ادرک اور کٹی ہوئی پیاز کو سل پر باریک پیس لیں۔ مرغی کا گوشت صاف کر کے اس میں سے ہڈی نکال دیں اور اس گوشت کا قیمہ بنا لیں اس کے بعد ایک برتن میں قیمہ ڈال کر اس میں ادرک' پھینٹے ہوئے انڈے' سویا ساس' کارن فلور' اجینو موتو اور کالی مرچیں ڈال کر خوب اچھی طرح مکس کریں اس قیمے سے حسب ضرورت سائز میں کوفتے بنائیں اور تمام کوفتے بنا کر ایک بڑے یا کھلی بڑی پلیٹ میں رکھ لیں۔ اب ایک بڑے فرائی پین میں گھی گرم کریں' تیز آنچ رکھتے ہوئے اس میں کوفتے فرائی کریں اور سرخ ہونے پر احتیاط سے باہر نکالیں۔ کھلی ڈش یا برتن میں ڈال کر ٹماٹو کیچپ کے ساتھ پیش کریں۔

طلعت نظامی...... کراچی

چائنیز مصالحہ بینگن

اشیاء:۔

سفید والے بینگن	آدھا کلو
(ڈنٹھل سمیت ثابت بینگن میں کٹ لگا دیں)	
چاول کا آٹا	دو کھانے کے چمچ
کارن فلور	دو کھانے کے چمچ
سفید مرچ پاؤڈر	حسب ذائقہ
سیاہ مرچ پاؤڈر	حسب ذائقہ
انڈے (پھینٹ لیں)	دو عدد
نمک	حسب ذائقہ
چائنیز نمک	آدھا چائے کا چمچ
سویا ساس	ایک کھانے کا چمچ
چلی گارلک ساس	ایک کپ
تیل	حسب ضرورت
ہری مرچیں (بڑی)	دو عدد
(موٹے موٹے ٹکڑے کاٹ لیں)	
سرخ مرچ (کٹی ہوئی)	ایک کھانے کا چمچ
ہری پیاز (کٹی ہوئی)	آدھا کپ

ترکیب:۔

چاول کے آٹے میں ایک کھانے کا چمچ کارن فلور اور انڈے ڈال کر پھینٹ لیں' اس میں تھوڑا سا سیاہ مرچ پاؤڈر' نمک اور سفید مارچ پاؤڈر' نمک اور سفید مارچ پاؤڈر ڈال کر بیٹر بنا لیں۔ اب بینگن کو خشک کارن فلور میں لپیٹ کر تیار کیے ہوئے بیٹر میں ڈپ کر کے گرم تیل میں ڈال کر ڈیپ فرائی کر کے نکال لیں۔ ایک ساس پین میں چار کھانے کے چمچ گرم کر کے اس میں لہسن ڈال کر ساتے فرائی کریں۔ اب اس میں ہری پیاز ڈال کر چمچ چلائیں' اس کے بعد اس میں چلی گارک ساس' سویا ساس' چائنیز نمک' نمک' چلی ساس' کٹی ہوئی سرخ مرچ سفید پاؤڈر اور سیاہ مرچ پاؤڈر ڈال کر بھون لیں۔ اس میں فرائی کیے ہوئے بینگن شامل کر کے اچھی طرح مکس کر کے ہری مرچ ڈال کر دم پر رکھ کر چھوڑ دیں' آدھے گھنٹے بعد تھوڑا سا کارن فلور پانی میں حل کر کے بینگن میں شامل کر دیں' مزے دار چائنیز مصالحہ بینگن تیار ہیں۔

صبا ایشل...... بھاگووال

چائنیز چکن پی نٹ

اشیاء:۔

مرغی کا گوشت (بون لیس)	ایک کلو
ثابت سرخ مرچیں	چار عدد
پیاز	تین عدد
شملہ مرچیں	تین عدد
چینی	دو چائے کے چمچ

چائنیز نمک	ایک چائے کا چمچ
کارن فلور	تین چائے کے چمچ
کچی مونگ پھلی	تین چوتھائی کپ
سرکہ	ایک چائے کا چمچ
نمک	حسب ذائقہ
تیل	فرائنگ کے لیے
ادرک (باریک کٹی ہوئی)	تھوڑی سی
سویا ساس	ایک کھانے کا چمچ
انڈوں کی سفیدی	دو عدد

ترکیب:۔

مرغی کے گوشت کی بوٹیاں کر کے کانٹے سے گود لیں' پیاز کے چوکور ٹکڑے کاٹ لیں' شملہ مرچ کے بیج نکال دیں اور لمبائی میں کاٹ کر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرلیں۔ مرغی کے گوشت میں انڈوں کی سفیدی' نمک' دو چائے کے چمچ' کارن فلور اور چائنیز نمک ڈالیں۔ ایک چائے کا چمچ کارن فلور تھوڑے سے پانی میں گھول لیں اور گوشت پر لگا کر ہلکا ہلکا فرائی کریں' مونگ پھلی کو گرم تیل میں تل کر نکال لیں۔ اب فرائنگ پین میں تھوڑا سا تیل گرم کر کے اس میں ادرک اور چینی ڈال کر چمچ چلائیں۔ چینی کا رنگ گولڈن ہونے لگے تو سرخ ثابت مرچوں کے بیج نکال کر شامل کریں۔ اب اس میں شملہ مرچیں' سرکہ' سویا ساس ڈالیں اور پکنے دیں' اب تلی ہوئی مونگ پھلی شامل کردیں اور چکن کے فرائی پیس ڈال کر ہلکی آنچ پر پکائیں اس کے بعد ڈش میں نکال کر سرو کریں' مزے دار چائنیز چکن پی نٹ تیار ہے۔

ماوراطلعہ...... گجرات

ایگ میکرونی رائس

اشیاء:۔

میکرونی (ابال کر چھان لیں)	ایک پیکٹ
انڈے (ابال کر کیوب کاٹ لیں)	چار عدد
چاول (ابال لیں)	ایک پاؤ
شملہ مرچیں (باریک چوپ کرلیں)	دو عدد
اوریگانو	ایک کھانے کا چمچ
ٹماٹر (بیج نکال کر چوپ کرلیں)	دو عدد
سفید سرکہ	آدھا کپ
سفید مرچ پاؤڈر	ایک کھانے کا چمچ
نمک	حسب ذائقہ
تیل	حسب ضرورت

ترکیب:۔

کڑاہی میں تیل گرم کر کے اس میں شملہ مرچ' اوریگانو' ٹماٹر' سفید سرکہ' سفید مرچ پاؤڈر اور نمک ڈال کر دو منٹ تک فرائی کرلیں۔ میکرونی' چاول اور انڈے شامل کر کے مکس کردیں' سرونگ ڈش میں نکال کر گرم گرم سرو کریں۔

نزہت جبین ضیا.....کراچی

اسپیگھٹی میر میارا

اشیاء:۔

اسپیگھٹی (ابال لیں)	دوسو گرام
مرغی کا گوشت (لمبائی میں کاٹ لیں)	ایک پاؤ
مکھن	ایک کھانے کا چمچ
کارن فلور	دو کھانے کے چمچ
انڈا (پھینٹ لیں)	ایک عدد
ٹماٹر پیوری	ایک کھانے کا چمچ
مٹر (ابال لیں)	ایک چوتھائی کپ
گاجر (چوپ کرلیں)	ایک عدد
بند گوبھی (چوپ کی ہوئی)	آدھا کپ
شملہ مرچ (چوپ کرلیں)	ایک عدد
ہری پیاز (چوپ کرلیں)	ایک عدد
سفید مرچ پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچ
سیاہ مرچ پاؤڈر	ایک چوتھائی کا چمچ
چلی ساس	ایک کھانے کا چمچ
سویا ساس	دو کھانے کے چمچ
چائنیز نمک	آدھا چائے کا چمچ
تیل	حسب ضرورت
نمک	حسب ذائقہ

ترکیب:۔

گوشت دھو کر چھلنی میں خشک کرلیں' گوشت پر اچھی طرح کارن فلور' مکھن' نمک' چائنیز نمک اور سفید مرچ پاؤڈر لگا کر دس سے بیس منٹ کے لیے رکھ دیں۔ پین میں تیل گرم کر کے ایک اسٹرپ کو انڈے میں ڈپ کر کے فرائی کر کے ٹشو پیپر پر نکال لیں۔

علیحدہ پین میں تیل گرم کر کے اس میں ٹماٹو پیسٹ اور ٹماٹو پیوری ڈال کر دو منٹ پکائیں۔ مٹر' شملہ مرچ' گاجر' بند گوبھی' ہری پیاز' سفید مرچ پاؤڈر' سیاہ مرچ پاؤڈر' چائنیز نمک' نمک' اسپیگھٹی' فرائی کیے ہوئے اسٹرپس' سویا ساس اور چلی ساس ڈال کر دو سے تین منٹ پکائیں' ڈش میں نکال کر کیچپ کے ساتھ گرم گرم سرو کریں۔

عائشہ سلیم......کراچی

چکن کٹلس گارلک ساس

اشیاء:۔

چکن کا قیمہ	آدھا کلو
آلو	تین عدد
ادرک' لہسن پیسٹ	دو چائے کا چمچ
ثابت لال مرچ	چار عدد (کوٹ لیں)
ٹماٹر	ایک عدد

(پانی ڈال کر بلینڈ کر کے پیسٹ سا بنالیں)

نمک	حسب ذائقہ
ہری مرچیں	چار عدد
انڈا	ایک عدد
تیل	فرائی کرنے کے لیے
دہی	دو کپ
لہسن کے جوئے (کچل لیں)	سات عدد
کریم	ایک کھانے کا چمچ

ترکیب:۔

آلو ابال کر میش کریں' مرغی کے قیمے کو بھی گلالیں' مرغی کے قیمے میں آلو' ادرک' لہسن پیسٹ کوٹ کر لال مرچ' ٹماٹر نمک' دو ہری مرچیں پیس کر مکس کر لیں اور ایک انڈا ڈال کر فوڈ پر سیسر میں ڈال کر مکس کر کے نکال لیں اور انہیں لمبائی یا گولائی میں شیپ دے کر فرائی کر لیں۔

دہی کو باریک کپڑے میں لٹکا کر اس کا پانی نکال لیں' اب اس میں کچلا ہوا لہسن' کریم' نمک اور پسی ہوئی بقیہ مرچوں کو پیس کر مکس کر دیں اور پھر اس میں ساس کو کٹلس کے ساتھ لگا کر کھائیں۔

ماہم ادریس......واہ کینٹ

ادرک اور مچھلی

اشیاء:۔

مچھلی کانٹے کے بغیر	آدھا کلو
انڈا	ایک عدد سویا ساس
اجینوموتو	ڈیڑھ چھوٹا چمچ
سفید سرکہ	چوتھائی کپ
سفید مرچ	دو چھوٹے چمچ
رس کا چورا	ایک کپ
ادرک (باریک کٹی ہوئی)	نصف انچ کے ٹکڑے
نمک	ڈیڑھ چائے کا چمچ

ترکیب:۔

مچھلی کو اچھی طرح صاف کر لیں' اس پر نمک اور سرکہ لگا کر پندرہ' بیس منٹ تک رکھ چھوڑیں پھر اس پر سفید مرچ' سویا ساس اور اجینوموتو لگا کر چار گھنٹے کے لیے رکھ دیں تاکہ یہ اجزا اس میں یکجا ہو جائیں۔ انڈا پھینٹ کر مچھلی کا ایک ٹکڑا پہلے اس میں پھر رس کے چورے میں ڈبو کر فرائی کریں' مچھلی کو ڈش میں نکال کر ادرک چھڑک کر پیش کریں۔

عائشہ سلیم......اورنگی کراچی

ایگ فلاور سوپ

اجزاء:۔

یخنی مرغی کی	چھ کپ
سرکہ	دو کھانے کے چمچ
اجینوموتو	ایک چائے کا چمچ
ہری پیاز	دو عدد
نمک اور سیاہ مرچ	حسب ذائقہ
تلوں کا تیل	ڈیڑھ چائے کا چمچ
انڈے	دو عدد

ترکیب:۔

یخنی کو گرم کر کے نمک' سیاہ مرچ' تل اور اجینوموتو ڈال دیں' انڈے کو اچھی طرح پھینٹ کر آہستہ آہستہ سوپ میں ڈالیں' صرف ایک یا دو بار چمچ چلائیں' کٹی ہوئی ہری پیاز ڈالیں اور چولہا بند کر دیں۔

ارم صبا......تلہ گنگ

روبینہ احمد

کاجل

ماہرین بیوٹیشن کا خیال ہے کہ کاجل سے آنکھوں کی خوب صورتی میں اضافہ ہوتا ہے اور شخصیت کو ابھارا جاسکتا ہے' پرانے دور میں کاجل صرف گھریلو اور سادہ طبیعت کی خواتین استعمال کرتی تھیں لیکن یہ فیشن جدت اختیار کرچکا ہے۔ آج کل کاجل کا فیشن ان ہے' اس کے ساتھ ہی کاجل کی جگہ پرپل اور براؤن آئی پنسل سے آنکھوں کو سجانے کا فیشن بھی زوروں پر ہے مگر خیال رکھیں کہ آنکھوں پر جو بھی کاسمیٹکس استعمال کریں بہت احتیاط سے اور معیاری استعمال کریں۔ کاجل آنکھوں کے اطراف میں لگا کر آنکھوں کے تاثر کو بڑا دکھایا جاسکتا ہے۔

سب سے پہلے کاجل آنکھوں میں لگائیں پھر آنکھوں پر پلکوں کے بالکل قریب آئی لائنر سے پتلی لکیر کھینچیں' اس کے بعد آنکھوں پر کپڑوں کی مناسبت سے اسی رنگ کے آئی شیڈز استعمال کریں جو رنگ کپڑوں کا ہو۔ آئی شیڈ وکریم' پاوڈر اور اسٹک تینوں میں دستیاب ہے اگر آپ چاہیں تو دو تین شیڈز ملا کر "بلینڈ" کرکے بھی لگاسکتی ہیں پھر ہائی لائٹر کی مدد سے آنکھوں کو مزید دلکش بنالیں مگر گھریلو اور عام تقریبات میں گہرے شیڈز اور ہیوی میک اپ سے پرہیز کریں اب آخر میں واٹر پروف مسکارا لگا کر اپنی پلکوں کو گھنا اور گہرا لک دیں۔ مسکارا کے دو کوٹ کریں اور کوشش کریں کہ واٹر پروف میک اپ اور خاص طور سے مسکارا اور لائنر واٹر پروف استعمال کریں۔ اب باری آتی ہے رنگین مسکارا کی تو جناب رنگین مسکارے آنکھوں کی قدرتی خوب صورتی چھین لیتے ہیں اگر آپ کی پلکیں سیاہ رنگ کی ہیں تو سیاہ مسکارا ہی استعمال کریں۔ آنکھوں کے بالکل قریب جو چیز موجود ہے وہ ہیں بھنویں اگر غور کیا جائے تو خوتین اس چکر میں نظر آتی ہیں کہ بھنویں اس قدر پلک کرلی جائیں کہ بالکل باریک ہوجائیں مگر اس کے نقصانات سے وہ واقف نہیں ہیں۔ بھنویں تھریڈنگ کے بعد باریک تو ہوجاتی ہیں مگر چہرہ بھرا بھرا نظر آنے لگتا ہے اور بعض اوقات چہرہ مضحکہ خیز نظر آنے لگتا ہے' اس لیے ضروری ہے کہ آئی بروز کو ایک نارمل حد تک تھریڈ کروایا جائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ آپ خود اپنی آئی بروز کو پلکر سے پلک کرلیں مگر اس کام کے لیے ہمت اور احتیاط دونوں ضروری ہیں۔ آئی بروز کو آئی برو پنسل سے گہرا کرنے بھی کوشش کی جاتی ہے' جس کی وجہ سے بعض اوقات بھنویں مصنوعی لک دینے لگتی ہیں۔ آپ اپنے پاس آئی برو برش بھی ضرور رکھا کریں تاکہ بہ وقت ضرورت خود آئی بروشینگ کرسکیں۔ آئی بروز کو آئی شیڈز سے بھی سنوارا جاسکتا ہے مگر خاص تقریبات اور مواقع مگر ہرا' نیلا' پیلا شیڈ لگا کر نہیں بلکہ زیادہ ڈارک کلر کے آئی شیڈز سے سنوارنا بہتر ہے۔

آنکھوں کیلئے اسموکی میک اپ

چہرے کے تمام خدوخال اپنی جگہ خوب صورتی اور اہمیت کے حامل ہیں مگر آنکھیں تو ایسے جیسے تصویر میں رنگ' دنیا کی تمام تر دلکشی اور رعنائی انہی کی بدولت محسوس کی جاسکتی ہے۔ اسی لیے ہی تو آنکھوں کو نت نئے میک اپ کے انداز سے مزین کیا جاتا ہے' کبھی صرف سرمہ لگانے سے ہی آنکھوں کا میک اپ ہوجاتا تھا جب کہ آج کل چہرے کو سنوارنے کے لیے سب سے زیادہ توجہ اور وقت آنکھوں پر صرف کیا جاتا ہے۔ آنکھوں کو پرکشش اور زیادہ نمایاں کے لیے کالے' سرمئی' براؤن اور قرمزی رنگوں کے آئی شیڈز کے امتزاج سے اسموکی میک کیا جاسکتا ہے۔ آنکھوں کو مندرجہ ذیل طریقے سے اسموکی ٹچ دیا جاسکتا ہے۔

سب سے پہلے چہرے پر فاؤنڈیشن کی بیس لگائیں' آنکھوں پر حلقے پڑے ہوں تو آنکھوں کے گرد فاؤنڈیشن لگائیں تاکہ حلقے چھپ جائیں۔ فاؤنڈیشن اس طرح لگائیں کہ زیادہ نمایاں نہ ہو۔

"اب کالی آئی لائنر پنسل سے آنکھوں کے خدوخال کو نمایاں کریں' یاد رہے کہ یہ آؤٹ لائن پپوٹوں کے اوپر پلکوں کے ساتھ لگائیں لیکن لائنر کی طرح لکیر نہ کھینچیں بلکہ اسے پھیلا کر لگائیں۔

بھنوؤں کے نیچے کی جگہ کو سفید اور سلور رنگ کے شیڈز سے ہائی لائٹ کریں۔

آئی لڈ پر پنسل کے ساتھ شیپ بنائیں' یہ شیپ زیادہ بڑی نہیں بنانی چاہیے پھر اسفنج کے ساتھ سرمئی رنگ کا شیڈ اس حصے پر پھیلائیں' آنکھوں پر اسموکی میک اپ کے لیے شیڈز برش کے بجائے اسفنج کی مدد سے زیادہ صفائی سے لگا سکتے ہیں۔

اب آئی لائنر لگائیں' آئی لائنر آنکھوں کے سائز اور شیپ کے مطابق لگانا چاہیے اگر آنکھیں چھوٹی ہیں تو باریک آئی لائنر لگائیں' بڑی آنکھ پر موٹا لائنر جچے گا۔

آنکھوں کے اطراف میں خصوصاً کونوں پر سرمئی شیڈ دوبارہ سے لگائیں اور اسے اسفنج کی مدد سے اچھی طرح پھیلا دیں۔

فنشنگ ٹچ دینے کے لیے آنکھوں کی اوپری اور نچلی پلکوں پر کالے رنگ کا مسکارا لگائیں۔

اگر آپ اسفنج کی مدد سے آنکھوں کا میک اپ کریں گی تو وہ زیادہ بہتر رہے گا اور زیادہ دیر تک آنکھوں پر ٹھہر سکے گا۔

آنکھوں پر آئی لائنرز زیادہ نمایاں ہو رہا ہو تو اس کے لیے لائنر کے اوپر ہلکا سا گہرے شیڈز کا ٹچ دے دیں' آئی لائنر ہلکا ہو جائے گا۔

اگر آپ نے آنکھوں پر شیڈ نہیں لگائے صرف آئی لائنر استعمال کیا ہے تو اس صورت میں فیس پاؤڈر کی مدد سے لائنر کم کیا جا سکتا ہے۔

آنکھوں کا میک اپ کرتے وقت اس بات کا خصوصاً خیال رکھیں کہ رات کا فنکشن ہے تو آنکھوں کا میک اپ نمایاں ہونا چاہیے۔

اگر آپ دن میں کسی پارٹی میں جا رہی ہیں تو آنکھوں کے لیے ہلکا میک اپ بہتر رہے گا۔

اگر آپ ڈارک اسموکی شیڈز یعنی (سرمئی اور کالا) لگانا پسند نہیں کرتیں تو آپ گہرے سبز نیلے اور میرون رنگ کے امتزاج سے آنکھوں کو اسموکی لک دے سکتی ہیں۔

کنسیلر

کنسیلر کا استعمال دلہن کی تیاری میں نہایت اہم کردار ادا کرتا ہے' جلد کی خامیاں پوشیدہ رکھنے میں کنسیلر وقتی طور پر نہایت معاون ثابت ہوتا ہے۔ جلد کی مناسبت اور رنگت کا خیال رکھتے ہوئے کنسیلر کا انتخاب کرنا چاہیے' ماہرین بیوٹیشن کا خیال ہے کہ کنسیلر آپ کی جلد کو خوب صورتی اور رعنائی عطا کرنے کے لیے فاؤنڈیشن سے بھی زیادہ مددگار ثابت ہوتا ہے۔

کنسیلر کے رنگ کا خیال رکھیں

کنسیلر خریدتے وقت سب سے پہلے رنگ کا خیال رکھیں' کوشش کریں ہمیشہ ایسے کنسیلر کا انتخاب کریں جس کا شیڈ آپ کی جلد سے قریب تر ہو عموماً ہاتھ کی پشت پر چیک کر لیا جائے کہ کلر میچ ہو رہا ہے یا نہیں' اگر فرق محسوس ہو یا کلر کے بارے میں آپ کا ذہن مطمئن نہ ہو تو چہرے کی جلد پر اپلائی کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن کلر اچھی طرح جانچ کرنے کے بعد ہی کنسیلر کا انتخاب کریں۔ یاد رہے ایسے کنسیلر کم ہوتے ہیں جو خاص قسم کی جلد کے لیے بنے ہوں' کنسیلر مختلف خصوصیات کے حامل ہوتے ہیں' بعض میں موئسچرائزر اور سن اسکرین ہوتا ہے' یاد رہے کہ فاؤنڈیشن کے برعکس کنسیلر کو صرف چہرے کے چند مقامات پر ہی لگایا جاتا ہے۔

(جاری ہے)

نیرنگ خیال

ایمان وقار

نظم

اے چلے جانے والے سال
تجھے کیا کہوں، تجھے کیا کہوں
تُو گزر گیا......
تُو چلا گیا......
میری حسرتوں سے کھیل کر
میری چاہتوں سے کھیل کر
دے کر زندگی کے غم مجھے
خود ماضی بن کے گزار گیا
تجھے اپنے آنسوؤں کا دوش دوں
یا اپنی قسمت پر چھوڑ دوں
کہنا آنے والے سال سے
مجھے خوشیوں سے نواز دے
گزاری ہے شبنم کی زندگی
ان آنسوؤں کی تاب میں

شبنم کنول...... پاپانگری، حافظ آباد

نظم

تمہیں معلوم ہے جاناں
برس اک اور بیتا ہے
تمہارے بن......
تمہارے سارے وعدوں کو
تمہاری ساری قسموں اور
باتوں کو......
گئے برسوں کی دیمک نے کھایا ہے
نئے اس سال میں جاناں
کہو اب کون سی خوش فہمیاں پالیں؟
تمہاری ذات سے امید رکھنے سے کیا حاصل؟
تمہاری باتوں کے ریشم میں جو ہم برسوں سے الجھے ہیں
اس الجھن کو اب کے برس تم ختم کر ڈالو
یا اپنے وعدوں اور دعوؤں پر عمل کر لو
یا......
کہہ دو صاف کہ تم نے
اب تلک جو بھی کہا ہم سے
فقط جھوٹا ڈرامہ تھا کیونکہ
نئے اس سال میں ہم نے
تمہارے سارے وعدوں، دعوؤں اور باتوں کو دفن کرنا ہے
اور نیا سال اب کی بار
خوش ہو کر منانا ہے

سباس گل...... رحیم یار خان

تیری جدت

کیا نیا ہے کہ
کہوں تجھ کو
نیا سال بھلا میں
ہے لہو کی وہی سرخی
ہے وہی بھوک کا ماتم......
صحرا کی وہی پیاس ہے
پھولوں پر خزاں بھی......
آ، دیکھ یہاں...... سن
میرے معصوموں کی آہیں
انصاف پر تالے ہیں
میسر نہیں منصف
ہاں دن بھی وہی ہیں
وہی راتیں ہیں یہاں تو......
کیا نیا ہے یہ بتا مجھ کو
نئے سال ذرا تُو......
تُو نیا ہے تُو بدل ڈال
یہ سرکش سی ہوائیں
ہاں پونچھ یہ آنسو
ہاں یہ دن رات بدل دے
نئی صبحیں دکھا
اور نئی شام اٹھا لا

ورنہ مسکان کو
منظور نہیں
جدت تیری
تجھ جیسے کئی سال
یہاں دیکھ چکے ہیں
ہندسے ہی بدلتے تھے محض
سب تھا دکھاوا
تیری جھولی میں بھی اب میرے لیے
حسرت پنہاں......
اب تُو بھی چلا جا کہ
بلکتے ہوئے ہم تو......
صدیوں سے جیے جاتے ہیں
نئی بات نہیں ہے
تیری جدت اے نئے سال
تجھے ہی ہو......مبارک
تجھے ہی ہو......مبارک!

نورین مسکان سرور......ڈسکہ، سیالکوٹ

نیا سال

ہر بار ہمیں تڑپاتا ہے
دکھ درد بہت دے جاتا ہے
یہ سال نیا جب آتا ہے
ماؤں کی گودیاں اجڑتی ہیں
بہنوں کی آبرو لٹتی ہے
کسی بیٹے کے جواں کے سینے پر
ظالم کی گولی لگتی ہے
ماں کرتی ہے بین میت پر
اور سینہ کوبی کرتی ہے
کیا کیا دل پر لگ جاتا ہے
ہر بار ہمیں تڑپاتا ہے
یہ سال نیا جب آتا ہے
کہیں دہشت گردی لوٹ و مار
اس ملک میں ہے کیسا آزار
سبزی ہو چاول، دودھ، دہی
پیٹرول ہو یا دال، اچار
حکمرانوں کو کوئی فکر نہیں
ان کے لیے نہیں کچھ بھی دشوار
مہنگائی سے غریب گھبراتا ہے
ہر بار ہمیں تڑپاتا ہے
یہ سال نیا جب آتا ہے

نورین انجم......کراچی

نظم

اس جنوری میں
وہ پھر سے ہوائیں آنے لگی
وہ جب تم میرے تھے
وہ یادیں ستانے لگی
اس جنوری میں......
وہ درختوں کے سائے
میں بیٹھنا......
وہ پل جو گزارے تھے
ساتھ ہمارے
وہ یاد آنے لگے
اس جنوری میں......

ایم ظفر......جلال پور

غزل

محبت میں دست دعا لکھنے والو
محبت کو سمجھو وفا لکھنے والو
ذرا خود بھی اس پر عمل کرکے دیکھو
کبھی زندگی کو وفا لکھنے والو
زمین پر تمہاری حکومت رہے گی
کہاں تک یہ خود کو خدا لکھنے والو
قفس میں پرندے مرے جا رہے ہیں
کہاں چھپ گئے ہو ہوا لکھنے والو
میری زندگی کا خدا مہربان ہے
بھلا ہو تمہارا سزا لکھنے والو
تمہیں کس قدر خوب صورت لگی ہوں
فریؔ کی قاتل ادا لکھنے والو

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

فریدہ فری یوسف زئی......لاہور

دسمبر

کیسے بتاؤں کہ دسمبر کیا ہے؟
دسمبر نام ہے اذیت کا
رستے ہوئے زخموں کا
بچھڑے ہوئے لوگوں کا
الجھے ہوئے رشتوں کا
روتی ہوئی آنکھوں کا
درد میں ڈوبی سانسوں کا
تڑپتی ہوئی یادوں کا
دل چیرتی تنہائی کا
ویرانی دل کا
کرلاتی تمناؤں کا
بین کرتی وفاؤں کا
بے توقیر چاہتوں کا
ٹوٹے ہوئے خوابوں کا
تھکن سے چُور دھڑکنوں کا
دم توڑتی دعاؤں کا
اور دسمبر نام ہے
ہر زخم کے ٹانکوں کے ادھڑ جانے کا
اور......
ہر پل مر مر کے جیے جانے کا

شگفتہ خان......بھلوال

نیا سال مبارک

پھر سے نئے برس کی آمد کا بول بالا ہے
ہم نے بے ساختہ ہاتھوں سے دل سنبھالا ہے
یاد ماضی کے پُر خار گھنے جنگل سے آئی
اس بے وفا کی اک صدا نے دل دکھایا ہے
وہ بے وفا جو روح رواں تھا چاہت کی
جسے کہتے تھے وہ میری زیست کا سرمایہ ہے
گئے وقتوں کی رنگین مسکراہٹیں لے کر
میری آنکھوں میں وہ اشکوں سا آسمایا ہے
نئے برس کی پُر زور صدائیں سن کر
گماں گزرا ہے کہ اس نے مجھے بلایا ہے
ہاتھوں میں پھول اور آنکھوں میں محبت لے کر
وہ سراپا سوغات بن کے آیا ہے
پر یہ تو اک گماں ہے تصور ہے اک چھلاوا ہے
یہاں بس تنہائی ہے میں ہوں اور میرا سایہ ہے
بیتے لمحوں میں اس کی آمد کا وہی اک لمحہ
میری آنکھوں میں اشکوں کی باڑ لایا ہے
کبھی اس نے کہا تھا نئے سال مبارک مجھ سے
آج وہی جملہ میری سماعتوں سے ٹکرایا ہے
وہ جا چکا ہے پر اس سے جڑی رسموں نے
بارہا میرا ضبط آزمایا ہے
وقت کی ڈگر پہ آج تنہا کھڑی ہے انجم
اس حقیقت نے مجھے آج تک رلایا ہے

انجم زہرہ......ملتان

اسی سال میں

دیکھیں گے اس سال ہماری
کتنی خوشیاں پوری ہوں گی
دیکھیں گے اس سال ہمارے
کتنے ساتھی بچھڑیں گے
دیکھیں گے اس سال بھی ہم تم
خواب نگر کے سپنے پیارے
احسن و محبت بھائی چارہ
نہیں حقیقت شاید سارے
اسی سال میں اسی سال میں
شاید کنول اسی سال میں

یاسمین کنول......پسرور

اے کاش ایسا ہو

اے کاش ایسا ہو
سال نو میں
رحمتوں کا حصول ہو
برکتوں کا ظہور ہو
امن اور سکون ہو
محبتوں اور شفقتوں کا سایہ ہو

برکت ہو
علم وعمل میں، رزق میں، صحت میں
کاش......
سال نو ایسا ہو
وطن عزیز پرسکون رہے
دہشت گردی سے محفوظ رہے
آفتوں سے مامون رہے
میلی آنکھ اس سے دور رہے
کاش سال نو میں ایسا ہو
کھیتیاں ہری بھری ہوجائیں
ماؤں کی گودیں بھر جائیں
روزی میں وسعتیں ہوجائیں
مسجدیں آباد ہوجائیں
کاش سال نو میں ایسا ہو
اولادیں فرماں بردار ہوں
درسگاہیں آباد ہوں
تمام ادارے پاک ہوں
خیانت سے، ظلم سے، حسد سے، جھوٹ سے
اے کاش سال نو میں ایسا ہو
امت مسلمہ میں اتحاد ہو
فرائض کا اہتمام ہو
عورت بھی باپردہ ہو
گھروں میں امن وسکون ہو
اے کاش سال نو میں ایسا ہو

اسماء صدیقہ...... عبدالحکیم، خانیوال

جویریہ وسی کے نام

تیری شیریں گفتگو کی طرح تیرا مقدر ہو
سج جائے تیری زندگی تری آواز کی مانند
تیری روح کی گہرائیوں میں اتر جائے کوئی شخص
زیست ساری ہی گزرے تیری مہ ناز کی مانند
تیرے گھر سے اداسی کے پرندے کریں کوچ
خوشیوں کے طیور اتریں حسیں ساز کی مانند
آغاز محبت تجھے سرشار جوانی دے
انجام بھی کہانی کا ہو آغاز کی مانند
مایوسی کا کوئی موسم تجھے چھونے نہ پائے
امید سدا سنگ رہے اعزاز کی مانند

کوثر خالد...... جڑانوالہ

نئی شروعات کریں

آؤ نئے سال کے موقع پر
نئی شروعات کریں
بھول کے دکھ غم سارے
خوشیوں کا استقبال
کریں......
نہ پتوں کی مانند بکھریں
نہ ذرّے کی طرح
مسلے جائیں
شاہین ہیں ہم
اقبال کے
آؤ اپنے آسمان پر پرواز کریں
مرنے سے پہلے کیوں
مریں؟
آؤ جینے کا عنوان
بنیں
ہزاروں غم ہزاروں نشتر ہیں یہ
مانا ہے
مگر ان ہزاروں غموں سے
لاکھوں خوشیوں کی
پیداوار کریں
آؤ نئے سال پر
نئی شروعات کریں

انیلا طالب...... گوجرانوالہ

biazdill@aanchal.com.pk

دوست کا پیغام آئے

ہما احمد

ممّا جانی کے نام

ایک دن اسکول ٹیچر نے مجھ سے کہا ''آپ کو ایک سال میں پورے سو دوست بنانے ہیں۔'' ایک سال کے بعد پھر ایک دن اسکول ٹیچر نے مجھ سے کہا۔

''آپ نے سال میں کتنے دوست بنائے؟''

میں نے کہا ''مس صاحبہ! ایک سال میں سو نہیں بلکہ سو سالوں کے لیے صرف ایک ہی دوست بنائی ہے ان کا نام ہے انجم انجم اعوان یعنی کہ میری پیاری مما جانی۔'' اللہ پاک سے دعا ہے کہ سب بیٹیوں کو میری مما جانی جیسی ہی ماں ملے۔ آئی لو یو مما جانی' میری زندگی میری مما جانی سے ہی چلتی ہے میری سانسوں سے نہیں......

نورین انجم اعوان......کراچی

سمیرا سواتی اور آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! فرینڈز کیا حال چال ہیں؟ سمیرا سواتی میں آپ کو بہت اچھی طرح جانتی ہوں' یو آر سو کیوٹ اینڈ اینوسنٹ اور بہت شکریہ کہ ہمیشہ یاد کرتی ہو۔ کومل شادی پر بلانا اور کنزہ ایاز کی شادی ہوگئی مجھے بلایا بھی نہیں' ویری سیڈ۔ آمنہ سراج اینڈ رمشاء آپی آپ کیسی ہیں؟ پلیز کبھی ملنے آئیں ناں۔ کرن شہزادی' مشی خان' مدیحہ نورین مہک' شمع مسکان' کوثر خالد (چچی جان) ارم کمال (خالہ جان) روشی وفا' پروین افضل' دلکش مریم' نزہت جبین ضیاء' کوثر ناز' حرا قریشی' کنول خان' فیاض اسحاق' فریدہ فری' صائمہ جدون' حنا مہر' سمیرا غزل سب کو ہیپی ویلن ٹائن ڈے۔ اگرچہ محبتوں کے اظہار کے لیے کسی خاص دن کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مدیحہ نورین مہک سالگرہ مبارک ہو (ویسے کتنے سال کی ہوگئی ہو) اور دوستوں جن کو شکوے تھے مجھ سے کہ ٹائم نہیں دیتی ہو' گھر نہیں آتی تو جناب اب ہوگئی ہیں کالج کی چھٹیاں' اب ہر ٹائم ہوں میں آپ کے ساتھ اور سمیرا سواتی بھی ہمارے گھر آنا مجھ سے ملنے' ٹھیک ہے اور حسینہ اینڈ گل مینا شادی کی مبارک ہو۔ حسینہ ایڈوانس میں اور رومانہ قریشی تمہاری بھی شادی ہوگئی یقین نہیں آرہا (ہمیشہ خوش رہو) حنا وہاب آئی مس یو سو مچ اینڈ ثناء پلیز مجھ سے کم لڑائی کیا کرو' مشعل کبھی ہنس بھی لیا کریار۔ او کے دوستو پھر بات ہوگی' اللہ حافظ' رب راکھا۔

سمیہ کنول......بھیر کنڈ

آنچل کی تتلیوں کے نام

ڈیئر صائمہ! کیسی ہو؟ اب اچھے بچوں کی طرح مجھے جلدی جلدی ناول منگوا کر بھیجو۔ طیبہ رانا پہلے تو تھینکس مجھے وش کرنے کے لیے طیبہ تمہاری سالگرہ 24 جنوری کو ہے' ہیپی برتھ ڈے۔ زیادہ حیران ہونے کی ضرورت نہیں میں نے سوچا اس دفعہ تمہیں آنچل کے ذریعے وش کروں' اب اچھے بچوں کی طرح ہمیں کیک کھلاؤ' ہاہاہا۔ زین الحیا آپ کے پیپرز کیسے ہوئے ہیں' اللہ آپ کو کامیاب و کامران کرے۔ ارم کمال جی آپ ہمیں اپنا فین سمجھ لیں' بس آپ ہمیں اچھی لگتی ہیں' پروین افضل شاہین اللہ آپ کو اس سال اولاد نرینہ عطا فرمائے' آمین۔ ڈیئر فائزہ بھٹی آپ کے لیے تو خصوصی دعا ہے کہ اللہ آپ کو زندگی کے ہر موڑ پر کامیابی عطا فرمائے' آمین۔ نجم انجم اعوان آپ ہمیشہ ہنستی مسکراتی رہیں' گل مینا خان' مدیحہ نورین مہک' جاذبہ عباسی' اقراء جٹ آپ لوگوں کو میری طرف سے ڈھیر سارا پیار۔ کنول شہزادی تمہیں اسکالر شپ کی ڈھیر ساری مبارک ہو' فاطمہ شریف کم رسالے پڑھا کرو' فیضان اور افرا تم دونوں کی سالگرہ بھی جنوری میں ہے' ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔ یار عنزا تم کہاں غائب ہو' دو سال سے کوئی بھی رابطہ نہیں کیا۔

اقراء امتیاز......سرگودھا

سب دوستوں کے نام

السلام علیکم کیسے ہیں آپ سب' امید ہے کہ خیریت سے ہوں گے' میں آپ سب کو بہت مس کرتی ہوں لیکن بہت دور گاؤں میں رہنے کی وجہ ہر ماہ پیغام نہیں لکھ سکتی جس کا مجھے کافی افسوس ہوتا ہے۔ میں آپ سب کو پڑھتی ہوں محسوس کرتی ہوں اور سب کی شرکت کا ہی انتظار رہتا ہے' آپ سب بھی یقیناً مجھے یاد کرتے ہوں گے (ہائے رے خوش فہمی) اور سناؤ بھئی کیا حال ہیں سب کے۔ نتاشہ خلیل اور اقراء بہت یاد کرتی ہوں تم لوگوں کو لیکن تم لوگ پتا نہیں کون سی مصروفیت ہے کہ فرصت ہی نہیں ملتی۔ نازیہ کنول نازی آپ نے تو کمال کر دیا بہت مزہ آیا' کہانی یقیناً اب اختتامی مراحل میں ہے۔ سمیرا آپی آپ کے لکھنے کا انداز مجھے بہت پسند ہے جس طرح آپ خاندان کے رسم و رواج بیان کرتی ہیں تو ذہن کو ایک بہت پرسکون اور پرکشش ماحول محسوس ہوتا ہے۔ نجم انجم اعوان آپی کیسی ہیں آپ' پروین افضل شاہین آپ کی والدہ کا سن کر بہت افسوس ہوا' اللہ ان کی مغفرت فرمائے' آمین۔ وقاص عمر' مسز نگہت غفار' مشی خان' مونا شاہ قریشی' رشک حنا' دعا انمول' سیدہ جیا عباس کاظمی' فائزہ بھٹی اور حرا قریشی کیسے ہیں آپ سب' اللہ آپ سب کو ہمیشہ خوش رکھے' آمین' فی امان اللہ۔

لیلیٰ رب نواز......ودھیوال' بھکر

آنچل فرینڈز کے نام

پیاری دوستوں السلام علیکم! کیسی ہو سب میں اللہ کے فضل سے ٹھیک ہوں سب سے پہلے تو دلکش مریم' آپ کے والد کی رحلت کا سن کر بہت دکھ ہوا' اللہ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام دے اور آپ کو صبر عطا کرے' آمین۔ ماہ رخ سیال یاد رکھنے کا شکریہ' انیلہ طالب سدا خوش رہو اور ڈھیروں کامیابیاں پاؤ' تاکہ

ہمیں بھول جاؤ' ہاہاہا۔ آنٹی کوثر خالدہ کہاں غائب ہیں آج کل آپ کو بہت مس کرتی ہوں۔ پروین افضل شاہین اس دفعہ آپ کا تبصرہ نہیں تھا' کیوں؟ پیارے بھائی محسن عزیز حلیم آپ کا تبصرہ بہت اچھا تھا۔ اقرا ممتاز پانی میں مچھر پی جانے والی مچھر کم کھالیا کرو' ہاہاہا۔ مذاق کررہی ہوں' تمہیں تنگ کرنے کے لیے کہہ رہی ہوں ویسے مجھے پتا ہے جب تم پڑھوگی تو میرا سر پھاڑ دوگی' اچھا جی رب راکھا پھر ملاقات ہوگی۔

صائمہ مشتاق...... بھاگٹانوالہ' سرگودھا

وی آئی پی لوگوں کے نام

السلام علیکم! ڈیئر فرینڈ کیسی ہو؟ اور آپ کی باقی فیملی بھی ٹھیک ہے ناں۔ یہ نظم میری دوست نورین مسکان کی اپنی ہی ہے اور میں آج اس کے گوش گزار کرتی ہوں۔

آج ایک بات تجھ کو بتانی ہے
سردیاں اتر آئیں
پھر زمین کے دامن میں
میرے دل میں بھی ایسا
منجمد سا موسم ہے
دھند بے تحاشہ ہے
برف کی پھواریں ہیں
نیلگوں یہ امبر سے
اوس بکھری بکھری ہے
راتیں بھیگی بھیگی ہیں
جیسیں اجڑی اجڑی ہیں۔
خشک ہونٹوں پر میرے مسکان
پھیکی پھیکی ہے
شام میں اداسی ہے
دھوپ کو سہانی ہے
ہاں ابھی تو تم کو ایک بات بھی بتانی ہے
ہاں وہ بات اتنی ہے
تم ہو زندگی میری
ناں اگر برا مانو
تو میری التجا ہے یہ
لوٹ آؤ ناں اب تم
تیرے بن خلا ہوں میں

تانیہ انصاری...... ڈسکہ

کیوٹ بہنوئی احمد کے نام

سلام جی! کیا حال چال ہیں اینڈ آج کل مزاج کیسے ہیں' بھائی میں اپنی اور ایبہ کی طرف سے آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں کیونکہ آپ ہر مہینے ہمیں چھ ڈائجسٹ لا کر دیتے ہیں' اللہ ہمیشہ آپ کے دل میں ایسے ہی ڈائجسٹ لانے کا حوصلہ اور ہمت عطا کرے' آمین۔ میری لولی دوست پھولوں کی ملکہ ماہ رخ سیال (سرگودھا) کیسی ہو' تم اپنی لائف کے بارے میں مجھے مختصراً بتانا' ہمیشہ خوش رہو۔ شیریں گل یار تم کہاں کھوگئی ہو' جلدی سے اب منظر عام پر آجاؤ' او کے۔ نجم انجم اعوان اور نورین مسکان سرور آپ دونوں کے پیغام میں اپنا نام دیکھ کر بہت خوشی ہوئی' شکریہ جی۔ اب میں آپ دونوں سے دوستی کی خواہاں ہوں' پچی جی' دونوں جواب لازمی دینا' میں منتظر رہوں گی۔ شاہ ویز شازم اینڈ زاوش کیسے ہو' شازم بدتمیز میری سویٹ سی شہزادی زادی کو تنگ نہ کیا کرو۔ ایبہ میری شہزادی کنجوسوں کی ملکہ (کچی پچی) کیسی ہو۔ یار کبھی فون ہی کرلیا کرو' ڈیئر سسٹر مصباح احمد کیسی ہو؟ تم میرے بہنوئی کا خیال رکھا کرو۔ بھائی احمد بے چارے پورا دن ریڈنگ کرتے رہتے ہیں اس لیے ان کا خیال رکھا کرو اور بھائی احمد پلیز میں آپ کے سامنے ہاتھ جوڑ کر پوچھ رہی ہوں کہ آپ مجھے میری برتھ ڈے کا گفٹ کب دے رہے ہیں۔ میرے خیال میں آپ کچھ زیادہ ہی لیٹ ہوگئے ہیں' چلو خیر ہے آپ ابھی بھی دے سکتے ہیں۔ ارے راجہ قاسم (میرے کیوٹو میرے موٹو شہزادے) بھائی کیسا ہے تو۔ اب اینڈ پروقاص (کزن) تمہیں اور مریم کو بیٹی کی بہت ساری مبارک باد۔ آسیہ (کزن) تمہیں اور عاصم کو بیٹے کی بہت بہت مبارکاں' اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ دونوں جوڑوں کو خوش و آباد رکھے' آمین' آپ سب کی دعاؤں کی طالب۔

عروسہ پرویز...... کالس

امشاج ابواب اور بھائی اسد کے نام

السلام علیکم! میرے دل کے قریب رہنے والے تمام دوست احباب کو آپ سب کی اپنی ملالہ اسلم کا سلام قبول ہو۔ امید ہے خدا کے فضل و کرم سے سب بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں گے۔ بھائی اسد ناراض ہوگئے ہو سچ میں؟ ایسا بھی بھلا کوئی کرتا ہے' ہاں بھئی اب تو آپ کو عائشہ بھابی جیسی اتنی سویٹ اور کیوٹ بہن مل گئی ہے اب ہماری کہاں ویلیو لیکن میرے سویٹ سے برو نئے ریلیشن بنانے کا مطلب یہ تھوڑی ہوتا ہے کہ آپ پرانے رشتے اگنور کرنے لگیں۔ مذاق کررہی ہوں عائشہ بھابی ویسے تو آپ کا مجھ سے غائبانہ تعارف ہے لیکن مجھے ایسا فیل ہوتا ہے جیسے ہم پہلے ملیں ہوں خیر آمنہ سے میں ملی ہوں بہت بہت مبارک ہو' اتنے ہائی مارکس لیے میٹرک میں بیسٹ آف لک ڈیئر۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مزید کامیابیوں سے ہمکنار کرے' آمین۔ بھائی آپ کو مسکان کی قسم ہے پہلے جیسا بھائی واپس دے دیں۔ مجھے تو بہت مان ہے آپ پر کبھی تو ناراض ہوجاتی ہوں۔ میں بھی کتنی کملی ہوں ہر بار آپ ہی مناتے ہو چلو اس بار گیم کھیلتے ہیں' پہلے آپ مناؤ پھر میں مناؤں گی لیکن نیکسٹ ٹائم آپ مناؤ گے ٹھیک ہے؟ مہر علی خوب نکھر گئی ہے کیوٹ سیال یہ سب آپ کی محبتوں کا ثمر ہے۔ عائشہ بھابی کو کہنا آنچل بھی پڑھا کریں۔ عائشہ بھابی آپ کے ہاتھ کی چٹنی مجھے نہیں بھولتی' دعاؤں میں یاد رکھا کرو' امشاج ابواب راجپوت۔ تمبر حجاب صفحہ نمبر 59 جیسے جیسے پڑھتی گئی' حیران ہوتی

گئی نو ڈیئر نو۔ امشاج ڈیئر آپ کی ڈیٹ آف برتھ کے حساب سے میں آپ سے بہت چھوٹی ہوں مگر شادی ہوجانے کے بعد میں خود کو ویسے بھی بہت بڑا سمجھنے لگی ہوں ہاہاہا۔ ڈیئر یہ دنیا ہے اور زندگی میں ہمیں ہر طرح کی راہوں کے لیے خود کو تیار کرنا پڑتا ہے۔ مجھے آپ کی دو لائن پڑھ کر بہت دکھ ہوا اور افسوس بھی۔ میرز اور ایٹی ٹیٹس ہم جیسوں کو چھو کر نہیں گزرتے' آپ نے ماسٹر کیا ہے یا کررہی ہیں آپ اتنی نالائق ہوں گی نہیں جتنا آپ نے خود کو ڈی گریڈ کیا ہے' ان فیکٹ کچھ باتیں لکھنا تکلیف دہ امر ہے لیکن آپ جیسی تعلیم یافتہ دوست سے اس طرح کی مایوسی والی باتوں کی امید کوئی نہیں کرسکتا۔ انسان کو زندگی کی تلخ حقیقتوں کو فیس کرنا پڑتا ہے اور بہت سی لڑکیوں کو ایسے ایسے پرابلم سے گزرنا پڑتا ہے کہ ہم سوچ بھی نہیں سکتے مگر پھر بھی زندگی تو گزارنی ہے جب تک سانسیں باقی ہیں ہم نے جینا ہے تو کیا اچھا نہیں ہے حالات کا مقابلہ کریں ڈٹ جائیں۔ بنت حوا کو اپنا حق ادا کرنا ہے بی بریو یار! حرا قریشی' انا احب کیسی ہو؟ پروین آپی کیسی ہیں آپ؟ کوثر آنی حوض کوثر بہت فائدہ مند ثابت ہوئی ہے' کیا ہی اچھا ہوتا اگر سرائیکی نعتیں بھی ہوتیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش و خرم رکھے' آمین۔ نورالنساء ہمارے گھر کا نور 11 اکتوبر کو ایک سال کی ہوگئی ہیپی برتھ ڈے سویٹ ہارٹ۔ آنچل فرینڈ میری پیاری بیٹی کو برتھ ڈے وش کریں' فائزہ بھٹی اور عنزہ یونس خوش رہو۔ دلکش مریم آپ کے والد کا سن کر افسوس ہوا' اللہ آپ کو صبر جمیل عطا کرے' آمین' دعاؤں میں یاد رکھنا ان شاء اللہ اگلے ماہ ملیں گے۔

ملالہ اسلم...... حاصل پور

آنچل گرلز کے نام

سکینہ مغل' میمونہ' سمیرا اشتاق ملک' سعدیہ عظیم' وجیہہ خان بادل' سباس گل' صباء زرگر' ذکاء زرگر' لاریب انشال' پروین افضل شاہین' سمیرا سواتی' مدیحہ کنول سرور' ارم ریاض' عنبل بلوچ' عائشہ رحمن ہنی' ثوبیہ سحر' اریقہ احمد' ارم کمال' طیبہ خاور' ثانیہ مسکان' مشی خان' کوثر خالد' ملالہ اسلم' کرن شہزادی' ثناء اعجاز' طیبہ خاور' اریقہ احمد' دیا جبین' انیلا طالب' مدیحہ نورین مہک (اسپیشل) عابدہ مغل' سامعہ ملک پرویز' وثیقہ زمرہ' شائستہ جٹ' ایس کنول' وفا خان میں آپ سب کو فرینڈ شپ کی آفر کررہی ہوں قبول کیجیے اگر نہ قبول کی ہماری دوستی تو آپ کی مرضی مگر ہمارا نازک دل...... کچھ خیال رکھیے گا گرلز اپنے میں بتا دیتی ہوں میں پرنسز انائیا' بی ایس سی کی اسٹوڈنٹ ہوں اور کیوٹ ہوں اور کچھ خاص نہیں جو لکھوں' اللہ حافظ۔

پرنسز انائیا...... مانسہرہ

استاد جی کے نام

آج میں اپنے استاد جی مفتی تنویر احمد کو آنچل کے ذریعے مبارک باد دینا چاہوں گی کہ ان کی کتاب "طہارت کے بکھرے نکھرے موتی" جس میں انہوں نے ہر مسئلہ کو بہت خوب صورتی سے اور آسان الفاظ میں بیان کیا۔ ان کی کتاب کو دیکھ کر دل خوشی سے بھر گیا کہ ماشاء اللہ آج کی یوتھ میں بھی خدمت خلق کا جذبہ موجود ہے اور عوام کی خدمت بے غرض طریقہ سے انجام دے رہے ہیں۔ مولانا مفتی تنویر احمد ان نوجوانوں میں سے ایک ہیں جو ہر ممکن حد تک عوام کی خدمت کرتے رہتے ہیں۔ یہ ایک ایسی کتاب ہے جو ہر ایک کی ضرورت تھی' مفتی صاحب نے اس ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کتاب کو لکھ کر عوام کی آسانی کا سوچا اور ہزاروں کی عوام نے ان کے اس جذبہ کو سراہا۔ میری دل سے دعا ہے کہ اللہ رب العزت ان کی ہر خواہش کو پورا کرے' آمین۔

وزیہ ظفر...... تلہ گنگ

ایمان مرزا کے نام

سب سے پہلے تو آپ کو پیار بھرا السلام علیکم! آپ کو آپ کی سالگرہ آپ کے انداز میں بہت بہت مبارک ہو جو کہ ہر سال 7 دسمبر کو آتی ہے' میں نے سوچا کیوں نا اس دفعہ میں بھی آپ کو آپ کے انداز میں وش کردوں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کی زندگی خوشیوں سے بھر دے' اور بہت جلد آپ کو اچھی سی جاب مل جائے اور سب سے بڑھ کر آپ کو وہ خوشی ملے جس کا آپ کو بڑی بے صبری سے انتظار ہے' آمین۔ مجھے لکھنا تو نہیں آتا پھر بھی کوشش کی ہے کہ یہ چند الفاظ آپ کو تھوڑی سی خوشی تو دے سکیں' ہم تو ہمیشہ آپ کے لیے دعا گو ہیں آپ بھی دعاؤں میں یاد رکھنا۔

زی مرزا...... گجرات

پیاری لولی اینڈ سویٹ فرینڈ کے نام

میری طرف سے آپ کو آپ کا اسپیشل ڈے بہت بہت مبارک' خداوند کریم آپ کو زندگی کی ہر خوشی نصیب کرے' کبھی بھی غم کا سایہ آپ پر نہ ہو۔ ڈیئر فرینڈ سویٹی اس ماہ میں آپ کا برتھ ڈے ہے جو کہ نہ میں کبھی بھولی ہوں اور نہ بھولوں گی' تمہاری فرینڈ شپ میرے لیے ایک قیمتی سرمایہ ہے۔ اچھا دوست قسمت والوں کو ملتا ہے' اٹ گریٹ آنر فار می کہ آپ مجھے فرینڈ کی صورت میں ملی ہو' سوچا کہ آپ کو میں اپنے فیورٹ ڈائجسٹ آنچل کے تھرو وش کروں' ہیپی برتھ ڈے ٹو یو آئی تھنک آپ کو بہت بہت اچھا لگے گا' ود وبیسٹ وشز آف یور گڈ لک' بائے بائے' آپ کی انوسنٹ فرینڈ۔

فیاض اسحاق مہانہ...... سلانوالی

آنچل کی پریوں کے نام

ہیلو فرینڈز! ہم پہلی بار شریک محفل ہیں' امید ہے آپ ہم دونوں سسٹرز کو جگہ دے دیں (دل میں)۔ پروین افضل شاہین' ارم کمال' نجم انجم' نورین انجم' فائزہ بھٹی' اقرأ جٹ' اقرأ ممتاز' صائمہ مشتاق' عائش کشمالے' جاذبہ عباسی' ایس این شہزادی کمرل' نورین مسکان' طیبہ خاور سلطان' ماہم نور انصاری' روبینہ

کوثر، فصیحہ الاسلام، رشک حنا، ماہ رخ سیال، ملالہ اسلم، نورین مسکان سرور، عائشہ رحمٰن ہنی، اسماء مغل، سعدیہ حورعین حوری، کوثر خالد، تمنا بلوچ، جیا عباس، ماہ جبین کنول ماہی، شیزا بلوچ، صبا اور ذکاء زرگر، سائرہ شاہین، سمیرا اسوانی، آمنہ رحمٰن مانی، شازیہ اختر شازی، نورالمثال شہزادی، صائمہ سکندر سومرو، دلکش مریم، عنزہ یونس، اقراء لیاقت، ثوبیہ سحر، مدیحہ نورین مہک، فریدہ فری، حمیرا نوشین، مظفری شفیق، سیدہ لوبا سجاد، ثریا وقاص اور مونا شاہ قریشی میں آپ سب سے دوستی کرنا چاہتی ہوں اور جو رہ گئے ہیں ان سے معذرت وہ خود دوستی کے لیے ہم سے ہاتھ ملالیں، ہم بڑے اچھے لوگ ہیں (سچی یار) ہم آپ کی آنٹی، باجی یا آپی نہیں ہیں پیاری کڑیو کان کھول کے سن لو۔ ابھی تو ہم خود ننھی پریاں ہیں۔

حافظہ اقراء جاوید، بشریٰ جاوید بھٹی...... خوشاب

رقیہ ناز اور آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! ڈیئر رقیہ ناز اللہ پاک سے دعا ہے کہ ہمیشہ خوش رہو آباد رہو۔ ہم سب آپ کی فرینڈز ہیں ہمیں اپنی فرینڈ لسٹ میں شامل کرلو اور نورین انجم نے آپ کو اپنی بہن بنا ہی لیا ہے اب خوش ہوجاؤ۔ واہ میری دو بیٹیاں ہوگئیں، نورین کے دسمبر کے پیپرز مکمل ہوچکے ہیں، اب وہ مارچ کے فائنل ایگزام کی تیاری میں بے حد معروف رہتی ہے اس لیے وہ آنچل میں بھی کبھار ہی شامل ہوپاتی ہے۔ سمیرا اسوانی میں تو ہمیشہ اپنے پیغام میں آپ کو یاد کرتی ہوں شاید آپ ہی پیغام نہیں پڑھتی بہرحال اب تو یاد کرلیا ہے، سوئٹ طاہرہ منور علی جھجی ہمیشہ خوش رہو۔ سویٹ روبی علی، روشنی وفا، رابعہ شاہ، طیبہ خاور، سلطان خوش رہو۔ پیاری آپا فریدہ فری آپ کو بھی بہت ہی دعائیں، سلام آپا کوثر امید کرتی ہوں کہ آپ بھی خوش باش ہوں گی، اللہ پاک آپ کو اور زیادہ کامیابیاں عطا فرمائے۔ فیس بک فرینڈز میں کنول خان، انجم خان، چندا مثال، عائشہ ملک، دعا اعوان، شیز بلوچ، نزہت جبین ضیاء، نورین مسکان، نورین مہک، نورین انجم، بشریٰ کنول، صائمہ سکندر سومرو آپ سب جہاں بھی رہو خوش رہو، اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔ جیا عباس، دعا انمول، دلکش مریم، ایس کو ہر طور، فائزہ بھٹی، آمنہ رحمٰن ماہی، سعدیہ حورعین حوری، اقراء ممتاز، مشی خان، ماریہ کنول ماہی، جازبہ عباسی، ارم کمال، شگفتہ یاسمین (فیس بک فرینڈ) آپ سب کو بہت سارا پیار و سلام۔

نجم انجم اعوان...... کراچی

حرا قریشی کے نام

پیاری حرا! فکر و فہم سے بالاتر ہے کہ اپنے انہام کو الفاظ کا پیراہن کیسے زیب تن کرواں کہ میں وہ کہہ دوں جو کہنا چاہتی ہوں۔ یقین مانیں ذہن اور قلم میں ربط ہی پیدا نہیں ہورہا بس اتنا کہوں گی حرا کہ حقیقت میں آپ تو محبوب من ہی ہوگئیں اور آپ تو بخوبی جانتی ہیں کہ جو محبوب من ہو اس کے متعلق جاننے کا اشتیاق بھی حد سے سوا ہی ہوتا ہے۔ آنچل کے توسط سے آپ کو جانا، مزید جاننا چاہتی ہوں، اس قدر ادبی میدان میں کامیابیاں حاصل کرنے والی حرا سے تو ملنے کو بہت جی چاہتا ہے مگر کیا کیا جائے؟ ممکن نہیں لگتا خیر بس آپ سے کہنا تھا کہ ہمارا آنچل میں اپنا مکمل تعارف بھی بھیجیں ناں تاکہ ریڈرز حرا کے متعلق مزید جان سکیں کیونکہ آپ کے بارے میں پڑھ کر بہت اچھا محسوس ہوتا ہے اللہ رب العزت آپ کو مزید کامیابیوں سے نوازے آمین۔

اقراء حفیظ...... کھلابٹ ٹاؤن شپ

پیاری نورین مسکان سرور اینڈ آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! تمام دوستوں کو حنا ارشد کا سلام قبول ہو، کیسے مزاج ہیں آپ سب کے۔ نورین مسکان جی کیسی ہیں آپ؟ ہمیں یقین ہے کہ آپ ٹھیک ہوں گی، نورین جی آپ ہمیں بہت اچھی لگتی ہیں۔ اس میں جناب وقاص عمر کا بھی بہت شکریہ کہ انہوں نے آپ اور راحیلہ منظر جیسی اچھی دوستوں سے ملوایا۔ پیاری راحیلہ آپ کی امی جان کا بے حد افسوس ہوا، اللہ پاک ان کے درجات بلند کرے، آمین اور آپ دونوں کا بہت شکریہ کہ وقاص عمر کے آگاہ کرنے پر آپ نے میرا شعری مجموعہ ''خواب سے خواب تک'' منگوایا۔ عنزہ یونس، اقراء لیاقت، نادیہ نواز کھرل، فائزہ بھٹی، کوثر خالد، شازیہ اختر شازی، مشی خان، لیلیٰ رب نواز آپ سب کو سلام۔ سب سے دوستی کی خواہ ہوں، وقاص عمر میں آپ کی تہہ دل سے مشکور ہوں۔ آپ کو سالگرہ بہت بہت مبارک ہو آپ جیسے لوگ کبھی بھی فراموش نہیں کیے جاسکتے اور آپ کو اعتراف فن ایوارڈ برائے ادبی خدمات ملنے پر بہت بہت مبارک ہو، اللہ پاک مزید کامیابیوں سے نوازے آپ کو۔ ڈیئر آنچل فرینڈز آپ میں سے کوئی بہن میرا شعری مجموعہ ''خواب سے خواب تک'' پڑھنا چاہے تو 240 روپے ہدیہ کے ساتھ موبائل نمبر پر رابطہ کرکے منگوا سکتی ہے سب قارئین کے لیے بہت سی دعائیں اور سلام اللہ حافظ۔

حنا ارشد...... لاہور

سویٹی آمنہ رحمٰن اینڈ دیا کے نام

السلام علیکم آمنہ رحمٰن مانی سویٹی کیا حال ہے یہ تو بالکل آپ نے غلط کہا ماہ آپ کو یاد نہیں کرتی ایک آپ کو ہی تو یاد رکھتے ہیں اور جانی جہاں تک عائشہ کی بات ہے تو وہ لاکھوں میں نہیں بلکہ پوری دنیا میں ایک ہے جو ماہ سے پیار کرتی ہے ورنہ تو...... دوستی اس لیے نہیں کی کہ ہزاروں دوستوں میں عائشہ کو ماہ کہاں یاد رہے گی اور دل اب کوئی تکلیف اور اذیت برداشت نہیں کرسکتا اللہ تعالیٰ آپ دونوں بہنوں کے نصیب اچھے کرے آمین۔ عائشہ جی ناراض مت ہونا آپ کا اس دل میں بہت اہم مقام ہے، او کے ہنی جی ڈیئر سمیرا اسوانی، روبی علی اینڈ جازبہ عباسی یاد رکھنے کا تہہ دل سے شکریہ بس کبھی کبھی اس دل کو خوش کردیا کریں نجم آپی پتا ہے کہ ماہ آپ کو یاد ہے مگر دل کو تسلی نہیں۔ نورین چندا بھول تو نہیں گئی؟ امبر سکندر جاناں میں ایف بی پہ نہیں خوش رہو جاناں اور

صبیرہ گڑیا کو ڈھیر سارا پیار۔ ڈیئر صائمہ مشتاق اینڈ اقرأ اللہ تعالیٰ آپ کو وہ سب کچھ عطا فرمائے جو اپنے نیک اور صالح بندوں کو عطا فرماتے ہیں' آمین۔ پیاری آنٹی کوثر خالد اچھا کیا جو بھول گئی اور تھے بھی اسی قابل پیاری لڑکی لائبہ میر کہاں چھپ گئی ہیں۔ ارے گل مینا خان آپ کا آرٹیکل پڑھا بہت زبردست تھا۔ اے چڑیل کہاں سے چوری کیا' ناں ناں میں بھوتنی بالکل بھی نہیں بہت خوشی ہوئی اپنا نام دیکھ کر۔ فوزیہ سلطانہ جاناں چکوال' نورین شفیع' پارس شاہ' حافظہ صائمہ کشف اینڈ اسپیشل فرینڈز ابرش آشیر ابرش اینڈ زیست مکرم سدا خوش رہو۔ عزیز از تمنا بلوچ آپ بہت اچھی ہیں' جیاء عباس اللہ سے مانگا کریں' خالی ہاتھ نہیں لوٹیں گی۔ سرگودھا والیوں ثانیہ مغل' سمیرا تعبیر' کشف فاطمہ اینڈ اقصیٰ کنزہ جانتی ہوں کہ پورے سرگودھا کا نظام آپ نے سنبھال رکھا ہے دنیا کی خوب صورت پری کیا بہت ناراض ہیں چلو معافی مانگتے ہیں اب تو آجائیں۔ شمع مسکان بہت مصروف کرلیا ہے خود کو کیوں ہنی ڈیئر عروسہ پرویز کا کس پتا ہے آپ ہمیں بھول ہی نہیں سکتی۔ گل محبت نام بہت اچھا ہے ہم سے دوستی کرو گی' حمرہ چوہدری مہربانو شاہ اینڈ میزاب بہت مغرور ہیں۔ نورین لطیف سلام' فوزیہ سلطانہ اینڈ عظمیٰ بٹ ایک نظر کرم ادھر بھی فائزہ بھٹی کیا حال ہے۔ سویٹی دھڑکن بلوچ آج بھی یہ دل آپ کے نام پر دھڑکتا ہے کہاں گم ہیں اپنے حسین مکھڑے کا دیدار کروائیں ناں۔ روشی وفا یہاں تو ہر کسی کو بھولنے کی بیماری ہے آپ بھول گئیں تو پھر کیا' کاجل شاہ کہاں ہیں' نینا خان مس یو آنٹی فلکی غزل آپ سے ہمیشہ مل کر ایک انوکھی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ دعاؤں میں یاد رکھا کریں' اقرأ جٹ اینڈ شزا بلوچ خوش رہیں' زہرہ ایمان یاد کیا ہمیں نہیں ناں۔ سنو آمنہ رحمن مالی دوستی کرو گی اور سنو ماہ کے علاوہ کسی سے نہیں کرو گی اور سنو ہر ماہ پیغام لکھو گی اور سنو دیا کی وجہ ریجکٹ نہیں کرو گی اور سنو تمہارا نمبر کہاں سے ملے گا اور سنو جن سے محبت ہو ان سے دوستی نہیں ہوتی۔ عائشہ جی کیا سمجھیں اوکے دوستوں دعاؤں میں یاد رکھنا۔

ماہ رخ سیال...... سرگودھا

آنچل ریڈرز اور فرینڈز کے نام

السلام علیکم! آنچل ریڈرز اور فرینڈز کیسے ہو آپ سب؟ امید ہے سب ٹھیک ٹھاک ہوں گے' اللہ آپ کو خوش رکھے' آمین۔ جی تو دوستو میں نے دو تین ماہ خط نہیں لکھا لیکن پھر بھی میں نے آپ لوگوں کو بہت یاد کیا' تھینک یو سوچ کہ آپ لوگوں نے بھی مجھے یاد رکھا۔ ارے مجھے تو بڑا فخر محسوس ہوتا تھا کہ میرا کوئی بھی خط مس نہیں ہوتا جب بھی جس سلسلے میں بھی لکھوں شائع ہوجاتا ہے۔ یہ کیا جب میں نے نومبر کے شمارے میں اپنی عمرہ پر جانے کی خوشی شیئر کی تو میرا فخر اور مان ٹوٹ گیا' خط شائع ہی نہیں ہوا چلو کوئی بات نہیں ہما آپی کو معاف کیا۔ جب عمرہ سے واپس آئی میں تو بیمار پڑگئی جب ہوش آیا تو دسمبر آدھا گزر گیا تھا' اب جلدی جلدی آپ سے رابطہ کررہی ہوں جن جن دوستوں نے مجھے سلام بھیجا ان کو پیارا سا ڈھیر سارا پیار اور سلام قبول کیجیے۔ نور الشال شہزادی کیسی ہو؟ اور شہزادی جی میں شروع سے ضلع قصور لکھتی تھی پھر قصور...... میں نا قصور میں رہتی ہوں نا کھڈیاں میں بلکہ الہ آباد سے بھی آگے رہتی ہوں مجھے اپنا ضلع قصور پسند ہے اس لیے قصور لکھتی ہوں۔ باقی میری ساری چڑیوں ماہ رخ سیال' عائش کشمالے' تمنا بلوچ' نورین انجم اعوان' زینب دلبر اعوان' فائزہ بھٹی' شازیہ ہاشم آپ سب کو میری طرف سے ڈھیر سارا سلام اور بے شمار دعائیں خوش رہیں' آمین۔ آپ سب نے مجھے یاد رکھا مجھے پڑھ کر بہت خوشی ہوئی باقی جن کے نام رہ گئے ہیں یار آپ بھی بڑے کیوٹ ہو ابھی سمجھا کرو خط جلدی پوسٹ کرواتا ہے۔ شازیہ اختر شازی میرا نام پسند کرنے کا شکریہ' آپ کی دوستی قبول ہے ڈیئر! آپ سب لوگ مجھے پرخلوص لگتے ہو یار کیونکہ جو قلم کی زبان بولتا ہے وہ دل کی آواز ہوتی ہے۔ خوش رہیں آباد رہیں آمین اور میرے لیے دعا کردیں جلدی سے پیاری سی جو فوراً اللہ پوری کردے' اللہ حافظ۔

میزاب...... قصور

اپنی پریوں کے نام

میری پیاری نند فریدہ جاوید فری اس بار آپ کا خط بھی نہیں تھا اور غزل بھی نہیں تھی اس وجہ سے آنچل پھیکا پھیکا سا لگا۔ اپنی حاضری یقینی بنایا کریں ہماری دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اور نازیہ کنول نازی کے والد کو مکمل صحت دے' آمین۔ رقیہ ناز' طاہرہ منور علی بھٹی' رابعہ شاہ' کوثر خالد مجھے یاد رکھنے کا شکریہ۔ سمیرا اسواتی' روبی علی' میرے لیے اولاد کی دعا کرنے کا شکریہ۔ ارم کمال آپ نے مجھے ہارٹ فیورٹ کہا یہ آپ کا حسن نظر ہے ورنہ ہم تو آپ کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہیں۔ انیلا طالب' انعم زہرہ' اقرأ جٹ' شازیہ ہاشم میری نگارشات پسند فرمانے کا بہت بہت شکریہ۔ اقرأ لیاقت اللہ آپ کی نانو اور ماموں کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے' آمین۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

آنچل وفیملی کے نام

ڈیئر آنچل و قارئین! السلام علیکم! سب سے پہلے تو یہ کہ میں اپنے امی' ابو' بہن بھائیوں سے بہت بہت پیار کرتی ہوں اگر مجھ سے کوئی غلطی ہوگئی ہو تو پلیز معاف کردینا اسپیشلی ابو جی پھر اپنے میاں جانی اور بچوں کے نام۔ جان آنی لو یو سوچ' ہادی اور جنت آپ دونوں میرے چمن کے پھول ہو' آپ سے بہت بہت پیار کرتی ہوں میں۔ اپنی ماما کو تنگ نہ کیا کرو' فرسٹ ٹائم انٹری دی ہے۔ سب قارئین کو سلام' اللہ حافظ۔

جیا بنت زیب...... مانسہرہ

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

جویریہ سالک

محاسبۂ نفس اور امانت داری

بارِ خلافت سنبھالنے کے بعد جناب عمر فاروقؓ نے امور خلافت کو نظم وضبط اور عدل وانصاف کے ساتھ اس انداز میں چلایا کہ ایسی مثال سے طبقہ سلاطین عاجز ہے۔ آپ ادنیٰ سے ادنیٰ بات پر اپنا محاسبہ فرماتے تھے' آپ کا ضمیر ہمہ وقت بیدار رہتا تھا۔ سب سے اہم بات یہ تھی کہ آپ نے کبھی اپنی ذات کو اہمیت نہیں دی' آپ فرماتے تھے کہ امت کا مال اسی طرح میرا نگرانی میں رہے گا جس طرح یتیم کے مال کی حفاظت کی جاتی ہے آپؓ نے ہمیشہ زہد وتقویٰ اور درویشی والی زندگی گزاری۔ آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب صدیق اکبرؓ کا طرز زندگی پسند تھا۔ آپ فرماتے تھے کہ میرے دو رفیق ہیں' ان دونوں نے خاص انداز میں زندگی کے دن کاٹے ہیں۔ میری خواہش ہے کہ میں ہو بہو ان کے طریق پر چلوں کیونکہ اگر میں نے ایسا نہ کیا تو میری مثال سے دوسرے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبرؓ کے طریقوں سے انحراف کریں گے۔

ابولولو فیروز مجوسی کے وار کی وجہ سے آپ کو گہرے زخم لگ چکے تھے جب آپ کو اس بات کا یقین ہو چکا کہ اب صحت یاب ہونا ممکن نہیں تو آپ نے ان تمام رقوم کا حساب لگوا لیا جو آپ کے نزدیک بیت المال کا قرض تھیں۔ یہ رقوم آٹھ ہزار درہم سے زائد تھیں آپؓ نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا کہ وہ اس رقم کو بیت المال میں ادا کردے۔ آپ کی شہادت کے دس دن بعد وہ ساری رقم ادا کردی گئی۔ درحقیقت یہ آپ کا بحیثیت خلیفہ اپنی اور اپنی اولاد کی کفالت کے لیے بیت المال سے لی گئی رقم کا مجموعہ تھا۔

پروفیسر عبدالعظیم جانباز

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض شمائل وعادات طیبہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز پڑھ کر فارغ ہوتے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور دریافت فرماتے کہ کیا کوئی مریض ہے جس کی عیادت کروں یا کوئی جنازہ ہے کہ اس کی نماز پڑھوں اگر ضرورت ہوتی تو تشریف لے جاتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر بیٹھتے اور زمین پر ہی بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے اور اکثر زمین پر ہی استراحت فرماتے' غریب اور بے سہارا لوگوں کی عیادت کو تشریف لے جاتے اور خود ان کا کام کاج کرتے' کبھی کسی کو حقیر نہ سمجھتے۔ ہمیشہ غریبوں کے جنازے میں شریک ہوتے' کمزور فاقہ زدہ اور مفلس لوگوں کے پاس خود جاتے اور ان کی اعانت فرماتے' غریب سے غریب آدمی کی بھی دعوت قبول فرمالیتے۔ غریبوں اور تنگدستوں کی مدد کرتے' ان کا بوجھ اٹھاتے' مہمانوں کی مدارات کرتے اور بھلائی کے کاموں میں تعاون فرماتے (صلی اللہ علیہ وسلم کثیراً کثیرا)

اپنے ساتھیوں میں سے جب کسی کو کہیں کا حاکم وغیرہ بنا کر بھیجتے تو اس کو یہی نصیحت فرماتے لوگوں کو اچھی طرح بتانا' ان کے لیے آسانیاں پیدا کرنا' دین کو اس طرح پیش کرنا کہ انہیں اس کی رغبت ہو' انہیں احکام سے مصیبت میں نہ ڈالنا' وغیرہ۔

جو لوگ اہل علم وفضل والے اور اچھے اخلاق والے ہوتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عزت واحترام فرماتے جو لوگ عزت ومرتبے والے ہوتے ان پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم احسان فرماتے۔ عزیز واقارب کی عزت کرتے اور ان کے ساتھ صلہ رحمی کرتے۔ اپنے عزیز واقارب میں یہ نہ دیکھتے کہ کون افضل ہے اور کون نہیں' جس کو زیادہ مستحق سمجھتے اس کی زیادہ مدد کرتے۔ جب اپنے ساتھیوں سے ملتے' ان سے خود سلام کرتے اور بڑی گرمجوشی کے ساتھ مصافحہ کرتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب جہاد کا حکم فرماتے تو خود سب سے پہلے جہاد کے لیے تیار ہو جاتے اور جب میدان کارزار گرم ہوتا تو سب سے آگے اور دشمن کے سب سے زیادہ قریب ہوتے۔

(ماخوذ از وسائل الوصول الیٰ شمائل الرسول)

تلخ مگر حقیقت......

❖ انسان جب اندر سے ٹوٹ جاتا ہے تو باہر سے خاموش ہو جاتا ہے۔
❖ اکثر برا بھی وہی بنتا ہے جو اچھا بن کر تھک جاتا ہے۔
❖ ادب کی بات ہوتی ہے ورنہ جو سن سکتا ہے وہ بول بھی سکتا ہے۔
❖ انسان تلوار سے نہیں طعنے سے مرجاتا ہے۔
❖ زہر مرنے کے لیے تھوڑا اور جینے کے لیے بہت سا پینا پڑتا ہے۔
❖ وقت جیسا بھی ہو بس گزر جاتا ہے۔

❖ الفاظ کے دانت نہیں ہوتے مگر یہ کاٹ لیتے ہیں۔
❖ یہ بھی اچھا ہے صرف سنتا ہے دل اگر بولتا تو قیامت ہوتی۔
❖ پتھر ہی لگیں گے تجھے ہر سمت سے آ کر یہ جھوٹ کی دنیا ہے یہاں سچ نہ کہا کر۔
❖ غلطیاں ہمیشہ سمجھ دار لوگ ہی کرتے ہیں کیا کبھی دیکھا ہے کسی پاگل کو محبت کرتے ہوئے؟

جازبہ عباسی ...... مری

کچن غزل

میری محبت کو اپنے دل میں ڈھونڈ لینا
اور ہاں آٹے کو اچھی طرح گوندھ لینا
مل جائے اگر پیار تو کھونا نہیں
پیاز کاٹتے وقت رونا نہیں
مجھ سے روٹھ جانے کا بہانہ اچھا ہے
تھوڑی دیر اور پکاؤ ابھی گوشت کچا ہے
لوگ ہماری محبت سے جل نہ جائیں
چاول ٹائم پر دیکھ لینا کہیں زیادہ نہ گل جائیں
کیسی لگی غزل بتا دینا
نمک کم لگے تو اور ملا دینا

علشبہ نور ...... بھیر کنڈ

دعا

اے اللہ پاک جس طرح تُو نے اپنی رحمت سے حضرت یونسؑ کو مچھلی کے اندر محفوظ رکھا۔
حضرت موسیٰؑ کو جادوگروں اور فرعون سے محفوظ رکھا۔
حضرت اسماعیلؑ کو قربانی کے وقت محفوظ رکھا۔
حضرت عیسیٰؑ کو سولی سے محفوظ رکھا۔
حضرت یوسفؑ کو اپنے بھائیوں سے محفوظ رکھا۔
اے اللہ پاک ایسے ہی اپنی رحمت سے امت مسلمہ کو پاکستان اور کشمیر کو دشمن عناصر سے محفوظ رکھ آمین۔

نورین انجم اعوان ...... کراچی

کسی کو جب اپنی خوبی میں احساس پیدا ہو جاتا ہے فخر پیدا ہو جاتا ہے کہ مجھ میں یہ خوبی ہے اس میں تکبر کے چھینٹے آنے لگتے ہیں۔ جب آدمی اپنی خوبی پر نازاں ہونے لگتا ہے تو یقین کیجیے وہ نفع کے مقام سے گر کر نقصان دینا شروع کر دیتا ہے۔

شنز بلوچ ...... جھنگ صدر

گولڈن ورڈ

❖ ہزار دوستوں سے بہتر وہ ایک دشمن ہے جو کھل کر مخالفت تو کرتا ہے لیکن منافقت نہیں۔

سونیا نورین گل ...... دندہ شاہ بلاول

کسی بھی رشتے کو نبھانے کے لیے قسموں اور وعدوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔
بس اسے نبھانے کے لیے دو خوب صورت لوگ چاہئیں
ایک بھروسہ کر سکے
اور
دوسرا اسے سمجھ سکے۔

تانیہ جہاں ...... ڈسکہ

شکار

ایک صاحب کسی زمانے میں ماہر شکاری رہ چکے تھے مگر بڑھاپے میں گزشتہ کئی برس سے ویل چیئر استعمال کرنے لگے تھے پھر بھی یہ خواہش انہیں بے قرار کیے رکھتی تھی کہ صرف ایک مرتبہ وہ کسی ریچھ کو اپنی بندوق کا نشانہ بنائیں۔
ایک دن ان کے پوتوں کو ان کی خواہش پوری کرنے کی سوجھی اور ویل چیئر کو دھکیلتے ہوئے بڑے میاں کو دس میٹر دور گھنے جنگل میں لے گئے اچانک ان کے سامنے ایک بڑا ریچھ آ گیا، جونہی ریچھ نے انہیں دیکھا تو ان کی طرف لپکا۔
دونوں پوتے چیختے چلاتے گھر کی طرف بھاگے اور ہانپتے کانپتے اپنی والدہ کو بتایا۔
"غضب ہو گیا امی! دادا جان کو ریچھ نے مار ڈالا۔"
"چلانا بند کرو۔" ماں نے ڈانٹا۔ "تمہارے دادا جان تم لوگوں کے آنے سے پانچ منٹ پہلے ہی گھر پہنچ چکے ہیں۔"

ثمینہ رباب ...... ساہیوال

دل کا سکون

س: "میں بہت گناہ گار ہوں؟"
ج: "اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو اللہ سب گناہ بخش دے گا۔" (القرآن)
س: "میرے دل کو سکون نہیں ہے؟"
ج: "بے شک اللہ تعالیٰ کی یاد سے دلوں کو اطمینان ہے۔" (القرآن)
س: "میں بہت اکیلا ہوں؟"
ج: "بے شک اللہ رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہے۔"

(القرآن)

س: ”مجھے کوئی یاد نہیں کرتا؟“

ج: ”تو اللہ کو یاد کرو وہ تجھے یاد کرے گا۔“ (القرآن)

س: ”میرے بہت سے خواب ادھورے ہیں؟“

ج: ”اللہ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔“ (القرآن)

س: ”اے رب تیری مدد کیسے ملے گی؟“

ج: ”صبر اور نماز سے مدد لیا کرو۔“ (القرآن)

حافظہ اقرا جاوید، بشریٰ جاوید ہاشمی...... خوشاب

شعر

میں کس کے نام لکھوں جو الم گزر رہے ہیں
میرے شہر جل رہے ہیں میرے لوگ مر رہے ہیں
کوئی اور تو نہیں ہے پس خنجر آزمائی
ہم ہی قتل ہو رہے ہیں، ہم ہی قتل کر رہے ہیں

عائشہ پرویز...... کراچی

عشق

❖ عشق ایسا مرض ہے جو مرتے دم تک ساتھ رہتا ہے اور بڑا ہی تکلیف دہ ہوتا ہے۔

❖ عشق ایسا مرض ہے جو انسان کو توڑ دیتا ہے اور پھر دنیا کی کوئی چیز اسے نہیں جوڑ سکتی۔

❖ عشق لاعلاج مرض ہے۔

سمیہ کنول...... بھیر کنڈ، مانسہرہ

اچھی باتیں

☆ طنز وہ آئینہ ہے جس میں دیکھنے والا اپنے سوا ہر کسی کے چہرے کو دیکھتا ہے۔

☆ اگر کوئی تمہارے ساتھ برا سلوک کرے اور تم کسی کے ساتھ اچھا سلوک کرو تو دونوں بھول جاؤ۔

☆ مصیبت سب کے لیے بہترین کسوٹی جس پر یار دوست پرکھے جاتے ہیں۔

☆ اچھا انسان وہ ہے جو کسی کا دیا ہوا دکھ تو بھول جائے پر کسی کی دی ہوئی خوشی نہ بھلا سکے۔

☆ دوست پیار کے لیے ہوتے ہیں اور چیزیں استعمال کے لیے بات تب بگڑتی ہے جب چیزوں سے پیار اور دوستوں کو استعمال کیا جاتا ہے۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

جب ہوا ٹھہر جائے اور ہر طرف حبس اور بے چینی ہو تو ایسے میں کوئی اپنا کسی سے خفا ہوتا ہے اس کا دل دکھتا ہے تو موسم بھی احتجاجاً سانسیں روک کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جس سے فضا میں گھٹن کا احساس بڑھ جاتا ہے۔

اقتباس: دیمک زدہ محبت...... صائمہ اکرم چوہدری

فائزہ بھٹی...... پتوکی

انمول موتی

❖ اتنا پھیلو کہ سمیٹنا مشکل نہ ہو اور اتنا حاصل کرو کہ چھوڑتے وقت تکلیف نہ ہو۔

❖ غم باعث عروج بھی ہے اور باعث زوال بھی۔

❖ اگر زندگی بچانے کی قیمت پوری زندگی بھی مانگی جائے تو انکار نہ کرنا۔

❖ گناہوں میں مبتلا انسان کا دعاؤں پر یقین نہیں رہتا۔

❖ زندگی سے تقاضا اور گلہ نکال دیا جائے تو سکون پیدا ہو جاتا ہے۔

❖ جو انسان اپنی وفا کا ذکر کرتا ہے وہ اصل میں دوسرے کی بے وفائی کا ذکر کر رہا ہوتا ہے، وفا تو ہوتی ہی بے وفا سے ہے۔

❖ ذوق سفر کے بغیر کوئی راہ آسان نہیں ہو سکتی۔

❖ ہم بعض لوگوں کو چاہنے کے باوجود نظر انداز نہیں کر سکتے اور بعض لوگوں کو ہم چاہتے ہوئے بھی عزت نہیں دے سکتے۔

❖ جو تم کو بری بات سے ڈرائے وہ تم کو خوشی کی بشارت دیتا ہے۔

نوشین اقبال نوشی...... گاؤں بدر مرجان

گوہر نایاب

❖ انسان کی زندگی میں دو چیزیں انسان کو مجبور بنا دیتی ہیں ایک موت اور تقدیر۔ اچھی موت نیک اعمال سے جبکہ تقدیر دعا سے بدلتی ہے۔

❖ دو چیزوں کے خیال سے انسان کو خوف آتا ہے ایک اندھیری قبر اور جہنم کی آگ، نیک اعمال اور صدقہ جاریہ اندھیری قبر اور جہنم کی آگ سے بچا سکتا ہے۔

❖ دو چیزیں انسان کے مرنے کے بعد بھی زندہ رہتی ہیں۔ صدقہ جاریہ اور دوسروں کو سکھایا گیا علم اور تعلیم۔

سلمٰی عنایت حیا...... کھلابٹ ٹاؤن شپ

yaadgar@aanchal.com.pk

آئینہ

شہلا عامر

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! اللہ رب العزت کے پاک نام سے ابتدا ہے جو خالق دو جہاں ارض وسماں کا مالک ہے۔ ہر بار کی طرح اس بار بھی آنچل کو آپ بہنوں کے لیے خاص طور پر سجایا گیا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ آئندہ ماہ کس مصنفہ کی تحریر کو آپ قاری بہنیں سراہتیں ہیں۔ اب بڑھتے ہیں بزم آئینہ کی جانب جہاں آپ بہنوں کے تبصرہ مانند نجوم جھلملا رہے ہیں۔

طیبہ رانا...... بھاگٹانوالہ' سرگودھا۔ السلام علیکم آنچل فرینڈز! یقیناً آپ لوگوں نے مجھے نہیں پہچانا ہوگا' پہچانتے بھی کیسے کیوں کہ میں نے آج سے ایک سال پہلے آئینہ میں شرکت کی تھی' اس دفعہ بھی آنچل حسب معمول 26 کو ملا۔ ٹائٹل گرل کا ہیئر اسٹائل بہت پسند آیا' سب سے پہلے درجواب آں میں مدیرہ آپی جو بہنوں کی محفل سجائے بیٹھی تھیں' ہم بھی محفل سے لطف اندوز ہوئے اور ہمیشہ کی طرح مشتاق احمد قریشی معلومات میں اضافہ کرتے نظر آئے۔ سب سے پہلے سلسلہ وار ناول ''جنوں سے عشق تک'' پڑھا' ہمیں بھی اس ناول سے اور آپی سمیرا شریف طور سے جنوں سے عشق تک جیسی محبت ہے۔ شہرینہ میں تھوڑی سی تبدیلی محسوس ہورہی ہے۔ ''تیری زلف کے سر ہونے تک'' یہ ناول میرا پسندیدہ ناول ہے' عروہ کی حرکتیں زہر لگتی ہیں آخر زید کب تک چپ رہے گا' کبھی نہ کبھی اسے اپنے دل کی بات سودہ کو بتانی ہی ہوگی۔ ''جنوری کی پہلی دھند'' حیاء بخاری کی اچھی کاوش تھی' مکمل ناول ''زرد محبت'' یونیک سی اسٹوری تھی۔ ناولٹ ''مسافت'' صدف آصف نے صحیح موضوع پر لکھا ہے' آج کل کی این جی او غریب بچوں کے لیے تو کھولی گئی ہیں لیکن غریبوں کو پوچھتا کوئی بھی نہیں۔ ہر کوئی اپنا پیٹ بھرنے میں مصروف ہے۔ بیاض دل میں شکریہ آپی جی مجھے تھوڑی سی جگہ دینے کے لیے' ہم سے پوچھیے میں نجم انجم اعوان' پروین افضل شاہین' ارم کمال' مدیحہ نورین مہک' انیلا طالب' ایس شہزادی سب کے سوالات کمال تھے۔

☆ ڈیئر طیبہ! اتنی طویل غیر حاضری ٹھیک نہیں ہم تو انتظار میں ہی رہے' اب امید ہے کہ آئندہ ماہ سے ہر ماہ مکمل تبصرے کے ساتھ حاضری دیں گی۔

اقرأ ممتاز...... سرگودھا۔ میری طرف سے آنچل کے تمام ریڈرز اور پریوں کو محبتوں بھرا اسلام۔ اس دفعہ آنچل 25 تاریخ کو ملا' ٹائٹل گرل کے چہرے پر تھوڑی سی مسکراہٹ کی کمی تھی۔ سب سے پہلے مدیرہ آپی کی سرگوشیاں سنیں' ہمارا آنچل میں عشرت عنایت' سمیرا' طاہرہ منور علی بھٹی' رمشا آفتاب جاناں کو پڑھا۔ ''بیتا ایک اور سال'' میں ساری اپنے بیتے سال سنانے میں مصروف تھیں۔ وہ جو اک میں تھا فنٹاسٹک اسٹوری تھی' میرب کے ساتھ ایسا کیا ہوا ہے جو وہ اس حال پر پہنچ گئی ہے؟ سلسلہ وار ناول میں ''تیری زلف کے سر ہونے تک'' یہ ناول بہت خوب صورتی سے آگے بڑھایا جارہا ہے اگر نوفل کو یہ خبر ملی کے انشراح اس کی کزن ہے تو نوفل کی حالت دیکھنے والی ہوگی۔ نوفل اب تم بہت بڑے دھماکے کی زد میں آنے والے ہو' پلیز آپی سودہ اور زید کی جوڑی بنایئے گا۔ لاریب کے ساتھ ایسا کچھ ہو کے وہ ساری زندگی یاد رکھے۔ ''ایک بار کر میرا اعتبار'' اچھی اسٹوری تھی' شکر ہے میرب نے علی سلطان کا اعتبار کرہی لیا۔ علی سلطان کو بھی ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا' اشعر نے انشال کے لیے جو قربانی دی ہے' ایسی قربانی کوئی کوئی

دیتا ہے میرا فیورٹ ناول ''جنوں سے عشق تک'' اس اسٹوری کے بارے میں کیا کہوں' اس اسٹوری نے پہلی قسط سے ہی اپنے سحر میں جکڑا ہوا ہے۔ شہرینہ اور افگن کی کمال کی جوڑی ہے۔ ''آؤ پھول چنیں'' عنابیہ جیسا صاف گو اور سچا انسان ہونا چاہیے' اسجد اور صارم کی باتیں ہنسنے پر مجبور کرگئیں۔ ''زرد محبت'' اس اسٹوری کے کردار بھی زرد محبت جیسے تھے' دوست کا پیغام آئے' ساری دوستیں ایک دوسرے کو پیغام دینے میں مصروف تھی۔ یادگار لمحے میں روبینہ کوثر معلومات میں اضافہ کرتی نظر آئیں۔ گل مینا خان اور عائش کشمالے' انا مریم' ہالہ عائشہ' سلیم سب کی تخلیق لاجواب تھی۔ آئینہ میں شازیہ ہاشم' فائزہ بھٹی' اقرأ جٹ' ارم کمال کا تبصرہ کیا خوب گرما گرم تھا' ہم سے پوچھئے میں پروین افضل شاہین' مدیحہ نورین مہک' ایس شہزادی کھرل کے سوالات پسند آئے۔ اب اجازت چاہوں گی اس دعا کے ساتھ کہ اللہ ہم سب کو خوش وخرم رکھے' آمین۔

انیقہ احمد...... کوٹ سارنگ۔ پیاری رائٹرز' ریڈرز اور شہلا آپی کو میرا اسلام قبول ہو' آنچل اس دفعہ 27 کو ملا' ٹائٹل گرلز نئے سال کا استقبال کرتے ہوئے بہت پیاری لگ رہی تھی' پچھلے ماہ تبصرہ نہیں کرپائی کیونکہ میرے چھوٹے پیارے چچا جان کی شادی تھی' گھر میں ایک خوب صورت اضافہ ہوا لیکن ڈائجسٹ پھر بھی پڑھ چھوڑا۔ سب سے پہلے مدیرہ جی کی سرگوشیاں سنیں' حمد ونعت سے دل کو منور کیا' در جواب آں میں قیصر آنی نے خوب محفل سجائی۔ دانش کدہ سے فیض یاب ہوئی' پھر اپنا موسٹ فیورٹ ناول ''جنوں سے عشق تک'' پڑھا' شہرینہ اور افگن کی جوڑی زبردست ہے' دونوں ٹکر کے ہیں' بہت مزہ آرہا ہے پڑھنے میں امی ہے کہ آخر تک یہ ناول کامیاب جائے۔ نازیہ آپی آپ کا ناول ''شب ہجر کی پہلی بارش'' جس تسلسل کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہے اسی طرح بڑھتا رہے۔ ''تیری زلف کے سر ہونے تک'' انشراح' نوفل کی کزن ہے یہ انکشاف اچھا لگا۔ آپی زید اور سودہ کو ایک کرنا پلیز' عروہ کے ساتھ بہت برا کرنا۔ نیا سلسلہ وار ناول ''وہ جو اک میں تھا'' لاسٹ میں پڑھا' اچھا ناول ہے۔ ناولٹ دونوں بیسٹ تھے' افسانوں میں ''مسیحائی'' ٹاپ پر رہا' کشور سلطانہ نے کمال کا آرٹیکل لکھا' دل خوش ہوگیا۔ بیاض دل میں ارم کمال' نجم انجم اعوان' مدیحہ نورین کے اشعار زبردست لگے۔ ڈش مقابلہ میں ساری ریسپیز پڑھ کر منہ میں پانی آگیا۔ نیرنگ خیال میں سب ہی ٹاپ پر تھے۔ یادگار لمحے میں گل مینا خان' انا مریم اور سباس گل نے بہت اچھا لکھا۔ آئینہ میں انیلا طالب' ارم کمال اور اقرأ جٹ نے میدان مار لیا' ہم سے پوچھئے میں ہماری باری کب آئے گی آخر میں میری دعا ہے کہ نیا سال ہم سب کے لیے اچھا ثابت ہو' آمین۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آنچل اور حجاب دونوں کو بہت زیادہ ترقیاں نصیب کرے' اللہ حافظ' پاکستان زندہ باد۔

☆ ڈیئر انیقہ! دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

سمعیہ رانی...... ملتان۔ تمام آنچل اسٹاف اینڈ ریڈرز و رائٹرز اور پیاری سی شہلا آپی کو یکم جنوری کی ٹھٹھرتی صبح اور نئے سال کے طلوع ہوتے سورج کا پہلا اسلام قبول ہو۔ جی ہاں نئے سال کا سورج طلوع ہوچکا ہے' جس کی روشنی میں مابدولت تبصرہ تحریر کرنے میں محو ہیں۔ ٹائٹل گرل اپنی تمام تر رعنائیوں و دلکشی سمیت دل کے آئینوں میں جگہ بنا گئی' حمد ونعت سے نورانی نور حاصل کرتے ہوئے بہنوں کی محفل میں انٹری دی۔ نازیہ جی! اللہ آپ کے والد محترم کو صحت کاملہ عطا فرمائے' آمین۔ انعم زہرہ خوشیاں ہمیشہ آپ کے قدم چومیں عنزہ یونس اللہ آپ کو صبر وکامل عطا فرمائے۔ دانش کدہ میں چھٹے آسمان تک پہنچے تو آگے پڑھنے کو دل بےقرار ہوا' خیر اگلے مہینے تک کے لیے دل کو تشفی دے کر صبر کا دامن تھام لیا۔ تعارف چاروں بہنوں کا سپر' رمشا آفتاب' سدا آفتاب کی طرح چمکتی رہو' لیجیے دوستی کا ہاتھ بھی بڑھا دیا اور آپ کا کشمیر بھی دیکھنا ہے۔ دریائے نیلم تک کا سفر تو کر آئی ہوں مگر آگے کشمیر جانے

کے لیے ٹائم نہیں بچا سو واپس آ گئے تھے۔ نئے سال کا سروے حرا قریشی' انیلا طالب' نجم انجم کے سنگ سبھی کا اچھا لگا۔ نازیہ جی! اب مریرہ کو ٹھیک بھی کر دیں اور ہوزان کو عمر عباس کے نام کر دیں کب تک بے چارے تنہا رہیں گے۔ یاسمین نشاط' نشاط انگیز ناول لے کر حاضر ہوئیں مگر یہ کیا دل پر ہاتھ رکھ لیا۔ قسط وار ''چلیں صبر کا دامن تھام لیتے ہیں'' جیسے ''جنوں سے عشق تک'' کے لیے تھاما ہوا ہے۔ صدف ریحان کے ساتھ ہم نے خوب پھول چنیں' جنوری کی پہلی دھند حیاء بخاری کے سنگ اچھی لگی' باقی افسانے اور ناول سبھی زبردست رہے۔ آرٹیکل بہت خوب پھر چلتے چلتے سبک خرامی سے نیرنگ خیال تک پہنچے تو جناب من' صاحب من حرا قریشی نئے سال کی آمد پر آئین بنانے چلیں' ہم بھی ساتھ ہو لیے۔ ہاجرہ عمران امید ہم ہے کہ اب کے برس دھند کی طویل راتیں رخت سفر باندھتی نظر آئیں گی اور جگنو کے دیے ہر پل روشن ہوں گے۔ دلکش مریم اداسیاں پچھلے سال میں ہی ڈال دو یار۔ کوثر خالد صاحبہ آپ نے سب کو یاد کیا مگر مجھے بھول گئیں ناں' آپ نے کہا تھا آپ کو کیسے بھول سکتی ہوں بہرحال بھول گئیں ناں۔ کوئی بات نہیں یہ رسم دنیا ہے' آپ سے بات کر کے بڑا مزہ آیا مجھے۔ باقی سلسلے بوجہ گھریلو امور تھوڑے سے ادھورے رہ گئے لیکن پھر بھی اچھا خاصا پڑھ ڈالا آنچل ہم نے۔ آخر میں آنچل سے چھوٹا سا گلہ ہے کہ کیا آنچل والے مجھ سے ناراض ہیں یا ہم غریبوں سے کوئی غلطی سرزد ہو گئی ہے جو میرا چوتھی دفعہ بھیجا گیا' دوست کے نام پیغام نہیں چھپ رہا۔ بہرحال ہماری محبت میں کمی نہیں آئے گی ہم آج بھی پیارے آنچل سے ویسی ہی محبت کرتے ہیں جیسی کئی سال پہلے کرتے تھے۔ جازبہ عباسی' عنزہ یونس' دلکش مریم' ہنی (ریالی مری) صائمہ سکندر سومرو اور انیلا طالب' بحیرہ نیلم ان سب کو کتنی دفعہ دوستی کا پیغام بھیجا مگر افسوس چھپ نہیں سکا۔ ایک نام رہ گیا' رخسانہ اختر سرگودھا' اس کے ساتھ ہی اجازت چاہتی ہوں زندگی بخیر تو چلتے رہیں گے' اللہ حافظ۔

میزاب...... قصور۔ السلام علیکم! شہلا آپی کیسی ہیں آپ؟ آنچل ریڈرز اور رائٹرز ہمارا چاہتوں بھرا اسلام قبول کیجیے۔ اس ماہ کا آنچل زبردست تھا' سب سے زیادہ مجھے ٹائٹل پسند آیا اُف ماڈل کے کپڑے' جیولری' میک اپ' ہیئر اسٹائل کمال کا تھا سچی میں اینڈ تھینک یو تھینک یو اس لیے کہ ٹائٹل دیکھ کر ہی دل خوش ہو جاتا ہے۔ ''تیری زلف کے سر ہونے تک'' اقرأ آپی آپ نا انشراح کو پاگل کر کے چھوڑیں گی اتنی الجھنیں اس کے چھوٹے سے دماغ میں ڈال دی ہیں اللہ ہی رحم کرے۔ اب صحیح معنوں میں نوفل کے عتاب کا نشانہ بنے گی۔ ''شب ہجر کی پہلی بارش'' بہت اچھی جا رہی ہے' نازی جی اب زاویار کو کن چکروں میں ڈال رہی ہیں۔ شہزاد کے لیے عبدالہادی ہی ٹھیک ہے پلیز' در مکنون اور صیام کی جوڑی بیسٹ ہے۔ ''جنون سے عشق تک'' اتنا جنون یہ عشق میں کیسے تبدیل ہوگا ہاں شیر افگن کے لیے کہہ سکتے ہیں......

بدلے بدلے میرے سرکار نظر آتے ہیں
دل کی بربادی کے آثار نظر آتے ہیں

باقی سارا آنچل بیسٹ ہے ابھی پڑھ رہی ہوں' وہ کیا ہے ناں میں ذرا حوصلے سے پڑھتی ہوں کہ کہیں جلدی ختم نہ ہو جائے۔ زندگی رہی تو پھر ملاقات ہوگی اللہ کرے 2018ء ہمارے لیے خوشیاں امن اور سکون لائے' آمین۔ اللہ پاکستان کی حفاظت کرے اور تمام مسلم ممالک کی حفاظت فرمائے' برما کے مسلمانوں کے لیے دعائیں۔

اسماء صدیقہ' ثمینہ مصری...... خانیوال۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! امید ہے آپ سب بخیریت ہوں گے آنچل اس بار سرپرائز کی صورت میں ملانٹ کھٹ سی پیاری بہن نے اپنی پاکٹ منی سے لے کر گفٹ کر دیا' تھینک یو پیاری بہنا (آئندہ بھی گفٹ کرتی رہنا)۔ پھر آنچل تھا اور ہم' شہلا آپی آپ کی سرگوشیوں

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

میں سردیے بیٹھے تھے کہ اچانک سے چونک پڑے پتا ہے کیوں؟ پیاری آپی آپ نے کہا (ہمیں نئے قمری سال کی ابتدا پر ہی مبارک باد دینی چاہیے) آپی ہم آئندہ نئے اسلامی سال محرم الحرام میں مبارک باد دیں گے ضرور ان شاء اللہ (کیوں ناہم پہلا قطرہ بنیں)۔ اس کے بعد حمد و نعت سے دل کو مستفید کیا' دانش کدہ سے دانائی کے موتی چنتے اور جا پہنچے ہمارا آنچل میں' تقریباً سب ہی تعارف اچھے لگے مگر سب سے اچھا تعارف عشرت عنایت کا لگا۔ سروے میں جھانک کر دیکھا ہر دل عزیز رائٹر حرا قریشی صاحبہ بلند و بالا مسند پر براجمان تھیں (کاش ایسا ہو کہ میں آپ سے مل سکوں) پھر آئے سلسلہ وار ناول کی طرف ''تیری زلف کے سر ہونے تک'' اب کی بار تو انداز ہی عجیب تھے ارے حیرت ہو رہی ہے' نوفل اور زید جیسے بندوں میں ہمدردی اور گداز کا پیدا ہونا یہ سارا کریڈٹ آپی اقراٗ کو ہی جاتا ہے جہاں آراء کو انشراح کی بجائے لاریب کی نانی ہونا تھا۔ اوسان خطاء ہوگئے' انشراح یوسف صاحب کی بیٹی ہے' شکر ہے سودہ کے زخم مندمل ہوگئے۔ ''شب ہجر کی پہلی بارش'' خوب اسٹوری چل رہی ہے' میرو آنٹی جلد از جلد شفاء یاب ہوجائیں' زاویار کی بے قراری دیکھی نہیں جاتی۔ نازیہ آپی 2017ء کے جس رائٹر سے میں متاثر ہوئی وہ آپ ہیں اس ڈائجسٹ سے ناطہ جڑنے کا سبب آپ کے ناول کی پہلی قسط ہے' اللہ آپ کے والد صاحب کو صحت کاملہ دے' آمین۔ پتا نہیں یہ سدید کی طرح یہ صیام کہاں غائب ہوگیا بڑا آیا محبت کا دعویدار درمکنون کتنے مصائب سے دوچار ہوئی مگر دشمن جاں نے پلٹ کر خبر تک نہ لی۔ میرے پاس سے گزر گئے میرا حال تک نہ پوچھا ''جنوں سے عشق تک'' افکن صاحب کا رویہ قابل تحسین ہے' احساس کمتری کا شکار شہرینہ سخت خول میں بند ہوچکی ہے۔ لگتا ہے افکن شہرینہ کے پیچھے مری چلا جائے گا وہاں خوب انڈرسٹینڈنگ ہوجائے گی۔ افسانے اور ناول بھی خوب تر تھے ''وہ جو اک میں تھا'' یاسمین نشاط بہنا! خوب صورت بہترین ناول موضوع کا چناؤ' منفرد انداز تحریر الفاظ گویا ہاتھ باندھے کھڑے ہیں۔ لفظ لفظ سے ادبی چاشنی جھلک رہی ہے' بہت کچھ سیکھا ہم نے ''اونچے بول میرے رب کو پسند نہیں لفظ ''میں'' میرے رب کو زیب دیتا ہے۔'' بقیہ ناول کا شدت سے انتظار رہے گا ''وہ ایک پل'' ام ایمان قاضی ایسا کہنا بے جا نہ ہوگا مکمل ڈائجسٹ پر فوقیت آپ کی تحریر کو حاصل تھی جوں جوں بڑھتے گئے رونگٹے کھڑے ہوتے گئے مگر جوں ہی اختتام ہوا گرم سیال کا احساس ہوا۔ پیاری رائٹر آپ کی تحریر نے دل کی ترجمانی کی ایسا انمٹ نقش چھوڑا جو شاید تاعمر مدہم نہ ہوسکے۔ ہمارا دین تو میانہ روی کا درس دیتا ہے نہ جانے ہم کیوں شدت پسند بن جاتے ہیں۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کے قلم میں برکت عطا فرمائے اور اصلاح امت کا ذریعہ بنائے' آمین' شدت سے آپ کا انتظار رہے گا۔ ''مسافت'' صدف آصف بہنا کی ایک پیاری تحریر وطن عزیز کی محبت میں پور پور ڈوبی ہوئی' حاصل مطالعہ رہی اور ماہ رو کا انا و ضد کا انداز عجیب سا لگا (مگر اسرار کھلتے گئے جوں جوں پڑھتے گئے)۔ ''کوئی بتلاؤ کہ'' ہاہاہا' ہی ہی ہی...... یوں لگ رہا تھا ہمارے گھر کی روداد ہو۔ ہماری اماں جان بھی ہماری ہمسائی حنا کو جو حال ہی میں ماں کے رتبے پر فائز ہوئی ہیں وقتاً فوقتاً نصائح کان میں انڈیلتی رہتی ہیں بھلے وہ ادھر سے سن کر اُدھر سے نکال دے' بے چارہ رباب بے بی دونوں گھروں میں تختہ مشق بنا ہوا ہے۔ صدف ریحان' حیاء بخاری' ماوراء طلحہ کی محبت کے اٹوٹ رشتے میں گندھی لاجواب تحاریر تھیں۔ آئینہ انیلا طالب' انعم زہرہ' عائشہ پرویز' ارم کمال' اقراٗ جٹ کے پیارے پیارے تبصرے اچھے لگے' اقراٗ آپ کا شکریہ آپ نے یاد رکھا۔ بیاض دل میں نام نہ دیکھ کر دکھ ہوا' میمونہ آپی مرضی ہے آپ کی۔ ایمان وقار آپی میں نے اتنی پیاری نظم لکھی تھی سال نو کے متعلق جو سب نے پسند کی مگر آپ نے شامل نہیں کی' چلو امید پر دنیا قائم ہے۔ بیوٹی گائیڈ سے ہماری کیوٹ سی کزن نے خوب فائدہ اٹھایا' فاؤنڈیشن خوب لگا کر چڑیل بنی' ہاہاہا۔ دوست کا پیغام آئے خوش نصیبوں کے نام جگمگا رہے تھے مگر ہم خوش نصیب تب ہوں گے جب ہماری پیاری دوست ہمارے نام چند

پل کرے گی آئی مس یو ثمینہ صاحبہ! اللہ رب العزت آنچل ٹیم کو خوش حالیاں نصیب فرمائے دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور اپنی رحمتوں کا سایہ فرمائے آمین۔ خوش رہیں آپ سب دکھوں کو بھی زندگی کا حصہ سمجھ کر اگنور کر دیں اپنا خیال رکھیے گا دعاؤں کی درخواست اچھا اب اجازت اللہ حافظ۔

☆ پیاری اسماء! مکمل تبصرہ بے حد پسند آیا آئندہ بھی محفل میں شامل رہیے گا۔

شبنم حسین...... لاہور۔ السلام علیکم! امید ہے سب خیریت سے ہوں گے آنچل یکم کو ملا سرورق پیارا تھا سب سے پہلے حمد و نعت سے دل کو منور کیا۔ یادگار لمحے ہمیشہ کی طرح دل پر اثر کر گئے آئینہ میں سب خط شوق سے پڑھتی ہوں اگر اپنا بھی شامل ہو تو شوق مزید بڑھ جاتا ہے۔ مکمل ناول میں ام ایمان قاضی کا ''وہ ایک پل'' زبردست تھا۔ ''تیری زلف کے سر ہونے تک'' بھی اچھا جا رہا ہے آپی نوفل کے دل میں انشراح کے متعلق جو غلط فہمیاں ہیں وہ اب دور ہو جانی چاہئیں اور زید کو بھی سودہ کے متعلق بات کر لینی چاہیے یہ نہ ہو وہ بعد میں پچھتائے۔ ''شب ہجر کی پہلی بارش'' کے صفحات بہت تھوڑے ہوتے ہیں پلیز بڑھا دیں۔ شیر دل کا انجام بہت اچھا ہوا اس جیسے ظالم لوگوں کو ایسی سزائیں ملنی چاہئیں۔ شہزاد اور عبدالہادی کو ضرور ملائیے گا نیرنگ خیال میں کوثر ناز کی نظم نئے سال کا سورج پسند آئی۔ باقی آنچل تبصرہ لکھنے کے شوق میں ابھی نہیں پڑھا ان شاء اللہ آئندہ ماہ تفصیلی تبصرہ کے ساتھ شامل ہوں گی اللہ حافظ۔

ثناء...... صادق آباد۔ تمام قارئین کو سلام دعا ہے کہ سب خیریت سے اور خوش باش ہوں نئے سال کا آنچل ہمارے ہاتھ میں ہے۔ ''وہ جو اک میں تھا'' سے آغاز کیا نئے سال کے تحفے کی طرح لگا یہ ناول واہ زبردست۔ امید ہے یہ ایک ٹاپ کلاس ناول ہوگا۔ ''مسافت'' کے لیے تو یہی کہنا چاہوں گی کہ ہم جو بھی ہیں پاکستان سے ہیں اگر پاکستان نہیں تو ہم بھی نہیں۔ شکر ہے کہ علی کو عقل آ گئی اور اس نے بروقت اچھا فیصلہ کیا ویل ڈن صدف جی۔ ''تیری زلف کے سر ہونے تک'' اقرا جی نے تو اس بار خاصا جھٹکا دیا جب یہ پتا چلا کہ روشن آرا ہی اصل میں انشراح کی والدہ ہیں۔ ناول کی یہ قسط بھی بہترین رہی فل فارم میں ''مسیحائی'' ایک اچھی تحریر تھی اس شعر کی تفسیر کہ......

اپنے لیے جیے تو کیا خاک ہم جیے

''نیا سال اور تم'' کچھ زیادہ متاثر کن نہیں تھی بہر حال قرۃ العین کے الفاظ کا چناؤ اچھا تھا کہ موضوع پرانا ہوتے ہوئے بھی کہانی مزہ دے گئی۔ ''شب ہجر کی پہلی بارش'' ناول تو بہترین ہے ہی لیکن نازیہ جی کی شاعری اسے چار چاند لگا دیتی ہے۔ نادیہ فاطمہ رضوی کی تحریر ''ایک بار کرو میرا اعتبار'' میں بہت اچھا اینڈ ہوا شکر کہ علی سلطان کی منتقم مزاجی ختم ہو گئی ورنہ خاصا نقصان ہو جاتا اس کا اور میرب کا۔ ''جنوں سے عشق تک'' کی تو بات ہی کیا ہے اس تحریر کے سامنے تو جیسے الفاظ ہی رک جاتے ہیں۔ سمیرا جی ہیرو ہیروئن کا شروع میں ہی نکاح کروا دیتی ہیں اور پھر ان کو خوب لڑاتی ہیں ہاہاہا۔ باقی اسٹوریز ابھی پڑھی نہیں ہیں دو تین دن بعد ایگزامز اسٹارٹ ہو رہے ہیں اس لیے۔ بیاض دل میں سبھی کا انتخاب اچھا لگا باقی باتیں پھر سہی اللہ حافظ۔

حنا ارشد...... لاہور۔ السلام علیکم! پیاری شہلا آپی میری طرف سے آپ تمام قارئین اینڈ آنچل اسٹاف کو پیار بھرا سلام۔ امید کرتی ہوں کہ سب اللہ کے کرم سے ٹھیک ٹھاک ہوں گے۔ سرورق دیدہ زیب ہے اشتہارات کو چھوڑ کر حمد و نعت سے فیض ہوئے اس کے بعد در جواب آں میں جھانکا عشرت عنایت سمیرا کا تعارف اچھا لگا پہلی بار شرکت کر رہی ہوں امید ہے آپ کی محفل میں جگہ ملے گی۔ ماشاء اللہ آنچل ایک اچھا ادبی رسالہ ہے تمام سلسلے

بہت اچھے ہیں سلسلہ وار ناول میں ''تیری زلف کے سر ہونے تک'' بہت زبردست جارہا ہے۔ ''شب ہجر کی پہلی بارش'' نازی آپی آپ کی شدت سے کمی محسوس ہوئی' اللہ سبحان و تعالیٰ آپ کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ جناب وقاص عمر میں آپ کی تہہ دل سے مشکور ہوں کہ آپ میری بے لوث اتنی ہیلپ کررہے ہو شاید کوئی اور بھی نہیں کرسکتا' آپ جیسے لوگ کبھی بھی فراموش نہیں کیے جاسکتے۔ ہاں آپ کو سالگرہ بہت بہت مبارک ہو' باقی آئینہ میں نور مسکان سرور' عنزہ یونس اور فائزہ بھٹی پتو کی سرفہرست رہیں۔ بیاض دل میں حنا مہر' یاسمین کنول اور وقاص عمر سرفہرست رہے۔ نیرنگ خیال میں کنول خان' کوثر ناز کی شاعری نے دل کے تار کو چھولیا۔ یادگار لمحے میں عظمیٰ بٹ' وقاص عمر اور روبینہ کوثر کا انتخاب بہترین تھا۔ ڈیئر آنچل فرینڈز آپ میں سے کوئی بھی بہن میرا شعری مجموعہ ''خواب سے خواب تک'' پڑھنا چاہے تو 240 روپے ہدیہ کے ساتھ میرے موبائل نمبر پر رابطہ کرکے منگوا سکتی ہیں' اللہ نگہبان۔

☆ پیاری حنا! پہلی بار آمد پر خوش آمدید' آئندہ ماہ مکمل تبصرے کے ساتھ حاضری دیجیے گا۔

ماہم نور انصاری...... حیدر آباد۔ السلام علیکم! فروری کے شمارہ میں خوش آمدید' آنچل 28 کو ملا تو خوشی دو چند ہوگئی کیونکہ آج رات بارہ بجے ہم نے دسمبر کی سرد رات کے پرفسوں لمحوں میں خود کو سالگرہ مبارک کہنا ہے۔ ہوگئی ڈبل خوشی' فہرست پر نظریں دوڑائیں اپنا نام نہ دکھا تو آگے بڑھ گئے' آپا کی ''سرگوشیاں'' سنیں' واقعی حجاب کے بعد اب آنچل کی سالگرہ بھی تو منانی ہے ان شاء اللہ اس بار سالگرہ نمبر پر ماہم نور کو آپ ضرور پڑھیں گے' آنچل میں لکھنے کا آغاز میں نے سالگرہ نمبر سے ہی کیا تھا۔ حمد و نعت' حدیث مبارکہ اور الکوثر دل میں گھر کرگئے۔ در جواب آں میں لازمی پڑھتی ہوں کیونکہ اس سے قیصرا آپا سے محو کلام کا گمان اچھا لگتا ہے۔ نورِ شال آپ کا نام بہت اچھا لگا افسانہ منتخب ہونے پر مبارک باد۔ گڑیا اگلی بار اپنے شہر کا نام ضرور لکھیے گا تاکہ ہمیں بھی پتا چلے انتظار کی گھڑیاں کس کس کے نصیب میں ہیں' ہمارا آنچل میں عشرت آپ کا غصے میں پکارا جانے والا نام زیادہ پسند آیا' عشرہ۔ سمیرا آپ حافظ قرآن ہیں جان کر خوشی ہوئی' مجھ سے دس ماہ بڑی رمشا آفتاب جاناں آپ کا تعارف مجھے سب سے زیادہ اچھا لگا' آپ کی بیشتر پسند مجھ سے ملتی ہے بالخصوص لڑکا ہو کر آرمی میں جانے کی خواہش اور اپنی دوست سے اتنی محبت' مجھے بھی اپنی دوست ماریہ شیخ سے بہت محبت ہے اسے بھی آرمی میں جانے کا بہت شوق ہے' اللہ آپ کی صبا اور میری ماریہ شیخ کی آرمی سے محبت کی تکمیل فرمائے۔ ''بیتا اور ایک سال'' میں حرا قریشی کی آمد دل کو بھائی مگر ''جاری ہے'' دیکھ کر غصہ آیا۔ سعیدہ آنٹی کیا ہوجاتا اگر میرے جوابات جنوری کے شمارے میں شائع ہوتے' دل ٹوٹ گیا سچی اور دل کے ٹوٹنے کا اثر یہ ہوا کہ میں نے یاسمین نشاط اور صدف آصف کو نہیں پڑھا (معذرت دونوں سے غم ہلکا ہوا ذرا پھر پڑھیں گے اور دیر سے پڑھنے پر پچھتائیں گی)۔ ہاں اقرأ کو پڑھا اور پڑھ کر اچھا لگا کہانی آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہی ہے۔ ''مسیحائی'' میں خدیجہ جلال کا پیغام پر اثر تھا' نیک اولاد واقعی صدقہ جاریہ ہے' والدین کو تربیت اولاد میں بہترین کردار ادا کرنا چاہیے۔ ''نیا سال اور تم'' بھی پسند آئی' نازی نے ایک بار پھر جملوں کے سحر میں جکڑا' ویل ڈن نازی! کومہ کے حوالہ سے معلومات دیں' بے حد شکریہ۔ سمیرا ''جنون سے عشق تک' ٹوٹا ہوا تارا'' اور ''یہ چاہتیں یہ شدتیں'' کے بعد میرا فیورٹ ہورہا ہے۔ فیس بک پر ماورا طلحہ کے ایکسیڈنٹ کی خبر ملی' بہت دکھ ہوا' اللہ انہیں صحت دے تاکہ پھر سے وہ ہمیں ''زرد محبت'' سا ناول پڑھنے کو دیں۔ راشدہ رفعت' حیا بخاری' صدف گیلانی' ام ایمان قاضی سے معذرت انہیں ابھی نہیں پڑھا۔ ہاں کشور سلطانہ کا آرٹیکل پڑھا' لفظوں کا چناؤ کمال تھا' ہومیو کارنر میں حساس مسئلہ پر معلومات قابل دید رہی' معلومات میں اضافہ ہوا۔ بیاض دل میں ارم کمال' مدیحہ نورین کے اشعار پسند آئے' سباس گل کا شعر ڈائری کی زینت ٹھہرا۔ ڈش مقابلہ کی تمام ڈشز امی کے لیے محفوظ کرلیں' بھئی ماں کھلائے ہم کھائیں واہ۔ نیرنگ خیال میں حرا قریشی از دی بیسٹ رہیں' دلکش

مریم کی شاعری پسند آئی۔ نرمین سرھیو کا نئے سال کے حوالے سے کاوش بہت پسند آئی' مبارک قبول کرو نرمین! دسمبر کے حجاب میں آپ کا اپنے نام پیغام پڑھا" آپ نے صحیح کہا کہ "ہم لڑکیاں کریں تو کیا کریں واقعی قومی سطح پر احتجاج تو ممکن نہیں" نرمین میرے آرٹیکل کا پیغام ہی یہی تھا کہ ہمارے بس میں جتنا ہو سکے اتنا کریں' قلم کے ذریعے یا سوشل میڈیا پر سب اپنا اپنا حصہ ڈالیں تا کہ روز محشر ہماری پکڑ نہ ہو کہ ہم بھی صرف تماشائیوں میں سے تھے' میں نے آرٹیکل بہت مختصر لکھا تھا تشنگی باقی ہے اب تک آرٹیکل کے نام پر بس مختصراً پیغام دینا چاہا تھا' اللہ سبحان وتعالیٰ ہمارے فلسطین' کشمیری' برما اور دیگر ظلم کا شکار مسلمان بھائیوں کو آزادی نصیب فرمائے ویسے آپ فیس بک پر کس نام سے ہیں اور حیدر آباد میں کہاں سے ہیں کبھی اپنا تعارف مکمل کروائیں' ہمیں انتظار رہے گا نرمین۔ مدیحہ کا اپنے نام خط اچھا لگا۔ رابعہ شاہ مجھے آپ کی دوست قبول ہے اب پیغام میں مجھے نہ بھولیے گا۔ یادگار لمحے میں تمام ہی انتخاب خوب صورت لگے بالخصوص سباس گل کی نظم وقاص عمر کی دعا اور طاہرہ منور کی غزل پسند آئی اور آج ہی فیس بک کا پہلا اسٹیٹس رہی' روبینہ کوثر "معلومات" میں اس لائن کا اضافہ کرلیں۔ "محبتوں کا شہر" (حیدرآباد' پاکستان) کو کہا جاتا ہے' واہ سچی دل وچ ٹھنڈ پے جانی تھی' ہم شہر محبت کے باسیوں کے۔ سحرش مصطفیٰ کی محدد تاریخ غزل بھی پسند آئی۔ شہلا عامر کے آئینہ میں نورین' نجم انجم' انیلا' ارم کمال زر گر سسٹرز' تمثال ہاشمی اور اقرأ جٹ کا عکس دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی۔ آپ کے لیے میں ناآشنا سہی مگر میں آپ سبھی کو بہت غور وشوق سے پڑھتی ہوں اللہ آپ سب کو ہمیشہ آنچل وحجاب سے جوڑے رکھے' اقرأ جٹ بے حد شکریہ تبصرہ پسند کرنے کا۔ صحت کے معاملے میں بے پرواہوں اس لیے آپ کی صحت کبھی کبھار ہی پڑھتی ہوں مگر اس بار سرسری نگاہ زرینہ عامر پر پڑی تو ٹھہر گئے' شہر محبت کے باسیوں سے ہمیں پیار جو بہت ہے۔ ہم سے پوچھئے پڑھا تو سوچا چلو ہم بھی کبھی کچھ پوچھنے آئیں گے شمائلہ جی سے۔ کام کی باتیں اس بار واقعی کام کی تھیں' میرے لیے نہیں بلکہ آس پاس کئی لوگوں کے لیے جو شرمیلے پن میں گھرے رہتے ہیں اور دنیا ان سے دو قدم آگے نکل جاتی ہے' موضوع بہترین تھا کیونکہ دور حاضر میں خود اعتمادی بے حد ضروری ہے۔ بس 290 صفحے تھے ختم ہو گئے' نئے پیغام کے ساتھ اب انتظار ہے مہینے میں دوسرے آنچل یعنی حجاب کا' چلیں آپ اور میں مل کر انتظار کرتے ہیں اور بزم آئینہ میں ہمارا ساتھ یہیں تک تھا۔ اجازت دیں کیونکہ اب میں نے کل کے دن کی تیاری کرنی ہے آخر کو کل میری سالگرہ ہے' دعاؤں میں یاد رکھیے گا' اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر ماہم! اگر 290 صفحات میں سے کسی مصنفہ کی تحریر پڑھ کر تبصرہ کرتیں تو یقیناً ان کے لکھنے کا حق وصول ہوتا۔

انیلا طالب...... گوجرانوالہ۔ السلام علیکم! آنچل کے چمکتے دمکتے ستاروں کو اور شہلا جی کو سلام' اس بار طویل انتظار کے بعد چھبیس دسمبر کو آنچل کا دیدار ہوا سرورق اچھا لگا۔ حمد ونعت اور سرگوشیاں پڑھ کے در جواب آں میں جھانکا تو خود کو پا کر دلی اطمینان ہوا' چلیں جی امید پر دنیا قائم ہے اس سال دیگر ڈائجسٹ وغیرہ میں میرے مکمل ناول' ناولٹ پڑھنے کو ملیں گے۔ یقین ہے آنچل وحجاب میں بھی تحریریں شائع ہو جائیں گی' آتی ہوں باقاعدہ تبصرہ کی جانب۔ پیارے آنچل کو ایڈوانس میں سالگرہ مبارک ہو ویسے اس مہینے میں میری بھی سالگرہ تھی' ہمارا آنچل میں انٹری دی تو طاہرہ منور بھٹی دل میں جگہ بنانے میں کامیاب ٹھہریں۔ سروے میں قدم رکھا تو آپی حرا قریشی کو سامنے پایا' ویل ڈن آپی حرا! میرے شہر کی باسی صباحت رفیق اللہ آپ کو کامیاب کرے۔ شکریہ پیاری آپی سعیدہ نثار صاحبہ مجھے بھی شامل کرنے کا' افسانوں میں "مسیحائی" اور سلسلے وار ناولز میں "شب ہجر کی پہلی بارش" بہت پسند آیا' اختتام کی طرف گامزن یہ ناول بہت اچھا لگا۔ "ایک بار کرو میرا اعتبار' وہ ایک پل' جنوری کی پہلی دھند" کہانیاں اچھی لگیں۔

بیاض دل میں تانیہ جہاں‘ سیدہ جیا عباس کاظمی‘ شازیہ ہاشم سواتی کے اشعار دل پر لگے۔ نیرنگ خیال میں حرا قریشی اور ریمان نور رضوان کی نظم پسند آئی‘ سبھی کے تبصرے پسند آئے آخر میں ایک پرزور التجا ہے قارئین سے اگر کسی کے پاس ”ہلال“ کے اردو ایڈیشن ہیں‘ ایک بھی ہے تو پلیز مجھے ارسال کردیجیے میں مہینوں خوار ہوئی نیٹ پر بھی کھنگالا مگر نہیں ملا۔ میرے ایڈریس پر بھجوادیں تو دل کی گہرائیوں سے مشکور رہوں گی‘ اگلے شمارے کا شدت سے انتظار رہے گا تب تک کے لیے اجازت دیجیے‘ اللہ حافظ۔

فضہ‘ مائرہ جٹ...... 132 جنوبی سرگودھا۔ السلام علیکم! شہلا آپی کیا حال ہے‘ آپی جی تین ماہ بعد آئی ہوں‘ مدرسہ میں میں ترجمہ تفسیر پڑھ رہی ہوں آپی دعا کریں مکمل کرلوں۔ اس دفعہ آنچل 28 کو مل گیا‘ سرورق بس سادہ سا اچھا لگا‘ سب سے پہلے حدیث پڑھی‘ ماشاء اللہ بہت اچھی لگی اس کے بعد آپی جی کی سرگوشیاں اور درجواب آں پڑھا پھر جلدی سے نازی آپی کا ناول پڑھا آپی جی آپ کا ناول بہت شوق سے پڑھتی ہوں‘ سچ میں پڑھ کر مزہ آجاتا ہے۔ عدینہ کو کیا تکلیف ہے دری کے پیچھے پڑگئی ہے‘ دری ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے تھپڑ مار کر دفعہ کروں اور یہ صیام کو کیا ہے دری پہلے ہی پریشان ہے اوپر سے عدینہ کے ساتھ کام کرکے اور پریشان کررہا ہے دری کو (شرم کرو صیام! شرم کرو) جس سے محبت کرتے ہیں اس کو پریشان نہیں کرتے۔ شکر ہے زاویار کو بھی عقل آئی آپی جی اس ناول کا بھی اینڈ بہت مزہ کا ہونا چاہیے۔ پھر ”تیری زلف کے سر ہونے تک“ پڑھا‘ آپی جی زید اور سودہ کی شادی کرادیں نا پلیز پھر زید کی مما کو پتا چلے گا‘ بلاوجہ ہی سودہ کو پریشان کرتی رہتی ہیں۔ عاکفہ اور انشراح کی دوستی کمال کی ہے‘ عاکفہ کبھی بھی انشراح کا ساتھ نا چھوڑنا۔ ”جنوں سے عشق تک“ یہ ناول پڑھ کر مزہ آگیا۔ شکر ہے افگن کو بھی شہری کا احساس ہوا‘ اللہ کرے افگن کو شہری سے عشق ہوجائے پھر مزہ آئے گا (اور شہری تم بھی کچھ شرم کرو اتنا پیارا تو ہے کاش مجھے مل جائے نا اس طرح کا بندہ)۔ ناولٹ اور افسانے ابھی پڑھے نہیں‘ بیاض دل میں کوثر خالد‘ شاہین‘ ارم کمال‘ پارس شاہ کے شعر اچھے لگے۔ اقصیٰ تو سارے شعر ہی بہت شوق سے پڑھتی ہے‘ مریم عنایت کی غزل بہت پسند آئی‘ دوست کا پیغام آئے‘ سب کا پیغام پڑھے۔ فائزہ بھٹی کا اپنے نام پیغام دیکھ کر بہت خوشی ہوئی‘ فائزہ میں نے بھی آپ کے نام پیغام لکھا تھا فائزہ کیا آپ شہر میں رہتی ہیں یا پھر گاؤں میں۔ میرے نانا ابو بھی پتوکی میں رہتے ہیں اور ہاں میرے پاس اکتوبر کا آنچل ہے آپ آکر لے جاؤ۔ میری دعا ہے سدا سکھی رہو‘ سلمیٰ عنایت آپ کا تبصرہ اچھا لگا میری طرف سے دوستی پکی ہے‘ صائقہ مثال سرگودھا آپ کا بھی تبصرہ زبردست تھا‘ آپ سرگودھا کے کس گاؤں سے ہے؟ باقی سب کے تبصرے بھی زبردست تھے۔ یادگار لمحے تو ہوتے ہی یادگار ہیں‘ رابعہ مبارک آپ کہاں ہیں؟ خیریت تو ہے ناں۔ اقصیٰ‘ مریم‘ مسرت آنچل رسالہ کو خراب نہ کیا کرو نہیں تو میں دیا نہیں کروں گی سمجھی۔ ندا مسکان جٹ آپ کہاں ہو؟ اللہ آپ کی ہر پریشانی دور کرے‘ آمین‘ باقی سب کو سلام‘ اللہ حافظ۔

☆ اب اس دعا کے ساتھ آئندہ ماہ تک کے لیے اجازت کہ اللہ رب العزت وطن عزیز کو ترقی کی جانب گامزن کرے اور تمام مسلمانوں کی پریشانیاں دور فرمائے‘ آمین۔

aayna@aanchal.com.pk

ہم سے پوچھیے

شمائلہ کاشف

عائشہ پرویز......کراچی

س: آپی جی ارے ارے بیٹھ جائیں اتنے ماہ بعد آئی ہوں سواگت نہیں کریں گی ہمارا؟

ج: خالی ہاتھ آئی ہو ہمیشہ کی طرح کنجوس اب تو شادی بھی ہوگئی ہے کچھ تو شرم کرتیں۔

س: مجھے میرے میاں دنیا کی حسین ترین خوب صورت ترین عورت کہتے ہیں کیا میں ان کی بات پر یقین کرلوں؟

ج: ضرور لیکن صرف لفظ عورت پر۔

س: میرے میاں پر سرد ہواؤں کا اثر ہوا ہے کہتے ہیں آسمان پر جتنے ستارے ہیں آج سے وہ سب تمہارے ہیں؟

ج: تم بھی کہہ دو کچن میں جتنے برتن ہیں سب تمہارے ہیں شاباش دھو جا کر۔

س: اپنے میاں سے اس نئے سال میں کیا گفٹ لوں محبت وفا اور......؟

ج: ایک اسمارٹ اور کام کاج کرنے والی ماسی۔

س: آپ اب دعا دیں اچھی سی کہ میرے میاں میرے قبضے میں آجائیں؟

ج: تم ویسے ہی چڑیل ہو میری دعا تو تمہارے میاں کے لیے ہے وہ تمہیں خوش رکھے آمین۔

نجم انجم اعوان......کراچی

س: شمائلہ جی کوشش کے باوجود بھی ہم ان لوگوں کو کیوں نہیں بھول پاتے جن سے دھوکہ کھاتے ہیں؟

ج: کیونکہ انہوں نے ہمارے پیسے دینے ہوتے ہیں اس لیے۔

س: محبت کے کھیل میں ریفری کون ہوتا ہے؟

ج: شادی سے پہلے امی اور شادی کے بعد ساس۔

س: جرم عشق کیا ہے دنیا سے کیوں چھپاؤں میں نے اسے چاہا ہے ہزاروں سے کہوں گی؟

ج: ایک انجم صاحب ہی کافی ہیں ہزاروں کو کیوں ڈھونڈتی ہو۔

س: انسان کسی کو دل دے کر زندہ کیسے رہتا ہے؟

ج: اس کا دل لے کر جیسے تم اب تک انجم کے دل پر زندہ ہو۔

س: جب میری شادی ہوئی تھی تو میرے ملک صاحب نے میٹھے کے بجائے کریلے ہی کیوں پکوائے تھے؟

ج: تمہارے ہاتھوں کی کڑواہٹ کم کرنے کے لیے۔

طاہرہ غزل شگفتہ کنول......جتوئی

س: کافی عرصے بعد آپ کی محفل میں تشریف فرما ہوئے ہیں پھولوں سے ویلکم تو کرلیں؟

ج: پھول مہنگے ہیں اس لیے پھول گوبھی ٹھیک ہے پکا اور کھا بھی لینا۔

س: آپی یہ دن میں تارے کیسے نظر آتے ہیں؟

ج: دو کان کے نیچے لگاؤں گی تو تاروں کے ساتھ چاند بھی نظر آئے گا۔

س: آپی آپ نے ہمیں اپنی محفل سے کیوں نکالا تھا؟

ج: تم جو دوسروں کے سر سے جوئیں دیکھنے بیٹھ گئی تھیں اس لیے۔

س: آپی خواب میں میں نے آپ کو لنڈا بازار میں دیکھا کیا کررہی تھیں آپ وہاں؟

ج: تمہارے لیے گرم کپڑے لے رہی تھی اب سردیوں میں استعمال کرنا۔

اقرا جٹ......منچن آباد

س: نئے سال کی مبارک باد مجھے بھی وش کریں وودعا؟

ج: سدا خوش رہو صرف اپنے خرچے پر۔

س: محبت ایک جنگ ہے تو ہمیں یہ کس طرح لڑنی چاہیے؟

ج: ایمان داری سے پیسے بچا کر کامیاب رہو گی۔

س: آپی آپ کی ردی کی ٹوکری کو بدہضمی نہیں ہوتی؟ سال میں ایک دفعہ تو مجھے چھوڑ دیا کریں؟

ج: تمہیں چھوڑنے پر ہی تو وہ بدہضمی کا شکار ہوجاتی ہے۔

س: دو دوستوں کو ایک ہی لڑکی سے محبت ہوجائے تو؟

ج: ایک کو فیل ہوجانا چاہیے دوستی کی خاطر۔

علشبہ نور......بھیر کنڈ

س: آپی کبھی تو اپنا موڈ ٹھیک کرلیا کریں؟

ج: میرا تو ٹھیک ہے تم کیوں چہرے پر بارہ بجائے رکھتی ہو۔

س: آپ کو پتا ہے رات میں نے آپ کو خواب میں دیکھا تو ڈر ہی گئی؟

ج: کیوں...... میں تمہاری ساس کے ساتھ کھڑی تھی کیا؟

سمیرا سواتی...... بھیر کنڈ

س: اُف اپیا جانی کتنی کنجوس اور تنگ دل ہیں ہر مرتبہ مجھے اپنی محفل سے بھگادیتی ہیں؟

ج: کیونکہ تمہارے وجود کے حساب سے میرے پاس کرسی نہیں اور زمین پر تم بیٹھ نہیں سکتیں موٹی۔

س: خوش رہنے والے لوگ دوسروں کو خوش کیوں نہیں رکھتے شموا پیا؟

ج: خوشی میں ان کی آنکھیں بند ہوجاتی ہیں اس لیئے بے وقوف لوگ۔

س: کیا کمال انتخاب ہے میرا اپیا جی؟ تم اپنی ہی مثال لے لو؟

ج: تمہیں کس کی مثال دوں یہ سمجھ نہیں آئی۔

جازبہ عباسی...... مری

س: چندے مہتاب' چندے آفتاب اک پری چہرہ حسین شہزادی جازبہ عباسی کی سانولی موٹی چڑیل سہیلی شمائلہ کاشف کیسی ہیں آپ؟

ج: تم نے حسد اور جلن کے مارے سوال بھی الٹا لکھ دیا۔

س: شمائلہ جانو' ہم اکثر سوچتے ہیں کہ جب آپ کبھی بھی بچوں کے سامنے جاتی ہیں تو بچے آپ کو دیکھ کے چیختے چلاتے کانوں پر ہاتھ رکھے تیز گام کی طرح کیوں بھاگنے لگتے ہیں بھلا؟

ج: بھاگتے نہیں وہ تو دراصل ہمارے ساتھ کھیلتے ہیں۔

س: پیاری چلاکو شمائلہ ماسی ذرا بتائیں تو کہ ہر مہینے میں صرف 30,28 اور 31 دن ہی کیوں ہوتے ہیں' 60,55,50 کیوں نہیں ہوتے؟

ج: بے وقوفوں کی ملکہ دن تو وہی ہوتے ہیں تاریخ بدلتی ہے تم پچاس' پچپن اور ساٹھ تاریخ بھی رکھ لو تو کوئی مسئلہ نہیں ذہنی مریض ایسی بہت سی حرکتیں کرتے ہیں۔

س: شمائلہ ڈارلنگ قسم سے تیری خاطر گولی کھانے سے بالکل ڈر نہیں لگتا مگر...... شرط یہ ہے کہ گولی ڈسپرین کی ہو...... ہی ہی ہی۔

ج: دیکھا کردی ناں پاگلوں والی بات۔

س: تجھ کو نہ دیکھوں تو ڈر نہیں لگتا ہے...... دیکھ کے تجھ کو دل کو میرے اٹیک آتا ہے' کیوں...... آخر کیوں؟

ج: تم پوری ظلم ہو کاش تمہیں فارورڈ کرکے دیکھتی۔

نورین انجم...... کراچی

س: اگر زندگی ایک سفر ہے تو اس کا کرایہ کتنا ہے؟

ج: سانس کا...... اگر سانس ختم تو سفر ختم' اس کرائے کی حفاظت کرو۔

س: سنا ہے کہ دنیا گول ہے تو پھر ہم گرتے کیوں نہیں؟

ج: تم تو ہر اچھی چیز دیکھ کر پھسل جاتی ہو یہ تمہاری امی کا ہی کہنا ہے۔

س: اگر آپ کو مجھ سے صرف ایک چیز مانگنے کی اجازت ہو تو آپ کیا مانگیں گی؟

ج: تمہاری خاموشی۔

س: 2018ء میں ہم سے پوچھیے میں کیا تبدیلی لائیں گی؟

ج: تم کو اپنی محفل میں کھڑا رکھوں گی۔

س: سویٹ آنٹی میری مما جانی ہر وقت گھور گھور کر دیکھتی ہیں اور کہتی ہیں کہ تم کسی کام کی ہی نہیں اب کیا کروں؟

ج: تم ان کی جوئیں دیکھنے کا کام شروع کردو وہ بھی خوش اور تم بھی خوش۔

سحرش مصطفیٰ...... میانوالی

س: متر' کیسا ہے فیر حال چال' کامیابی کا کوئی راز بتادیں سسرالی نصیحتوں کے علاوہ؟

ج: "محبت" یہ سسرال بھی لے جائے گی۔

س: ہم آپ کے ہیں کون' دشمن کے علاوہ؟

ج: دادی کی بھی پردادی' اس رشتے کو نبھایئے گا۔

س: "میں نے یہ بال دھوپ میں سفید نہیں کیے" اس محاورے کی کوئی مزے دار سی وضاحت دیں؟

ج: ہاں واقعی یہ سفید بال تمہاری عمر کو بخوبی واضح کرتے ہیں کہ تم اسی سال کی بوڑھی عورت ہو۔

س: ڈیئر آپی مجھ جیسی انگلش بول کر دکھائیں؟ ہیلو ہم جینگ آپ کے ساتھینگ رہنگ' وری موسٹلینگ ہیلپنگ فیلنگ آتینگ...... کیا آپ کو بھینگ ایسی خوشینگ ہوینگ...... ڈونٹ ہیستینگ۔

ج: ہر لفظ میں سینگ کیوں لگادیئے کہیں تمہارے سر پر بھی سینگ تو نہیں اُگ آئے۔

س: قیص تیری کالی تے سوہنے پھلاں والی' پاویں وسے ٹوں کراچی' نئی چلنی تری بدماشی تینوں لے آنا میانوالی...... ہووو

قیص......

ج: ارے اتنا شور مت کرو تمہیں چند اضرور مل جائے گا بس یہ داگ لاپنا بند کرو۔

پروین افضل شاہین......بہاولنگر

س: میرے میاں جانی پرنس افضل شاہین کو ہر چیز سونگھ کر کھانے کی عادت ہے اگر میں کہوں تو برا مناتے ہیں میں ان کی یہ عادت کیسے ختم کرواؤں؟

ج: آپ ان کی ناک پر ایک عدد چٹکی لگا دیں نہ ناک کھلے گی نہ ہی کچھ سونگھیں گے۔

س: شادی سے پہلے میرے میاں جانی میرے لیے آسمان سے تارے توڑ کر لانے کو تیار رہتے تھے مگر اب وہ میرے لیے درخت سے امرود تک نہیں توڑتے؟

ج: اب عقل جو آ گئی شادی سے پہلے عقل سے پیدل ہونے کا ثبوت دیتے تھے۔

س: اگر کسی کو دیکھ کر دل دھڑکنا بھول جائے تو؟

ج: ایسے خوفناک لمحات میں اللہ کو یاد کرنا چاہیے بی بی۔

اقرا کیانی......حافظ آباد

س: آنی کبھی تو مجھے بھی اپنی محفل میں گھسنے دیا کریں؟

ج: تم چوہیا ہو جو بل میں گھس جاؤ گی۔

س: نخرے اس کے ایک ہزار......کرتا نہیں آنکھیں چار اس سے آگے بتائیں کیا ہے؟

ج: پہلے اپنی امی حضور کو بتاؤ جو وہ کرتی ہیں پھر وہ ہمیں بتاؤ۔

س: کل میں نے آپ کو ساحل سمندر پر ایک جوتا ہاتھ میں پکڑے دیکھا دوسرا کہاں تھا؟

ج: تمہیں مارا تھا اور تم لے کر بھاگ گئی اب واپس کرو۔

س: جوابوں کے لیے آپ کون سی ڈکشنری کا مطالعہ کرتی ہیں شمائل آنی؟

ج: تم کو کیوں بتاؤں کل کو تم وہ کتاب خرید لو گی۔

انیلا طالب......گوجرانوالہ

س: پیاری شمائل اپیا نیا سال مبارک ہو۔

ج: تمہیں بھی انیلو۔

س: آپ نے یہ نیا سال کیسے منایا؟

ج: فروٹ چاٹ کیک بریانی کوفتے اور پائے کھانے کے ساتھ منہ میں پانی آ گیا ناں نہ دیدی۔

س: نئے سال پر پٹاخے کیوں چلتے ہیں؟

ج: اچھا خود ہی چلا کر معصوم صورت بنا کر اب ہم سے ہی پوچھ رہی ہو واہ چلاکو۔

س: ہمارے اتنے بونگے سوالوں سے آپ اکتا نہیں جاتیں؟

ج: چلو شکر تم نے یہ تو مانا کہ تمہارے سوال بونگے ہوتے ہیں۔

س: میری امی مجھے بھلا کیا کہتی ہیں پیار سے میرے نام کو بگاڑ کے؟

ج: پیار ہو یا غصہ وہ کہتی ہیں جو تم ہو ماسی مصیبتے۔ اب امی سے لڑنا مت کہ ہمیں کیوں بتایا۔

مدیحہ نورین مہک......گجرات

س: نیا سال مبارک ہو آپ کو بہت۔

ج: کبھی کیک بھی لے آیا کرو سارا کھا کر خالی ہاتھ آ جاتی ہو۔

س: جورو کا غلام ہوتا ہے جورو کا نواب کیوں نہیں؟

ج: اگر اسے نواب ہی بننا ہوتا تو جورو کا تھوڑی بنے گا ہاں غلام بننا تو مجبوری ہے۔

س: اسمارٹ خوب صورت لڑکیوں کو ہینڈسم کیوں نہیں کہتے؟

ج: لو میں تمہیں کہتی ہوں ہینڈسم مد جواب بتاؤ ملا کوئی اپنے جیسا ہینڈسم۔

س: محبوب کا رنگ دودھ سے کیوں ملاتے ہیں کالے توے سے کیوں نہیں؟

ج: میں تم تمہارا رنگ کالے توے سے ملاتی ہوں دودھ جیسی تو میں خود ہوں۔

س: کالے سیاہ لڑکوں نے کالا چشمہ کیوں لگایا ہوتا ہے؟

ج: تم لڑکوں کو اتنے غور سے دیکھتی ہو ابھی تمہاری امی کو بتاتی ہوں۔

س: کسی اندھے کو محبت ہو جائے تو......؟

ج: محبت اندھے کو ہی ہوتی ہے بی بی آنکھ والے تو حسن دیکھتے ہیں۔

سمعیہ، بھاولپور سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 34 سال ہے، کچھ ماہ بعد میری شادی ہے، میری کمر کے 3 مہرے آپس میں ملے ہوئے ہیں، فزیوتھراپی کروا رہی ہوں اب کچھ بہتری آئی ہے، مہروں کی وجہ سے نچلے دھڑ میں دونوں ٹانگوں میں ذرا سا چلنے سے کام کاج کرنے سے شدید درد ہوتا ہے، کمر کے بائیں حصے میں، بائیں ٹانگ میں، بائیں کندھے میں اور گردن میں دونوں کنپٹیوں میں، کھوپڑی میں سر کے پچھلے حصے میں، بائیں آنکھ کے پچھلے حصے میں، چہرے کے بائیں طرف اور دونوں جبڑوں میں شدید درد ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے نیند نہیں آتی، ڈاکٹر کہتے ہیں کہ پرانا مرض ہے آہستہ آہستہ ختم ہوگا کیونکہ مہروں کا مرض تقریباً 10 سالوں سے ہے، ہمیں نہیں معلوم تھا ہم تو بس سر درد، کمر درد سمجھ رہے تھے، 2 ماہ پہلے مرض تشخیص ہوا ہے، کوئی دوائی تجویز کردیں۔

محترمہ آپ مہروں Theridion 30 اور بائیں طرف کے درد کے لیے Spigelia 30 دونوں میڈیسن کے 5، 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پئیں، ان شاء اللہ افاقہ ہوگا۔

ساجدہ رمضان، سرائے سدھو سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 21 سال ہے اور میں اَن میرڈ ہوں، میں پیٹ کم کرنے کے لیے Calcarea Fluor 6x گولیاں لے رہی ہوں میں نے آنچل میں آپ کے کالم میں پڑھا ہے، آپ یہ بتادیں کیا یہ ٹھیک ہے اور کتنے دن استعمال کرنا ہے۔ دوسرا مسئلہ میری بھابی کا ہے، بچوں کی ڈلیوری کے بعد اُن کا پیٹ کافی لٹک گیا ہے، ڈلیوری آپریشن سے ہوئی تھی اور کمر میں درد بھی کافی رہتا ہے، بچے کو فیڈ بھی کرواتی ہیں، اُن کی عمر 28 سال ہے، کوئی دوائی تجویز کردیں۔

محترمہ آپ وہی دوا 6 ماہ تک جاری رکھیں اور بھابھی کو Phytolaccaberry Q کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ کھانے سے پہلے پلائیں، چکنائی، آلو، چاول اور مرچ مصالحے سے پرہیز کریں، کم از کم آدھا گھنٹہ واک لازمی کروائیں۔

کرن مسکان، جناح ٹاؤن سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 31 سال ہے، غیر شادی شدہ ہوں میرا ماہانہ نظام ٹھیک نہیں ہے، کبھی دورانیہ زیادہ ہوتا ہے تو کبھی کم ہوتا ہے۔ دوسرا مسئلہ میری کزن کا ہے وہ بہت کمزور ہے، ان میریڈ ہے، میری ہم عمر ہے، 10 ماہ سے ماہانہ نظام بند ہے، ہم دونوں کے لیے کوئی دوا تجویز کردیں۔ تیسرا مسئلہ میری دور کی نظر کمزور ہے بہت زیادہ بھی نہیں ہے میں نے عینک نہیں لگوائی اور نہ لگوانا چاہتی ہوں۔ چوتھا مسئلہ میرے اور میرے بہن بھائی کی آنکھوں کے نیچے حلقے ہیں، غذا بھی مناسب ہے، دودھ، پھل وغیرہ بھی لیتے ہیں مگر حلقے کم نہیں ہورہے، اس کے لیے بھی کوئی دوائی تجویز فرمادیں۔

محترمہ آپ اپنا اور اپنی کزن کا Pelvis کا الٹراساؤنڈ کرواکر رپورٹ بھیج دیں، رپورٹ دیکھ کر مناسب دوا تجویز کردی جائے گی۔ نظر کی کمزوری کے لیے Physostigma 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پئیں۔ آپ کو اور بہن بھائی کو کمزوری ہے، حلقے ختم کرنے کے لیے China 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پئیں۔

عاشق حسین، فیصل آباد سے لکھتے ہیں کہ ماشاء اللہ میری بیٹیاں تو ہے لیکن بیٹے کی نعمت سے محروم ہوں، برائے مہربانی کوئی علاج بتائے، اللہ آپ کو اجر دے گا۔

محترم آپ اپنی بیوی کو حمل کے پہلے مہینے میں Calcium Phos CM کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں رات کو سوتے وقت پلائیں اور دوسرے دن صبح نہار منہ 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر پلائیں، یہ دو خوراک کافی ہوگی، ہماری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کی مراد پوری کرے گا۔

شازیہ بانو، سکھر سے لکھتی ہیں کہ میری ایک سہیلی کے ساتھ ناخوشگوار حادثہ ہوگیا تھا، کچھ مہینے بعد اس کی شادی ہے، اس وجہ سے وہ کافی پریشان ہے۔

محترمہ آپ اپنی سہیلی کے مسئلے کے لیے صبح 10 تا 1 بجے، شام 6 تا 9 بجے کلینک کے فون نمبر یا موبائل نمبر 0320-1299119 پر رابطہ کریں۔

نائلہ ملک، لاہور سے لکھتی ہیں کہ میرے بالوں کی حالت بہت خراب ہے، مختلف قسم کے شیمپو استعمال کرنے سے بال روکھے اور بے رونق ہوگئے، کسی بھی تقریب میں کھلا چھوڑ کر نہیں جاسکتی، کیونکہ یہ پھول جاتے ہیں، میں چاہتی ہوں کہ میرے بال سیدھے اور سلکی ہوجائیں۔ دوسرا مسئلہ میرے ماتھے اور رخساروں پر بہت زیادہ بال ہیں پہلے یہ ہلکے تھے اب یہ گھنے بھی اور سخت نکل رہے ہیں کوئی ایسی دوا بتائیں کہ بغیر کسی سائیڈ افیکٹ کے ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائے۔

محترمہ آپ اپنے سر کے بالوں کے لیے Aphrodit Hair Grower اور چہرے کے غیر ضروری بال ختم کرنے کے لیے Aphrodit Hair Inhibitor بذریعہ ایزی پیسہ اکاؤنٹ نمبر 0349-4900800 میں پیسے بھیج کر بھی منگوا سکتی ہے۔

عطیہ احمد، ٹوبہ ٹیک سنگھ سے لکھتی ہیں کہ عمر 24 سال ہے

،چند سالوں سے چہرے پر بھورے تل بننا شروع ہوگئے تھے اب کالے اور سرخ رنگ کے بھی بہت زیادہ بن رہے ہیں، چہرہ بدنما لگنے لگا ہے، تل مسلسل بڑھ رہے ہیں اور پورے جسم پر پھیل گئے ہیں۔ کوئی دوا تجویز کردیں جس سے یہ ختم ہوجائیں اور دوبارہ نہ ہو۔ دوسرا مسئلہ میری بڑی بہن کا ہے اُن کی رنگت سانولی ہے، ہاتھ، بازوؤں اور پاؤں کی رنگت کالی ہے، 6 ماہ بعد شادی ہے کوئی ایسی دوا بتائیں کہ تمام جسم کی رنگت گوری ہوجائے۔

محترمہ آپ Thuja Q کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں۔ اس کے علاوہ آپ Blood D/R ٹیسٹ کروا کرانی رپورٹ ہمارے کلینک کے ایڈریس پر ارسال کریں اور اپنی بہن کو Judum 1M کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں 15 دن میں ایک بار پلائیں، ان شاء اللہ رنگت کافی بہتر ہوجائے گی۔

بشریٰ طارق، سیالکوٹ سے لکھتی ہیں کہ مجھے ہلکی سی سردی لگے تو زکام ہوجاتا ہے، گلے میں درد ہوتا ہے، کچھ بھی کھانے پینے میں نگلنے میں تکلیف ہوتی ہے، گلے میں درد ہوتا ہے، گلے کے غدود بھی سوج جاتے ہیں۔ کوئی دوائی بتادیں۔

محترمہ آپ Baryta Carb 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پئیں۔ ٹھنڈی اور چکنائی والی اشیاء سے پرہیز کریں۔

بلال احمد، ہری پور سے لکھتے ہیں کہ میری عمر 38 ہے، شادی کو 12 سال ہوگئے ہیں، کچھ سالوں سے ازدواجی زندگی میں مسائل کا سامنا ہے جس کی وجہ سے میں بہت پریشان رہتا ہوں ، بڑی امید کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، آپ میرے مسئلے کا مناسب حل بتائیں۔

محترم آپ Staphisagaria 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں اور ڈاکٹر صاحب کا بنایا ہوا خاص طلاء بذریعہ منی آرڈر منگوا سکتے ہیں جس کی قیمت 800 روپے ہے۔ ان شاء اللہ بہت افاقہ ہوگا۔

سائرہ بانو، ساہیوال سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر بہت زیادہ چھائیاں ہیں خصوصاً ناک، گال اور ہونٹوں کے اوپر۔ کریم استعمال کرنے سے وقتی طور پر مدھم ہوتی ہیں لیکن بعد میں کالی سیاہ ہوجاتی ہیں۔ میں ان سے بہت پریشان ہوں پلیز ان کا کوئی حل بتادیں، میری چھوٹی بہن کا چہرہ پہلے صاف تھا لیکن اب اس کے چہرے پر بھی چھائیاں بننا شروع ہوگئی ہیں، ہم دونوں کے لیے کوئی دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ دونوں Barbaris Equifalium Q کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پئیں۔

نازیہ ناز، لاہور سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 35 سال ہے ، میں اسکول ٹیچر ہوں، کلاس میں لیکچر دینے کی وجہ سے اکثر آواز بیٹھ جاتی ہے، کھانسی کے ساتھ بلغم بھی محسوس ہوتا ہے، کوئی دوائی تجویز کردیں۔

محترمہ آپ Argentum Met 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن تین میں مرتبہ پئیں۔

فاطمہ زیدی، ملتان سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 19 سال ہے ، کچھ مہینے بعد میری شادی ہے، میں چاہتی ہوں کہ شادی سے پہلے میرے بالوں کی حالت کچھ بہتر ہوجائے جو کہ بہت خراب ہوچکی ہے، بال روکھے اور بے رونق ہوگئے ہیں اور تیزی سے گر بھی رہے ہیں، ہیر گرور منگوانے کا طریقہ بھی بتادیں؟

محترمہ آپ کا مسئلہ ہیر گرور سے حل ہوجائے گا۔ گھر پر منگوانے کے لیے مبلغ 700 روپے بذریعہ منی آرڈر یا ایزی پیسہ (اکاؤنٹ نمبر 03494900800) کریں۔ آپ کو ایک بوتل بھیج دی جائے گی۔

زینب بتول، بنوں سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 35 سال ہے، مجھے ہر وقت قبض رہتی ہے، اکثر تین، تین دن ہوجاتے ہیں، ماہانہ ایام کے دنوں میں پیاس بہت لگتی ہے، میرا پیٹ بھی بڑھ گیا ہے دوسرا مسئلہ میری بہن کا ہے اس کی عمر 33 سال ہے اس کی بھنوئیں سفید ہونا شروع ہوگئی ہیں، ان تمام مسائل کے لیے بھی دوائی تجویز کردیں۔

محترمہ آپ Nux Vomica 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پئیں۔ اپنی بہن کو Natrum Mure 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پلائیں۔

منی آرڈر کرنے کا پتا:

ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک

ایڈریس: دکان نمبر C-5 ، کے ڈی اے فلیٹس ، فیز 4، شادمان ٹاؤن نمبر 2، سیکٹر 14-B ، نارتھ کراچی۔ 75850 فون نمبر: 021-36997059

صبح 10 تا 1 بجے، شام 6 تا 9 بجے۔

ایزی پیسہ اکاؤنٹ نمبر: 03494900800

خط لکھنے کا پتا:

آپ کی صحت ماہنامہ آنچل کراچی پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی۔

مسلسل ناکامی زندگی کا رخ بدل دیتی ھے

دنیا بھر میں شہرت کا ڈنکا پیٹنے والی کتاب ''ہیری پوٹر'' کی مصنفہ جے کے' رولنگ کی متذکرہ کتاب کی اشاعت سے قبل اسے کوئی نہیں جانتا تھا اور اپنی عمر کا بڑا حصہ گمنامی کی نذر کر کے ایک کتاب ''ہیری پوٹر'' لکھ پائی تھی لیکن بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ ابتداء میں اس کتاب کو چھاپنے کے لیے کوئی بھی پبلشر تیار نہ تھا اور جے کے' رولنگ کو در در کی ٹھوکریں کھاتے بنی جن پبلشرز کی منتیں کرنی پڑیں ان کی تعداد نو تھی۔ جے' کے' رولنگ نے ہمت نہ ہاری اور آخر یہ کتاب کسی نہ کسی طرح چھپ ہی گئی۔ ''ہیری پوٹر'' کے مارکیٹ میں آنے کے بعد اس کی مقبولیت نے آہستہ آہستہ پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور پھر ہیری پوٹر کا دوسرا اور تیسرا حصہ بھی مارکیٹ میں آ گیا۔ اب ہیری پوٹر کو سب سے زیادہ بکنے والی کتاب کا اعزاز حاصل ہو چکا ہے۔ شاید آپ کو یاد ہو کہ اپنی دوسری کتاب کی اشاعت کے بعد جے' کے' رولنگ نے ریل کے ذریعے بہت سے شہروں کو اپنی کتابیں مفت تقسیم کی تھی اور دنیا بھر کے اخبارات نے اس کی تصاویر اور رپورٹیں بھی شائع کی تھیں۔ ہیری پوٹر کی کئی کتابوں کو اب تک چالیس زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے اور یہ کتابیں (ہیری پورٹر کا سلسلہ) بچوں اور بڑوں میں یکساں مقبول ہے۔

برطانوی مصنف اور رویوں کے ماہر (نفسیات داں) بین رینشا کا کہنا ہے کہ مسلسل ناکامیاں یا حادثات زندگی کا رخ بدل دیتے ہیں اور مسلسل جدوجہد سے بڑی بڑی کامیابیاں حاصل کی جاسکتی ہیں۔ بین رینشا کا کہنا ہے کہ بچپن کے حادثات اور محرومیاں بھی زندگیوں پر اثر انداز ہوتی ہیں لیکن ان حادثات اور محرومیوں کے اثرات کو مثبت انداز میں استعمال کیا جائے تو کامیابیاں قدم چوم لیتی ہیں۔ انہوں نے چند فلمی ستاروں کی مثالیں دیں کہ فلم اسٹار میڈونا کی ماں کا انتقال اس وقت ہوا تھا جب اس کی عمر صرف چھ برس تھی۔ کیٹ بیکنسیلو کے باپ کو دل کا دورہ اس وقت پڑا تھا جب کیٹ کی عمر پانچ برس تھی اور جینیفر آنسٹن کے والدین میں اس وقت طلاق ہوئی جب وہ ابھی نو عمر ہی تھی لیکن آج میڈونا کامیابیوں کی بلندی کو چھو رہی ہے' کل کی غم زدہ اور غیر اہم میڈونا آج کی ایک کامیاب ادارکارہ' بہترین گلوکار' مقبول ماڈل' بزنس وومن' بہترین ماں اور بیوی ہونے کے علاوہ مصنفہ بھی ہے۔ شہرت کی بلندیوں کو چھونے والی میڈونا کو ''کل کی چھوکری'' کہا جاتا تھا اور غیر اہم سمجھ کر دھتکار دیا جاتا تھا لیکن میڈونا نے اپنے غم' غصے اور بے چارگی کے جواب میں جارحانہ انداز میں اپنی صلاحیتوں کو آزمانا شروع کر دیا اور کامیابیاں اس کے قدم چومتی چلی گئیں۔

لندن کے روہڈز فارم کلینک کے بانی ڈاکٹر ڈی ڈاؤسن نے بتایا کہ ان کے کلینک پر بھوک نہ لگنے کی شکایت لے کر آنے والوں کی بڑی تعداد ان لوگوں کی ہوتی ہے جو تیزی سے ترقی کے زینے پر چڑھتے چلے جا رہے ہوں۔ ڈاکٹر ڈلی ڈاؤسن کا کہنا ہے کہ ان مریضوں میں قطعیت پسند اور کمال پسند افراد کی تعداد زیادہ ہوتی ہے' یہ لوگ وہم کا شکار ہوتے ہیں اور کمال کی بلندیوں کو چھونے کا ضبط انہیں بیمار ڈال دیتا ہے کیونکہ نہ تو کمال کی کوئی حد ہے نہ وجود' جس کی تلاش میں یہ اپنی توانائیاں صرف کیے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر ڈاؤسن نے بتایا کہ کیٹ ونسلیٹ اور کیٹ بیکنیسلو دونوں معدے کی خرابی میں مبتلا تھیں تاہم یہ اس وقت

کی بات ہے جب وہ نوعمر تھیں ان کی خواہش تھی کہ وہ کسی طرح فلمی دنیا میں مقبول و معروف ہوجائیں۔ ڈاکٹر پنسکی کا کہنا ہے کہ ''جو لوگ نشے کا سہارا ڈھونڈتے ہیں اور وہم کا شکار ہیں' انہیں چاہیے کہ وہ اپنے وہم کو مثبت طور پر استعمال کرتے ہوئے اپنی صلاحیتوں کو استعمال کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ کامیابی حاصل نہ کرسکیں۔ ڈاکٹر پینسکی کا یہ بھی کہنا ہے کہ ''یہ بات عام لوگوں کے لیے خوش کن ہوگی کہ کامیابیوں کے آسمان پر جگمگانے والے لوگوں نے بھی اپنی زندگی کے ابتداء میں انتہائی کٹھن وقت گزارا تھا لیکن انہوں نے اپنی صلاحیتوں کو مثبت کاموں میں صرف کرکے کامیابیاں حاصل کی تھیں۔ ڈاکٹر پینسکی کا کہنا ہے کہ انکساری ہی کامیابی کا پہلا اصول ہے اور جو لوگ مشفق اور متحمل مزاج نہیں ہوتے ان کی کامیابی مشکوک رہتی ہے جبکہ منکسر المزاج لوگ بازی جیت لیتے ہیں۔

ماہرین کا مطلب ہے کہ ''کمال'' کو چھونے کی دھن میں بہت سے لوگ اپنی صلاحیتوں کے متعلق خوش فہم ہوجاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ سب کچھ کرسکتے ہیں لیکن قدرتی عوامل اور اس کے برعکس نتیجہ لاتے ہیں تو...... یا تو یہ لوگ نشے کا سہارا ڈھونڈتے ہیں یا پھر ان کے معدے خراب ہوجاتے ہیں اور اشتہا بالکل ختم ہوجاتی ہے' یہ ہی وجہ ہے کہ ماہرین اعتدال کا مشورہ دیتے ہیں۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ دکھ' پریشانیاں یا کسی قسم کے صدمات بھی زندگی کا رخ موڑ دیتے ہیں اور اکثر لوگ حالات کے آگے ہتھیار ڈالنے کے بجائے ڈٹ جاتے ہیں اور حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے گوہر مراد تک رسائی حاصل کرلیتے ہیں۔ میڈونا کی مثال دیتے ہوئے ڈاکٹر پنسکی کا کہنا ہے کہ 19 سال کی عمر میں میڈونا کی اشتہا ختم ہوگئی تھی لیکن اس نے تمام دکھوں اور غموں کو جھٹک دیا اور آج وہ فلمی دنیا کی مقبول و معروف ترین خاتون ہے جبکہ وہ بریڈ پٹ سے شادی بھی کرچکی ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ کسی چیز کے گم ہونے یا تلف ہوجانے کا ردعمل غصے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اس غصے کو مثبت طور پر استعمال کرتے ہوئے اسے چیلنج سمجھ کر اپنے آپ کو منوالیتے ہیں۔

ڈاکٹر بین رینشاء کا کہنا ہے کہ ''بعض اوقات غیر یقینی بچپن خطرناک ہے اور نقصان دہ ثابت ہوتا ہے لیکن آپ یقین کریں کہ اس بدقسمتی'' کو نہایت آسانی سے سودمند بنایا جاسکتا ہے۔ آپ کو جب بھی غصہ آئے تو آپ اس غصے کی مدد سے اپنی بھرپور صلاحیتوں کو استعمال کرکے بہترین نتائج حاصل کرسکتے ہیں' آپ کا احساس عدم تحفظ آپ کو بلندیوں پر پہنچا سکتا ہے۔''

اس موضوع پر ماہرین کہتے ہیں کہ ''ناکام ہونے کے خوف کی وجہ سے ہی بیشتر لوگ اپنے خوابوں کی تکمیل نہیں کرپاتے جبکہ اصول یہ ہے کہ زندگی کا ہر ''نا'' آپ کا ''ہاں'' کے قریب ترلاتا چلا جاتا ہے۔ ''مسلسل نا'' کا مطلب ہے کہ ''ہاں'' اب دور نہیں ہے۔ اس بات کی وضاحت میں بین رینشاء نے کہا ''اپنی زندگی کے نشیب وفراز کو ذاتیات کی طرف نہ لے جائیں۔ خیال کریں کہ آپ کا کوئی دوست کسی ناکامی سے دوچار ہے یا اسے کسی مرحلے پر مسترد کردیا گیا ہے تو آپ کیا کریں گے؟ یہ ہی نا کہ آپ اس کی ہمت بڑھائیں گے اسے دلاسہ دیں گے اور پھر اسے ڈٹ جانے کا مشورہ دیں گے' ہر ناکامی کے پیچھے کامیابی آپ کو منتظر نظر آئے گی۔